لہ دعوۃ الحق
خطبات بندیالوی
جلد دوم
امام الانبیاء ﷺ کی سیرت و
عظمت کو قرآن و حدیث کے دلائل سے
۱۶ تقاریر میں بیان کیا گیا ہے
محمد عطاء اللہ بندیالوی

نام کتاب : خطبات بندیالوی (جلد دوم)
مصنف : علامہ عطاء اللہ بندیالوی
طبع سوم : محرم الحرام ۱۴۳۱ھ
صفحات : ۵۲۷
تعداد : گیارہ صد ۱۱۰۰
مطبع :
کتابت : سید حسن رضا ہاشمی فون : 048_3764705 موبائل : 0307_6719282
قیمت :

<u>ملنے کے پتے :</u>

1. کتب خانہ رشیدیہ مدینہ مارکیٹ راجہ بازار راولپنڈی
2. دفتر ماہنامہ نغمہ توحید جامع مسجد بخاری شاہ فیصل گیٹ گجرات
3. مکتبہ تنویر القرآن اردو بازار لاہور
4. دار القرآن پنج پیر صوابی
5. مکتبہ حسینیہ جامع مسجد سیدنا معاویہ فاروق اعظم روڈ سرگودھا
6. مکتبہ حاجروی جامعہ اسلامیہ بدر العلوم حمادیہ رحیم یار خان
7. مکتبہ حقانیہ جامعہ حقانیہ ڈی سی روڈ گوجرانوالہ
8. دار القرآن والسنۃ ○ مسجد شہداء ○ ریگل چوک مال روڈ لاہور

عنوانات	صفحہ

عنوانات	صفحہ

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
		۵۳۲	شنکرلال ساقی کی گواہی
		۵۳۶	دھرم پال گپتا کی گواہی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(انتساب)

رئیس المفسرین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے مایہ ناز شاگرد شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ نے راولپنڈی میں ڈیرہ ڈال کر ملک کے طول وعرض میں توحید وسنت کا علم لہرایا .... تو مشرکین ومبتدعین کے ایوانوں میں زلزلہ بپا ہوگیا .... وہ مسئلہ الٰہ بیان فرماتے ہوئے قرآن وسنت کے دلائل سے باطل عقائد ونظریات کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتے وہ صحیح معنوں میں شیخ القرآن تھے ...... یہ لقب صرف ان کے نام کے ساتھ بجتا اور پھبتا ہے۔

مجھے دو مرتبہ ان سے تفسیر قرآن پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ...... دوسری مرتبہ جب میں الوداعی ملاقات کے لئے ...... اُن کے کمرہ میں حاضر ہوا تو وہ سحری کھانے کے بعد چائے نوش فرمارہے تھے ...... میں نے رخصت چاہی تو چارپائی سے اٹھے اور اپنے دونوں ہاتھ میرے کاندھوں پر رکھ کر فرمایا

اللہ تجھے علم سے نوازے اور کامیاب کرے

حضرت شیخ کے دل سے نکلی ہوئی دُعا اور دُعا ...... بھی رمضان المبارک میں اور پھر سحری کے مقبول وقت میں ...... میری زندگی کی خزاں میں بہار بن کر چھا گئی ...... میں آج جس مقام پر کھڑا ہوں ...... یہ شیخ القرآن کی دُعا کا نتیجہ ہے .... اس لئے خطبات بندیالوی جلد ثانی کا انتساب اپنے مشفق ومہربان استاذ شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان کے نام کرتا ہوں اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے! آمین

محمد عطاء اللہ

۱۵ جمادی الآخر ۱۴۲۲ھ

Scanned by CamScanner

رائے گرامی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلے علی رسولہ الکریم

آپ کے ہاتھ میں یہ کتاب جس کا نام خطبات بندیالوی حصہ دوم ہے۔ اس سے پہلے بھی خطبات بندیالوی کی پہلی جلد چھپ چکی ہے جو قرآن مجید کی سورۃ بقرہ میں آیت نمبر ۲۵۵ یعنی آیۃ الکرسی کی تفسیر و تشریح پر مشتمل تھی اور بفضلہ تعالیٰ علمی حلقوں میں خوب مقبول ہوئی اور اس کتاب کو زبردست پذیرائی نصیب ہوئی الحمدللہ اس کتاب پر پیر طریقت حضرت سید مولانا عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تقریظ موجود ہے۔ اس کتاب میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے توحید تقریباً تمام پہلوؤں کو آسان اور دل نشین انداز میں بیان کرنے کی سعی بلیغ کی گئی ہے اور یہ تھا کلمہ طیبہ کے پہلے حصہ (لا الہ الا اللہ) کا بیان اب خطبات بندیالوی کا دوسرا حصہ ہے۔ اس میں کلمہ طیبہ کے دوسرے حصہ (محمد رسول اللہ) کی تشریح کی گئی ہے اور سیرت و عظمت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ہے اور اس کو پندرہ خطبات پر مشتمل کیا گیا ہے۔

(۱) پہلے خطبہ میں یہ بیان ہے کہ امام الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل دعوت کیا تھی اس کے تحت کئی عنوانات ہیں۔

(۲) دوسرے خطبہ میں عید میلاد النبی کا جو رواج پڑ گیا ہے اس کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔ اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۳) تیسرے خطبہ میں وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۴) چوتھے خطبہ میں یہ ذکر ہے کہ محبت رسول ایمان کی جان ہے اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۵) پانچویں خطبہ میں محبت رسول کا معیار بیان کیا گیا کہ وہ اطاعت رسول ہے۔ اس کے بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۶) چھٹی تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی محمد و احمد کی تشریح اس کے تحت عنوانات ہیں۔

(۷) ساتویں تقریر میں ختم نبوۃ کا بیان ہے اس کے تحت کئی عنوانات ہیں۔

(۸) آٹھویں تقریر میں بشریۃ النبی کا بیان ہے۔

(۹) نویں تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کی فضیلت کا بیان ہے۔ اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۱۰) دسویں تقریر میں بدعت کا بیان ہے کہ بدعت کیا ہے اور اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۱۱) گیارہویں تقریر میں معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ہے۔

(۱۲) بارہویں تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا بیان ہے اور اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۱۳) تیرہویں تقریر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بیان ہے اور اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۱۴) چودہویں تقریر میں یہ بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ کہا وہ خود بھی کر کے دکھایا اس کے تحت بھی کئی عنوانات ہیں۔

(۱۵) پندرہویں تقریر میں یہ بیان ہے الفضل ما شہدت بہ الاعداء اور اس کے بھی کئی عنوانات ہیں۔

اس کتاب کا انداز بیان ناصحانہ ہے اور شبہات و اعتراضات کا جواب احسن طریقہ سے دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ مولف کو اپنے ہاں سے اجر عظیم عطا فرمائے۔ والسلام

محمد حسین غفرلہ

جامعہ ضیاء العلوم سرگودھا ۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

(پیش لفظ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خطبات بندیالوی کی دوسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے لئے آپ کو کتنے طویل انتظار کی زحمت...... برداشت کرنا پڑی مجھے اسکا پورا پورا احساس ہے مگر تاخیر جو ہوئی تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا کتابت کی پریشانیاں...... کبھی کمپوزنگ کروانے کے ارادے اور کبھی کاتب سے لکھوانے کے مشورے، سب سے بڑا مسئلہ اور رکاوٹ میری تبلیغی مصروفیات اور مسلسل سفر یہ سب چیزیں پاؤں کی زنجیر بنتی رہیں...... اگرچہ میں دوسری جلد کی تقاریر آج سے تین سال پہلے مکمل کر چکا تھا اب اللہ تعالیٰ کے خاص کرم اور مہربانی سے خطبات بندیالوی کی دوسری جلد آپ کے ہاتھ میں ہے...... اس میں پندرہ تقاریر سیرت و عظمت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوبصورت اور مقدس عنوان سے آپ پڑھیں گے اور مقررین و خطباء منبر و محراب کی زینت بنائیں گے خطبات بندیالوی کی پہلی جلد آیت الکرسی کی تفسیر و تشریح پر مشتمل تھی جس میں پچیس تقاریر ہیں جسمیں توحید الٰہی کے تقریباً تمام پہلوؤں کو آسان پیرائے میں بیان کیا گیا...... علمی حلقوں میں اسے پذیرائی ملی...... مقررین کو فن تقریر سیکھنے میں مدد ملی پھر خوبی یہ کہ عوام الناس کے عقائد و نظریات کی درستگی کا پورا سامان اس میں موجود ہے۔

خطبات بندیالوی جلد اول کی افادیت کا اندازہ فرمانے کیلئے ان تقریظی کلمات کو ایک مرتبہ پڑھئے جو پیر طریقت، خطیب اسلام، حضرت مولانا سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمائے۔

قرآن حکیم کی آیت الکرسی جس کے پڑھنے کا امام الانبیاء خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بعد فرائض الصلوٰۃ اور عند النوم و وقت ایذاء الاعداء الجن حکم فرمایا ہے...... اس کی تفسیر موجودہ دور میں اور علماء کرام نے بھی کی ہے۔ لیکن ماشاء اللہ بفضل اللہ العظیم و برحمتہ میرے عزیز محترم مولانا محمد عطاء اللہ صاحب بندیالوی ثم سرگودھوی نے اس آیت مبارکہ معظمہ کی تفسیر میں علماً دیانۃً شرحاً صحیح حق ادا کیا ہے اس پر بے اختیار "مرحبا احسنت یا شیخ" زبان ادا کرتی ہے علماء و طلباء و عوام تعلیم یافتہ سب کے لیے ان شاء اللہ العزیز مفید ہوگی...... خصوصاً علماء کرام توجہ سے مطالعہ فرمائیں۔ جزی اللہ تعالیٰ المفسر عنا و عن المسلمین۔

خطبات کے نام پر کتابیں شائع کرنا ایک رسم اور ریت سی بن گئی ہے کئی نامور اور بعض گمنام مقررین نے اس میدان میں دوڑنے کی کوششیں کیں ہیں...... مگر آج تک جتنے خطبات شائع ہوئے اُن میں یہ لحاظ نہیں رکھا گیا کہ موضوع روایات، جھوٹے واقعات، قصے اور کہانیوں سے دامن کو بچایا جائے...... انہوں نے عشق کے رنگ میں ایسے ایسے من گھڑت واقعات بیان کیے اور ایسے بودے دلائل دیئے کہ عشق اور شرک میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔

پھر ستم بالائے ستم یہ کہ خطبات مرتب کرنے والے حضرات نے ہر موضوع اور ہر عنوان پر تقاریر کے ڈھیر لگا دیئے...... مگر اللہ کی توحید کا موضوع ایک تقریر کے لیے ترستا رہا؟...... وہ اپنے خطبات میں سنت و بدعت کے فرق کو واضح نہ کر سکے...... وہ شرک کی حقیقت کی وضاحت نہ کر سکے جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے علماء و مقررین اور طلباء مجبوری کی بنا پر ان حضرات کے خطبات کو خریدتے رہے...... مگر ان کا جو من پسند موضوع تھا توحید و سنت کی عظمت اور شرک و بدعت کی حقیقت اُس سے وہ خطبات ہمیشہ خالی نظر آتے۔ میں نے اسی ضرورت کے پیش نظر...... خطبات بندیالوی کی جلد اول مرتب کی تھی تا کہ توحید کے جس پہلو کو ایک خطیب بیان کرنا چاہے تو اس کیلئے انداز تبلیغ اور دلائل کا انبار موجود ہو...... اس طرح وہ اپنے جماعتی مشن کی تکمیل کے لئے کام کر سکے گا۔

دوسری جلد...... سیرت و عظمت سیدنا محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے عنوان سے ہے اس میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت اور بشریت النبیؐ...... رڈِ بدعت...... معجزات کی حقیقت اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل دعوت کے موضوعات پر آپ کو تقاریر کرنے کے لئے خوبصورت انداز، دلائل و براھین، کا ذخیرہ میسر آئیگا...... اس طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و مقام کے ساتھ ساتھ عقائد کی درستگی کا سامان بھی موجود ہے اگر آپ کی دعائیں شامل حال رہیں تو انشاء اللہ خطبات بندیالوی کی تیسری جلد...... حضرات انبیاء کرام علیہ السلام کے سیرت، حالات اور واقعات پر بہت جلد آپ تک پہنچ جائیگی۔

خطبات بندیالوی جلد دوم میں جو حسن اور خوبی ہے وہ میرے داتا گنج بخش ربُ العلمین کا فضل و کرم ہے۔

انسان خطا کا پتلا اور غلطیوں کا مجموعہ ہے اگر اس جلد میں آپ کو کوئی، کمی، غلطی، خطا یا کوتاہی نظر آئے تو مجھ نالائق کم علم کو مطلع فرمائیں دوسرے ایڈیشن میں اس غلطی کی اصلاح کر دی جائیگی

انشاء اللہ

[signature]

۵ ستمبر ۲۰۰۱ء

بروز بدھ

امامُ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اَصل دعوت کیا تھی؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَا لَا یَضُرُّھُمْ وَلَا یَنْفَعُھُمْ وَیَقُوْلُوْنَ ھٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰہِ۔

(یونس)

وہ اللہ کے سوا عبادت کرتے ہیں ان کی جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں اور نہ نفع دے سکتے ہیں اور کہتے ہیں یہ ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے ہاں۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ:

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى الآیۃ

اور جنہوں نے بنا لیے ہیں اللہ کے سوا حمایتی (کہتے ہیں) ہم ان کی پوجا پاٹ اس لیے کرتے ہیں تاکہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں درجہ میں۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ الکریم۔

سامعین گرامی! آج میں آپ حضرات کے سامنے سیرت کے سب سے اہم اور ضروری پہلو پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں ..... سیرت کا یہ پہلو صرف اہم ہی نہیں مقصودی بھی ہے۔

عام طور پر سیرت النبیؐ کے پروگراموں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کا تذکرہ ہوتا ہے، دودھ پینے اور پلانے کا ذکر ہوتا ہے۔ حلیمہ سعدیہ کا ذکر ہوتا ہے .... خطباء اور مقررین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن وجمال کا تذکرہ کرتے ہیں ..... آپ کے دانت، آپ کے ہونٹ، آپ کے ابرو اور آنکھیں، آپ کی رنگت ورعنائی اور آپ کی زلفوں کی سیاہی موضوع سخن بنتی ہے مگر آپ کی اصل سیرت کا آغاز جہاں سے ہوتا ہے، آپ کے کمالات کی ابتدا جہاں سے ہوتی ہے اس پر سیرت فروش واعظ اور میلادی مُلاں پردہ ڈال کے رکھنا چاہتا ہے .... سیرت کا وہ مقصودی اور اہم ترین حصہ اس وقت شروع ہوتا ہے جب نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پہ نبوت کا تاج پہنایا جا چکا تھا اور آپ نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام سنانا شروع کیا ..... ہاں سیرت کا وہ ضروری پہلو اور مقصودی

حصہ، جب ایک لمحہ میں محمد بن عبداللہ محمد رسول اللہ بن گئے۔

آج میں سیرت کے اس پہلو کو بیان کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ محض اپنے فضل و کرم سے مجھے بیان کرنے کی اور آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

زندگی قبل از نبوت

حضرات گرامی قدر! امام الانبیاء، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا میں زندگی کی تریسٹھ بہاریں گزاریں۔ ان تریسٹھ سالوں میں چالیس سال نبوت عطا ہونے سے پہلے والی زندگی ہے اور تیئیس سال نبوت ملنے کے بعد والی زندگی ہے۔ ان تیئیس سالوں میں تیرہ سال مکہ مکرمہ میں گزارے دس سال مدینہ منورہ میں بسر کئے!

جو چالیس سالہ زندگی نبوت ملنے سے پہلے گزاری اسمیں آپ کا بچپن آپ کا لڑکپن، آپ کی جوانی، آپ کی شادی اور غمی، آپ کا سفر اور حضر آپ کی تجارت، بکریوں کا چرانا، بازاروں میں آنا، سب کچھ شامل ہے مگر اس چالیس سالہ زندگی سے مکہ کے کسی ایک شخص نے بھی اختلاف نہیں کیا۔ کسی نے بھی آپ سے تلخ کلامی نہیں کی ..... بلکہ مکہ کے ہر شخص نے اپنے بچوں سے بڑھ کر آپ سے پیار کیا اور اپنے بزرگوں سے زیادہ آپ کا احترام کیا! اس ادب اور احترام اور شفقت کی انتہا یہ تھی کہ جب بھی آپ مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزرتے تو کوئی شخص بھی آپ کو نام لے کر نہیں بلاتا تھا کہ وہ عبداللہ کا بیٹا محمد جا رہا ہے بلکہ ہر شخص آپ کو دیکھ کر بے اختیار پکار اٹھتا کہ وہ صادق جا رہا ہے ..... وہ امین جا رہا ہے۔

آپ کے احترام اور اکرام کی حد یہ تھی کہ وہ لوگ اپنے باہمی اختلافات

جھگڑوں میں فیصل ماننا

اور جھگڑوں میں آپ کو فیصل، جج، حاکم اور ثالث مانتے تھے۔

آپ بتائیں کہ جب تمہارا کسی معاملہ میں جھگڑا اور لڑائی ہو جاتے تو کس قسم کے آدمی کو ثالث بناؤ گے؟

جو سب سے زیادہ سمجھدار ہو، دانا ہو، صاحبِ حکمت ہو، صاحبِ تدبر ہو، صاحب الرائے ہو اور صائب الرائے ہو، فیصلہ کرنے کی قوت رکھتا ہو، بہادر ہو اور کسی کے دباؤ میں نہ آتا ہو۔

مشرکینِ مکہ نے آپ کو ثالث اور فیصل مان کر یہ تسلیم کیا کہ مکہ میں سب سے بڑا دانا اور سمجھدار اور عقلمند اگر کوئی ہے تو وہ عبداللہ کا دُرِّ یتیم اور آمنہ کا لعل ہے۔

حجرِ اسود کی تنصیب کا خوبصورت فیصلہ

مشرکینِ مکہ نے بیت اللہ کو گرا کر نئے سرے سے اس کی تعمیر کی، بیت اللہ کی دیواریں بلند ہوئیں، حجرِ اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلے اور ہر خاندان کی یہ تمنا اور خواہش تھی کہ حجرِ اسود کو دیوار میں رکھنے کی سعادت اور شرف اسے حاصل ہو۔۔۔۔ قبیلوں کے درمیان اختلاف بڑھ گیا اور تلواریں بے نیام ہونے لگیں ۔۔۔۔ سمجھدار اور دانا لوگوں نے کہا، اس مسئلے میں اختلاف نہ کرو بلکہ اس طرح کرو کہ جو شخص سب سے پہلے بیت اللہ میں داخل ہو اس کو ثالث مان لو۔۔۔۔ سب مان گئے نگاہیں دروازے کی طرف اٹھ گئیں کہ اچانک دروازے میں سے عبدالمطلب کا پوتا اور عبداللہ کا لختِ جگر داخل ہوا۔۔۔۔ آپؐ کو دیکھ کر سب خوشی سے جھوم اٹھے اور بیک آواز کہنے لگے جَاءَ الْاَمِیْنُ

امین آگیا، صدیق آگیا یہ جو فیصلہ کردیں ہمیں منظور ہوگا۔

پھر آپ نے بڑا خوبصورت فیصلہ فرمایا اپنی چادر بچھائی، اس میں حجرِ اسود کو رکھا اور ہر قبیلے کے سردار کو دعوت دی کہ چادر کے کونے تھام لو۔ اور اسے اٹھاؤ۔ کعبہ کی دیوار کے قریب آئے تو آپ نے اپنے دستِ مبارک سے حجرِ اسود کو کعبہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔

حضرات گرامی قدر! نبوت ملنے سے پہلے جو چالیس سال کا عرصہ آپ نے مکہ میں گزارا۔ زندگی کے اس حصہ میں آپ کو احترام واکرام اور عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا رہا۔ لوگ بچوں سے بڑھ کر آپ کے ساتھ پیار کرتے تھے۔ آپ کو جھگڑوں میں فیصل اور ثالث مانا جاتا رہا۔ لوگ آپ کی صداقت وامانت اور دیانت کے قائل بھی رہے اور اقراری بھی رہے . . . .

اعلانِ نبوت سے پہلے اہلِ مکہ سے سوال اور ان کا جواب

آپ نے حدیث تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں پڑھا ہوگا کہ اعلانِ نبوت کے پہلے دن جب آپ کوہِ صفا پر کھڑے ہوئے اور کپڑا ہلا ہلا کر لوگوں کو دعوت دے رہے تھے۔ اہل مکہ جمع ہوگئے، بوڑھے بھی اور جوان بھی . . . . . ان میں آپ کے قریبی عزیز اور رشتے دار بھی شامل تھے، وہ بھی تھے جن کے ساتھ بچپن گزارا اور ان میں جوانی کے ساتھی بھی تھے، وہ بھی تھے جن کے ساتھ مل کر بکریاں چرائیں اور وہ بھی تھے جن کے ساتھ تجارت کی غرض سے سفر کیے۔

آپ نے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے پوچھا:

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهِ (یونس ۱۶)

لوگو! میں نے تم میں اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں . . .

میرا بچپن تم نے دیکھا ، میری جوانی تمھارے سامنے ہے تم میں میرے بچپن کے دوست اور جوانی کے ساتھی موجود ہیں (اور بچپن کے دوستوں سے دوستوں کی باتیں اور جوانی کے یاروں سے یاروں کے راز چھپے ہوتے نہیں ہوتے) میری جلوت میری خلوت تمھارے سامنے ہے میرا سفر اور میرا حضر، میری تجارت اور بکریوں کا چرانا ، میرا دکھ ، میرا سکھ ، میری خوشی اور میری غمی سب تمھارے سامنے ہے ، کیا تم میری زندگی کی سفید چادر پر کوئی داغ ، کوئی دھبہ دکھا سکتے ہو . . . . . . بتاؤ تم نے مجھے زندگی میں سچا پایا یا جھوٹا . . . . ؟

ساری قوم نے بیک زبان کہا جَرَّبْنَاكَ مِرَاراً ہم نے بارہا تجھے پرکھا اور آزمایا . . . ہم نے آج تک تجھ سے سچ کے سوا کچھ بھی نہیں سُنا ۔

آپؐ نے فرمایا۔ اگر مَیں کہوں کہ پہاڑ کی دوسری جانب سے ایک لشکر آرہا ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے . . . . . کیا تم میری اس بات کا اقرار کر لوگے . . . . . . لوگوں نے سوچا ہماری دشمنی کسی کے ساتھ نہیں ، یہ حملہ آور ہونے والا لشکر کون ؟ بعض ذمہ دار اور جہاندیدہ لوگ نے پہاڑ کے اوپر چڑھ کر دیکھا مگر انہیں وہاں ایک سپاہی اور ایک فوجی بھی نظر نہیں آیا . . . . کہنے لگے تم تو کہتے ہو لشکر آرہا ہے یہاں تو ایک لشکری بھی نہیں ۔ تم کہتے ہو فوج آرہی ہے یہاں ایک فوجی بھی نہیں ۔

آپ نے فرمایا ، اب تو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ پہاڑ کی دوسری جانب ایک سپاہی اور ایک فوجی بھی نہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ایک .

لشکر اور فوج آ رہی ہے بتاؤ میری بات مان لو گے!

تمام لوگوں نے بیک زبان ہو کے کہا عبداللہ کے دُرِ یتیم! تیری چالیس سالہ زندگی کی صداقت، امانت، دیانت، شرافت یہ بات کہنے پر مجبور کرتی ہے کہ ہماری آنکھیں دھوکہ کھا سکتی ہیں، محمد کی زبان جھوٹ نہیں بول سکتی۔

محبّت عداوت میں بدل گئی

چالیس سال تک آپ کی صداقت کے قائل، دیانت کے قائل، امانت کے قائل، لیکن جب چالیس سال بعد نبوت کا تاج آپ کے سر پر سجایا گیا اور آپ نے ان کو اللہ کا پیغام سُنایا تو محبت عداوت میں بدل گئی۔ جونہی اپنی بعثت کا مقصد بیان فرمایا تو اپنے بچوں سے بڑھ کر پیار کرنے والے نفرت کا اظہار کرنے لگے، اپنے بزرگوں سے بڑھ کر احترام کرنے والے گالیاں دینے لگے، عزت کرنے والے توہین کرنے پر کمر بستہ ہو گئے۔ جان سے بڑھ کر چاہنے والے جان کے دشمن بن گئے۔

آخر آپ نے کون سی بات کہہ دی تھی .....؟ کہ صادق کہنے والوں نے کہا اَنْتَ كَذَّاب معاذ اللہ تو سب سے بڑا جھوٹا ہے۔ ...... امین کہنے والے الزام لگانے لگے۔

آخر آپ نے کون سی بات کہہ دی تھی

جو لوگ اپنے جھگڑوں میں آپ کو فیصل مانتے تھے اور آپ کی رائے اور فیصلوں کو تسلیم کرتے تھے انہوں نے کہنا شروع کیا اَنْتَ مَجْنُوْن تم تو ہو ہی مجنون! کسی نے کہا یہ شاعر ہے، کسی نے کہا یہ ساحر ہے۔

جولوگ عزت و احترام سے کبھی گلے میں پھولوں کے ہار ڈالتے تھے انہوں نے گلے میں رسی ڈالی اور اتنے بل چڑھائے کہ نبوت کی زبان باہر نکل آئی ..... جولوگ راستے میں پھول بچھاتے تھے انہوں نے کانٹے بچھانے شروع کیے، آپ پر پتھروں کی بارش کر دی گئی، آپ خون میں نہا گئے، خون جوتیوں میں جم گیا اور پاؤں مبارک کا جوتیوں سے نکلنا مشکل ہو گیا..... فتوے لگنے لگے، الزام تراشیاں ہونے لگیں، پھبتیاں کسی گئیں، سوشل بائیکاٹ کیا گیا۔ تین سال تک شعب بنی ہاشم میں درختوں کے پتے اور چمڑے ابال کر کھاتے رہے، اپنے بیگانے ہو گئے۔

آخر وہ کون سا مسئلہ تھا کہ اس مسئلے کو جن لوگوں نے مان لیا، انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا گیا۔ انہیں تپتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا گیا، گرم زمین پر گھسیٹا گیا، آنکھوں میں لوہے کی گرم سلاخیں پھیری گئیں۔ انہیں مکہ کے چوراہوں میں دو ٹکڑے کر دیا گیا۔

کتنا میٹھا مسئلہ ہے

کتنا میٹھا مسئلہ تھا کہ جن لوگوں نے اسے مان لیا انہوں نے سب کچھ قربان کر دیا مگر اس مسئلے سے ایک انچ پیچھے نہیں ہٹے..... وہ سارا سارا دن تپتے ہوئے انگاروں پر لیٹتا ہے، اسکے بدن کی چربی پگھل پگھل کر انگاروں کو راکھ بنا دیتی ہے۔ پھر اس کے زخمی جسم پر نمک ملا پانی چھڑکا جاتا ہے، دوسرے دن اسے پھر انگاروں پر لٹایا جاتا ہے اور امیہ پوچھتا ہے، بلالؓ! پھر بھی اس کا نام لےگا..... بلالؓ مسکرا کے کہتے ہے ظالم! اسکو ماننے کا جتنا مزا آیا ہے آج تک آیا ہی نہیں.....

علامہ اقبال نے کہا تھا ؎

وہ آستاں نہ چھوٹا تجھ سے ایک دم کے لیے
کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لیے
جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں
ستم نہ ہو تو محبت میں کچھ مزہ ہی نہیں

وہ مسئلہ کتنا اہم اور کتنا عظیم ہوگا جس مسئلے کے لیے آپ نے مکہ مکرمہ جیسا وطن چھوڑا ..... گھر بار چھوڑا ..... پھر وطن سے بے وطن ہوکر بھی چین اور سکھ کا سانس لینا نصیب نہ ہوا، مسلسل دس سال جنگوں اور لڑائیوں میں گزر گئے، کبھی بدر، کبھی احد، کبھی خندق، کبھی حدیبیہ کا سفر، کبھی خیبر، کبھی حنین اور کبھی تبوک کا مشکل ترین سفر۔

اختلاف کا سبب اور وجہ کیا تھی

آج یہ بیان کرنا چاہتا ہوں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان جھگڑا کس بات میں تھا، اس لڑائی اور اختلاف کی وجہ اور سبب کیا تھا؟ وہ کون سا مسئلہ تھا اور وہ کونسا نکتہ تھا کہ جس مسئلے اور جس نکتے پر مکہ مکرمہ کی متفقہ آبادی اور متحد قوم جن میں مذہبی انتشار اور اختلاف نہیں تھا وہ دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، ان میں مذہبی گروہ بندی ہو گئی، ان میں اختلاف اور جھگڑا ہوا اور شدید جھگڑا ہوا ... ایک جماعت انتہائی کمزور اور قلیل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی بن گئے اور دوسری جماعت کے لوگ اپنے کفر پر اور انکار پر جمے رہے اور ڈٹے رہے ...... یہ لڑائی ہر گھر تک پہنچی، گھر گھر جھگڑا ... گھر گھر فساد، گھر گھر اختلاف اور انتشار .... باپ ایک طرف ہے تو بیٹا دوسری جانب .... چچا ادھر ہے تو بھتیجا ادھر، ایک

بھائی محمدی ہے تو دوسرا بھائی مشرک ، ماموں ادھر ہے تو بھانجا ادھر ..... بیوی ایک جانب ہے تو میاں دوسری طرف . ..... مسئلہ ایسا تھا کہ جس کے بیان کرنے سے قریبی رشتے لوٹ گئے، خون کے بندھن ختم ہو کر مذہبی سلسلے مضبوط ہو گئے۔

آپ نے بدر کے میدان میں نہیں دیکھا! یہ پرائیوں کے مابین جنگ نہیں تھی، یہاں بیگانے مقابلے میں نہیں آئے تھے بلکہ خون کے رشتے ایک دوسرے کے مقابل آگئے ...... ابوبکر رضی اللہ عنہ پرچم محمدی کے نیچے ہیں تو ان کا بیٹا عبدالرحمان ابوجہل کی طرف سے آیا ہے ...... حمزہ رضی اللہ عنہ ادھر ہیں تو ان کے بھائی عباس ادھر ہیں، علی رضی اللہ عنہ ادھر ہیں تو ان کے بھائی عقیل ادھر ہیں - ابن خطاب رضی اللہ عنہ ادھر ہیں تو ان کے ماموں ادھر ہیں، حذیفہ رضی اللہ عنہ ادھر ہیں تو ان کے والد، چچا اور بھائی ادھر ہیں۔ خود امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا عباس اُدھر ہے، چچازاد بھائی ادھر ہیں، آپ کا داماد ابوالعاص اُدھر ہے۔

اپنے رشتے دار، قریبی عزیز، خون کے رشتے آپس میں لڑنے مرنے کے لیے تیار ہو گئے، خون کے پیاسے بن گئے۔

آخر وہ کون سا مسئلہ تھا، آخر آپ کون سی بات منوانا چاہتے تھے، جس پر اتنا زبردست اختلاف رونما ہو گیا اور جھگڑے نے طول پکڑ لیا۔ گھر گھر میں لڑائی، دنگہ فساد، جھگڑا شروع ہو گیا .... بیٹا باپ کا اور باپ بیٹے کا دشمن ہو گیا۔ بیوی میاں کی مخالف اور میاں بیوی کا ویری ہو گیا، بھائی حقیقی بھائی کے خون کا پیاسا ہو گیا .... آخر جھگڑے

کی بنیاد اور سبب کیا تھا؟ کیا جھگڑا جائیداد کا تھا، مال زر کا تھا، اقتدار کا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کے اور مشرکین کے درمیان یہ جھگڑا نہیں تھا۔

جھگڑا زر، زن، زمین کا نہیں تھا

ان چیزوں کی پیش کش تو وہ آپ کے چچا ابو طالب کے ذریعے کر چکے تھے کہ مکے کا اقتدار اور سلطنت چاہتے ہو تو دینے کے لیے تیار ہیں، دنیا کا مال و زر چاہتے ہو تو جتنا چاہو مانگ لو حاضر کرنے کے لیے تیار ہیں، کسی خوبرو عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو تو جس عورت پر انگلی رکھ دو ہم نکاح کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سب چیزیں لے لو اور اس مسئلے اور پیغام کے سنانے سے باز آجاؤ۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ دنیا کی چیزیں پیش کرتے ہو ان کی حقیقت کیا ہے، یہ زر اور زمین کیا حیثیت رکھتے ہیں اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج کا نظام لاکر رکھ دو اور دوسرے ہاتھ پر چاند کا نظام لاکر رکھ دو تب بھی میں یہ پیغام سنانے سے نہیں رک سکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیا منوانا چاہتے تھے؟

اختلاف اور جھگڑا زر زن، زمین کا نہیں تھا تو پھر غور کرنا چاہیے اور تہہ تک پہنچنا چاہیے کہ آپ آخر مشرکین مکہ سے کون سی بات، کون سا مسئلہ منوانا چاہتے تھے کہ جس مسئلے کو وہ کسی قیمت پر ماننے کے لیے تیار نہیں تھے ..... چاند اُن کے سامنے دو ٹکڑے ہو گیا مگر انہوں نے اس مسئلے کو تسلیم نہیں کیا ..... پتھروں نے کلام کیا مگر وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوئے ..... کنکریاں کلمہ پڑھنے لگیں مگر ان کی زبانیں اس پیغام کے اقرار سے گنگ رہیں۔

کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ذات منوانا چاہتے تھے

سامعین گرامی! کیا مشرکین مکہ اور امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان اختلاف اللہ تعالیٰ کی ذات کو ماننے اور نہ ماننے میں تھا ؟ کیا نبی اکرمؐ منوانا چاہتے تھے کہ اللہ ہے ؟

اختلاف اللہ کی ذات کے ماننے یا نہ ماننے کے بارے میں نہیں تھا، کفارِ مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قائل تھے بلکہ وہ اپنے بچوں کے نام عبداللہ رکھتے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کا نام عبداللہ تھا اگر اللہ کو نہیں مانتے تھے تو پھر بچوں کے نام عبداللہ کیوں رکھتے ؟ کعبہ کو بیت اللہ کہتے یعنی اللہ کا گھر..... معلوم ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی ذات کے قائل تھے اور جھگڑا اللہ کی ذات کے بارے میں نہیں تھا۔

کیا جھگڑا اللہ کی صفات کے بارے میں تھا؟

تو پھر جھگڑا اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں ہوگا..... مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل نہیں ہونگے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے اللہ تعالیٰ کی صفات منوانا چاہتے ہوں گے ؟

قرآن مقدس کا مطالعہ کیجیے مشرکین مکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل تھے، وہ خالق مالک، رازق، محیی و ممیت اور مدبر اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے۔ قرآن ان کے اس عقیدے کی گواہی دے رہا ہے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ (یونس: ۳۱)

میرے پیغمبر! ان مشرکین سے پوچھو کہ تمھیں آسمان و زمین سے روزی کون دیتا ہے؟ آسمان سے پانی برسانا اور زمین کا سینہ چیر کر ایک دانے کو سات سو دانوں میں بدل کر تمھاری جھولی رزق سے بھرنے والا کون ہے؟ تمھارا روزی رساں کون ہے؟ تو یہ مشرکین جواب میں کہیں گے ہمارا روزی رساں اللہ ہے، ہمارا رازق اللہ تعالیٰ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ مگر اس عقیدے کے باوجود وہ مشرک تھے۔

آج کا کلمہ گو کیا کہتا ہے

اور آج کا کلمہ پڑھنے والا، اہلسنت کہلانے والا، اپنے آپ کو خاتم النبیین کا امتی اور عاشق کہلانے والے کا عقیدہ بھی ذرا سنیے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ ان دونوں میں بڑا مشرک کون ہے؟ یہ کہتا ہے

جہاں سے رزق بندوں میں خدا تقسیم کرتا ہے
وہاں مجھ کو نظر آئی کلائی اپنے خواجہ کی۔

یہ آج کے مسلمان کہلانے والے کا عقیدہ ہے کہ مجھے میری روزی میرا خواجہ دیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کہتا ہے مجھے جو کچھ دے رکھا ہے اور مجھے جو کچھ ملا ہے یہ میرے حضرت صاحب کی نظرِ کرم ہے اور مشرکینِ مکہ کا عقیدہ تھا کہ ہمیں جو کچھ بھی دیا ہے اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

میرے پیغمبر! ان سے پوچھ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ کہ تمھارے کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے۔ یہ قوتِ سماعت و بصارت دینے والا اور جب چاہے تو واپس لے لینے والا کون ہے؟ تو یہ مشرکین جواب میں کہیں گے اللہ ہے؟

میرے پیغمبر! ان سے پوچھ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ

وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ کون نکالتا ہے زندہ کو میت سے اور کون نکالتا ہے میت کو زندہ سے . . . . . ہاں چوزے کو انڈے سے اور انڈے کو مرغی سے نکالنے والا کون ہے ، ہاں بتاؤ کافر سے مومن اور مومن سے کافر پیدا کرنے والا کون ہے ؟ آذر سے ابراہیم کو پیدا کرنے والا اور نوح سے کنعان نکالنے والا کون ہے ؟ عالم سے جاہل اور جاہل سے عالم پیدا کرنے والا کون ہے تو یہ مشرکین جواب میں کہیں گے یہ سب کام کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے . . . . . اس کے باوجود وہ مشرک تھے .

میرے پیغمبر ان مشرکین سے پوچھ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ . . . . بتاؤ کائنات کا مدبر کون ہے ؟ کاموں کی تدبیر کرنے والا کون ہے . یہ دنیا کا نظام چلانے والا اور جہان میں تمام امور کی نگرانی کرنے والا کون ہے ؟ یہ دن اور رات کا نظام کہ کبھی دن بڑے اور رات چھوٹی اور کبھی راتیں بڑی اور دن چھوٹے ، یہ موسموں کی تبدیلیاں ، یہ آفتاب و مہتاب کا اپنے اپنے وقت پر طلوع ہونا اور غروب ہونا ، یہ آسمان و زمین کا ستاروں سے مزین ہونا ، یہ کبھی گرمی اور کبھی سردی اور کبھی بہار اور کبھی خزاں ، کہیں بارش اور کہیں برف باری ، یہ دنیا میں کوئی تونگر اور کوئی غریب ، کوئی صحت مند اور کوئی بیمار ، کوئی عالم ، کوئی جاہل ، کسی کے ہاں لڑکے ہی لڑکے اور کسی کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں اور کوئی اولاد سے محروم ، کوئی جیل کی تنگ و تاریک کوٹھری میں اور کوئی آزادی کی فضاؤں میں ، کوئی بادشاہ اور کوئی گدا ، کسی کو بلند و بالا محل عطا کر دیئے اور دوسرا جھونپڑوں کا قیدی بن گیا ، یہ پوری دنیا کا نظام ، زمین و آسمان کا نظام ، یہ نباتات ، یہ باغات

یہ فصلیں اور گلشن، یہ جنگل اور ان میں رہنے والے درندے، یہ فضائیں اور ان میں اڑنے والے پرندے، یہ حشرات الارض، یہ کیڑے اور مکوڑے اور یہ رینگنے والے جاندار ..... ہاں ہاں بتاؤ یہ تمام جہان کا نظام چلانے والا اور کاموں کی تدبیر کرنے والا کون ہے؟ میرے پیارے پیغمبر! ان مشرکین سے پوچھ! یہ جواب میں کہیں گے .... یہ تمام نظام کا چلانے والا اور مدبر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے

آج کا کلمہ گو کیا کہتا ہے؟ مگر اتنے اقرار کے باوجود اور اس عقیدے کے باوجود وہ مشرک تھے ......

اور اس دور کا کلمہ گو، اسلام کا مدعی اور عشقِ رسول کا ٹھیکیدار کیا کہتا ہے، ..... اس کا عقیدہ بھی ذرا سنتے جایئے، پھر فیصلہ کیجیے کہ ان دونوں میں بڑا مشرک کون ہے، یہ کہتا ہے۔ ؎

ذی تصرف بھی ہے، مختار بھی ماذون بھی ہے

کارِ عالم کا مدبر بھی ہے عبدالقادر (استغفر اللہ)

(حدائقِ بخشش)

یہ کہتا ہے متصرف فی الامور، مختار اور تمام جہان کا مدبر شیخ عبدالقادر جیلانی ہے ..... اور یہ کہنے والا کوئی عام آدمی یا جاہل شخص نہیں ہے، شعر کہنے والا، ایک مذہبی طبقہ کے ہاں مجدد مائتہ حاضرہ اور اعلیٰ حضرت کے القابات کا مستحق ہے۔

قیامت کے دن ابوجہل کے لیے دوزخ کا حکم ہو اور ان کے لیے جنت کا تو ابوجہل اللہ کے دربار میں استغاثہ کرے گا کہ مولا میں کائنات کا مدبر تجھے سمجھتا تھا، میرے لیے جہنم کا حکم اور یہ دنیا کا مدبر

شیخ عبدالقادر جیلانی کو مانتا تھا، اس کے لیے بہشت ! مولا یہ تیرے انصاف کے خلاف ہے ! یا تو انھیں بھی میرے ساتھ بھیج یا مجھے بھی ان کے ساتھ جنت کا پروانہ عطا فرما!

مشرکینِ مکہ مالک و مختار اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے

سورۃ مومنون رکوع ۵ میں

اللہ رب العزت نے مشرکینِ مکہ کے ایک اور عقیدے کا ذکر کیا کہ وہ.. مالک، رب اور حاکم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کو مانتے تھے ... ارشاد ہوتا ہے۔

قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ۔ (مومنون ۸۹)

میرے پیغمبر! ان مشرکین اور اپنے مخالفین سے پوچھ ! کہ کس کے ہاتھ میں ہے اختیار ہر چیز کا (یعنی مختار کون ہے) اور وہ بچا لیتا ہے اور اس سے کوئی بچا نہیں سکتا، بتاؤ اگر تم جانتے ہو .... جواب میں جلدی کہیں گے اللہ کے لیے۔

آج کا کلمہ گو کیا کہتا ہے ؟

یہ مشرکین مکہ کا عقیدہ تھا کہ ہر چیز کا اختیار اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اور جس کو وہ پکڑ لے، اسے چھڑا کوئی نہیں سکتا اور دوسروں کی پکڑ سے وہ چھڑا لیتا ہے، مگر آج کا مدعیٔ اسلام اور کلمہ گو کہتا ہے کہ مختارِ کل انبیاءؑ اولیاء ہیں، یہ جو چاہیں کریں، ان کو پوچھنے والا کوئی نہیں بلکہ یہ تو یہاں تک کہتا ہے کہ ؎

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمّد
محمّد کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکتا (استغفراللہ)

مشرکینِ مکہ کے چند دیگر عقائد

مشرکینِ مکہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفات کے قائل ہی نہیں تھے بلکہ وہ اللہ کی پکار بھی کرتے تھے اور اس سے دعائیں بھی مانگتے تھے . . . . . قرآن نے ان کی ایک دعا کا ذکر فرمایا ہے جب وہ میدانِ بدر کی طرف بڑھنے لگے۔ تو انہوں نے دعا مانگی ۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ ھٰذَا ھُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِکَ فَاَمْطِرْ عَلَیْنَا حِجَارَۃً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِیْمٍ

(انفال آیت ۳۲)

اے اللہ ! اگر تیرا یہ پیغمبر سچا پیغمبر ہے تو ہم پر پتھروں کی بارش برسا دے یا ہمیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے ۔

شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن میں تحریر فرمایا ہے کہ ابوجہل مکہ سے نکلنے لگا تو کعبہ کے سامنے یہی دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسی طرح انہیں عذاب میں مبتلا کر دیا ۔

وہ بعض اوقات خالص اللہ تعالیٰ کو پکارتے تھے

قرآنِ مقدس نے مشرکینِ مکہ کا ایک اور عقیدہ بیان کیا کہ وہ بڑے بڑے کاموں میں اور انتہائی مصیبت میں مبتلا ہوتے تو خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا تمام مشکل کشا اور تمام حاجت روا اور کرنیاں بھرنیاں والے ان کے دل و دماغ سے نکل جاتے تھے ۔

فاذا رکبوا فی الفلک دعوا اللہ مخلصین لہ الدین ۔

مشرکین جب سوار ہوتے کشتیوں میں (اور کشتی پھنس جاتی بھنور میں اور گرداب میں) تو خالص اللہ ہی کو پکارتے تھے ۔

فَلَمَّا نَجّٰهُمْ اِلَی الْبَرِّ اِذَا هُمْ يُشْرِكُوْنَ (عنکبوت ۶۵)

پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا کر خشکی کی طرف لے آیا، اس وقت لگے شرک کرنے ۔

کوئی کہنے لگا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کندھا دیا تو کشتی کنارے پر آن لگی، کسی نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مدد کی تو ہم نجات پا گئے اور کسی نے لات و منات کو نجات دہندہ سمجھ لیا ۔

اس آیت کریمہ سے یہ حقیقت تو کھل کر سامنے آگئی کہ جن لوگوں کو قرآن مشرک کہتا ہے، وہ لوگ عین مصیبت میں گھر کر اور سمندر کی موجوں میں پھنس کر ہر طرف سے ناامید ہو جاتے، اس وقت انہیں اپنے مشکل کشا اور حاجت روا یاد نہ آتے بلکہ خالص اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے

اور . . . . . جب ہم انہیں مصیبت اور تکلیف سے نجات دے کر خشکی پر پہنچا دیتے تو اس وقت وہ اپنے مشکل کشاؤں کو ہمارا شریک ٹھہرانے لگتے اور انہیں متصرف سمجھ کر پکارنے لگتے ، یہ تو وہ مشرک تھے جن کو قرآن مشرک کہہ رہا ہے . . . .

آج کے کلمہ گو کا عمل کیا ہے

مگر آج کا کلمہ گو . . . . . . ا. آج کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی اور عاشق ہونے کا دعویدار کیا کہتا ہے ۔ یہ عین مصیبت میں اور دریا کی طغیانیوں میں کہتا ہے . . . . یا بہاالحق بیڑا دھک اور کوئی کہتا ہے . . . . . .

یا معین الدین چشتی ، لگا دے پار کشتی

اور کوئی اس طرح کہتا ہے۔

بگرداب بلا افتاد کشتی
مدد کن یا معین الدین چشتی

اور کوئی شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو پکارتا ہے

امداد کن، امداد کن از بحرِ غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن یا شیخ عبدالقادرا

فیصلہ آپ کیجیے ! کہ آج کا یہ نام نہاد مسلمان اپنے شرکیہ عقائد و نظریات میں مشرکینِ مکہ سے بھی دو چار قدم آگے نہیں نکل گیا، وہ عین مصیبت میں اللہ کو پکارتے تھے اور یہ عین مصیبت میں بھی انبیاؑ و اولیاء کو متصرف سمجھ کر پکارتا ہے اور پھر بھی مسلمان ہونے کا داعی ہے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

مشرکینِ مکہ تلبیہ میں لَا شَرِيكَ لَكَ کا اقرار کرتے تھے

مشرکینِ مکہ حج یا عمرہ کا احرام باندھتے تو کہتے ......

لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ إِلَّا شَرِيكًا هُوَ لَكَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ (مسلم ص ۳۷۶ ، مشکوٰۃ ص ۲۲۴)

(یعنی ذاتی طور پر اور مستقل طور پر تیرا کوئی شریک نہیں) مگر وہ شریک جو تیرا ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور وہ مالک نہیں .....

یعنی تیری صفات میں صرف وہ شریک ہے جس کو تو نے مقرر کیا اور پیارا بنایا اور جسے تو نے خود کچھ اختیارات حوالے کیے ہیں۔

مشرکینِ مکہ انبیا کے قائل تھے

حضرتِ گرامی قدر! میری گفتگو سے اتنی بات تو واضح ہو چکی ہے اور آپ سمجھ بھی چکے ہوں گے کہ جن لوگوں میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے وہ اللہ تعالیٰ کے منکر نہیں تھے، نہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے انکاری تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے قائل، کعبہ کو بیت اللہ کہنے والے اور اپنے بچوں کے نام عبداللہ رکھتے تھے۔

وہ اللہ تعالیٰ کو خالق، رازق، مالک، قادر، مختار، محی، ممیت، مدبّر تسلیم کرتے تھے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کو پکارتے بھی تھے اور لَا شَرِيكَ لَكَ کے ترانے گاتے تھے

تو پھر شاید امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان سے انبیاءؑ کی نبوت و رسالت منوانے آئے تھے ..... نہیں ہرگز نہیں۔ مشرکینِ مکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی نبوت و رسالت کے قائل تھے..... صرف قائل ہی نہیں تھے بلکہ ان کی بعض سنتوں پر عمل بھی کرتے تھے، اپنے بچوں کا ختنہ کرواتے، داڑھی رکھتے، زیرِ ناف بال صاف کرتے، لبیں کٹواتے اور ان افعال کو سیدنا ابراہیم کی سنت سمجھ کر کرتے،
(دیکھیے حجۃ اللہ البالغہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کے اندر تشریف لے گئے اور قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ کہتے ہوئے بتوں اور تصویروں کو توڑنا شروع فرمایا تو سب سے اوپر جو تصویریں تھیں وہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل کی تھیں بخاری ج ۲ ص ۶۱۴

وہ صرف انبیاء کے قائل ہی نہیں تھے ان سے محبت و عقیدت

بھی رکھتے تھے کہ ان کی تصویریں سب سے اونچی جگہ سجاتے تھے

مشرکینِ مکہ کے اعمال

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ سے یہ بھی نہیں منوانا چاہتے تھے کہ اعمالِ صالحہ (یعنی نماز، روزہ، زکواۃ، حج، قربانی، طواف، سعی بین الصفا والمروہ، خدمت حجاج، عقیقہ، اعتکاف) بجالاؤ ...... اس لیے کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اُن کے اِن اعمال کا تذکرہ فرمایا ہے، بلکہ ان کا ایک عمل تو ایسا ہے کہ آج کے دور میں اس کی مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی! وہ بیت اللہ کو نئے سرے سے تعمیر کرنے لگے تو اعلان کیا کہ ہر قبیلہ تعمیر کے اخراجات کے لیے چندہ دے مگر حلال کی کمائی میں سے چندہ دینا، حرام کی کمائی ہم بیت اللہ پر خرچ کرنا نہیں چاہتے (عمدۃ القاری علی البخاری حاشیہ صہ ۲۱۵)

(بتلایئے! آج کا کوئی عالم اور خطیب چندہ مانگتے ہوتے یہ اعلان کرتا ہے کہ لوگو! حلال کی کمائی میں سے چندہ دینا، حرام کی کمائی میں سے میں چندہ وصول نہیں کروں گا)

پھر جتنا چندہ وصول ہوا اُس سے پورے بیت اللہ پر چھت نہیں ڈالی جا سکتی تھی ..... تو انہوں نے حطیم والا حصہ باہر نکال کر کعبہ کی چار دیواری چھوٹی کر لی مگر حرام کا پیسہ تعمیر پر خرچ نہیں کیا (آج بھی جو حطیم والا حصہ ہے اور کعبہ کی چھت سے باہر ہے دراصل یہ عین کعبہ کا حصہ ہے جس شخص نے حطیم میں نماز پڑھ لی تو اس نے عین کعبہ کے اندر نماز پڑھ لی

اصل اختلاف کیا تھا

مشرکینِ مکہ اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین اختلاف کس مسئلے میں تھا؟ اس

حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور آپ کی مکمل توجہ چاہتا ہوں۔

مَیں بڑی تفصیل سے بیان کر چکا ہوں کہ اختلاف اللہ کی ذات کے بارے میں نہیں تھا اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں تھا، مشرکینِ مکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُسکی صفات کے قائل تھے، وہ اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی مانگتے تھے، مصائب میں گرفتار ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی خالص پکار کیا کرتے تھے، وہ حج اور عمرہ کے احرام باندھ کر لَا شَرِيكَ لَكَ کا اقرار بھی کیا کرتے تھے۔

اختلاف اعمال میں نہیں تھا۔ مشرکینِ مکہ نے بیت اللہ کی تعمیر کی تھی، وہ حج کرتے اور بیت اللہ کا طواف کرتے، حجرِ اسود کو چومتے اور صفا اور مروہ کے مابین سعی کرتے، حاجیوں کی خدمت کرتے اور ان کو ستو پلاتے، وہ بیت اللہ کے متولی تھے، آبِ زم زم پیتے اور قربانیاں ذبح کرتے۔

آج کی اس مجلس میں بیان یہ کرنا ہے کہ آخر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم قریشِ مکہ سے کون سا مسئلہ منوانا چاہتے تھے؟ جس کو ماننے کے لیے قریشِ مکہ تیار نہیں تھے اور یارانِ محمدؐ اس مسئلے کو چھوڑنے پر رضامند نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مکہ کی آبادی دو حصوں میں بٹ گئی، محبت کی جگہ نفرت نے لے لی، قوم افتراق کا شکار ہو گئی، جھگڑے نے طول پکڑا، قریبی رشتے دار ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو گئے، ناطے ٹوٹ گئے رشتے چھوٹ گئے۔

آج بیان کرنا چاہتا ہوں وہ کون سا قصور تھا جس کے مرتکب مکہ کے مشرک تھے اور امام الانبیاؐ ان کو روکتے تھے؟ وہ کون سی غلطی تھی جو مشرکین مکہ سے سرزد ہو رہی تھی اور آپؐ اس کو روک رہے تھے۔

آج اسی حقیقت کو بیان کرنا چاہتا ہوں اور یہی حقیقت میرے پیارے پیغمبرؐ کی سیرت کا سب سے اہم اور ضروری پہلو بھی ہے۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کیا منوانا چاہتے تھے

خاتم الانبیاءؐ سیّد الاوّلین والآخرین سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مشرکینِ مکہ سے منوانا چاہتے تھے فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ (حٰم مومن آیۃ ۱۴)

او لوگو! مصائب و مشکلات میں، دکھ میں اور سکھ میں، راحت اور رنج میں، غم میں اور خوشی میں، صحت میں اور بیماری میں، قید میں اور رہائی میں، فقیری میں اور بادشاہی میں، سکندری میں اور قلندری میں، فقر میں اور تونگری میں، خوشحالی میں اور بدحالی میں، جنگ میں اور امن میں، سفر میں اور حضر میں، رات میں اور دن میں، تخت پر اور تختے پر بغیر کسی واسطے اور وسیلے کے پکارو تو صرف اللہ ہی کو پکارو۔
فَادْعُوا اللّٰهَ . . . . . . لیکن ایسی پکار نہیں کہ یہاں یا اللہ مدد اور وہاں یا علی مدد، مسجد میں یا اللہ مدد اور بازار میں یا علی مدد
ایسی پکار نہیں چاہیے کہ یہاں میری نذر و نیاز اور وہاں اوروں کی نیازیں . . . . . ایسی پکار نہیں چاہیے کہ یہاں میری پکاریں اور وہاں اوروں کی پکاریں! مولا! تجھے کیسی پکار چاہیے فرمایا مُخْلِصِيْنَ خالص میری پکار . . . . . . مولا کس طرح کی خالص ؟ . . . . . فرمایا
اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا (نحل آیۃ ۶۶)

تو نے کبھی اپنے جانوروں کو نہیں دیکھا! کہ ان کے پیٹ میں پہنچنے

والی غذا سے گوبر بھی بنتا ہے اور خون بھی اور دودھ بھی . . . . . پھر ہماری کاری گری ہے نا! کہ ہم نے گوبر اور خون دو پلیدیوں میں سے تیرے برتن میں ڈالا لَبَنًا خَالِصًا . . . . . جس طرح ہم نے تجھے دودھ خالص دیا، اسی طرح تو بھی میری پکار خالص کیا کر! ہم نے دودھ میں گوبر اور خون کی ملاوٹ نہیں ہونے دی تو بھی میری پکار میں شرک کی ملاوٹ نہ کر . . . !

آپ مشرکین مکہ سے منوانا چاہتے تھے فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ (زمر آیت ۲)

یعنی عبادت کرو اللہ کی خالص اس کے لیے عبادت

آپ منوانا چاہتے تھے کہ تمہارا خالق و مالک اور تمہارا رب کہتا ہے اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ مجھے پکارو! میں تمہاری پکاریں قبول کرتا ہوں۔

اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (بقرہ آیت ۱۸۶)

جب بھی کوئی پکارنے والا مجھے پکارتا ہے میں اسکی پکار کو قبول کرتا ہوں۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم منوانا چاہتے تھے قُوْلُوْا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہ اے دنیا کے لوگو! اگر دنیا کی کامیابی اور آخرت کی نجات چاہتے ہو تو اس کلمہ کا دل سے یقین اور زبان سے اقرار کرلو کہ . . . . .

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ . . . . اللہ کے علاوہ ساری کائنات میں اِلٰہ کوئی نہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نوری بھی الٰہ نہیں، کوئی ناری بھی الٰہ نہیں، کوئی خاکی بھی الٰہ نہیں، کوئی فرشی بھی الٰہ نہیں، کوئی عرشی بھی الٰہ نہیں . . .

. . . . اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی الٰہ نہیں، کوئی نبی اور کوئی

بھی اِلٰہ بننے کے لائق نہیں، کوئی فرشتہ بھی الٰہ نہیں .....

مشرکینِ مکہ نے یہ کلمہ سنا تو سیخ پا ہو گئے ، اس لیے کہ وہ عربی دان تھے اور انہیں الٰہ کے معنی اور مفہوم کا علم تھا ، انہیں سمجھ آرہی تھی کہ اس کلمہ کے اقرار کا مطلب یہ ہے کہ جو خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت رکھے ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں اور وہ پکار اور نذر و نیاز کے لائق نہیں ، اس لیے وہ اس اعلان کو برداشت نہ کر سکے اور پتھروں کی بارش کر دی اور مخالفت کا طوفان کھڑا کر دیا۔

آج کا کلمہ گو الٰہ کا معنی اور مفہوم نہیں سمجھتا اسی لیے یہ لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھتا ہے اور قبروں، مزاروں اور تعزیوں کے سامنے سجدہ بھی کرتا ہے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ بھی کہتا ہے اور یا علی مدد اور یا رسول اللہ مدد یا پیر مدد کے نعرے بھی لگاتا ہے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھتا ہے اور غیر اللہ کی نذریں اور نیازیں بھی دیتا ہے۔ یہ لا الٰہ الا اللہ بھی پڑھتا ہے اور نبیوں اور ولیوں کو غائبانہ اس عقیدے سے پکارتا بھی ہے کہ وہ میری پکار کو سُن رہے ہیں۔

اس لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ الٰہ کا مفہوم سمجھا جائے۔ مَیں نے اپنی تصنیف خطباتِ بندیالوی کی پہلی جلد میں اس کی مفصل وضاحت کر دی ہے۔

یاد رکھیے الٰہ کا معنی ہے معبُود اور معبود وہ ہوتا ہے جس کی عبادت کی جائے ، اس لیے پہلے عبادت کا مفہوم سمجھ لیا جائے۔

سُنیے اور یاد رکھیے کہ ہر وہ کام اور ہر وہ تعظیم جو ۲ دو عقیدوں سے کی جائے۔ یہ دو عقائد اس تعظیم کو عبادت بنا دیں گے۔ ایک عقیدہ یہ کہ جس ذات کے لیے یہ تعظیم کر رہا ہوں وہ عالم الغیب ہے اور دوسرا

عقیدہ یہ کہ وہ مختارِ کل ہے ۔ یہ دو عقیدے ہر تعظیم کو عبادت بنا دیں گے یاد رکھیے یہ دونوں صفتیں (عالم الغیب¹ ہونا ، مختارِ کل² ہونا) اللہ کی صفتیں ہیں ۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیات اس پر بطورِ دلیل پیش کی جا سکتی ہیں ۔

مَیں عرض کر رہا تھا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ سے منوانا چاہتے تھے کہ اللہ کے سوا الٰہ اور معبود کوئی نہیں ، اللہ کے سوا غائبانہ پکاریں سننے والا کوئی نہیں ، مصائب و مشکلات میں ، دُکھ اور سُکھ میں پکارو تو خالص اللہ تعالیٰ کو پکارو ۔

مشرکینِ مکہ کیا کہتے تھے ؟

مشرکینِ مکہ کا عقیدہ اور نظریہ یہ تھا کہ جن کی پوجا پاٹ اور جن کی پکار ہم کرتے ہیں ، ہم اُن کو اللہ کے برابر نہیں جانتے بلکہ ہم تو ان کو مختار جان کر سفارشی سمجھتے ہیں ...... وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں ...... ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں .... ہماری ان کے آگے اور ان کی اللہ کے آگے ۔

وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ (یونس ۱۸)

اور یہ مشرکین کہتے ہیں کہ جن کی پکار اور پوجا پاٹ ہم کرتے ہیں یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے نزدیک !

یہ ہمیں دیتے نہیں ، دلوا دیتے ہیں ۔ یہ کام کر نہیں سکتے کروا دیتے ہیں ۔ اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اس سفارش والے عقیدے کو شرک قرار دیا ۔ فرمایا ۔

سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ وہ اللہ تعالیٰ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جس کو وہ شریک ٹھہراتے ہیں ۔

ایک اور مقام پر ان کے عقیدے کا تذکرہ اس طرح کیا۔

وَالَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِیُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر آیت)

اور جن لوگوں نے اللہ کے سوا مددگار اور حمایتی پکڑ رکھے ہیں (وہ کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت اور پکار اس لیے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ کے قریب کر دیں درجہ اور مرتبہ میں ...... گویا کہ مشرکین مکہ کہتے تھے، پکارو تو اللہ کو مگر بزرگوں کے واسطے اور وسیلے سے۔

چھت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی ضرورت اور ڈی۔سی سے ملنے کیلئے چپڑاسی کی ضرورت

ان کا خیال تھا کہ چھت پر جانا ہو تو سیڑھی کی ضرورت پڑتی ہے۔ بغیر سیڑھی کے چھت پر جانا مشکل ہے اور ڈپٹی کمشنر سے ملنا ہو تو کلرک اور چپڑاسی کے واسطے کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح اللہ تک بندہ بغیر نیک بندوں کے واسطے اور وسیلے کے نہیں پہنچ سکتا۔

چھت پر جانے کے لیے سیڑھی کی ضرورت کیوں

میرے دوست چھت پر جانے کے لیے سیڑھی کی ضرورت اس لیے پڑتی ہے کہ چھت ہے وہاں اور میں ہوں یہاں (یعنی چھت زمین سے دور ہے) میں نے یہاں (زمین سے جانا ہے) وہاں (یعنی چھت پر) اس لیے بغیر سیڑھی کے نہیں جا سکتا...... اور جس رب سے میرا معاملہ ہے وہ چھت جتنا دور ہے یا اس مائیک جتنا دور ہے...... نہیں ہرگز نہیں...... اس کا اعلان ہے۔

اِنِّیْ قَرِیْبٌ میں بندے کے قریب ہوں...... کتنا قریب! فرمایا

نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ! تیری شہ رگ اتنی قریب نہیں جتنا میں تیرے قریب ہوں ۔

اب جو ذات انسان کی شہ رگ سے زیادہ نزدیک ہو، اس کو ملنے کے لیے یا اس کو سنانے کے لیے کسی سیڑھی کے واسطے یا ذریعے کی آخر کیا ضرورت ہے ؟

ڈی سی سے ملنے کے لیے چپڑاسی کی ضرورت کیوں؟

اللہ تعالیٰ کو کبھی چھت سے مثال دے کر بزرگوں کو سیڑھی سمجھا جاتا ہے اور کبھی یہ نادان اللہ تعالیٰ کو ڈی سی سے مثال دے کر بزرگوں کو چپڑاسی سے تشبیہ دیتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ۔ وَلَا تَضۡرِبُوۡا لِلّٰہِ الۡاَمۡثَالَ ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے مثالیں مت بیان کیا کرو ۔ (نحل ۷۴)

اچھا یہ بتاؤ آپ کو ڈپٹی کمشنر سے کام ہے ۔ آپ صبح صبح ڈی سی آفس پہنچ گئے ۔ ڈی سی صاحب خوشگوار موڈ میں آپ کو مل گئے ۔ وہ آپ سے پوچھتے ہیں کیا کام ہے؟ وہ کہتے ہیں اپنی درخواست پیش کرو میں کام کرنے کے لیے تیار ہوں ...... مگر آپ ڈپٹی کمشنر کی اس پیش کش کے جواب میں دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھنا شروع کر دیتے ہیں ۔ وہ پوچھتے ہیں یہ اِدھر اُدھر کیا دیکھتے ہو ۔ آپ کہتے ہیں کہ آپ کے چپڑاسی کو دیکھ رہا ہوں اس لیے کہ بغیر چپڑاسی کے آپ سے ملاقات اور کام نہیں ہو سکتا ...... ڈپٹی کمشنر کہتا ہے عجب احمق شخص ہو، میں کہتا ہوں درخواست پیش کرو، میں کام کرنے کے لیے تیار ہوں ۔ میری اس فراخدلانہ پیش کش کے جواب میں چپڑاسی کو تلاش کرنا ، تم میری توہین کر

رہے ہو . . . . . . میرے بھائی اللہ تعالیٰ جب اعلان کر رہا ہے۔
اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ ۔ مجھے پکارو! میں تمہاری پکار کا جواب دیتا ہوں . . . . . . جو اللہ تعالیٰ خود اعلان کرتا ہو جو خود پیش کش کر رہا ہو پھر اس کو پکارنے کے لیے واسطوں اور وسیلوں کا پیش کرنا، اسکی توہین ہے۔

کائنات کے خالق و مالک کو ڈی سی سے مثال دیتے ہوئے تمھیں ذرا برابر شرم اور حیا محسوس نہیں ہوتی ۔ ارے تم نے کبھی نہیں دیکھا کہ ڈی سی کے دفتر کے دروازے پر تحریر ہوتا ہے۔

"بغیر اجازت اندر آنا منع ہے" اور میرے مولا کا اعلان ہے۔
اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۔ ڈی سی دفتر ٹائم کے بعد نہیں ملتا اور اللہ کو جب پکارو وہ جواب دیتا ہے۔

اللہ ربّ العزت نے مشرکین کے اس عقیدے کی بنیاد پر اور جڑ پر ہاتھ رکھ دیا . . . . . .

اللہ نے بنیاد پر ہاتھ رکھ دیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم کہتے ہو بابا میری دعا رب تک پہنچا دینا۔

بابا! میری تیرے آگے اور تیری رب کے آگے . . . . بابا میرے لیے دعا کر، رب کے آگے میری سفارش کر،

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تیری دعا اور تیری درخواست وہ مجھ تک تب پہنچائیں، جب تیری سنیں، وہ تیری سنتے ہی نہیں تو مجھ تک کیسے پہنچائیں گے۔

وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ

اللہ تعالیٰ کے سوا جن جن کو تم پکارتے ہو، جن کو تم مشکل کشا اور حاجت روا سمجھتے ہو، جن کے نام کی نذریں اور نیازیں تم دیتے ہو، جن کے نام کی منتیں تم دیتے ہو، ہاں ہاں جن کو تم داتا گنج بخش، دستگیر، غوث اعظم، لجپال اور غریب نواز کہتے ہو، جن کو کھوٹی قسمتیں کھری کرنے والے سمجھتے ہو۔ ۔ ۔ ۔

مَا یَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ کھجور کی گٹھلی کے اوپر جو باریک سا پردہ ہوتا ہے وہ اس کے بھی مالک نہیں ہیں۔

اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَکُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمھاری پکاریں نہیں سنتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہاں دور اور نزدیک کی قید نہیں کہ دور سے پکارو تو نہیں سنتے اور قبروں کے قریب سے پکارو تو سنتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بلکہ مطلق فرمایا اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا یَسْمَعُوْا دُعَآئَکُمْ دور سے پکارو تب بھی نہیں سنتے، اور نزدیک سے پکارو تب بھی نہیں سنتے۔

مولا! کب تک نہیں سنیں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر آج نہ سنا تو میں جمعرات کو پکاروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شب برات کو پکاروں گا (اس دن تو روحیں دنیا میں آتی ہیں نا اور مکانوں کی منڈیروں پر بیٹھتی ہیں ناکہ مولوی کے گھر روٹی بھیجاؤ)

مولا! میں عرس کے دن پکاروں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں ہاں مولا میں ان کی قبر پر دھرنا دوں گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ او غیر اللہ کے پجاری اور مُردوں کے سُننے کے قائل ۔ ۔ ۔ ۔ اگر میں تیری زندگی قیامت تک بھی لمبی کردوں اور تم دھرنا مار کے ان کی قبروں پر بیٹھے رہو ۔ ۔ ۔ ۔ تو تُو پکارتے پکارتے مرجائے گا مگر قبروں سے جواب نہیں آئے گا ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں جواب

نہیں آئے گا، فرمایا: وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غَافِلُوْنَ ، اس لیے
کہ وہ اس کی پکار ، سلام، کلام اور پیغام سے غافل اور بے خبر ہیں۔
جس آیت میں فرمایا وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا
يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ کہ میرے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ کھجور کی
گٹھلی کے اوپر جو حقیر اور باریک سا پردہ ہوتا ہے، اس کے مالک بھی نہیں۔
اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ اگر تم ان کو پکارو تو
وہ تمہاری پکاریں نہیں سنیں گے ۔ اس آیت کے آخر میں فرمایا۔
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ قیامت کے
دن تمہارے معبود تمہارے اس شرک کا انکار کر دیں گے ..... اس سے
معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوق کو غائبانہ مدد کے لیے اس عقیدے سے
پکارنا کہ وہ میری پکار کو سن رہے ہیں ، اسی کو قرآن نے شرک قرار دیا ہے۔
کوئی قبر سے دور کھڑے ہو کر پکارے کہ وہ سنتے ہیں تب مشرک اور کوئی
عند القبر پکارے کہ وہ سن رہے ہیں تب مشرک ہے۔

سامعین گرامی! سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ مشرکین مکہ کا نظریہ اور
عقیدہ یہ تھا کہ اللہ ہماری سنتا نہیں اور ان کی موڑتا نہیں ...... ہم
چونکہ گنہگار اور پلید ہیں اور یہ چونکہ نیک اور صالح ہیں اس لیے ہماری
نہیں سنتا اور ان کی رد نہیں کرتا۔

پھر وہ رحمان کیسا اور رحیم کیسا

اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
منوانا چاہتے تھے کہ ہر حال میں
اور زندگی کے ہر موڑ پر براہ راست پکارو تو صرف اللہ ہی کو پکارو....
وہ ہر ایک کی سنتا ہے اور جواب دیتا ہے۔ وہ اپنے سے پہلے پرائیوں

کی سنتا ہے۔ دوستوں سے پہلے دشمنوں کی سنتا ہے، وہ اپنوں سے پہلے بیگانوں کی سنتا ہے ..... اگر اللہ تعالیٰ دوستوں کی سنتا ہے اور دشمنوں کی نہیں سُنتا، اگر وہ اپنوں کی سنتا ہے اور بیگانوں کی نہیں سنتا تو پھر وہ رحمٰن کیسا اور پھر وہ رحیم کس طرح بن سکتا ہے؟ وہ رحمٰن تب ہو گا اور رحیم تب ہو گا جب ہر ایک کی برابر سنتا ہو اور جواب دیتا ہو۔

ابلیس کی سنی یا نہیں سُنی

کیا آپ نے نہیں سُنا کہ ابلیس جو سب سے بڑا شیطان ہے اور اللہ ربّ العزت کا سب سے بڑا دشمن ہے، جس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا .... اللہ نے فرمایا۔ آدم کو سجدہ کر، اس نے کہا نہیں کرتا اَبٰی وَاسۡتَکۡبَرَ اللہ کے سامنے واضح انکار کر دیا ..... اللہ نے پوچھا کہ سجدہ کیوں نہیں کرتا، اس نے کہا اَنَا خَیۡرٌ مِّنۡہُ میں آدم سے بہتر ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس انکار پر غضب ناک ہو کر فرمایا فَاخۡرُجۡ میرے دربار سے نکل جا ..... اب اس لعین نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ مولا! میری زندگی کی ڈور قیامت تک لمبی کر دے ... اللہ تعالیٰ نے فرمایا جا تیرے ہاتھوں کو بھی خالی واپس کرتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہو رہی ہے! اللہ ربّ العزت نے ابلیس کی دُعا سُنی یا نہیں سُنی! آج مجھے یہ کہتے ہوئے شرم محسوس نہیں ہوتی کہ میں پلید ہوں اس لیے اللہ میری پکار نہیں سُنتا۔

اس نے چیونٹی کی سُنی

حدیث میں آتا ہے ایک پیغمبر غالباً سیدنا سلیمان علیہ السلام بارش کی دعا مانگنے کے لیے قوم کو لے کر کھلے میدان میں پہنچے ..... وہاں پہنچ کر

کہا کہ واپس چلو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بارش کے لیے دعا مانگنے کی ضرورت نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ساتھیوں نے عرض کیا یا نبی اللہ! سخت گرمی کے موسم میں گھروں سے باہر نکلے ، سفر کرکے یہاں میدان میں پہنچے اور دعا مانگے بغیر واپس ۔ ۔ ۔ ۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے ۔

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے فرمایا ۔ جب میں بارش کی دعا مانگنے کے لیے یہاں پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک چیونٹی دکھائی جو اپنی زبان میں بارش کی دعا مانگ رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ۔ سلیمان پیغمبر واپس پلٹ جایئے ۔ میں نے چیونٹی کی دعا سن کر ، بارش برسانے کا فیصلہ کر لیا ہے ۔ (مشکوٰۃ ص)

وہ رحمان مولا ، وہ رحیم مولا جو چیونٹی کی دعا سنتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج تم کہتے ہو وہ میری نہیں سنتا ، اس لیے میری بزرگوں کے آگے اور بزرگوں کی رب کے آگے ، کیونکہ بزرگوں کی دعا کو رد نہیں کرتا ، ان کی بات کو لازماً قبول کرتا ہے ، اس لیے کہ وہ اس کے پیارے اور محبوب ہیں ۔

میری تقریر کا خلاصہ یہ نکلا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور مشرکین مکہ کے درمیان اختلاف اللہ کی ذات یا اللہ کی صفات کے بارے میں نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ اختلاف زر ، زن ، زمین اور اقتدار کے مسئلے پر نہیں تھا ، اعمال میں بھی جھگڑا نہیں تھا بلکہ اختلاف اور جھگڑا اس بات میں تھا کہ آپ منوانا چاہتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی الٰہ نہیں ہے یعنی عبادت اور پکار کے لائق صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے ، اس لیے بغیر وسیلے اور واسطے کے پکارو تو صرف اور صرف اللہ کو پکارو ۔

اور مشرکین مکہ کہتے تھے کہ انبیاء و اولیاء اللہ تعالیٰ کے محبوب اور

پیارے ہیں، ان کی دعا اور ان کی بات کو اللہ تعالیٰ رد نہیں کرتا۔ ہم انہیں اس لیے پکارتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں اور ہمیں اللہ کے قریب کر دیتے ہیں۔ یہ ہماری پکاریں سنتے ہیں اور اللہ تک پہنچا دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کے اس عقیدے کی بارہا تردید فرمائی۔ ... غیر اللہ کی پکار سے منع کیا اور خالصتاً اپنی پکار کی دعوت دی۔ اسی مشن کی تکمیل کے لیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا گیا۔ اور آپ نے تیئیس سال دکھ اٹھا کر، غم برداشت کر کے، اذیتیں سہہ کر ظلم کے پہاڑ اٹھا کر، ساتھی شہید کروا کے، وطن سے بے وطن ہو کر... خون میں نہا کر اسی مسئلے کو بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کے لائق، غائبانہ پکاریں سننے والا کوئی دوسرا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عالم الغیب، حاضر ناظر، تیرے حالات کو جاننے والا، تیری التجائیں سننے والا دوسرا کوئی نہیں۔ جب تیری التجائیں اور تیری درخواست وہ سن نہیں سکتے تو مجھ تک کیسے پہنچائیں گے، اس لیے ہر حال میں، زندگی کے ہر ہر موڑ پر صبح ہو یا شام، دن ہو یا رات، سکھ ہو یا دکھ، تخت ہو یا تختہ، پکار کے لائق اگر کوئی ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اس کو غائبانہ پکارو، اسی کو براہ راست پکارو، اسی کو بغیر وسیلوں کے پکارو، وہی ہر ایک کی بات کو سنتا بھی ہے اور جواب بھی دیتا ہے۔

(وما علینا الا البلاغ المبین)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا (نساء ع ۸)

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں۔ پھر اگر جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو لوٹاؤ اللہ اور رسول کی طرف

اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکَافِرِیْنَ (آلِ عمران ع ۴)

آپ کہہ دیجیے حکم مانو اللہ کا اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے۔

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ .... اَوْ کَمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت اختلاف دیکھے گا پس ایسی حالت میں تمھیں چاہیے کہ میری سنت اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل پیرا رہو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ لو۔

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم وَصَدَقَ النَّبِیُّ الْاَمِیْنُ الْکَرِیْم

سامعینِ گرامی قدر! آج ہم یہاں ایک مبارک اور مقدس مجلس میں اس لیے اکٹھے ہوتے ہیں کہ امام الانبیاء، خاتم النبیین، سید الکونین والثقلین، شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و عظمت اور آپ کے مقام و مرتبہ اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو بیان کیا جائے اور سنا جائے اور پھر اپنی زندگی کو آپ کے اسوۂ حسنہ کے مطابق گزارنے کا عہد کیا جائے۔

چونکہ یہ ربیع الاوّل کا مہینہ ہے اور اس مہینے میں ہر مکتبِ فکر کے علماٗ اور عوام اپنے اپنے انداز ..... اپنے اپنے ظرف ..... اپنے اپنے ذوق اور اپنے اپنے شوق کے مطابق کائنات کی اس عظیم ہستی کو خراجِ عقیدت اور خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں ..... کوئی منکرات سے اَٹے ہوئے جلوسوں میں ان کا ذکر کرتا ہے ..... کوئی مزامیر اور طبلہ کی تھاپ پر قوالی میں ان کا تذکرہ کرتا ہے ..... کوئی نعتوں، قصیدوں نظموں اور شعر و شاعری میں ان کا ذکر کرتا ہے ..... کوئی من گھڑت روایات، جھوٹے واقعات اور قصے کہانیاں سنا کر ان کا تذکرہ کرتا ہے اور کوئی خوش قسمت قرآن و حدیث کے آئینے میں ان کا رُخِ انور دیکھتا ہے ربیع الاوّل کے مہینے میں ان کا ذکر اور ان کا تذکرہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے۔ سرکاری طور پر اور غیر سرکاری طور پر ..... جلوسوں اور جلسوں کے ذریعے ..... تحریراً، تقریراً، تصنیفاً ان کا ذکر ہوتا ہے ..... بڑی بڑی کانفرنسیں، عظیم الشان سیمینار بلورے جوش و خروش اور ذوق و شوق سے منعقد ہوتے ہیں ..... یہ سب کچھ ربیع الاوّل میں زور و شور سے ہوتا ہے۔

سال کا کوئی لمحہ ان کے ذکر سے خالی نہیں

ورنہ تو سال کا کوئی مہینہ اور مہینے کا کوئی ہفتہ اور ہفتے کا کوئی دن اور دن کی کوئی ساعت اور گھڑی اور گھڑی کا کوئی لمحہ اس کائنات میں ایسا نہیں گزرتا جس میں ذکرِ رسول کہیں نہ کہیں نہ ہو رہا ہو..... مسجدوں میں، خانقاہوں میں، درس گاہوں میں زمین کی پستیوں میں، آسمان کی بلندیوں میں، مسجد کے منبر و محراب پر، مسجد کے بلند تر میناروں سے اس عظیم ہستی کا ذکر ہر لمحہ بلند ہو رہا ہے۔

مؤذن کی اذان میں، مکبّر کی تکبیر میں اور نمازی کی نماز میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا ذکر بھی ہو رہا ہے۔

یہ دنیا ان کے ذکر سے خالی کس طرح رہ سکتی ہے

یہ بھی تو دیکھئے اور انصاف کیجیے کہ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ جس کی شان ہو عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ جس کا مقام ہو، لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ جس کا احترام ہو، اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ جس کا انعام ہو یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّهَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ اور یَا اَیُّهَا الْمُزَّمِّلُ جیسے خطاب جس کا ادب ہو، اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ جس کی شان ہو اور جس کے بارے میں اللہ رب العزت کبھی فرمائے وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى اور کبھی فرمائے قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا اور کبھی فرمائے لَاۤ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ وَ اَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ اور کبھی فرمائے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ..... بھلا ایسی بے مثال اور لاجواب ہستی کے ذکر اور تذکرہ سے یہ کائنات کس طرح خالی رہ سکتی ہے!

ان کا ذکر ان کی پیدائش سے پہلے بھی

اس عظیم ہستی کا تذکرہ تو اس وقت بھی تھا جب وہ پیدا بھی نہیں ہوتے تھے..... ابھی وہ دنیا میں نہیں آئے تھے مگر ان کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ ابراہیمؑ کی دعاؤں میں (رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ) ___ اے میرے رب بھیج ان میں ایک عظیم رسول ان ہی میں سے جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے)

ابھی وہ ہستی دنیا میں نہیں آئی مگر ان کا ذکر ہو رہا ہے عیسیٰ علیہ السلام کی بشارتوں میں : وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (اور خوشخبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا)

ابھی وہ عظیم شخصیت دنیا میں تشریف نہیں لائی کہ ہر نبی سے نبوت عطا ہوتے وقت عہد لیا جا رہا ہے کہ تمہاری نبوت و رسالت کے زمانے میں میرا آخری پیغمبر آجائے تو اس پر ایمان بھی لاؤ گے اور اس کی مدد بھی کرو گے۔

وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ الخ

غرضیکہ ابھی وہ عظیم انسان پیدا بھی نہیں ہوا مگر اس کا تذکرہ موجود تھا۔ کبھی ابراہیمؑ کی دعاؤں میں، کبھی عیسیٰ کی بشارتوں میں، ہاں تورات کے اوراق میں، انجیل کے صفحات میں، زبور میں، صحائف ابراہیمی میں اور صحائف موسوی میں۔

آپ کا تذکرہ اور صفات تورات میں

مشکوٰۃ ص میں ایک عجیب و غریب واقعہ بیان ہوا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی ایک گلی سے گذر رہے تھے کہ ایک مکان سے رونے کی آوازیں سنیں، وہاں کچھ لوگ بھی جمع تھے، آپ نے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ بتایا گیا کہ یہ گھر ایک یہودی کا ہے اور اس کا دس سال کا لڑکا سخت بیمار بلکہ قریب المرگ ہے۔ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ اس گھر میں پہنچے تو دیکھا کہ بچہ مدہوش اور بے ہوش پڑا ہے اور اس کا یہودی باپ اس کے سرہانے تورات پڑھ رہا ہے۔ آپ نے اس یہودی سے پوچھا،

هَلْ وَجَدتَّ صِفَتِیْ وَنَعْتِیْ ، وَ مَخْرَجِیْ وَاِسْمِیْ وَذِکْرِیْ

..... تورات پڑھنے والے بتا! تورات میں میری صفات میری تعریف میرا نام، میرا ذکر، میری نشانیاں موجود ہیں ؟ .... یہودی نے جواب دیا نہیں اس سوال وجواب کو سکرات میں مبتلا اس لڑکے نے بھی سُنا، آنکھیں کھولیں ، رخِ پُرانوار کو دیکھا اور کہنے لگا ...

کَذَبَ اَبِیْ میرا باپ جھوٹ بول رہا ہے ..... آپ کا ذکر، آپ کا تذکرہ ،آپ کی علامات ،آپ کی نشانیاں اور آپ کے اوصاف تو تورات کے ہر ورق پر موجود ہیں ۔

فرمایا! بیٹا جاننے اور پہچاننے کے باوجود ایمان کیوں نہیں لاتے ہو؟ بچے نے ایمان قبول کرلیا اور جونہی کلمہ پڑھا تو اس کی روح جسدِ عنصری سے پرواز کرگئی ۔

ربیع الاوّل میں کانفرسوں کے دو عنوان
سیرتُ النبیؐ اور میلادُ النبیؐ

ربیع الاوّل میں عموماً اجتماعات اور کانفرسوں کے عنوان اور جلسوں اور پروگراموں کے موضوع دو طرح کے ہوتے ہیں ۔ ایک سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ہمارے معاشرہ کے ایک نام نہاد مذہبی عنصر نے صرف میلاد النبیؐ اور ولادتِ رسولِ مقبول کا عنوان قائم کر کے اس قدر غلو اور مبالغہ کیا ہے کہ سادہ لوح کلمہ گو اور دینی معلومات سے ناواقف شخص یہ سمجھتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد، تشریف آوری اور بعثت کا مقصد یہی ہے جو ہم نے میلاد منا کر پورا کرلیا ہے ۔

ہم نے ۱۲ ربیع الاوّل کو اپنی دوکان سجالی، جھنڈیاں لگالیں.... مصنوعی پہاڑیاں بنالیں، رات کو عمارتوں اور مکانوں پر چراغاں کرلیا اور اور دن میں میلاد النبیؐ کے جلوس میں شمولیت اختیار کرلی تو ہم نے رسولِ رحمت کی آمد کے مقصد کا حق ادا کرلیا..... ان لوگوں نے پورے دین اور پوری شریعت کو میلاد منانے اور عیدِ میلاد کے جلوس نکلنے میں منحصر سمجھ لیا ہے۔ ان جاہلوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تریسٹھ سالہ مقدس اور مبارک زندگی کو صرف ولادت کے چند واقعات میں محدود کردیا ہے.....

ان میلادی ملاؤں اور جھوٹے قصہ خوانوں سے تم اتنا دریافت نہیں کرسکتے کہ حضور اکرم کی ولادت کوئی اختلافی مسئلہ ہے یا آپؐ کی ولادت سے کسی کو انکار ہے کہ تم ہر سال موضوع قصے اور جھوٹی روایات بیان کرنے بیٹھ جاتے ہو۔

میلاد منانے میں خرابیاں اور نقصان

ان کو بتاؤ کہ میلاد اور ولادت کے عنوان پر اتنا غلو اور منکرات سے اَٹے ہوتے جلوسوں پر تمہاری یہ ضد کتنی خرابیوں کو جنم دے رہی ہے اور اس سے بھاری نقصان ہو رہے ہیں۔

پہلا نقصان

ولادتِ رسول اور یومِ میلاد منانے پر جس عنصر نے تمام تر زور صرف کیا اس کا ایک عظیم نقصان، بڑی بھاری خرابی اور ظلم یہ ہُوا کہ کائنات کی عظیم ہستی اور بے مثال شخصیت کو ایک دن میں محدود کر دیا گیا... لوگوں نے اپنے گھروں کے سامنے اور دوکانوں کے سامنے جھنڈیاں لگائیں، پھر میلادی ملاں بیل گاڑی پہ ناچتا ہوا آیا اور اور اپنی مجلسوں اور کانفرنسوں میں کہا کہ آج ۱۲ ربیع الاول کا دن مبارک ہے۔

اس دن ہمارے پیغمبر پیدا ہوتے۔

یہ اس نے کہا جو اپنے آپ کو عاشقِ رسولؐ اور محبِ نبیؐ گردانتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے صرف ایک دن مبارک ہوا۔

میں کہتا ہوں پاگل! ایک دن تو ہر پیدا ہونے والے بچے کے والدین کے لیے، رشتہ داروں کے لیے اور محلہ والوں کے لیے مبارک ہوتا ہے پھر کچھ لوگ عیسائیوں کی نقالی میں ہر سال اپنے بچے کی سالگرہ مناتے ہیں اور اس روز گھر کو سجاتے، جھنڈیاں لگاتے، موم بتیاں روشن کرتے، دعوتیں دیتے اور رشتہ داروں کو بلاتے ہیں۔ ان کے بچے زرق برق لباس پہنتے اور خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں ...... ارے کسی کی پیدائش پر ایک دن کی خوشی کرنا اور ایک دن کو مبارک سمجھنا تو کوئی بڑی بات نہیں۔ ظالم تو نے کائنات کی عظیم ہستی کو بھی ایک دن میں محدود کر دیا ...... آ مجھ سے پوچھ۔ میں تجھ کو بتاتا ہوں کہ میرے آقا جس دن پیدا ہوتے وہ دن بھی مبارک تھا ...... وہ دن جس ہفتے میں آیا وہ ہفتہ بھی مبارک ہو گیا۔ وہ ہفتہ جس مہینے میں آیا وہ مہینہ بھی مبارک ہو گیا ...... وہ مہینہ جس سال میں آیا وہ سال بھی مبارک ہو گیا ...... وہ سال جس صدی میں آیا وہ صدی بھی مبارک ہو گئی ...... وہ صدی جس زمانے میں آئی وہ سارا زمانہ بھی مبارک ہو گیا ...... کیا خیرُ القرونِ قرنی کی صدا تیرے کانوں تک کبھی نہیں پہنچی کہ سب زمانوں میں سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے۔

جس شخصیت کو میلادی مُلاں نے ایک دن میں محدود کرنے کی کوشش کی وہ اتنی عظیم شخصیت ہے کہ جس زمین پر اس کے قدم لگ جائیں خالقِ کائنات اس زمین کی قسمیں اٹھانے لگ جاتے ...

وہ چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے تو رب قبلہ تبدیل کر دیتا ہے۔ جو صاحبِ قرآن بھی ہے اور صاحب معراج بھی، جسے خاتم النبیّین بھی بنایا ہے اور امام الانبیاء بھی، جو شفیع المذنبین بھی ہے اور رحمۃ اللعالمین بھی۔

دوسرا نقصان: دوسرا نقصان یہ ہو رہا ہے کہ میلاد کے جلوس میں غیر شرعی حرکات: بینڈ باجے، گتکے بازی، راگ رنگ، ڈھولک کی تھاپ پر ڈانس، طبلہ سارنگی اور چمٹا اور ڈھول سب کچھ ہوتا ہے۔ اس کا بھاری نقصان یہ ہوگا اور ہو رہا ہے کہ دین سے ناواقف طبقہ یہ سمجھنے لگے گا کہ یہ کام غلط اور خلاف شریعت نہیں، اگر یہ سب کچھ ناجائز ہوتا اور دین کے خلاف ہوتا تو مولوی لوگ، مسجدوں کے امام اور خطیب، پیر کہلانے والا طبقہ اور منبر و محراب کے وارث یہ لوگ ۱۲ ربیع الاوّل کو بازاروں میں آکر یہ کام کیوں کرتے، اگر بینڈ باجہ ناجائز ہوتا تو مولوی کہلانے والے میلاد النبیؐ کے جلوس میں بینڈ باجہ کیوں بجواتے ..... اگر طبلہ سارنگی ناجائز ہوتی تو علماء کہلانے والے ۱۲ ربیع الاوّل کو بازاروں میں کیوں سارنگی بجواتے۔ ..... اگر ڈھول کی تھاپ پر ناچنا اور تھرکنا غلط ہوتا تو میلاد النبیؐ کے جلوس میں پوری ایک ٹولی ناچنے والوں کی کیوں ہوتی ..... اگر یہ تمام اعمال و افعال غلط اور ناجائز ہوتے تو ۱۲ ربیع الاوّل کے جلوس میں یہ افعال کیوں ہوتے؟ اگر یہ تمام افعال اور یہ تمام کام درست نہیں تو علماء طبقہ نے ۱۲ ربیع الاوّل کے جلوس میں کیوں کئے۔ اگر پیغمبرِ اسلام کی پیدائش کی خوشی میں یہ کام جائز ہیں تو باقی خوشیوں کے موقع پر ناجائز کیوں ہیں؟

یہ دوسرا نقصان ہے جو میلاد النبیؐ کے جلوس اور جشن کے عنوان پر غلو کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔

تیسرا نقصان

تیسرا نقصان اس سلسلہ میں یہ ہو رہا ہے کہ عوام الناس میں سے اکثر لوگ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش کے مقصد اور بعثت کی غرض وغایت سے غافل اور بے خبر ہو چکے ہیں..... بلکہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ پورے دین کی اصل اور جڑ اور خلاصہ یہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو آپ کا میلاد مناؤ، گھر اور بازار سجاؤ، جلوس نکالو، خوشی اور مسرت کا اظہار کرو، یہی سب سے اہم اور ضروری کام ہے۔

کیا ولادتِ نبویؐ اختلافی مسئلہ ہے

کوئی ان جاہلوں سے پوچھے کیا نبیؐ کریمؐ کی ولادت کوئی اختلافی مسئلہ ہے جس پر تم اتنا زور دیتے ہو اور غلو کے مرتکب ہو رہے ہو؟

کیا نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے آج تک کسی نے انکار کیا ہے جو آپ ہر سال جھوٹی روایات، قصے کہانیاں اور موضوع واقعات بیان کرنے بیٹھ جاتے ہو؟ آپ کی ولادت باسعادت کا تو کوئی کافر اور مشرک بھی منکر نہیں ہے چہ جائیکہ مسلمان!..... پھر اس کو بار بار بیان کرنے سے تمھارا مقصد کیا ہے اور تم اس ذکرِ ولادت سے ثابت کیا کرنا چاہتے ہو؟

کیا نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے مشرکین اور یہود ونصاریٰ سے لے کر آج تک کے کفار وملحدین آپ کی ولادت کے قائل نہیں ہیں؟ کیا ابوجہل نہیں مانتا تھا کہ آپؐ پیدا ہوئے..... کیا امیہ کو اقرار نہیں تھا کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ ہے، کیا عتبہ اس بات کا قائل نہیں تھا کہ آپ کے والد ماجد کا نام عبداللہ اور دادا کا نام عبدالمطلب ہے؟ کیا کفارِ مکہ نہیں جانتے تھے کہ آپ مکہ مکرمہ کے فلاں مکان میں پیدا ہوئے؟

کیا وہ اس حقیقت سے بے خبر تھے کہ آپ نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا ہے ؟
کیا وہ نہیں مانتے تھے کہ آپ بنو ہاشم کے قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں؟ ....
جب مشرکین اور کفار تک اور دشمنانِ اسلام تک آپ کی ولادت ،
جائے ولادت اور خاندان تک کے قائل ہیں تو پھر ہر سال میلاد، ولادت
کے واقعات کس لیے بیان ہوتے ہیں ؟ پھر آپ کے میلاد اور پیدائش پر
اتنا زور کس لیے ؟

کیا نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش منانے سے ہماری عملی زندگی متعلق ہے ؟

کیا میری اور آپ کی عملی زندگی آپ کی ولادت سے وابستہ ہے ؟ .....
میری اور آپ کی عملی زندگی کا محض آپ کی پیدائش سے تعلق نہیں ہے ۔
..... آپ کی پیدائش کا ذکر کرنا اور واقعاتِ ولادت کو صحیح روایات
سے بیان کرنا یقیناً باعثِ رحمت و برکت ہے ۔ ہر وہ مجلس جس میں نبیٔ اکرم
کا ذکر کیا جائے وہ مجلس بہترین مجلس ہے ۔ایک مسلمان کو معلوم ہونا چاہیئے
کہ ہمارے نبیؐ کہاں پیدا ہوئے ، کس کے ہاں پیدا ہوئے ، آپؐ کے والدین
کون تھے ، آپؐ کے دادا کا نام کیا تھا ؟ اور آپؐ کس خاندان سے تعلق
رکھتے تھے ؟ اس حد تک آپؐ کا تذکرہ باعثِ سعادت بھی ہے اور
باعثِ برکت بھی ! لیکن جہاں تک ہماری عملی زندگی کا تعلق ہے وہ صرف
میلاد سے وابستہ نہیں ہے ۔

میری اور آپ کی تجارت کا تعلق آپؐ کے میلاد سے نہیں ، میری
اور آپ کی خوشی اور غمی کا تعلق آپ کی ولادت سے نہیں ہے ، میری
اور آپ کی شادی اور نکاح کا تعلق آپ کی پیدائش سے نہیں ہے ۔ میرے

اور آپ کے رہن سہن کا تعلق، معاملات و اخلاقیات کا تعلق، لین دین کا تعلق، معیشت و سیاست کا تعلق، عدالت و حکومت کا تعلق آپ کی ولادت سے نہیں ہے بلکہ ہماری عملی زندگی کا واسطہ اور تعلق آپ کی اس زندگی سے وابستہ ہے جو ولادت کے چالیس سال بعد شروع ہوئی جب آپ نے اعلانِ نبوت فرمایا۔ اب ہماری زندگی، ہماری عملی زندگی آپ کے احکام اور سیرت کے مطابق ہونا ضروری ہے۔

کیا آپؐ اپنا میلاد منوانا چاہتے تھے؟

پھر ذرا غور فرمایئے! کیا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی غرض و غایت یہ تھی کہ لوگو! تسلیم کرو کہ میں فلاں تاریخ کو پیدا ہوا ہوں! مانو کہ میری والدہ کا نام آمنہ اور والد کا نام عبداللہ ہے۔ اقرار کرو کہ میں نے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا ہے۔ کیا آپ کو اس لیے ستایا گیا کہ آپ کفارِ مکہ سے اپنا میلاد منوانا چاہتے تھے؟ کیا شعب بنوہاشم میں تین سال بھوک اور تکلیف اس لیے اٹھائی تھی کہ منوانا چاہتے تھے کہ میں ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوا ہوں؟ کیا آپ نے ہجرت اس لیے فرمائی تھی کہ منوانا چاہتے تھے کہ مجھے آمنہ کا نورِ نظر مانو؟ کیا ابوبکرؓ و عمرؓ، علیؓ و حمزہؓ اور باقی صحابہؓ نے تلواریں اس لیے اٹھائی تھیں کہ وہ لوگوں سے منوانا چاہتے تھے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عبدالمطلب کا پوتا تسلیم کرو؟ کیا غزوۂ احد اس لیے ہوا کہ منوانا تھا کہ میں نے حلیمہ کا دودھ پیا ہے؟ کیا طائف میں تکلیف اس لیے اٹھائی تھی کہ اپنی پیدائش منوانا چاہتے تھے، کیا خندقیں اس لیے کھودی گئی تھیں کہ تسلیم کروانا چاہتے تھے کہ میں مکہ میں پیدا ہوا ہوں کیا اصحابِ رسول بدر و احد میں، خندق و حنین میں، خیبر و تبوک میں آنحضرت

کی پیدائش منوانے کے لیے آتے تھے؟

اگر یہ سب کچھ صحیح اور درست ہے تو پھر آپ بھی میلاد منائیے، جھنڈیاں لگائیے، قمقمے جلائیے، اسٹیج سجائیے، نعرے لگوائیے، گلے میں پھولوں کے ہار ڈلوائیے، اسی کے لیے تگ و دو کیجیے، اسی کے لیے محنت کیجیے، اسی کے لیے کوشش کیجیے، اسی پر زندگی خرچ کر دیجیے . . . . .
اور اگر اصحابِ رسول کی قربانیاں اور محنتیں میلادِ محمدؐ کے لیے نہیں تھیں اور یقیناً نہیں تھیں بلکہ کسی اور مقصد کے لیے تھیں تو وہ یقیناً سیرتِ محمدؐ ہے جس کو یہ میلادی ملّاں ہرگز بیان نہیں کر سکتا۔ یہ غدّار اگر سیرتِ محمد بیان کرے تو خود اسکی غلیظ اور گندی سیرت اور کرتوت لوگوں پر واضح ہو جائیں! اسی لیے وہ تمام تر زور میلاد النبیؐ منانے پر صرف کرتا ہے تاکہ جاہل عوام کو اسی کھیل تماشے میں مصروف رکھا جائے۔ نہ اس کے سامنے سیرتِ محمدؐ بیان ہو گی اور ہمارے کرتوں سے پردہ اٹھے گا۔

عیدِ میلاد اور ذکرِ رسولؐ

تعجب اس بات پر ہے کہ جب انہیں اس فعل بد سے منع کیا جاتے تو سادہ لوح مقتدیوں کو باور کرایا جاتا ہے کہ لو جی! یہ دیوبندی ذکرِ رسولؐ سے منع کرتے ہیں . . . . دیکھو جی! یہ ہمیں ولادتِ نبیؐ کا تذکرہ نہیں کرنے دیتے . . .
یہ وہابی اور گستاخ ہیں، یہ بے ادب اور منکر ہیں۔

سامعینِ گرامی! سب سے پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کر لیجیے اور دل کی لوح پر لکھ لیجیے کہ مروجہ مجلسِ میلاد، عیدِ میلاد النبیؐ اور جشنِ میلاد ایک الگ چیز ہے اور نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ ذکرِ ولادت اور آپ کے مقام و مرتبہ اور شان و شوکت کا تذکرہ ایک الگ چیز ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ آپ کی ولادت کا صحیح روایات کے آئینے میں تذکرہ اور آپ کے مقام و مرتبہ کا ذکر محبوب اور پسندیدہ امر ہے۔ آپ کی محبت جس دل میں نہیں وہ دل مومن کا دل نہیں ہو سکتا۔ جب تک ایک انسان کے دل میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و الفت اپنے والدین اور اولاد سے بڑھ کر، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے بڑھ کر، اپنے مال و متاع سے بڑھ کر، اپنے کاروبار اور تجارت سے بڑھ کر، اپنے مکانات اور بنگلوں سے بڑھ کر بلکہ کائنات کی ہر شے سے بڑھ کر نہیں ہوگی اس وقت تک وہ شخص اللہ کے دربار میں ایمان دار نہیں سمجھا جاتا۔

ہمارا ایمان ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت سے لے کر وفات تک آپ کی زندگی کے ہر ہر گوشے اور ایک ایک حصے کے صحیح واقعات اور آپ کی سیرت و کردار کے تذکرے عام ہونے چاہئیں ..... ہم کہتے ہیں کہ سیرت النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کے لیے محفلوں اور کانفرنسوں کا انعقاد بھی ضروری ہے کہ ایسی محفلوں سے ایمان تازہ ہوتا ہے اور اطاعت رسولؐ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

ہمارا ایمان ہے کہ پوری تاریخِ انسانی میں "محمدؐ" بس ایک ہی پیدا ہوئے ہیں جن کی تعریف زمین و آسمان میں ہوتی ہے۔ کروڑوں لوگ ان کا نام نمازوں میں لیتے ہیں اور اذان و تکبیر ان کے تذکرے کے بغیر مکمل نہیں ہوتی ..... جب سے وہ آئے ہیں اس وقت سے لے کر آج تک دنیا میں ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ دنیا ذکرِ محمدی سے خالی رہی ہو .....

عیدِ میلاد کا ثبوت قرآن و حدیث میں کہیں نہیں

میرے بھائی کی گفتگو ذکرِ ولادتِ رسولؐ یا

تذکرۂ اوصافِ نبی میں نہیں بلکہ گفتگو ہے مروجہ میلاد النبیؐ اور جشن میلاد النبیؐ میں جس کے بارے میں قرآنِ حکیم جو صداقت و عظمت کی دستاویز اور کتابِ ہدایت ہے مکمل طور پر خاموش ہے۔۔۔۔ قرآن کے کسی پارے میں اور پارے کے کسی رکوع میں اور رکوع کی کسی آیت میں اور آیت کے کسی حصے میں عیدِ میلاد کا تذکرہ بلکہ اشارہ تک موجود نہیں!

کیا نبی اکرمؐ نے عیدِ میلاد منائی

قرآنِ مقدس میں اللہ تعالیٰ کے بعد جس عظیم ہستی اور لاجواب شخصیت کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا گیا ہے وہ ذاتِ گرامی ہے حضرت محمد رسول اللہؐ کی فرمایا۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ ایک جگہ پر ارشاد فرمایا۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ایک مقام پر فرمایا۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اگر کسی معاملہ میں تمھارا اختلاف اور جھگڑا ہو جائے تو اس کا فیصلہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے کراؤ۔

آؤ! اس آیۂ کریمہ کے آئینے میں ہم اپنے جھگڑے کا فیصلہ نبی اکرمؐ سے کرواتے ہیں۔ نبوت کے عطا ہونے سے پہلے آپ کی عمرِ مبارک کے چالیس سال اور بعد از نبوت کے تیئیس سالوں کا جائزہ لیجیے، اگر نبوت سے پہلے کبھی پیدائش کا دن منایا ہو تب ماننے کے لیے تیار ہیں یا نبوّت عطا ہونے کے بعد کبھی سالگرہ یا میلاد کا جشن منایا ہو تب ماننے کے لیے تیار ہیں۔۔۔۔ مگر تم کتبِ حدیث کا ایک ایک ورق اور ایک ایک صفحہ دیکھ لو۔۔۔ تاریخ کی

ورق گردانی کرلو، سیرت کی کتابیں کھنگال لو مگر تمہیں کہیں نہیں ملے گا کہ آپؐ نے کبھی اپنی سالگرہ منائی ہو، اپنی پیدائش کے دن کو عید قرار دیا ہو یا اپنی ولادت منانے کا حکم دیا ہو۔ ۔ ۔ جب یہ ایک حقیقت ہے تو پھر لامحالہ ماننا پڑے گا کہ عید میلاد النبی دین نہیں بلکہ بدعت ہے۔

کیا آپؐ نے کسی سابق نبی کا یوم منایا

اگر انبیاء کی ولادت کے دن خوشی و مسرت کا اظہار کرنا اور گھروں اور دکانوں کو سجانا اور اجتماعات اور جلوس نکالنا کارِ ثواب اور دین کا حصہ ہوتا تو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سے پہلے گزرے ہوتے بڑے بڑے پیغمبروں کا یومِ میلاد مناتے اور اپنے صحابہ کو حکم دیتے کہ آج میلادِ آدمؑ مناؤ، آج میلادِ نوح ہے، آج میلادِ ابراہیم کا جلوس ہے اور آج میلادِ موسیٰ کی تقریب ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی پیغمبر کا یومِ میلاد یا یومِ وفات نہیں منایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا نبی اکرمؐ کے دل میں ان پیغمبروں کی عقیدت و محبت نہیں تھی؟ آج کہا جاتا ہے عیدِ میلاد اور یہ خوشی و مسرت کا اظہار نبیؐ اکرم سے عقیدت و محبت کی دلیل ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔

کیا عیدِ میلاد کا جشن اصحابِ رسول نے منایا

میں کہتا ہوں اگر میلاد کا جلوس اور جشن اور یومِ میلاد منانا محبت و عقیدت کی دلیل ہوتا تو پھر اصحابِ رسول کی قدوسی جماعت یہ جشن ضرور مناتی۔ ۔ ۔ ۔ محبت ان کے دلوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی عقیدت ان کی رگ رگ میں سمائی ہوئی تھی، حضورِ انورؐ کا احترام اور عزت ان سے بڑھ کر کون کرسکتا ہے، وہ تو پوری کائنات سے بڑھ کر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے لوگ تھے، انہوں نے تو نبی اکرمؐ کی خاطر وطن تک کی قربانی

دی۔ گھربار چھوڑا، کاروبار چھوڑا، وہ تو آپ کے لیے تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹتے رہے، زخم سہتے رہے، دُکھ اٹھاتے رہے، ظلم برداشت کرتے رہے.....

انہوں نے تو اپنے خون سے عقیدت و محبت کی داستان تحریر کی تھی، ان جیسی محبت آج تک نہ کسی نے اپنے محبوب سے کی اور نہ قیامت تک کوئی کر سکے گا۔ مگر ایک لاکھ سے زائد اصحابِ رسول میں سے کسی ایک صحابی نے بھی نہ میلادِ رسول ﷺ منایا اور نہ عید میلاد النبی ﷺ کا ڈھونگ رچایا۔

سیدنا ابوبکرؓ اور عید میلاد

ابوبکرؓ کو جانتے ہو! ہر خیر اور نیکی کے کام میں جس کا پہلا نمبر ہے.... جو رفیقِ نبوت بھی ہے اور یارِ غار بھی.... جو رازدارِ نبوت بھی ہے اور مصطفیٰ کا ہم سفر بھی.... جو صدیق بھی ہے اور عتیق بھی.... جس نے پورے گھر کا سامان محمدِ عربی ﷺ کے ایک اشارے پر قربان کر دیا تھا.... جس نے بوڑھا باپ اور جوان بیٹیاں محمد عربی پر نثار کر دیں..... ارے صدیقِ اکبرؓ سے بڑھ کر سچی محبت اور عقیدت کس کی ہو سکتی ہے؟ وہ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد متفقہ طور پر خلیفۃ المسلمین بنے اور دو سال سے زائد عرصہ خلیفہ رہے۔ ان کے دورِ خلافت میں دو دفعہ ۱۲ ربیع الاوّل کا دن آیا مگر انہوں نے یہ عید اور جشن نہ منایا اور نہ منانے کا حکم دیا۔

سیدنا عمرؓ اور عیدِ میلاد

سیدنا فاروقِ اعظمؓ کو جانتے ہو! جس کے ذہن و فراست کی بلند پروازیاں وحیِ الٰہی کو چھوتی تھیں، جس کو نبوت نے دامن پھیلا کر ربّ سے مانگا تھا، جو مریدِ محمد بھی ہے اور مرادِ محمد بھی، جس کے دبدبہ اور جلال سے قیصر و کسریٰ کے محلات کانپتے تھے۔ جو لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عُمَرَ کا مصداق تھا....

جس کے راستے سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ جو خلیفہ ثانی بھی ہے اور لاثانی بھی، جو تقریباً دس سال عدل و انصاف سے حکومت کرتا ہے، اس کے دورِ خلافت میں ۱۰ مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل کا دن آیا مگر انہوں نے میلاد یا جشنِ میلاد نہیں منایا۔

سیدنا عثمانؓ اور عیدِ میلاد

جانتے ہو عثمانؓ کون تھا؟ جسے ذوالنورین ہونے کا شرف حاصل ہوا، جو دوہرا داماد نبی ہے، جس کا سینہ شرم و حیا کا گہوارہ ہے، جو حدیبیہ میں رسول اللہ کا رسول بنا، جس کی شہادت کا گہوارہ قرآن ہے، جو سخی بھی ہے اور حلیم بھی جس نے مسجد نبوی کی فراخی کے لیے زمین وقف کی اور تبوک کے لیے سامان فراہم کیا۔ . . . . اور نبیؐ اکرمؐ سے پیار اتنا کہ وفاتِ نبوی کے دن فرطِ غم سے زبان بند ہو گئی، جو خلیفہ ثالث ہے اور تقریباً ۱۲ سال تک تختِ خلافت پر فائز رہتا ہے۔ ان کے دور میں ۱۲ دفعہ ۱۲ ربیع الاوّل کا دن آیا مگر انہوں نے نہ عیدِ میلاد منائی نہ کوئی جشن منایا اور نہ منانے کا حکم دیا۔

سیدنا علیؓ اور عیدِ میلاد

تم نہیں جانتے کہ علی کون تھا؟ جس کو نبیؐ اکرم نے اپنا بھائی قرار دیا، جو پروردۂ نبوت بھی ہے اور دامادِ نبی بھی، جو شبِ ہجرت کو بسترِ رسول پر سویا، جو بدر و اُحد کا غازی ہے، خندق کا ہیرو اور یمن کا قاضی ہے۔ جو شجاع بھی ہے اور بے باک بھی، جس کی حکمت و قضا لسانِ نبوت سے تصدیق شدہ ہے۔ بھلا ان سے بڑھ کر نبیؐ اکرم کا محب اور غم گسار کون ہو سکتا ہے؟ مگر ان کی ساری زندگی میں عیدِ میلاد کا تصور تک موجود نہیں . . . . سیدنا عثمانؓ کے بعد وہ مسلمانوں کے امیر اور خلیفہ مقرر ہوئے ان کے دورِ خلافت میں تقریباً چار مرتبہ ۱۲ ربیع الاوّل کا

دن آیا اور گزر گیا، نہ عیدِ میلاد کا تصور تھا اور نہ عید میلاد کا وہم و گمان، نہ انھوں نے یومِ میلاد منایا اور نہ منانے کا حکم دیا۔

سیدنا علی شہادت کے بعد ان کے فرزندِ ارجمند سیدنا حسن رض امیر المومنین کے منصب پر فائز ہوئے پھر چھ ماہ کے بعد انہوں نے خلافت و امامت سیدنا معاویہ رض کے سپرد کر دی، وہ تقریبًا انیس سال تک تختِ خلافت کو زینت بخشتے رہے مگر ان کی پوری زندگی عیدِ میلاد النبی ؐ اور جشنِ میلاد جیسی لغویات اور بدعات سے مبرّا نظر آتی ہے۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد تقریبًا ایک صدی تک صحابہ موجود رہے۔ وہ جانثارانِ محمدؐ تھے۔ وہ اپنے محبوب پیغمبر کے اشارۂ ابرو پر اپنا سب کچھ قربان کرنا جانتے تھے۔ ان کے پاس گھوڑے بھی تھے اور اونٹ بھی۔ مکہ و مدینہ کے بازار بھی تھے اور طائف کی وادیاں بھی۔ ان کے پاس وہ تلواریں بھی تھیں جو بدر و احد اور خیبر و احزاب میں کفار پر عذاب بن کر چمکی تھیں۔ ۱۲ ربیع الاول کا دن بھی ہر سال آتا تھا مگر کسی ایک صحابی سے بھی عید میلاد یا جلوسِ میلاد کا ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا!

لمحۂ فکریہ جس عمل اور جس کام کا وجود امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں نہ ہو اور جس کام سے خلفاء راشدین کا سنہری دور بھی خالی نظر آتا ہو اور خیر القرون یعنی دورِ صحابہ میں بھی وہ کام نہیں کیا جاتا تھا۔ آج اگر کوئی شخص اس کام کو دین، نیکی اور ثواب کا کام سمجھتا ہے تو وہ سراسر فریب اور دھوکہ میں ہے۔ وہ اپنے گمان میں یہ سمجھ رہا ہے کہ نیکی اور ثواب کے جس کام کا آج مجھے علم ہوا ہے، حضور انور ؐ کی ذاتِ اقدس کو اور صحابہ کرام کی قدسی جماعت کو دین اور نیکی کے اس کام کا

علم نہیں ہوسکا! العیاذ باللہ

حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں۔

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْ هَا اَصْحَابُ رَسُوْلُ اللهِ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا فَاِنَّ الْاَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْاٰخِرِ مَقَالًا فَاتَّقُوا اللهَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخُذُوْا طَرِيْقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ (الاعتصام علامہ شاطبی ص۳۱ ج۲)

جو عبادت صحابہ کرام نے نہیں کی وہ عبادت تم بھی نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لیے کوئی کسر نہیں چھوڑی جس کو یہ پچھلے پُورا کریں۔ پس اللہ سے ڈرو، اے اسلام کا دعویٰ کرنے والو! اور پہلے لوگوں کے طریقے اختیار کرو۔

تابعین و آئمہ مجتہدین اور عید میلاد

اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کے بعد تابعین کا سنہری اور مبارک دور جو دوسری صدی تک رہا وہ دور بھی میلاد النبی کے جشن اور لہو ولعب سے خالی نظر آتا ہے۔

ان کے بعد تبع تابعین کا بہترین دور آیا مگر عید میلاد النبی کا دُور دُور تک نام ونشان نہیں ملتا۔ آئمہ مجتہدین میں امام اعظم ابوحنیفہ ہیں، امام مالک ہیں، امام شافعی ہیں، امام احمد بن حنبل ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن کا علم وفقہ و حدیث ہمارے لیے مشعل راہ ہے مگر ان چاروں اماموں کے کسی قول وفعل سے عید میلاد کی تائید نہیں ہوتی اور ان کے مسالک میں اس عید کا تصور تک موجود نہیں

ان کے بعد امام بخاری ہیں، امام مسلم ہیں، امام ترمذی ہیں، امام نسائی ہیں، امام ابوداؤد اور امام ابن ماجہ ہیں۔ یہی وہ بزرگ ہیں کہ جن کی کتب کو صحاح ستہ

کہا جاتا ہے مگر ان میں سے کوئی ایک محدث بھی عیدِ میلاد کے جواز کا قائل نہیں ہے۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر اور سفیان ثوری سے عیدِ میلاد کا جواز پیش نہیں کیا جا سکتا۔ محدثین میں ابنِ حجر ہیں، ابن منیر ہیں، علامہ ذہبی ہیں مفسرین میں رازی ہیں، ابن کثیر ہیں، ابنِ جریر ہیں، صاحبِ کشاف ہیں علامہ آلوسی ہیں، صاحبِ مظہری اور مدارک ہیں مگر ان میں سے کسی ایک نے بھی عید یا جشنِ میلاد کے جواز یا اسکے نیکی اور دین ہونے کے بارے میں ایک لفظ تک نہیں لکھا!

پھر بزرگانِ دین میں سے کسی ایک بزرگ نے بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی! تصوف کے خانوادے کی کتنی شاخیں ہند و پاک میں بستی ہیں! چشتی ہیں، نقشبندی ہیں، قادری ہیں، سہروردی ہیں، مجددی ہیں۔ بتلائیے کس شاخ یا حلقے کے سربراہ نے اسکی بنیاد رکھی۔

بزرگانِ امت اور اولیائے کرام میں شیخ عبدالقادر جیلانی ہیں، علی ہجویری ہیں، معین الدین چشتی ہیں، نظام الدین اولیا ہیں، فرید الدین ہیں، علاؤالدین صابر ہیں، بہاؤالدین ملتانی ہیں، سلطان باہو ہیں، بایزید بسطامی ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا نام لے کر بتائیے کہ ان کا کوئی اشارہ یا کنایہ تک ایسا موجود ہے جس سے ثابت ہو کہ میلادالنبی کے نام پر جو کچھ تم کرتے ہو وہ قرآن وسنت کے مطابق ہے!

مولوی احمد رضا خان اور عیدِ میلاد

حیرت اور تعجب اس بات پر ہے اور آپ سن کر یقیناً حیران ہونگے کہ بریلوی مذہب کے موجد مولوی احمد رضا خان صاحب بریلوی (جو بدعات کے ایجاد کرنے اور ان پر لغو دلائل دینے میں بڑی مہارت رکھنے

ہیں) بھی عید میلاد النبی یا جشنِ میلاد النبیؐ کے قائل نہیں تھے۔ ان کی کسی کتاب میں جلوس عیدِ میلاد یا جشنِ میلاد کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ انہوں نے ۱۲ ربیع ربیع الاوّل کے دن بریلی کے بازاروں میں جلوس نہیں نکالا، اونٹ اور بہیل گاڑیاں اور گدھے گاڑیاں نہیں سجائیں، باجے گاجے، گتکے، سرنگیاں اور ناچ گانے کا ڈھونگ نہیں رچایا۔

مجلسِ میلاد کی ابتدا اور موجد

سامعین محترم! میں نے تفصیل سے آپ کے سامنے بیان کیا کہ مروجہ مجلسِ میلاد اور عید میلاد کا تذکرہ نہ قرآن میں ہے اور نہ احادیث کی کتب میں، نہ اصحابِ رسولؐ سے اس کی سند ملتی ہے اور نہ ہی خیر القرون میں اس کا رواج تھا، نہ فقہ و تاریخ کی کتب میں اس کا کوئی تذکرہ ہے ...... اب یقیناً آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ پھر اس کی ابتدا کب ہوئی اور اس کی بنیاد کس نے رکھی؟ مولانا سید سلیمانؒ نے سیرت النبیؐ ج۳ ص۶۶۴ (طبع دوم) میں بلا حوالہ تحریر کیا ہے کہ "اسلام میں میلاد کی محفلوں کا رواج غالباً چوتھی صدی سے ہوا ہے"

مگر حقیقت یہ ہے کہ اسلامی تقویم کی ابتدائی چھ صدیاں اس کے ذکر سے مکمل طور پر خاموش ہیں...... مجلسِ میلاد کے جواز اور عدم جواز پر جن لوگوں کے درمیان اختلاف ہے ان کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چھ صد ہجری تک اس مجلس کا وجود امت میں نہیں تھا۔

چنانچہ مجلسِ میلاد کے بہت بڑے حامی اور مولوی احمد رضا خان بریلوی کے ممدوح مولوی عبدالسمیع رامپوری اقرار کرتے ہیں۔

"یہ سامانِ فرحت و سرور کرنا اور اس کو بھی مخصوص شہر ربیع الاوّل کے ساتھ اور اس میں بھی وہی بارہواں دن میلاد شریف کا

معین کرنا بعد میں ہوا یعنی چھٹی صدی کے آخر میں اوّل یہ عمل
ربیع الاوّل میں تخصیص اور تعین کے ساتھ شہر موصل میں ہوا۔

(انوار ساطعہ ص ۱۳)

اس سے معلوم ہوا کہ مروجہ مجلس میلاد و مولود کا خیر القرون میں وجود نہیں تھا اور شرّ القرون کی ساتویں صدی کے اوائل میں اس کی ابتدا ہوئی۔ ...

مجلسِ میلاد کا پہلا بانی

مجلسِ میلاد سے عام طور پر عوام کو آج کل جو دلچسپی اور حسنِ ظن ہے اور وہ اسے دین کا ایک اہم حصہ بلکہ محبتِ رسول کا معیار مانتے ہیں اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ مجلسِ میلاد کے موجد اور بانی کی حیثیت سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی لیا جاتا .... یا کسی صحابی کا نام زبان پر آتا یا آئمہ مجتہدین میں سے کسی امام کا نام لیا جاتا ...... مگر ان کے وقت میں جب محفلِ میلاد کا وجود ہی نہیں تھا تو ان کا نام کیونکر لیا جا سکتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ مجلس میلاد کی ابتدار ساتویں صدی کے پہلے عشرہ میں ایک مسرف اور بدکردار بادشاہ ابوسعید مظفر شاہ اربل کے ہاتھوں ہوئی جو عیاشانہ زندگی گزارنے کی وجہ سے رعایا میں غیر مقبول ہو رہا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح عوام کی نظروں میں مقبولیت حاصل کرے چنانچہ اس نے عوام کو اپنی طرف مائل کرنے اور انہیں اپنی دین داری اور عشقِ رسول کا یقین دلانے کے لیے محفلِ میلاد کا انعقاد کرنا شروع کیا تاکہ اس کی عیاشانہ زندگی عوام کی نظروں سے اوجھل رہے۔ .... علامہ ذہبی فرماتے ہیں "وہ ہر سال مجلسِ میلاد کی تقریب کی آرائش و زیبائش پر تین لاکھ (روپے) خرچ کرتا تھا۔

چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی نے تحریر فرمایا ہے کہ ...

اَوَّلُ مَنْ اَحْدَثَ ذَالِكَ اِبْنُ الْمُظَفَّرِ اَبُوْسَعِيْدِ بْنِ زَيْنِ الدِّيْنِ بْنِ عَلِيٍّ اَحَدُ الْمُلُوْكِ الْاَمْجَادِ

(حسن المقصد فی عمل المولد)

سب سے پہلا شخص جس نے مجلسِ میلاد کو ایجاد کیا ابن المظفر ابوسعید ہے جو بڑے بادشاہوں میں تھا۔

امام احمد بن محمد مالکی مصری لکھتے ہیں۔

كَانَ مَلِكًا مُسْرِفًا يَأْمُرُ عُلَمَاءَ زَمَانِهٖ اَنْ يَعْمَلُوْا بِاِسْتِنْبَاطِهِمْ وَاجْتِهَادِهِمْ وَاَنْ لَا يَتَّبِعُوْا بِمَذَاهِبِ غَيْرِهِمْ حَتّٰى مَالَتْ اِلَيْهِ جَمَاعَةٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ طَائِفَةٌ مِنَ الْفُضَلَاءِ وَيَعْقِدُ مَوْلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ وَهُوَ اَوَّلُ مَنْ اَحْدَثَ مِنَ الْمُلُوْكِ هٰذَا الْعَمَلَ

(القول المعتمد فی عمل المولد)

ابوسعید مظفر ایک فضول خرچ بادشاہ تھا، اپنے وقت کے علماء کو حکم دیتا تھا کہ وہ اپنے قیاس اور اجتہاد پر عمل کریں اور غیر کے مذہب کی پیروی نہ کریں یہاں تک کہ علماء کی ایک جماعت اور فضلا کا ایک گروہ اس کی طرف مائل ہوگیا۔ وہ ربیع الاوّل میں میلاد منعقد کرتا تھا۔ بادشاہوں میں وہ پہلا بادشاہ ہے جس نے یہ بدعت ایجاد کی۔

ابنِ خلکان کیا کہتے ہیں؟

ابن خلکان اربلی شافعی (متوفی ۶۸۱ھ) جو اس مسرف اور بدکردار بادشاہ کے ہم وطن

بھی ہیں اور ہم عصر بھی وہ اپنی تصنیف "وفیات الاعیان" میں بڑی تفصیل سے مجلسِ میلاد کا تذکرہ کرتے ہیں کہ

شاہ اربل گانے والوں کے مختلف ٹولے بناتا اور میلاد کی شب بعد از مغرب گانے بجانے کی محفل کرواتا اور اس کو گانے کے سوا کسی دوسری چیز میں مزہ نہیں آتا تھا۔

ابنِ جوزی کیا لکھتے ہیں

علامہ ابنِ جوزیؒ نے مراۃ الزمان میں تحریر فرمایا ہے کہ:

يَعْمَلُ لِلصُّوفِيَةِ سَمَاعًا مِنَ الظُّهْرِ اِلَى الْعَصْرِ وَيَرْقُصُ بِنَفْسِهٖ مَعَهُمْ

شاہِ اربل ظہر سے عصر تک صوفیوں کے لیے مجلسِ سماع کا انتظام کرتا تھا اور ان کے ساتھ خود بھی ناچتا تھا۔

محفلِ میلاد کے جواز پر پہلی تصنیف اور اس کا مُصنّف

سامعینِ کرام! آپ جانتے ہیں کہ ہر دَور میں دو قسم کے علماء ہوتے ہیں۔ ایک دین دار، حق کے علمبردار، لالچ وطمع سے پاک، جن کی زندگی فقیرانہ، دنیا سے بے رغبت و بے نیاز، ہمیشہ حق اور سچ کی بات کہنے والے لَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ دین کی راہ میں کسی ملامت اور کسی فتویٰ کی پروا نہ کرنے والے . . . . یہ ہوتے ہیں علماءِ حق جن کا وجود مسلمانوں کے لیے باعثِ برکت و رحمت ہوتا ہے!

دوسری قسم ان علماء کی ہے جو دنیا دار بلکہ دنیا کے لیے دین کا سودا کرنے والے، حق کو چھپانے والے بلکہ حق کے مقابلے میں باطل کا ساتھ دینے والے، خود غرض اور لالچی، وقت کے غلط کار حکمرانوں کے خوشامدی اور جی حضوریے،

بادشاہوں کے غیر اسلامی کرتوتوں کو لچر اور فضول دلائل سے تقویت دینے والے اور انہیں صحیح اور اسلامی فعل ثابت کرنے والے۔

اسی طرح کا ایک خوشامدی، خود غرض اور لالچی مولوی مجلس میلاد کے موجد شاہ اربل کو بھی مل گیا تھا جس کا نام ابوالخطاب عمر بن حسن دحیہ الکلبی تاریخ کی کتب میں ملتا ہے۔ اس نے جب شاہِ اربل کے متعلق سُنا کہ وہ محفلِ میلاد کا دلدادہ ہے اور لاکھوں روپے اس عمل پر خرچ کر دیتا ہے ...... اس نے بادشاہ تک رسائی حاصل کی اور محفلِ میلاد کے جواز پر ایک کتاب تحریر کر کے بادشاہ کی خدمت میں پیش کی، بادشاہ نے خوش ہو کر ایک ہزار دینار اس کو انعام میں دیا۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ اس نے اپنی کتاب کا نام "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" رکھا۔

محفلِ میلاد کے جواز پر تصنیف کرنے والے 'صاحب' کے متعلق حافظ ابنِ حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے۔

كَانَ ظَاهِرِيَ الْمَذْهَبِ كَثِيرَ الْوَقِيعَةِ فِي الْأَئِمَّةِ وَفِي السَّلَفِ مِنَ الْعُلَمَاءِ خَبِيثُ اللِّسَانِ أَحْمَقَ شَدِيدَ الْكِبْرِ قَلِيلَ النَّظَرِ فِي أُمُورِ الدِّينِ مُتَهَاوِنًا

(لسان المیزان ص۲۹۶ ج۴)

ابنِ دحیہ ظاہری المذہب تھا۔ آئمہ اور علماءِ سلف کو بہت بُرا کہتا تھا، گندی زبان کا مالک تھا۔ بڑا احمق اور سخت متکبر اور امورِ دین میں بڑا سست اور بے پرواہ تھا۔

یہی حافظ ابنِ حجر عسقلانی ابنِ نجار کا قول پیش کرتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ النَّاسَ مُجْتَمِعِيْنَ عَلٰى كِذْبِهٖ وَضُعْفِهٖ

میں نے لوگوں کو ابنِ وحیہ کے جھوٹ اور ضعف پر متفق پایا۔

لسان المیزان صـ ۲۹۵ ج ۴

حضرات گرامی! میری اس گفتگو اوران دلائل سے یہ بات واضح ہو گئی ہے کہ مروجہ محفل میلاد یا مجلس میلاد نہ سنتِ رسول ہے نہ اسوۂ اصحابِ رسول ہے، نہ سلف صالحین اور آئمہ مجتہدین کا طریقہ، نہ بزرگانِ دین کا شیوہ، نہ فقہائے کرام کا عمل اور نہ مفسرین ومحدثین کا قول..... بلکہ پوری چھ صدیاں اس عمل اور رسم سے خالی نظر آتی ہیں..... "یہ خوبصورت کام" نہ کسی صحابی کو سوجھا، نہ کسی تابعی کو، نہ کسی امام کو نہ کسی فقیہ کو اور نہ کسی محدث کو اور نہ کسی مفسر کو، نہ کسی بزرگ کو نہ کسی ولی اللہ کو...... یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف اور بدکردار بادشاہ کو جس نے رعایا کی سادگی اور سادہ لوحی اور مذہبی شوق سے ناجائز فائدہ اٹھایا اور اپنی بدکرداری اور عیاشانہ زندگی پر پردہ ڈالنے کے لیے اس عمل کو شروع کیا اور پھر ایک دنیا دار، خوشامدی اور احمق ومتکبر مولوی نے اس کے جواز اور ثواب پر دلائل اکٹھے کر کے ایک کتاب لکھ ماری۔

حضرت عبداللہ بن مبارک نے کتنی صحیح عکاسی فرمائی ہے۔

وَهَلْ اَفْسَدَ الدِّيْنَ اِلَّا الْمُلُوْكُ
وَاَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا

دین میں جب بھی فتنہ وفساد ڈالا ہے تو بادشاہوں اور علماء سوء نے اور گندے پیروں نے ڈالا ہے۔

علماءِ حق کا کردار

جس دور میں محفلِ میلاد کی بدعت جاری ہوئی اس دور کے علماءِ حق سے لے کر آج تک کے

علمائے حق نے اسکی تردید اور مذمت پر پورا زور صرف کیا۔

امام تاج الدین فاکہانی چنانچہ علامہ تاج الدین فاکہانی مالکی پہلے شخص ہیں جس نے مجلسِ میلاد سے اختلاف کیا اور اس کی تردید میں ایک مستقل کتاب تحریر فرمائی جس کا نام "المورد فی الکلام مع عمل المولد" تجویز کیا۔۔۔۔ چنانچہ وہ محفل میلاد کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

لَا اَعْلَمُ لِهٰذَا الْمَوْلِدِ اَصْلًا فِیْ كِتَابٍ وَّلَا سُنَّةٍ وَّلَا يُنْقَلُ عَمَلُهٗ عَنْ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْاُمَّةِ الَّذِيْنَ هُمُ الْقُدْوَةُ فِي الدِّيْنِ الْمُتَمَسِّكُوْنَ بِاٰثَارِ الْمُتَقَدِّمِيْنَ بَلْ هُوَ بِدْعَةٌ اَحْدَثَهَا الْبَطَّالُوْنَ ۔ میں اس میلاد اور مولود کے لیے کوئی اصل کتاب سے اور سنت سے نہیں جانتا اور ان علماءِ امت سے جو دین کے پیشوا ہیں اور جو پوری قوت سے سلف صالحین کے آثار کو تھامنے والے ہیں، اس بارے میں کوئی عمل منقول نہیں ہے بلکہ یہ مولود بدعت ہے جسے اہلِ باطل نے ایجاد کر لیا ہے۔

ابن الحاج مالکی علامہ ابو عبداللہ بن الحاج مالکیؒ (علامہ تقی الدین سبکی کے شیوخ میں ان کا شمار ہوتا ہے) اپنی شہرۂ آفاق تصنیف مدخل میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمِنْ جُمْلَةِ مَا اَحْدَثُوْهُ مِنَ الْبِدَعِ مَعَ اِعْتِقَادِهِمْ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ اَكْبَرِ الْعِبَادَاتِ وَاَظْهَرِ الشَّعَائِرِ مَا يَفْعَلُوْنَهٗ فِیْ شَهْرِ الرَّبِيْعِ الْاَوَّلِ الخ

منجملہ ان بدعات کے جن کو لوگوں نے ایجاد کر لیا ہے اور پھر اعتقاد

رکھتے ہیں کہ وہ افضل عبادات اور شعائر میں سے ہے، ایک
بدعت وہ ہے جو ربیع الاوّل میں مولود کے نام سے پائی جاتی
ہے حالانکہ وہ بدعات اور محرمات پر مشتمل ہے۔

علامہ ابنِ تیمیہ علامہ ابن تیمیہ جن کے علمی مرتبہ کی شہادت علامہ سیوطیؒ
اور ملا علی قاری جیسے بزرگوں نے بھی دی ہے، وہ
اپنی تصنیف الصراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔

وَكَذٰلِكَ مَا اَحْدَثَهُ بَعْضُ النَّاسِ اِمَّا مُضَاهَاةً
لِلنَّصَارٰى فِي مِيْلَادِ عِيْسٰى وَاَمَّا مُحَبَّةً لِلنَّبِيِّ
وَتَعْظِيْمًا لَهُ (اِلٰى آخِرِهٖ)

اور ایسے ہی وہ محفلِ میلاد جس کو بعض لوگوں نے ایجاد کر لیا
ہے یا اس کا سبب نقالی ہے عیسائیوں کی میلادِ مسیح میں
یا سبب حضور کی تعظیم و محبت ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اطاعت
کے ذریعے محبت و تعظیم کا حکم دیا ہے۔ اللہ نے ان بدعتوں کا
حکم نہیں دیا کہ نبیِ اکرمؐ کے یوم ولادت کو عید بنایا جائے،
حالانکہ ولادت کی تاریخ میں لوگ متفق بھی نہیں ہیں۔

حضراتِ گرامی! میں کتنے علماء حق کی عبارات آپ کے سامنے رکھوں،
کس کس کتاب کی تفصیل بیان کروں ..... علامہ ابنِ قیمؒ نے زاد المعاد میں
اس کی تردید فرمائی ..... امام نصیر الدین شافعیؒ نے شریعۃ الٰہیہ میں اس
پر بحث کی ..... قاضی شہاب الدین حنفی نے تحفۃ القضاء میں اس
عمل کو لایعنی قرار دیا ..... احمد بن محمد مصری مالکی نے قولِ معتمدؒ میں لکھا ہے
کہ مذاہب اربعہ کے علماء متفق ہیں کہ یہ عمل مذموم ہے ..... آج تک

کے علماء حق اس مذموم فعل اور قبیح بدعت کی تردید کرتے آتے ہیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش

ابھی میں نے بیان کیا کہ امام ابن تیمیہؒ نے یوم ولادتِ نبی کے عید منانے پر تنقید کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرمؐ کی تاریخ ولادت میں علما متفق نہیں ہیں زرقانی صہ ۱۳۰/ج ۱ میں ہے کہ بعض علما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ربیع الآخر میں پیدا ہوئے ۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ صفر میں پیدا ہوئے ...... کچھ کا کہنا ہے کہ آپ رجب المرجب میں پیدا ہوئے ...... بعض کے نزدیک آپ کی پیدائش رمضان مبارک میں ہوئی ۔

مگر صحیح اور تحقیقی قول یہی ہے کہ آپ ربیع الاوّل کے ماہِ مبارک میں پیدا ہوئے ..... پھر اختلاف ہے کہ کون سی تاریخ کو آپؐ دنیا میں تشریف لائے ۔ بعض علما نے ۲ ربیع الاوّل ، بعض نے آٹھ ربیع الاول بعض نے ۹ ربیع الاول اور بعض نے ۱۲ ربیع الاوّل کہا ہے ۔ اہل تشیع کے نزدیک ۱۷ ربیع الاوّل مشہور ہے ۔

شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ نے اپنی مایۂ ناز تصنیف ماثبت بالسنۃ صہ ۵۷ میں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا ایک قول ۸ ربیع الاول کا نقل فرمایا ہے ۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے اپنی مشہور کتاب سیرت النبیؐ صہ ۱۷۱/ج ۱ میں تحریر فرمایا ہے کہ :

مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے ریاضی کے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ آپؐ کی ولادت ۹ ربیع الاوّل بروز دوشنبہ (سوموار) مطابق

۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اور یہی قول اقرب الی الحق ہے اور قاعدہ اصولیہ کے تحت ۸ اور ۹ کے مابین تطبیق ممکن ہے۔ اس لیے کہ شمسی اور قمری تاریخ میں ایک دن کے فرق کا آجانا کوئی بعید نہیں ہے

ایک حیران کن انکشاف

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ پیدائش کے بارے میں علماء کے مابین کتنا اختلاف ہے آپ سن چکے ہیں، آخر میں ایک دلچسپ قول اس شخصیت کا بھی سن لیجیے جو پیرانِ پیر ہے، بیڑے غرق بھی کراتا ہے اور کنارے بھی لگاتا ہے لوگوں میں گیارہویں والا مشہور ہے۔ وہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب غنیۃ الطالبین ص۵۵ ج۲ میں فرماتے ہیں کہ "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کو پیدا ہوتے"۔

پھر لطف کی بات یہ ہے کہ مولانا احمد رضا خان بریلوی اپنی کتاب ملفوظات ص۳۲ ج۱ میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے متعلق تحریر کرتے ہیں کہ:
پیرانِ پیر سے کوئی شے بھی پوشیدہ نہیں ہے اور ان کی آنکھ ہر وقت لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہے۔

اگر اعلیٰ حضرت کا یہ قول درست ہے تو پھر ماننا پڑے گا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے لوحِ محفوظ میں دیکھ کر یہ فیصلہ کیا ہو گا کہ حضور انورؐ کی پیدائش دس محرم کو ہوئی تھی!

اب ہمارے دوستوں کو ذرا سوچ کر فیصلہ کرنا ہو گا۔ اگر وہ ۱۲ ربیع الاوّل کو ولادتِ نبی سمجھتے ہیں تو ماننا پڑے گا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی نے ۱۰ محرم کا جو قول کیا ہے وہ غلط ہے۔ اور اگر ان کا قول غلط ہے تو پھر مولانا بریلوی کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ پیرانِ پیر کی آنکھ ہر وقت لوح محفوظ میں لگی ہوئی ہے اور اگر پیران پیر لوحِ محفوظ دیکھ کر اعلان کر رہے ہیں تو پھر آئندہ میلاد

کا جلوس ۱۲ ربیع الاوّل کو نہیں ۱۰ محرم کو برآمد ہونا چاہیئے، پھر بڑا لطف آئے گا اور بڑا دلچسپ منظر ہو گا۔

بڑا دلچسپ منظر ہو گا

ایک طرف امام باڑوں سے تعزیہ کا جلوس نکلے گا تو دوسری طرف باغات اور مسجدوں سے میلاد النبیؐ کا جلوس برآمد ہو گا..... ایک طرف آنسو بہاتا دو پٹوں سے سجا ہوا گھوڑا ہو گا، دوسری طرف ہاروں سے لدی ہوئی اور رنگین کپڑوں سے سجی ہوئی بیل گاڑیاں ہونگی..... ایک طرف سیدنا حسینؓ کے روضہ کے نقلی تابوت ہونگے دوسری طرف حضورِ انورؐ کی قبر کے ماڈل ہوں گے۔ ایک طرف سیاہ پگڑیوں والے ہونگے تو دوسری طرف سبز پگڑیاں ہوں گی۔ ایک طرف ہاتھوں میں زنجیریں ہونگی دوسری طرف نقلی عربی سواروں کے ہاتھوں میں تلواریں...... ایک طرف سینہ کوبی ہوگی تو دوسری طرف گتکہ بازی..... ایک طرف مرثیے ہونگے، آہ و بکا ہوگی، دوسری طرف فلمی ریکارڈنگ ہوگی..... ایک طرف ماتم کی آواز فضا میں ابھرے گی دوسری طرف بینڈ کی آواز فضا میں گونجے گی..... ایک طرف غم و حزن کا مظاہرہ ہوگا، دوسری طرف خوشی کا مسرت کا پھریرا ہوگا..... ایک طرف شامِ غریباں ہوگی تو دوسری طرف عمارات پر چراغاں ہوگا۔ پھر جب دونوں جلوس شہر کے مرکزی بازار میں آمنے سامنے ہونگے تو شیعہ سُنّی بھائی بھائی کے نعرے کی تعبیرِ واضح ہو جاتے گی!

تاریخِ ولادت میں اختلاف کس بات کی دلیل ہے؟

یہ بات تو ضمناً آگئی اور میں نے آپ کے سامنے بیان کردی..... اصل میں بیان یہ کرنا چاہتا تھا کہ نبی اکرمؐ

کی پیدائش کے دن میں بہت زیادہ اختلاف ہے اور اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ آپؐ کے یوم پیدائش کا منانا دین کا جزو اور ضروری نہیں ہے . . .
اگر ولادت کا منانا اور یوم ولادتِ نبی کے دن عید یا جشن یا جلوس کوئی امرِ شرعی یا دین کا حصہ ہوتا اور اگر یہ نیکی اور ثواب کا کام ہوتا تو اصحابِ رسول اس کی تصدیق اور جستجو کر کے ایک دن ضرور متعین کر لیتے . . . . . اس وقت بڑے بڑے لوگ موجود تھے، حضور انورؐ کے چچا سیدنا عباسؓ موجود تھے، سیدنا علیؓ کی والدہ فاطمہ موجود تھیں . . . . . خود آپؐ کی رضاعی والدہ حلیمہ سعدیہ موجود تھیں . . . . ان کے علاوہ کئی لوگ موجود تھے جن سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کی تعیین اور تصدیق کی جا سکتی تھی مگر اصحابِ رسول اسکی جستجو اور کھوج میں نہیں پڑے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میلاد منانا، نبی اکرمؐ کے یوم پیدائش کو عید بنانا اور اسے نیکی اور دین سمجھنا، اصحابِ رسول کے ذہن میں اس کا کوئی تصور موجود نہیں تھا۔

پھر قربان جائیں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے . . . . . کہ جس طرح اس نے نبی اکرمؐ کی قبرِ منور کو شرک سے محفوظ کر لیا، اسی طرح آپؐ کی پیدائش کے دن کو مخفی اور پوشیدہ رکھ کر بدعات و رسومات سے محفوظ فرما لیا۔

بشریت النبیؐ سے انکار اور عید میلاد پر اصرار

سامعینِ گرامی قدر! کبھی آپؐ نے اس بات پر غور کیا کہ جو لوگ میلاد النبیؐ پر بہت زیادہ اصرار کرتے ہیں، جلوس نکالتے، جھنڈیاں لگاتے اور نبیٔ اکرمؐ کی ولادت و پیدائش کا بار بار تذکرہ کرتے ہیں وہی آپؐ کی بشریت کے انکاری ہیں۔

کوئی زمانہ تھا یہ لوگ ۱۲ ربیع الاوّل کو ۱۲ وفات کے طور پر مناتے تھے

حتیٰ کہ پورے مہینے کو ۱۲ وفات والا مہینہ کہا جاتا تھا..... مگر یہ موقع غم اور افسوس کا تھا اور "مولوی" کی تجوری بھری نہیں جاتی تھی۔ اس لیے اس مذہبی غدار نے ۱۲ وفات کو عید میلاد النبیؐ کا نام دے دیا...... اور یہ بھی عجیب حقیقت ہے کہ اس بدعت نے ہر دور میں گرگٹ کی طرح رنگ بدلے ہیں۔

..... ابتداء میں یہ صرف مولود تھا پھر ترقی کر کے قیامِ میلاد، پھر جلوسِ میلاد پھر عید میلاد النبیؐ اور آج جشنِ عید میلاد..... آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

مزے کی بات یہ ہے کہ میلادی ملاں مانتا ہے کہ نبیؐ اکرم پیدا ہوئے مگر بشریت کا انکاری ہے..... کہتا ہے حلیمہ سعدیہ کا دودھ پیا ہے مگر بشر نہیں تھے..... تسلیم کرتا ہے خدیجہؓ، عائشہؓ، حفصہؓ اور سودہؓ کے شوہر تھے مگر بشر ماننے کے لیے تیار نہیں..... جانتا ہے کہ زینب، امِ کلثوم، رقیہ اور فاطمہ کے ابو تھے مگر بشر نہیں تھے..... غضب ہے کہ باپ بھی ہے اور بیٹا بھی، سسر بھی ہے اور داماد بھی، شوہر بھی ہے اور نانا بھی، بھتیجا بھی ہے اور کسی کا پوتا بھی پھر بشر نہیں تو ہے تو اور کیا ہے!

جب تم ان کی ولادت مانتے ہو تو پھر بشریت کا انکار کس طرح کر سکتے ہو..... کبھی نور کی بھی ولادت ہوئی ہے؟ نوریوں کا سردار جبریلِ امین ہے ذرا بتلاؤ اسکی تاریخ ولادت کیا ہے؟ جبریلِ امین کس دن پیدا ہوا؟ آج تم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کر کے ان کی ولادت کے دن کو عید کا دن قرار دے دیا ہے حالانکہ اسلام میں اس عید کا کا کوئی تصور نہیں..... یہ بات تسلیم کرنا ہو گی کہ اسلام میں صرف دو

اسلام میں صرف دو عیدیں

عیدوں کا تصور ہے۔ ایک عید الفطر، دوسری عید الاضحیٰ۔ احادیث و فقہ

کی کتب اٹھا لیجیے آپ کو ان دو عیدوں ہی کے بارے احکام اور معلومات ملیں گی۔

اور پھر ان دو عیدوں میں بھی تمھاری عید کی طرح نہ لہو ولعب، نہ شور وغل، نہ جلوس نہ ہنگامے، نہ بازاروں کے چکر نہ جھنڈیاں نہ مصنوعی پہاڑیاں نہ قمقمے، نہ روشنیاں، نہ گلے میں پھولوں کے ہار نہ جانوروں کا سجانا، نہ ڈھول کی تھاپ پر رقص اور تھرکنا، نہ گتگہ بازی نہ سرنگی اور نظیر..... یہ سب لغویات وخرافات جو تم نے عید میلاد کے نام پر ایجاد کی ہیں؛ اسلام کی اصل عیدوں میں ان کا تصور تک موجود نہیں بلکہ ان عیدوں کے دن بجائے پانچ کے چھ نمازیں ادا کرنی پڑتی ہیں پھر عید کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا ہوتی ہیں۔ عید گاہ جاتے اور واپس آتے ہوئے راستوں پر اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کے ترانے ہر مسلمان کی زبان پر ہوتے ہیں۔ گویا کہ تکبیر وتحمید اور تسبیح وتہلیل اور اللہ کا شکر اور رکوع وسجود اور عاجزی وانکساری اور تواضع ... آج عید کے دن دوسرے دنوں کی نسبت بڑھ گئی ہے۔ حضراتِ گرامی! مَیں یہ حقیقت بیان کر چکا ہوں کہ

ایجادِ میلاد کی وجہ

مجلسِ میلاد کی ایجاد ۶۰۴ھ میں ہوئی اور اس کا موجد ایک دنیا پرست بادشاہ تھا اور اس موضوع پر سب سے پہلا شخص جس نے کتاب تحریر کی وہ ایک لالچی اور دنیادار 'مولوی' تھا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مجلسِ میلاد کے ایجاد کرنے کی آخر وجہ اور سبب کیا تھا۔ ابنِ جزری کا ایک قول ملا علی قاری نے نقل کیا ہے کہ:

اِذَا کَانَ اَھْلُ الصَّلِیْبِ اِتَّخَذُوْا لَیْلَۃَ مَوْلِدِ

نَبِیِّهِمْ عِیْدًا اَکْبَرَ فَاَهْلُ الْاِسْلَامِ اَوْلٰی
بِالتَّکْرِیْمِ وَاَجْدَرُ (مورد الروی)

جب عیسائی اپنے نبی کی پیدائش کی رات کو عیدِ اکبر بناتے ہیں
تو مسلمانوں کو ان سے زیادہ اپنے نبی کی تکریم اور تعظیم کرنی چاہیے

سبحان اللہ! کتنا خوبصورت استدلال ہے کہ یہ سب کچھ عیدِ میلادِ مسیح کی نقالی کے طور پر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی یاد نہیں رہا جس میں آپ پیش گوئی فرما رہے ہیں کہ :

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ وَ
ذِرَاعًا بِذِرَاعٍ (البخاری ومسلم)

بے شک تم پیروی کرو گے پہلے لوگوں کی (یہود و نصاریٰ)
بالشت بالشت اور ہاتھ ہاتھ (یعنی قدم بہ قدم)

دوسری بات یہ ہے کہ عیسائیوں نے عیدِ میلادِ مسیح کوئی چھٹی یا ساتویں صدی میں تو شروع نہیں کی۔ وہ تو پہلے سے یہ عمل کرتے تھے اگر ان کی نقالی میں مجلسِ میلاد منانا نبی اکرم کی تعظیم و تکریم ہے تو قرونِ اولیٰ کے بہترین لوگوں کو یہ بات سمجھ کیوں نہیں آئی اور انھوں نے اپنے نبیؐ کے یومِ پیدائش کو عید کا دن قرار کیوں نہیں دیا!

ایجادِ میلاد کی دوسری وجہ

عیدِ میلاد کی دوسری وجہ مولوی عبدالسمیع رام پوری نے اپنے رسالہ "انوارِ ساطعہ" میں بیان کی کہ :

"نبیؐ اکرم کی پیدائش بہت بڑی نعمت اور اللہ تعالیٰ کا انعام ہے اس لیے بطورِ شکرانہ اس دن کو منانا مستحسن ہے"

پھر انہوں نے اپنی اس منطق پر دلیل پیش کی کہ : آنحضورؐ ہر سوموار کو روزہ رکھتے تھے ..... وجہ پوچھی گئی تو فرمایا میں پیر کا روزہ اس لیے رکھتا ہوں کہ اس دن میں پیدا ہُوا ہوں۔

سبحان اللہ ! یہ دوسری وجہ پہلی وجہ سے بھی مضحکہ خیز ہے۔ ذرا ایک نظر اس حدیث پر ڈالیں جو صحیح مسلم میں سیدنا قتادہؓ سے مروی ہے۔

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ صَوْمِ یَوْمِ الْاِثْنَیْنِ فَقَالَ فِیْہِ وُلِدْتُّ وَفِیْہِ اُنْزِلَ عَلَیَّ

نبیٔ اکرمؐ سے سوموار کے روزے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔ اسی دن میں پیدا کیا گیا اور اسی روز مجھ پر قرآن نازل ہُوا۔

اس روایت سے معلوم ہُوا کہ سوموار کے روزہ رکھنے کا سبب صرف ولادت نہیں ہے بلکہ نزولِ وحی بھی ہے۔ اگر اس روایت سے پیدائش کے دن خوشی و مسرت اور عید کا جواز ثابت ہو رہا ہے تو پھر نزولِ وحی کی مجلس اور عید نزولِ وحی کا انعقاد بھی ہونا چاہیئے حالانکہ آج تک امت میں سے کسی ایک شخص نے بھی یومِ نزولِ وحی کو عید کا دن قرار نہیں دیا۔

دلیل دعویٰ کے مطابق نہیں

پھر تمھاری دلیل تمھارے دعویٰ کے مطابق نہیں۔ اس لیے کہ دعویٰ تو یہ ہے ہر سال ۱۲ ربیع الاوّل کے دن کو خوشی و مسرت کا اظہار کرنا جلوس نکالنا اور دلیل یہ دی جا رہی ہے کہ چونکہ آپ سوموار کو پیدا ہوئے تھے اس لیے اس دن کو مناتے ہوئے روزہ رکھتے تھے۔ اس دلیل تو یہ ثابت ہوتا ہے

ہر آٹھ دن کے بعد ہر سوموار کو عید میلاد منانی چاہیے، ہر سوموار کو جلوس نکالنا چاہیئے۔

روزہ اور عید دو متضاد عمل

تیسری بات یہ ہے کہ روزہ اور عید دو متضاد عمل ہیں۔ جس دن روزہ ہوتا ہے اس دن عید نہیں ہوتی اور جس دن عید ہوتی ہے اس دن روزہ نہیں رکھا جاسکتا..... امام الانبیاءؐ نے اپنی پیدائش کے دن بطور شکرانہ روزہ رکھ کر اس حقیقت پر مہر ثبت فرمادی کہ میری پیدائش کے دن عید نہیں ہو سکتی کیونکہ جس دن روزہ ہو اس دن عید نہیں ہوتی۔

ان نام نہاد عاشقوں اور میلادیوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ (یعنی روزہ رکھنا) کو ترک کر کے ایک نیا طریقہ عید میلاد اور جلوسِ میلاد کا ایجاد کرلیا۔ اس لیے کہ روزہ میں نفس کو زحمت ہوتی ہے اور عید اور جشن میں نفس کی تفریح کا سامان ہوتا ہے۔

خلاصہ گفتگو

سامعینِ گرامی قدر! میری پوری گفتگو کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ، نفسِ ذکرِ رسول اور شے ہے اور مروجہ عید میلاد النبی اور شے..... ذکرِ رسولؐ ایمان کی علامت، دل کی تازگی اور روح کی غذا ہے اور مروجہ عید میلاد یہ بدعت ہے اور غیر شرعی رسم ہے جس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ احادیث کی کتب میں، نہ آثارِ صحابہ میں نہ اقوالِ ائمہ میں، نہ اولیائے کرام کی زندگیوں میں...... بلکہ اسلامی تقویم کی ابتدائی چھ صدیاں اس مکروہ بدعت سے پاک ہیں۔ یہ بدعت اگر سوجھی تو ایک مسرف اور بدکردار بادشاہ کو اور اس کے لیے بودے دلائل مہیا کیے ایک دنیا پرست لالچی مولوی نے...... اس وقت سے لے کر آج تک

کے علمارِ حق اس بدعت کے خلاف لکھتے آئے اور بولتے آئے .....

پھر یہ بدعت زمانے کے ساتھ ساتھ ترقی کرتی رہی اور قرناً بعد قرنٍ مختلف قالبوں میں ڈھلتی رہی ...... کبھی مجلسِ میلاد و مولود، پھر ترقی کر کے قیامِ میلاد ..... پھر جلوسِ میلاد ..... پھر عیدِ میلادالنبیؐ اور آج جشنِ عیدِ میلادالنبیؐ!

ساری گفتگو کے بعد فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں۔ جس کو امام الانبیاءؐ کی کی سنتِ مطہرہ اور اصحابِ رسول کا اسوۂ مبارک پسند ہو گا وہ اسکی پیروی کر کے اہلِ سنت و جماعت کے زمرہ میں شامل ہو گا ..... اور جس کو مسرف اور بدکردار بادشاہوں اور دنیا پرست مولویوں کی سنت محبوب ہو گی وہ اس کے احیاء و بقاء کے لیے کوشش کرے گا اور اسے باعثِ سعادت سمجھے گا۔

؎ پسند اپنی اپنی، نظر اپنی اپنی

وما علینا الا البلاغ المبین

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ اَمَّا بَعْدُ ، فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰی اَعْقَابِکُمْ فَمَنْ یَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَیْہِ فَلَنْ یَّضُرَّ اللّٰہَ شَیْئًا وَسَیَجْزِی اللّٰہُ الشّٰکِرِیْنَ۔

(آلِ عمران آیۃ ۱۴۴)

اور نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول ، آپ سے پہلے

بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا اگر ان کا انتقال ہو جائے یا وہ شہید ہو جائیں تو تم الٹے پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھرا وہ اللہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا اور اللہ تعالیٰ جلدی بدلہ دے گا حق شناس لوگوں کو۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ آخَر

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ (زمر آیۃ نمبر ۳۰-۳۱)

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

سامعینِ گرامی قدر! امام الانبیاء خاتم النبیین سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور تشریف آوری کا مقصد، آپ کے بھیجے جانے کی غرض و غایت: تبلیغِ اسلام، تزکیہ نفوس، غلبہ شریعت اور تکمیلِ دین تھی، مسلسل تیئیس سال آپ نے اس مقصد کے لیے محنت کی اور دکھ اٹھائے ...... وطن سے بے وطن ہوتے، جنگیں لڑیں، ساتھی شہید ہوئے اور خود زخم اٹھائے۔

جب بعثت اور تشریف آوری کا مقصد پورا ہو چکا تو اس دنیا سے رحلت فرمانے اور بھیجنے والے کی طرف جانے کے آثار اور علامتیں ظاہر ہونا شروع ہو گئیں۔

قربِ وفات کی علامتیں

اس سلسلہ میں سب سے واضح نشان اور کھلی علامت سورۃ نصر کا نزول تھا جو آپ کی وفات سے تقریباً چھ مہینے پہلے رمضان المبارک کے مہینے اور سنہ ۱۰ھ میں نازل ہوئی ...... جس میں فرمایا گیا۔

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا

جب اللہ کی نصرت اور فتح پہنچ گئی اور تم نے لوگوں کو گروہ در گروہ اللہ کے دین میں داخل ہوتے دیکھ لیا تو اب اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید اور استغفار میں مشغول ہو جائیے۔ بے شک وہ معاف کر دینے والا ہے۔

میرے محبوب پیغمبر! جس فتح و نصرت اور جس مدد کا آپ سے ہم نے وعدہ کیا تھا، وہ وعدہ ہم نے پورا کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شرک کو سر چھپانے کی جگہ نہیں مل رہی اور کفر کا سر کچل دیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ حق کو باطل کے مقابلے میں اور سچ کو جھوٹ کے مقابلے میں اور دینِ اسلام کو کفر کے مقابلے میں فتح مبین حاصل ہو چکی ہے جس کے نتیجے میں لوگ گروہ در گروہ اور فوجوں کی شکل میں دینِ حق میں داخل ہو رہے ہیں۔ دنیا کو اور دنیا والوں کو اللہ کا پیغام پہنچ چکا اور دین کی تکمیل ہو چکی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے دنیا میں آپ کو بھیجنے کا جو مقصد اور مدعا تھا وہ پورا ہو گیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو کام آپ کے ذمہ لگایا تھا وہ کام آپ نے احسن طریقے سے پورا کر دیا، اس لیے اب آپ ہمارے پاس آنے کی تیاری شروع کیجیے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب دنیا میں رہنے کا نہ کوئی مقصد اور نہ کوئی فائدہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب جس نے بھیجا ہے اسکی طرف جانے کی تیاری فرمائیے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ دنیا عالم فانی ہے، یہ آپ کے رہنے کی جگہ نہیں، آپ جیسے لوگوں کے لیے ملاءِ اعلیٰ، رفیقِ اعلیٰ اور جنّت الفردوس مناسب ہے۔

بخاری میں ایک روایت ہے کہ امیر المومنین سیدنا فاروق اعظم رضی

رضی اللہ عنہ نے مشہور مفسر قرآن صحابی سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے
اِذَا جَاءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ کی تفسیر کے متعلق پوچھا تو انھوں نے
کہا اَجَلُ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ اَعۡلَمَهٗ اِيَّاهُ
۔ ۔ ۔ ۔ اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم کو ان کی وفات کے متعلق

اطلاع دی ہے ۔
اس سورت میں آپ کو تسبیح وتحمید اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عبادت، تسبیح وتحمید میں پہلے بھی کمی نہیں تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ساری ساری رات اللہ کے دربار میں کھڑے ہو کر اتنی عبادت کرتے کہ
قدم مبارک پر ورم آجاتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر سورۃ نصر کے نزول کے بعد اس
عبادت و ریاضت میں اضافہ ہوگیا

اعتکاف و تلاوتِ قرآن میں اضافہ

اعتکاف بیٹھنا معمول تھا مگر فَلَمَّا كَانَ الۡعَامُ الَّذِيۡ
قُبِضَ فِيۡهِ اِعۡتَكَفَ عِشۡرِيۡنَ يَوۡمًا (بخاری)
جس سال آپ کی وفات ہوئی، اس سال آپ نے اس رمضان میں
بیس دن اعتکاف میں گزارے ۔
اسی طرح نبی اکرمؐ نے ایک روز اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضؓ سے فرمایا۔
کہ جبریلِ امین ہر سال رمضان المبارک میں میرے ساتھ قرآنِ مجید کا ایک دور
کیا کرتے تھے مگر اس رمضان میں انہوں نے دو مرتبہ قرآن مجید کا دور فرمایا
میں گمان کرتا ہوں کہ شاید میری روانگی اور تجھ سے میری جدائی کا وقت
قریب آن پہنچا ہے ۔

اسی طرح حجۃ الوداع اور خم غدیر کے خطبوں میں جو اپنی وفات سے تقریباً تین ماہ پہلے دیئے گئے تھے ان میں نبی اکرم نے کچھ الفاظ اور کچھ جملے ایسے ادا فرمائے جن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا انداز رخصت اور وداع کا تھا، اسی حجۃ الوداع میں یہ آیۂ کریمہ اتری۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً (مائدہ)

آج میں نے دینِ اسلام کو مکمل فرما کے تم پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے......

اس آیۃ کے اُترنے سے آپ اشارۂ خداوندی کو سمجھ گئے..... اسی لیے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا، مجھ سے مسائل سیکھ لو، ہوسکتا ہے کہ اس حج کے بعد میں تمہارے ساتھ حج نہ کر سکوں..... شاید یہ میری زندگی کا آخری حج ہو۔

پھر فرمایا۔ لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ هٰذَا (ترمذی)

شاید میں اس سال کے بعد تمہیں نہ دیکھ سکوں۔

غور کیجیے اِن الفاظ پر، ہوسکتا ہے کہ میں آئندہ تمھیں نہ دیکھ سکوں، یعنی مجھ پر موت آجائے تو موت کے بعد نہ تم مجھے دیکھ سکو گے اور نہ میں تمھیں دیکھ سکوں گا...... کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ نبی اکرم حاضر ناظر ہیں، ہر شے کو ہر وقت دیکھتے ہیں اور کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہر شے تو نہیں دیکھتے مگر جو قبر کے پاس موجود لوگوں کے سلام بھی سنتے ہیں اور ان کو دیکھتے بھی ہیں۔

. . . . . . نبی اکرم تو فرما رہے ہیں کہ شاید میں اس سال کے بعد تم کو نہیں دیکھ سکوں گا)

پھر خم غدیر کے خطبے میں فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِکُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبُ

لوگو! بے شک میں ایک بشر اور انسان ہو اور بشر کے لیے ہمیشہ زندہ رہنا نہیں ہے وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ (انبیاء) اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام اور ہمیشگی نہیں رکھی، اس لیے لوگو! میں بھی بشر ہوں، ہو سکتا ہے میرے رب کا قاصد میرے پاس آئے (یعنی ملک الموت) -اور مجھے اپنے رب کا پیغام قبول کرنا پڑے

حجۃ الوداع اور خم غدیر کے ان خطبوں سے بھی یہی ظاہر ہو رہا ہے کہ نبیٔ اکرم عالمِ بقا کے سفر کی تیاری کر رہے ہیں اور دنیا سے جانے کا وقت قریب سے قریب آ رہا ہے۔

بیماری کی ابتدار

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم لشکرِ اسامہ کی روانگی کی تیاری میں مصروف تھے کہ ایک روز جنت البقیع میں تشریف لے گئے، ویسے بھی گاہے بگاہے آپ جنت البقیع میں تشریف لے جاتے تھے، وہاں سے واپسی پر سر مبارک میں درد محسوس ہوا . . . . . . بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ نصف شب کا وقت تھا اور آپ وہ رات سیدہ عائشہ صدیقہ کے ہاں بسر فرما رہے تھے . . . . . صبح آپ اسی حالت میں سیدہ میمونہ کے حجرے میں تشریف لے گئے کیونکہ یہ ان کی باری کا دن تھا . . . . . . یہ نبی اکرم کی بیماری کا آغاز تھا، آپ اس دوران مسجد نبوی برابر تشریف لے جاتے

رہے اور نمازوں کی امامت فرماتے رہے۔ ازواج مطہرات کی جو جو باریاں آپ نے مقرر فرمارکھی تھیں ان میں بھی ذرہ برابر فرق نہیں آنے دیا ..... مگر آپ ہر روز پوچھتے کہ کل کس کی باری کا دن ہے، میں کل کہاں رہونگا۔

ازواجِ مطہرات سے اجازت اور سیّدہ عائشہؓ کی خوش نصیبی

سیّدہ فاطمہؓ نے منشائے نبوی کو سمجھ لیا اور امہات المومنین کو آگاہ کیا ..... بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج سے خود اجازت لی کہ سیّدہ عائشہؓ کے گھر قیام کروں ..... مگر صاف لفظوں میں اجازت نہیں لی اور اشارہ کنایہ میں کہتے رہے، کل کس کی باری ہے؟ کل مَیں کہاں رہوں گا ..... چنانچہ ازواجِ مطہرات نے آپ کی مرضی اور منشا کو سمجھ کر عرض کی ...... یارسول اللہ آپ جہاں چاہیں قیام کریں، ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں! چنانچہ آپ اپنی وفات سے آٹھ دن پہلے سوموار کے دن سیّدہ عائشہؓ کے گھر منتقل ہو گئے ..... آپ سیّدہ عائشہؓ کے حجرے میں اپنے آخری لمحات تک کے لیے بلکہ قیامت تک کے لیے تشریف لے آئے۔

کیفیتِ مرض

جب نبیٔ اکرمؐ کو حضرت علیؓ اور سیدنا عباسؓ نے سہارا دے کر سیّدہ عائشہؓ کے حجرے میں پہنچایا اس وقت بیماری اور مرض نے مکمل طور پر آپ پر غلبہ پا لیا تھا۔ اور پوری شدت اختیار کر لی تھی، چنانچہ سیدنا فاروقِ اعظمؓ، ابوسعید خدریؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر کئی صحابہ کہتے ہیں کہ آپ کا جسم بخار کی تپش سے اس طرح ہو گیا تھا کہ کسی کا ہاتھ آپ کے جسم اطہر پر ٹھہر

نہیں سکتا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جسم اطہر پر جو چادر اوڑھ رکھی تھی حرارت اور تپش اس کے اوپر سے بھی محسوس ہوتی تھی ۔

عبداللہؓ بن مسعود نے عرض کی یا رسول اللہؐ ، آپ کو شدید ترین بخار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا ہاں ، جتنا تم دو آدمیوں کو بخار آتا ہے ، اتنا مجھ اکیلے کو بخار آتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انھوں نے عرض کی ، یا رسول اللہؐ! آپ کا اجر بھی دوگنا ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا ، مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ، جب بھی کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے اللہ تعالیٰ اس کے بدلے اس مسلمان کے گناہ اس طرح گرا دیتا ہے جس طرح پت جھڑ کے موسم میں درختوں سے پتے گرتے ہیں ۔

رفیقِ اعلیٰ کی تمنا اور طلب

ایک روز آپ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عائشہ! یہ اسی زہر کا اثر ہے جو خیبر میں ایک یہودی عورت نے کھانے میں ملا دی تھی ۔ (بخاری)

(اللہ تعالیٰ اپنے محبوب رسولؐ کو بہت سارے اوصاف و خصائل خوبیوں اور کمالات سے نواز چکا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سید الانبیا بھی بنایا اور خاتم النبیین بھی ، امام المرسلین بھی بنایا اور شفیع المذنبین بھی ۔ رحمۃ اللعالمین بھی بنایا اور محبوب ربّ العالمین بھی ، صاحب قرآن ہونے کے شرف سے بھی نوازا اور صاحب معراج بھی بنایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پیغمبر کو شہادت کے رتبے سے بھی نوازنا چاہتے ہیں) بخاری کی روایت ہے کہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ نبیؐ اکرم جب بھی کبھی بیمار ہوتے تو مختلف دعائیں (سورۃ اخلاص ، علق ، ناس) پڑھتے

اور اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان دعاؤں میں ایک دعا یہ تھی ۔

اَذْھِبِ الْبَأسَ رَبَّ النَّاسِ بِیَدِکَ الشِّفَا لَا شَافِیَ اِلَّا اَنْتَ وَاشْفِ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا ۔

اے انسانوں کے پالنہار تکلیف دور کر دے ، شفا صرف تیرے ہاتھ میں ہے تیرے سوا کوئی شفا دینے والا نہیں ، ایسی شفا عطا کر کہ کوئی تکلیف باقی نہ رہے ۔

فرماتی ہیں آپ کی بیماری کی شدت دیکھ کر میں نے یہی دعا پڑھی اور آپ کے ہاتھ مبارک آپ کے جسم مبارک پر پھیرنے لگی تو آپ نے ہاتھ چھڑا لیے اور فرمایا ۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِیْ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی ۔

اے میرے اللہ! میری مغفرت فرما ، مجھ پر رحم کر اور مجھے رفیقِ اعلیٰ سے ملا دے ۔

امّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضؓ فرماتی ہیں جب آپ نے اس طرح دعا کرنی شروع فرمائی تو میں سمجھ گئی کہ نبیؐ اکرم دُنیا کو چھوڑ کر آخرت کو پسند فرما چکے ہیں اور اب آپ جلد ہم سے رخصت ہو جائیں گے ۔

شدتِ مرض میں بھی نماز مسجد میں

بیماری کی شدت اور بخار کی زیادتی اور نقاہت و کمزوری کے باوجود آپ نماز کے لیے مسجد میں تشریف لے جاتے رہے اور امامت فرماتے رہے

واقعہ قرطاس

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چار روز پہلے یعنی جمعرات کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان لوگوں سے

فرمایا جو عیادت و تیمار داری کے لیے وہاں موجود تھے ..... لکھنے کا سامان لاؤ تاکہ میں تمہیں ایک تحریر لکھ دوں کہ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ تم اس کے بعد کبھی گمراہ نہیں ہو و گے ...... یہ سن کر کچھ لوگوں کا خیال بنا کہ تعمیل ارشاد کی جائے ..... مگر جن کو تکلیفِ رسول کا خیال تھا وہ تعمیلِ ارشاد میں ہچکچائے ..... صرف سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ ہمیں گمراہی سے بچانے کے لیے اللہ کی کتاب کافی ہے۔

سیدنا فاروقِ اعظم کی عظمت و ذہانت

فاروقِ اعظمؓ کے اس خوبصورت جواب اور جملے سے اُن کی ذہانت و فراست اور حکمت جھلک رہی ہے۔ ذرا تین ماہ پیچھے جائیے حجۃ الوداع کے موقع پر جب دین کی تکمیل ہو گئی تھی اور امام الانبیاءؑ نے فرمایا تھا میں تم میں اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں ..... لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ جب تک اس کو چنگل مارے رکھو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے۔ آج اپنی وفات سے چار دن قبل رحمتِ کائنات امتحان لینا چاہتے ہیں کہ انہیں حجۃ الوداع کی میری نصیحتیں اور وصیتیں یاد ہیں یا بھول گئے ہیں؟ سیدنا فاروقِ اعظم حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہ کہہ کر سو میں سے سو نمبر لے کر پاس ہو گئے اور رسولِ انور نے خاموش رہ کر انکی تائید فرمائی۔

سیدنا عمر پر اعتراض کا جواب

آج یہ کہتے ہوئے لوگوں کو شرم و حیا نہیں آتی کہ عمر نے نبی اکرمؐ کی نافرمانی کی ..... اور نبی اکرم کو کاغذ اور قلم لا کر نہیں دیا۔

کیا نبی اکرم نے صرف سیدنا عمر ہی کو کہا تھا کہ کاغذ لاؤ ..... اگر

حضرت عمرؓ کا نام لے کر فرمایا تھا پھر تو تمہارا الزام اور اعتراض درست ہے، اور اگر اہلِ مجلس کو کہا تو پھر قصوروار صرف فاروقِ اعظمؓ کیوں ہے؟

دوسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ اس واقعہ کے بعد تقریباً چار روز نبی اکرمؐ زندہ رہے مگر پھر آپ نے قلم کاغذ لانے کا حکم کسی کو نہیں دیا...... اگر یہ تحریر امت کی بھلائی کیلئے ضروری ہوتی تو بعد میں نبی اکرمؐ ضرور لکھواتے..... معلوم ہوتا ہے کہ نبیؐ اکرم عمر فاروقؓ کے جواب سے مطمئن ہو گئے تھے۔

سیدنا علیؓ بھی تو وہاں موجود تھے اور بقول تمہارے حضورِ اکرمؐ ان ہی کی خلافت لکھوانا چاہتے تھے تو انہیں چاہیئے تھا کہ وہ قلم اور کاغذ لاتے اور یہ تحریر حاصل کرتے مگر سیدنا علیؓ نے بھی ایسا نہ کر کے عمر فاروقؓ کے جواب کی توثیق اور تصدیق کر دی۔

اس سلسلہ میں ایک بات جو قابلِ غور ہے کہ اتنا اہم موقع اور بیسیوں صحابہ آپ کے قریب موجود مگر کوئی صحابی اسے روایت نہیں کرتا صرف عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہٗ روایت کرتے ہیں جن کی عمر اس وقت تیرہ چودہ سال ہے اور ظاہر بات ہے کہ اس عمر کے بچے ایسے مواقع پر قریب نہیں ہوتے ...... پھر دوسری بات قابلِ غور یہ ہے کہ ابنِ عباس کے ہزاروں شاگردوں میں سے صرف ان کے بیٹے عبیداللہ اور ایک شاگرد سعید بن جبیرؓ نقل کرتے ہیں۔ ان دونوں کے سوا دوسرا کوئی شاگرد اس روایت کو نقل نہیں کرتا...... آخر کیوں۔

امام ابنِ تیمیہؒ کیا فرماتے ہیں

علامہ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے کاغذ منگوایا تھا سیدنا صدیق اکبرؓ کی خلافت و امامت لکھوانے کے لیے...... ان کی اس رائے کی تائید

بخاری کی وہ روایت ہے جس میں نبی اکرمؐ نے سیدہ عائشہؓ سے فرمایا کہ میرا ارادہ ہوا کہ تیرے باپ ابو بکر اور تیرے بھائی عبداللہ کو بلواؤں اور ان کے لیے خلافت وامامت کا فرمان لکھوا دوں تاکہ میرے بعد کہنے والے کچھ نہ کہہ سکیں اور آرزو کرنے والے کسی قسم کی آرزو نہ کریں مگر پھر میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا اور کہا کہ ابوبکرؓ کی خلافت لکھوانے کی کوئی ضرورت نہیں ...... اس لیے کہ یَاْبَی اللّٰهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا لِاَبِیْ بَکْرٍ اللہ تعالیٰ اور مومنین ابوبکر کے سوا کسی اور کی خلافت پر راضی نہیں ہوں گے اور قبول نہیں کریں گے۔

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ رسولِ رحمت نے فرمایا۔

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ یَّخْتَلِفَ النَّاسُ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ....

اللہ کی پناہ کہ لوگ ابوبکر کی خلافت میں اختلاف کریں۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ سیدنا ابوبکر کی خلافت لکھوانے کے لیے قلم اور کاغذ منگوانا چاہتے تھے۔

امام الانبیاءؐ کا آخری خطبہ اپنی وفات سے پہلی جمعرات کو ظہر کی نماز آپ نے مسجد نبوی میں پڑھائی، طبیعت انتہائی بوجھل، سر میں درد اور بخار کی شدت تھی۔ سر مبارک پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ نماز کے بعد آپ نے اپنے صحابہ کو آخری خطاب فرمایا۔ اس خطبہ کو خطبۂ مرض الموت بھی کہتے ہیں۔ اس میں آپ نے بہت سی باتیں انتہائی بلاغت اور اختصار سے بیان فرمائیں۔

اختیارِ آخرت آپ نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.... (دارمی، مشکوٰۃ)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہنا چاہتے ہو

یا آخرۃ یعنی ہماری رفاقت کو پسند کرتے ہو تو اس بندے نے آخرت کو پسند کرلیا ..... فَاخْتَارَ الْاٰخِرَۃَ (دارمی۔ مشکوٰۃ)

حضرات گرامی! تھوڑی دیر کے لیے رکیے اور آگے بڑھنے سے پہلے سوچیئے کہ امام الانبیاءؑ کیا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو اختیار دیا اور بندے سے مراد خود رحمتِ کائنات ہیں، جس طرح آگے آپ سن لیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے نبیؐ اکرمؐ کو اختیار دیا بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ..... کہ میرے پیغمبر! تم کو کون سی زندگی پسند ہے ... دنیوی یا اُخروی؟ تو نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کی زندگی کو پسند نہیں فرمایا اور اُخروی زندگی کو پسند فرمایا .....

آج ہم اشاعت التوحید والسنہ سے تعلق رکھنے والے بھی نبی اکرمؐ کے لیے وہی زندگی مانتے اور پسند کرتے ہیں جو خود نبی اکرمؐ نے پسند کی، مگر ہمارے مہربان جو اپنے آپ کو حیاتی کہتے نہیں تھکتے، ان کا خیال یہ ہے کہ نہیں ..... ہم تو نبی اکرمؐ کے لیے اس حیاتِ دنیویہ کے قائل ہیں جو خود حضور کو پسند نہیں تھی! سبحان اللہ! آپ کی خواہش اور آرزو تھی حیاتِ اخرویہ کی ..... مگر یہ عاشق کہتے ہیں کہ ہم نبیؐ اکرمؐ کی یہ خواہش پوری نہیں ہونے دیں گے ...... آپ اخروی حیات پسند کرتے ہیں۔ مگر ہم تو دنیوی حیات ہی تسلیم کریں گے ...... اور اس پر ظلم یہ دعویٰ کہ اصل حیاتی ہم ہیں اور اشاعت والے حیات النبیؐ کے منکر ہیں۔

اصل حیاتی کون

سنو اور کان کی کھڑکیاں کھول کر سنو! کہ اصل حیاتی تو ہیں ہی اشاعت التوحید والسنۃ والے جو نبی اکرم کے لیے وہ حیات اور زندگی تسلیم کرتے جو حیات اور جو زندگی نبیؐ اکرمؐ

نے خود پسند فرمائی یعنی اخروی اور برزخی حیات جو دنیوی حیات سے ہر لحاظ سے اعلیٰ ہے۔

ایک اٹل حقیقت

آج اس نازک موضوع کو بیان کرتے ہوئے سادہ لوح عوام کے جذبات بھڑکائے جاتے ہیں کہ اشاعت التوحید والے مماتی ہیں اور حیات النبی کے منکر ہیں اور ہم حیاتی ہیں . . . . . آیئے آج آپ کو یہ حقیقت بھی تبلاؤں اور علماء کا دیا ہوا یہ چکر بھی حل کر دوں . . . . . یاد رکھیے ہم اور وہ دونوں جماعتیں مماتی ہیں . . . . . وہ بھی قائل ہیں کہ نبی اکرمؐ پر موت وارد ہوئی اور ہم بھی قائل ہیں . . . . . وہ بھی موت کو تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی، اس لحاظ سے دونوں مماتی ہوئے . . . . . اب رہ گئی نبیؐ اکرم کی حیات کی بات . . . . تو ہمارے دوستوں کے سر پر قرآن رکھ کر پوچھو کہ کیا دونوں حیات کے قائل نہیں . . . . . دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی حیات کا منکر نہیں . . . . حیات میں اختلاف نہیں ہے حیات کی نوعیت اور حقیقت میں اختلاف ہے . . . . . ہمارے دوست کہتے ہیں کہ وفات کے بعد نبی اکرمؐ کی حیات دنیوی ہے اور اسی قبر میں آپ زندہ ہیں ، اور ہم کہتے ہیں کہ نہیں ، وفات کے بعد آپ کی حیات اخروی اور برزخی ہے ، جس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پسند فرمایا . . . . آپ کا جسم مبارک اسی قبر میں قیامت تک محفوظ رہے گا جس کو مٹی اور کیڑے مکوڑے نقصان نہیں پہنچا سکتے اور آپ کی روح مبارک جنت الفردوس کے اعلیٰ مقام میں رہے گی . . . . آخرت کی زندگی جس کے ہم قائل ہیں وہ دنیوی حیات سے کئی درجے

اعلیٰ، اطیب، اقوم ہے۔ وہ اکمل، اجمل، ارفع، انفع، اَدوم ہے وہ افضل، اولیٰ، ازکیٰ، اعظم، ابقیٰ، اقویٰ، اور اشرف ہے۔
قرآن کہتا ہے۔ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی ..... لوگو تم دنیا کی زندگی کو پسند کرتے ہو اور آخرت بہتر بھی ہے اور باقی رہنے والی بھی ...... ایک اور جگہ پر فرمایا۔ وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی ..... اور آخرت آپ کے لیے پہلی زندگی سے بہتر ہے ....

بات دور نکل گئی میں عرض کر رہا تھا کہ نبی اکرمؐ زندگی کا آخری خطبہ دیتے ہوئے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَیَّرَ عَبْدًا بَیْنَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا ہے کہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے یا آخرت میں اللہ کے قرب میں آنا چاہتا ہے اس بندے نے آخرت کو پسند کر لیا .... سب صحابہ خاموشی سے سنتے رہے مگر رازدارِ نبوّت کی چیخ نکل گئی اور روتے ہوئے کہا ...

فراستِ ابوبکرؓ

فِدَاکَ اَبِیْ وَاُمِّیْ ..... یَارَسُوْلَ اللّٰہِ آپ پر ابوبکرؓ کا باپ بھی قربان اور ماں بھی قربان! .... سب صحابہ حیران و پریشان کہ اس میں رونے کی اور آنسو بہانے کی کون سی بات ہے؟ آپ تو ایک بندے کا ذکر فرما رہے ہیں ... مگر ابوبکرؓ جو ان سب میں بڑے عالم اور زیرک انسان تھے وہ سمجھ گئے کہ بندے سے مرادِ خود نبیؐ اکرم کی ذاتِ گرامی ہے، اور اب آپ ہمارے پاس رہنا نہیں چاہتے ....

خطبہ کا موضوع بدل گیا

نبیِ پاک نے ابوبکر صدیقؓ کو چُپ کراتے ہوئے کہا .... ابوبکر اپنے اوپر رحم کرو اور ٹھہرو .... پھر مسجد کی طرف کھلنے والے تمام دروازوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا - لَا تُبْقَيَنَّ خَوْخَةٌ فِي الْمَسْجِدِ یہ جتنے گھروں کے دروازے مسجد کی طرف کھلتے ہیں بند کر دیے جائیں اِلَّا خَوْخَةُ اَبِي بَكْرٍ .... ہاں صرف ایک گھر کی کھڑکی مسجد کی طرف کھلی رہے گی اور وہ گھر ابوبکر کا ہے -

(اس حکم میں بھی سیدنا صدیقِ اکبر کی خلافت و امامت کی طرف اشارہ ہے کہ انھیں امورِ مملکت نمٹانے کے لیے اکثر اوقات مسجد میں آنا پڑے گا ، اس لیے ان کے گھر کا دروازہ مسجد نبوی کی سمت کھلا رہنا چاہیے)

لوگو! جان و مال اور صحبت و رفاقت کے اعتبار سے مجھ پر سب سے زیادہ احسان کرنے والا صدیقِ اکبر ہے ..... ابوبکر سے بڑھ کر میرا کوئی محسن نہیں ، جس جس نے مجھ پر کوئی احسان کیا میں نے اس کے احسان کا بدلہ اتار دیا ہے ، مگر ابوبکر ! اس کے احسانات کا بدلہ اتارنے کی میں نے بڑی کوشش کی ہے وہ مجھ سے نہیں اتارا گیا ، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ابوبکر کو اس کا بدلہ عطا فرمائے گا -

پھر فرمایا ؛ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْلًا سِوَى اللّٰهِ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا ... اگر میں اپنے پروردگار کے علاوہ کسی کو اپنا جانی دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا .... ہاں ابوبکر کے ساتھ اسلامی اخوت اور محبّت کا تعلق ہے .... میرا جتنا تعلق ابوبکر سے ہے، اسلامی

محبت و اخوت کا، اس میں کوئی دوسرا ابو بکرؓ کے ہمسر اور برابر نہیں ہو سکتا۔
غرضیکہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں سیدنا ابو بکرؓ کے وہ فضائل اور مناقب اور کمالات اور اوصاف بیان فرمائے کہ جن میں کوئی دوسرا صحابی ان کا شریک نہیں تاکہ لوگوں کے سامنے ان کی فضیلت، رفعت، عظمت اور برتری واضح ہو جائے اور ان کی خلافت و امامت میں کوئی اختلاف نہ رہ سکے۔

قبر پرستی سے منع فرمایا

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:
اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ وَصَالِحِيْهِمْ مَسَاجِدَ ......
خبردار! میری بات غور سے سنو، تم سے پہلے لوگوں نے اپنے انبیاء اور نیک آدمیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا تھا اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ مسلم خبردار اے میری امت کے لوگو! تم ہرگز قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا۔ میں تم کو اس سے منع کر رہا ہے۔
اس خطبہ میں بھی فرمایا اور بعد میں بھی بارہا اس جملے کو دہرایا کہ۔۔۔
لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِهِمْ مَسَاجِدَ ...... اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہودیوں پر اور عیسائیوں پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا۔
سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُعْبَدُ ...... اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بنانا......
ذرا غور فرمائیے، میری قبر کو بت نہ بنانا، یارسول اللہ! قبر بھی بت بنتی ہے یا بن سکتی ہے...... فرمایا، ہاں کبھی کبھی قبر بھی بت بن جایا کرتی ہے یارسول اللہ کب ...... فرمایا يُعْبَدُ جس قبر کی پوجا پاٹ شروع ہو

جائے وہ قبر بُت ہوتی ہے، جس قبر پر سجدے ہوں اور لوگ اس کے آگے ہاتھ باندھ کر قیام کریں وہ قبر بت ہے، جس قبر پر نذریں نیازیں تقسیم ہوں اور منتیں مانی جائیں وہ بُت ہے

لمحۂ فکریہ آج کا قبر پرست بھی کہتا ہے اور مُردوں کو سنانے کا شوقین بھی کہتا ہے کہ قرآن کی جن آیات میں یہ تذکرہ آیا ہے کہ مشرکین جن کو پکارتے ہیں وہ کسی شے کے مالک نہیں اور وہ ان کی پکاریں اور صدائیں نہیں سنتے اور ان کے ذرہ برابر کام نہیں آسکتے وغیرہ وغیرہ، ان سے مراد بت ہیں جن کو نبی اکرمؐ کے زمانے کے لوگ پکارتے ہیں ہیں اور دیکھو جی! اشاعت التوحید والوں کی زیادتی کہ وہ بتوں والی آیتیں ہم قبر پرستوں اور بزرگوں پر فٹ کر رہے ہیں۔

مَیں کہتا ہوں یہ پڑھے لکھے جاہلوں کا ان پڑھوں کو دھوکہ ہے۔۔۔ نبی اکرم کے زمانے کے مشرکین جو مورتیوں کے پجاری تھے وہ نرے پتھر نہیں پوجتے تھے بلکہ پتھر کی ایک مورتی بناتے تھے کسی نبی کی یا کسی بزرگ کی۔۔۔۔ پھر تصویر اور مورت بنا کر ان کا عقیدہ اور نظریہ یہ ہوتا تھا کہ جس بزرگ کی یہ مورتی ہے اس بزرگ کی روح کا اس مورت سے تعلق ہے اور وہ ہماری بات سنتے بھی ہیں اور دیکھتے بھی ہیں۔۔۔۔ اور خوش ہو کر ہماری التجا اور درخواست اللہ تک پہنچا دیتے ہیں

يَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ

اور جو لوگ قبروں میں مدفون بزرگوں کو اور اولیاء اللہ کو پکارتے ہیں ان کا عقیدہ و نظریہ بھی یہی ہے کہ اس بزرگ کی روح کا جسم سے یا قبر سے تعلق ہے اور یہ ہماری آواز اور پکار کو سنتے بھی اور ہمیں دیکھتے بھی ہیں۔

عقیدہ اور نظریہ دونوں کا ایک ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان کے بت کھڑے ہوتے تھے اور ان کے بت پڑے ہوتے ہیں! ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دونوں بتوں کے پجاری۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس قبر کی پوجا پاٹ کی جائے وہ قبر بت بن جاتی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اب تو ہمارے مہربان سیخ پا نہیں ہوں گے کہ ہم بتوں والی آیتیں ان پر فٹ کرتے ہیں چاہے وہ بت بزرگوں کی مورتیوں کی صورت میں ہوں یا وہ بت بزرگوں کی قبروں کی شکل میں ہوں۔

حیف اور تعجب ہے ان لوگوں پر جو یہ کہتے نہیں تھکتے کہ نبی اکرم کے زمانے کے مشرکین بت پرست تھے اور قرآن نے بت پرستی سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ وہ بُت تمہاری بات نہیں سنتے اور تمہارے کسی کام نہیں آ سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ذرا غور تو کیجیے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جملوں پر کہ

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ

۔ ۔ ۔ ۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو یہودیوں اور عیسائیوں پر ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں یا رسول اللہ! کیا اس لیے کہ وہ بتوں کی عبادت کرتے ہیں؟ فرمایا، نہیں بلکہ اس لیے کہ اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَاءِ هِمْ مَسَاجِدَ انہوں نے اپنے اپنے نبیوں کی قبروں کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جی ہاں! نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

جو لوگ نبیوں کی قبروں پر سجدے کرتے ہیں اور ہر وہ فعل اور کام جو مسجد میں ہونا چاہیئے گا اور ہر وہ تعظیم جو اللہ اور اللہ کے گھر کے لیے ہونی چاہیئے تھی وہ فعل اور وہ کام اور وہ تعظیم نبیوں کی قبروں پر خرچ کرتے تھے ان پر رحمۃ للعالمین پیغمبر نے لعنت فرمائی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

آج کا قبر پرست نبیوں کی قبروں کو نہیں، ہر ایسے غیرے کی قبر کو

پوجتا ہے ..... آج ان کی قبریں بھی پوجی جارہی ہیں جنہوں نے ساری زندگی کبھی نماز نہیں پڑھی ..... جو شعائرِ اسلام کا مذاق اڑاتے تھے .... لے آج تو ان کی قبریں بھی پوجی جارہی ہیں جو زندگی میں کبھی لباس نہیں پہنتے تھے اور گندی زبان استعمال کرتے تھے .... جو لوگ نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنائیں ان پر رب کی لعنت اور پھٹکار برستی ہے اور جو عام لوگوں کی یا بزرگوں کی قبریں پوجتے ہیں کیا ان پر رحمت برسے گی ؟

دوام کسی کے لیے نہیں

پھر آپ نے فرمایا۔ لوگو! مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو ... مجھ سے پہلے کتنے نبی مبعوث ہوئے، ان میں سے کوئی نبی ایسا تھا جو امت میں ہمیشہ رہا ہو ..... ہر نبی امت میں آیا اور وقت گزار کے چلا گیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ الْخُلْدَ (انبیاء) ہم نے آپ سے پہلے کسی بشر کے لیے دوام نہیں رکھا۔

خبردار! میں بھی اپنے اللہ سے ملنے والا ہوں اور تم بھی اپنے اللہ سے ملاقات کرنے والے ہو۔ (البدایہ والنہایہ)

آخری نماز باجماعت اور سیدنا ابوبکرؓ کی امامت

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کا یہ آخری خطبہ ارشاد فرمایا اور اپنے گھر تشریف لے آئے، اس کے بعد عصر اور مغرب کی نماز آپ نے خود پڑھائی اور مغرب کی نماز میں سورت والمرسلات تلاوت فرمائی۔

عشا کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی، غنودگی اور نیم بے ہوشی کی سی کیفیت طاری ہوگئی۔ افاقہ ہونے پر دریافت فرمایا۔

اَصَلَّی النَّاسُ ؟ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ؟
قَالُوْا لَا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ .....
یارسول اللہ! لوگوں نے ابھی تک نماز نہیں پڑھی ، وہ مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں ۔

فرمایا ۔ پانی لاؤ ، میں غسل کر کے لوگوں کو نماز پڑھاؤں ..... پانی لایا گیا ، غسل فرمایا ، مگر پھر غشی آگئی ..... افاقہ ہوا تو پھر پوچھا ، اَصَلَّی النَّاسُ ..... کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ قَالُوْ لَا یَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَھُمْ یَنْتَظِرُوْنَکَ ..... پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے جواب دیا یارسول اللہ! مسجد میں تمام صحابہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں ۔ فرمایا ۔ پانی لاؤ ، وضو کراؤ ، میں لوگوں کو نماز پڑھاؤں مگر اس مرتبہ بھی غشی آگئی ..... افاقہ ہونے پر پھر پوچھا ، لوگوں نے وہی جواب دیا ۔

بلال نے اطلاع دی ۔ آقا! لوگ تیری دید کے منتظر ہیں .....
مسجد تیرے جاں نثاروں سے بھری ہوئی ہے اور وہ سب انتظار کر رہے ہیں ..... ادھر غشی پر غشی آرہی ہے ۔ جب دیکھا کہ مسجد میں جانا مشکل ہے تو فرمایا ..... لوگوں سے کہو! میرا انتظار نہ کریں مُرُوا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ..... ابوبکر سے کہو میرے مصلّٰی پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا دے ۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے سُنا کر میرے بابا کو رحمتِ کائنات اپنی جگہ پر کھڑا فرما رہے ہیں تو عرض کیا! آقا! میرے بابا رقیق القلب ہیں ، بڑے نرم دل ہیں ۔ وہ آپ کی جگہ پر کھڑے نہیں ہو سکیں گے ، اس لیے آپ حضرت عمر کو حکم دیں تاکہ وہ نماز پڑھائیں ۔

مگر نبیٔ اکرم نے فرمایا مُرُوا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ - ابوبکر ہی کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں . . . . سیدہ عائشہ نے دوبارہ اور پھر تیسری بار یہی درخواست کی اور نبیٔ اکرم نے ہر بار فرمایا - ابوبکر کو کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں ، چنانچہ سیدنا ابوبکرؓ نے آپ کے حکم سے جمعرات کے دن عشا کی نماز پڑھائی اور پھر نبیٔ اکرم کی زندگی میں سترہ نمازوں کی امامت فرمائی -

یہ ابوبکرؓ کی خلافت کی طرف اشارہ تھا

آج ایک طبقہ کہتا ہے کہ سیدنا علیؓ خلیفہ بلا فصل ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ . . . . . بھلا کوئی پوچھے ، مولا کا معنی خلافت کہاں لکھا ہوا ہے . . . . . امامت و خلافت مولیٰ کہنے سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ خلافت و امامت مُرُوا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ سے ثابت ہوتی ہے . . . ارے خلیفہ بلا فصل وہ ہوگا جس کو رحمتِ کائنات ؐ نے اپنی زندگی میں امت کا امام بنایا . . . . . اور جس کے پیچھے سیدنا علیؓ نے بھی نمازیں پڑھیں! ہاں خلیفہ بلا فصل وہ ہے جس کو رحمت کائنات ؐ نے آگے کیا اور اپنے رشتے داروں ، اپنے چچا اور چچا زاد بھائیوں کو ابوبکرؓ کے پیچھے کھڑا کیا -

رحمت کائنات ؐ ایک روز پھر مسجد میں

اپنی وفات سے ایک دن پہلے اتوار کو یا دو دن پہلے ہفتہ کو ظہر کی نماز کھڑی ہے اور سیدنا ابوبکرؓ امام ہیں . کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت قدرے بہتر ہوئی . . . . فرمایا مجھے مسجد میں لے چلو ، میں آج نماز مسجد میں پڑھنا چاہتا ہوں ! دو

آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے، کمزوری اور نقاہت کی وجہ سے قدم مبارک زمین پر گھسٹتے ہوئے آ رہے ہیں۔۔۔ اِدھر آپؐ مسجد میں داخل ہوئے، اُدھر ابوبکرؓ کو معلوم ہوا کہ امام الانبیاءؐ تشریف لاتے ہیں۔۔۔۔ ابوبکرؓ نے مصلیٰ سے پیچھے ہٹنا اور سرکنا شروع کیا۔ اور رحمتِ کائنات نے فرمایا مَکَانَكَ یَا اَبَا بَکْرٍ، مَکَانَكَ یَا اَبَا بَکْرٍ، مَکَانَكَ یَا اَبَا بَکْرٍ۔۔۔۔ ابوبکر کھڑے رہو ابوبکر کھڑے رہو، ابوبکر کھڑے رہو۔ آج میں نماز پڑھانے نہیں آیا، آج یہ دیکھنے آیا ہوں کہ تیری امامت کا منکر کون ہے۔ آج میں تجھے ہٹانے نہیں، مصلیٰ پر ٹکانے آیا ہوں، مگر ابوبکرؓ سچے عاشقِ رسول تھے نا! ابوبکر کی محبت صادق تھی نا! اس لیے وہ نبی اکرمؐ کی موجودگی میں مصلے پر کھڑے نہ رہ سکے بلکہ پیچھے ہٹ آئے اور نبی اکرم ابوبکر کی دائیں جانب بیٹھ گئے اور قرآت کو وہیں سے شروع فرمایا، جہاں سے ابوبکر نے چھوڑی تھی۔۔۔۔ یہ نماز نبیِ اکرمؐ نے پڑھائی اور آپ کی آواز میں چونکہ ضعف تھا اس لیے ابوبکر نے مکبّر کے فرائض انجام دیے۔

فاتحہ خلف الامام!

نبی اکرمؐ نے اس نماز میں قرآت کو وہیں سے شروع فرمایا جہاں سے ابوبکرؓ نے چھوڑا تھا۔

ایک روایت میں آتا ہے۔ اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْقِرَاۃِ مِنْ حَیْثُ کَانَ بَلَغَ اَبُوْبَکْرٍ (مسند احمد ۲۳۲/۱)

نبی اکرمؐ نے قرأۃ کو وہیں سے شروع فرمایا جہاں تک ابوبکرؓ قرأت کر چکے تھے۔

مسند احمد کی ایک اور روایت میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ نبی اکرم نے سورت کے اس مقام سے قرأت شروع کی جہاں تک ابوبکر قرأت کر چکے تھے۔

ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ نبی اکرمؐ کی زندگی کی آخری نماز میں یا تو پوری سورۃ فاتحہ چھوٹ گئی تھی یا اکثر حصہ ..... بتلایئے نبی اکرمؐ کی وہ نماز ادا ہوئی یا نہیں ؟ اگر ادا ہو گئی اور یقیناً ادا ہو گئی تو پھر کہاں ہیں وہ لوگ جن کی ہر تقریر اور تحریر میں یہ بات دہرائی جاتی ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی ..... اگر ان لوگوں کی یہ بات درست مان لی جائے تو پھر نبی اکرمؐ کی یہ نماز ہرگز صحیح نہ ہوتی ..... امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آخری عمل سے اور اس آخری فعل سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مقتدی کے لیے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا ضروری اور لازم نہیں ہے۔

اور یہی مسلک اور یہی خیال امامِ اعظم امام ابوحنیفہؒ کا اور ان کی اقتدا کرنے والے کروڑوں مقلدین کا ...... اور یہی حکم ہے قرآنِ مقدس کا وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور خاموش رہو ..... سیدنا ابنِ مسعود کا خیال ہے کہ یہ آیت نماز کے بارے میں اتری ہے۔ (ابنِ جریر) ابنِ عباس کا بھی یہی خیال ہے (کتاب القرأت) امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ اَجْمَعَ النَّاسُ عَلٰى اَنَّهَا نَزَلَتْ فِي الصَّلٰوةِ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۴۱۲)

سب لوگوں کا اس بات پر اتفاق اور اجماع ہے کہ یہ آیت نماز

کے بارے میں نازل ہوئی۔

اور یہی حکم ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا اِذَا قَرَاءَ فَانْصِتُوا (مسلم جلد ۱ صفحہ ۱۷۴) جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

ابوبکر پیچھے ہٹ گئے

فاتحہ خلفِ امام کی بات تو ضمناً آگئی۔ تو میں نے بیان کر دی۔۔۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ نبیِ اکرمؐ کے فرمانے کے باوجود ابوبکرؓ نے مصلیٰ چھوڑ دیا۔۔ نماز کے بعد امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ابوبکرؓ میں نے کہا جو تھا کہ کھڑے رہو مگر تم ہٹ کیوں گئے۔۔۔۔ عاشق صادق نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! ابو قحافہ کے بیٹے کی یہ جرأت کہ آپ کی موجودگی میں وہ نماز پڑھائے۔۔۔۔۔۔

آج کے جھوٹے عاشق کا کردار

مگر آج کے نام نہاد اور جھوٹے عاشق کا گھناؤنا کردار دیکھیے کہتا ہے امام الانبیاء ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں۔۔۔۔ وہ نعتیں پڑھتا ہے ؏

دم بدم پڑھو درود کہ حضرتؐ بھی ہیں یہاں موجود

یہ نبی اکرمؐ کو حاضر ناظر بھی مانتا ہے مگر امامت خود کراتا ہے۔۔۔۔ یہ نبی اکرمؐ کی موجودگی میں مصلے پر کھڑا ہوتا ہے اور پھر عشقِ رسول کا دعویدار بھی ہے!

حیاتِ مبارکہ کا آخری دن

سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوموار کا دن تھا اور صبح کی نماز مسجد میں ادا ہو رہی تھی، حسبِ معمول سیدنا صدیقِ اکبر

امامت فرما رہے تھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعتِ مبارکہ پُرسکون ہوئی، آپ نے حجرۂ مبارکہ کی کھڑکی پر پڑا ہوا پردہ سرکایا..... دیکھا کہ مسجد میں صحابہ صفیں باندھے کھڑے ہیں اور رازدارِ نبوت امام بنا ہوا ہے۔ آپ نے یہ خوبصورت منظر دیکھا تو مسکرائے فَتَبَسَّمَ (گویا کہ ابوبکر کو اپنی جگہ پر کھڑا دیکھ کر خوش ہوئے اور تبسم فرمایا۔

صحابۂ کرام نے آہٹ محسوس کی تو حجرے کی جانب کھڑے لوگ فرطِ مسرت سے بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ وہ نماز توڑ ڈالیں.. ... صحابہ کرام کہتے ہیں چہرۂ انور ایسے لگتا تھا گویا قرآن کا ورق ہو سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو احساس ہوا تو آپ نے پیچھے ہٹنا چاہا، آپ نے اشارے سے روکا اور پردہ ڈال دیا۔ نبیٔ اکرمؐ کا پردہ اٹھا کر اپنے صحابہ کو دیکھنا، یہ نبوت کے چہرۂ پُرانوار کی آخری جلوہ افروزی تھی اور اصحابِ رسولؐ کے لیے رخِ نبوت کی زیارت کا آخری موقع تھا۔

آج کچھ دیر کے لیے آپ کی طبیعت سنبھل گئی تھی..... بخاری کی روایت میں ہے اس صبح سیدنا علی رضی اللہ عنہٗ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور عیادت کے لیے تشریف لائے..... صحابہؓ نے اُن سے نبی اکرمؐ کی طبیعت کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا اَصْبَحَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَارِئًا یعنی بحمد اللہ بہتر ہیں۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ بھی صبح کی نماز سے فارغ ہو کر سیدھے حجرۂ مبارکہ میں تشریف لے گئے اور آپ کو دیکھ کر سیدہ عائشہؓ سے فرمایا کہ آج آپؐ کی طبیعت بہتر ہے۔ پھر انہوں نے نبی اکرمؐ سے اجازت لی کہ آج میری بیوی حبیبہ بنت خارجہ کی باری ہے اگر اجازت ہو تو وہاں ہو آؤں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ سیدنا صدیقِ

اکبر اجازت ملنے پر مدینہ منورہ سے ایک کوس کے فاصلے پر تشریف لے گئے۔

سیّدہ فاطمہؓ سے سرگوشی

سیدنا علیؓ کی اطلاع اور سیدنا صدیق اکبرؓ کے خیال کے مطابق صبح کے وقت امام الانبیاءؐ کی طبیعت ٹھیک اور پر سکون تھی ...... لوگ تو یہ سمجھ کر آپ کو افاقہ اور اور سکون ہے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے ...... اور دوسری طرف سوموار کا سورج جیسے جیسے چڑھتا گیا، نبی اکرمؐ کی تکلیف میں اضافہ ہوتا گیا، بلکہ غشی کے دورے پڑنے لگے ..... اتنے میں آپ کی لختِ جگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں۔ امّ المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرمؐ نے فاطمہؓ کو داہنی طرف بٹھالیا اور ان کے کان میں چپکے سے ایک بات کہی تو وہ رونے لگیں، پھر دوسرے کان میں چپکے سے کوئی بات کہی تو وہ مسکرانے لگیں۔

نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد ام المومنین کے پوچھنے پر سیدہ فاطمہؓ نے نے بتلایا کہ پہلے تو بابا نے میرے کان میں کہا۔ فاطمہ بیٹیا! شاید تمھاری اور میری جدائی کا وقت آپہنچا ہے، اس لیے کہ ہر سال جبرئیل امین رمضان المبارک میں میرے ساتھ قرآن کا ایک مرتبہ دور کیا کرتے تھے مگر اس دفعہ انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ..... اپنے بابا کی یہ بات سن کر میں رونے لگ گئی ..... پھر میرے بابا نے دوسرے کان میں کہا۔ فاطمہ! غم نہ کرو، میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھے آکر ملوگی، یہ سن کر میں خوشی سے ہنس پڑی۔

چنانچہ نبی اکرمؐ کی وفات کے صرف چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہؓ کا انتقال ہو گیا۔

یہ ملاقات کہاں ہوئی

نبی اکرمؐ کے ان الفاظ پر غور فرمایئے، فرماتے ہیں فاطمہؓ میرے گھر والوں میں تم سب سے پہلے

مجھے آکر ملو گی۔

یہ ملاقات کہاں ہوئی؟ نبی اکرمؐ کی قبرِ منور سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں ہے اور سیدہ فاطمہؓ کی قبر مقدس جنت البقیع میں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان ہستیوں کا اس دنیا میں ملاپ تو نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ تو پھر ماننا پڑے گا کہ اس ملاقات سے مراد عالمِ برزخ اور جنت کی ملاقات ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نبیؐ اکرمؐ کا مطلب یہ تھا کہ وفات کے بعد جہاں میری روح پہنچے گی وہاں تمہاری روح بھی پہنچے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس سے واضح ہوا کہ نبیؐ اکرمؐ کی حیات بعداز وفات حیاتِ دنیوی نہیں بلکہ حیاتِ اخروی اور حیاتِ برزخی ہے۔

سیّدہ فاطمہؓ کی پریشانی اور رونا

نبی اکرمؐ کی طبیعت لحظہ بہ لحظہ خراب ہوتی چلی گئی۔ نزع کا عالم طاری ہوا گھبراہٹ بڑھتی چلی گئی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے بابا کی تکلیف کی شدت کو دیکھ کر ان کے سینے سے چمٹ گئیں اور رونے لگیں اور کہنے لگیں وَاکَرْبَ اَبَاہُ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے میرے بابا کی تکلیف ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے بیٹی کے سر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ بیٹا آج کے بعد تمہارے بابا پر کوئی تکلیف نہیں ہوگی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فاطمہ رو نہیں، میں دُنیا سے رخصت ہو جاؤں تو تم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہنا، یہی ہر ایک کے لیے ذریعہ نجات ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ کو موت کی مصیبت کے وقت بھی صبر کرنے کا حکم دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شیعہ اور اہلسنت کی کتب (جلاء العیون حیات القلوب، کافی وغیرہ) اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو اپنی وفات کے غم میں کپڑے پھاڑنے، چہرے پر طمانچے مارنے، سینہ کوبی کرنے اور چلانے سے منع فرمایا اور مصیبت و غم کے وقت

صبر کرنے کا حکم دیا۔

حالتِ نزع ... سکراتِ موت

طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو بے چینی اور گھبراہٹ بڑھ گئی۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے پانی سے بھرا ہوا پیالہ اپنے پاس رکھوا لیا، اس میں ہاتھ ڈالتے اور اپنے سینے اور چہرے پر پھیر لیتے ..... کبھی غشی آجاتی اور پھر افاقہ محسوس ہوتا، کبھی چہرے کی رنگت سُرخ ہوجاتی اور کبھی زرد ہو جاتی۔ کبھی پاؤں پھیلا لیتے اور کبھی سکیڑ لیتے، کبھی چادر چہرے پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے .... کئی روز سے یہ تکلیف برداشت فرما رہے تھے۔ آج بے اختیار یہ دعائیہ کلمات منہ سے نکلے

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی کَرْبِ الْمَوْتِ اے میرے مولا! میں موت کی سختیاں اور موت کی تلخیاں سہتے سہتے تھک گیا ہوں، اب یہ سب کچھ میری برداشت سے باہر ہے۔ مولا! اب موت کی تکلیف برداشت کرتے میں تو میری مدد فرما۔ پھر فرمایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَات .... اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت کی سختی اور تکلیف تو ہوتی ہی رہی ہے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اور اِنَّ لِلْمَوْتِ سَکَرَاتٍ کا آپس میں کیا تعلق ہے؟ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت کی سختی اور تکلیف تو ہوتی ہی ہے۔ ان دونوں جملوں کا آپس میں کیا ربط ہے؟

ذرا ماضی میں جائیے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پہلے دن کوہِ صفا پر کھڑے ہیں اور اعلانِ نبوّت کرتے ہوئے پیغامِ نبوت سُنایا ہے۔ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا .... اعلانِ نبوّت کے پہلے

دن بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ اور آج زندگی کے آخری دن بھی لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ مگر پہلے دن صرف دعویٰ پیش کیا اس پر دلیل پیش نہیں کی اور زندگی کے آخری روز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ پر دلیل بھی پیش کی۔ اِنَّ لِلْمَوْتِ سَكَرَاتٍ کہ لوگو! مجھ پر موت کی سختیوں اور تکلیفوں کا آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے سوا معبود اور مشکل کشا کوئی نہیں ...... اس لیے کہ اللہ ربّ العزّت کے سوا اگر کوئی دوسرا معبود ہوتا تو پھر میں ہوتا۔ اس لیے کہ میں امام الانبیاء ہوں، سید الاولین والآخرین ہوں۔ سرتاجِ کائنات ہوں صاحبِ معراج ہوں اور صاحبِ قرآن ہوں۔ میرا مقام اور میرا مرتبہ ساری کائنات سے بلند و بالا اور اعلیٰ ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور معبود اور مشکل کشا ہوتا تو میں ہوتا اور اگر میں معبود و مشکل کشا ہوتا تو پھر موت کی تکلیف مجھ پر کبھی نہ آتی۔ موت کی تلخیوں کا مجھ پر آنا اس بات کی دلیل ہے کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ ...... اللہ ربّ العزّت کے سوا کوئی اور معبود و مسجود بننے اور مشکل کشا ہونے کے لائق نہیں۔

صفائیٔ دہن کا خیال اور مسواک

انتقال سے تھوڑی دیر پہلے امّ المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ مزاج پرسی کے لیے آئے۔ ان کے ہاتھ میں تازہ مسواک تھی۔ نبی اکرمؐ نے مسواک کی طرف نظر جما کے دیکھا... امّ المومنین سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کی تمنا فرما رہے ہیں... انہوں نے پوچھا، یارسول اللہؐ! آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا، ہاں۔

امّ المومنین کہتی ہیں۔ میں نے مسواک لے کر آپ کو دیا مگر کمزوری اور نقاہت کی بنا پر آپؐ سے مسواک چبائی نہ جا سکی ...... امّ المومنین نے

مسواک چبا کر نرم کر دی اور اس طرح حضورِ اکرمؐ نے آخری وقت میں صفائی دہن کے لیے مسواک کی . . . . .

زہے نصیب سیدہ عائشہؓ

ام المومنین بطور فخر اور بطور تحدیثِ نعمت کہا کرتی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی آخری ساعت میں میرا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا لعابِ دہن جمع کر دیا اور نبی اکرمؐ دنیا سے جاتے ہوئے میرا جوٹھا منہ میں لے کر گئے ۔

آخری وصیّت

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے سینے سے بلکہ ان کی گود میں سر رکھ کر آپ لیٹے ہوتے تھے ۔ فرماتی ہیں ۔ آپ کے لب ہائے مبارک کو جنبش ہوتی مگر آواز سنائی نہ دیتی تھی ۔ میں نے غور سے سنا تو فرما رہے تھے ۔ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰی اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَاءِ ھِمْ مَسَاجِدَ اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا ۔ . . . . یہ جملے اور یہ بات آپ جمعرات کے دن ظہر کی نماز پڑھا کر اپنے خطبے میں بھی کہہ چکے تھے ۔

پھر فرمایا ۔ اَلصَّلٰوۃَ ، اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ (بخاری) نماز کا خیال رکھنا ، نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے غلاموں اور لونڈیوں کا لحاظ رکھنا (معلوم ہوتا ہے دینِ اسلام میں نماز کی اہمیت بہت زیادہ ہے اسی لیے امام الانبیاءؑ نے آخری وصیت نماز کے متعلق فرمائی ، اسی کو معراج المومنین کہا گیا اور یہی وہ فرض ہے جو نبی اکرمؐ کو اپنے ہاں بلا کر عطا کیا گیا ، دوسری وصیّت غلاموں اور لونڈیوں کے بارے میں فرمائی کہ ان کا خیال رکھنا . . . . میں کہتا ہوں زیرِ دستوں ، ملازموں اور غلاموں

کے حقوق کا تحفظ جس قدر اسلام نے کیا ہے دنیا کا کوئی نظام اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا ۔

اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی

نبی اکرم کا سرِ مبارک سیدہ عائشہؓ کی جھولی میں ہے کہ جبریلِ امین تشریف لے آئے ، ملک الموت اُن کے ہمراہ تھے مگر وہ حجرے سے باہر رہے ۔ ۔ ۔ ۔ جبریلِ امین نے عرض کی یا رسُول اللہ ! ملک الموت حجرے کے باہر کھڑا ہے اور اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ یا رسول اللہ آپ اس دنیا میں رہنا چاہتے ہیں یا رفیقِ اعلیٰ میں آنا چاہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام الانبیاءؑ جبریلِ امین سے پوچھتے ہیں کہ اوپر کیا حال ہے ؟ انہوں نے کہا ۔ اِنَّ اللّٰہَ قَدِ اشْتَاقَ اِلٰی لِقَائِکَ یا رسول اللہ ! اللہ تعالیٰ آپ کی ملاقات کے مشتاق ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رحمتِ کائنات نے بھی اپنی نگاہیں چھت کی طرف اٹھائیں اور کہا اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی مولا ! میں رفیقِ اعلیٰ میں آنا چاہتا ہوں ۔ یہ کہتے ہوئے آپ نے انگلی چھت کی طرف اٹھائی ۔

اُمُّ المؤمنین فرماتی ہیں ۔ میں نے بارہا آپ سے سُن رکھا تھا کہ کسی پیغمبر کی رُوح اس وقت تک قبض نہیں کی جاتی جب تک اس کا مقام جنت میں اس کو نہ دکھا دیا جائے اور ہر پیغمبر کو اختیار دیا جاتا ہے کہ دنیا اور آخرت میں جس چیز کو چاہے اختیار کر لے ۔

جس وقت آپ نے یہ کلمات ادا فرمائے اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی مولا اب میں تیری رفاقت میں آنا چاہتا ہوں ۔ ۔ ۔ یہ کلمات سُن کر میں سمجھ گئی کہ اب نبی کریمؐ ہمارے درمیان رہنا نہیں چاہتے بلکہ

آپ نے قربِ الٰہی اور اُخروی زندگی کو پسند فرما لیا ہے ۔

ام المومنین کہتی ہیں کہ اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی کہتے کہتے آپ کی آنکھیں چھت پر لگ گئیں اور ہاتھ لٹک گیا اور روحِ مبارک جسدِ اقدس سے پرواز کر گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم کے جسم سے روح نکلتے ہوئے جو خوشبو حجرے میں پھیلی ایسی خوشبو میں نے زندگی بھر کبھی نہیں سونگھی ۔

ام المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں ، مجھے یہ فخر حاصل ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات میری گود میں ہوئی ، میری باری کے دن ہوئی ، میرے حجرے میں ہوئی اور نبی اکرمؐ کی آخری آرام گاہ میرے حجرے میں بنی ۔

رحلت کے بعد

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کا غم اور دکھ اور آپ کی جدائی کا صدمہ اور وحی کے منقطع ہو جانے کا افسوس اصحاب پیغمبر کو ، ازواجِ مطہرات کو ، اور خصوصاً سیدہ فاطمہؓ کو کتنا ہوا ہو گا ؟ اس کا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے ؟ کتنے تھے جو مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہے تھے ، کتنے تھے جنہوں نے جنگل کی راہ لی ۔ کتنے تھے جو اپنے اندھے ہونے کی دعائیں مانگ رہے تھے کہ مولا ! اگر نبی اکرمؐ کی وفات کی خبر سچی ہے تو ہماری آنکھوں کا نور واپس لے لے ، اب ہم ان آنکھوں سے تیرے نبی کے سوا کسی کو نہیں دیکھنا چاہتے ۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب پیغمبر میں سے کتنے تھے جو حیرانی پر پریشانی کے عالم میں خاموش ہو گئے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کتنے تھے جن کی زبانیں فرطِ غم سے بند ہو گئی تھی ۔ کتنے تھے جن پر

سکتہ طاری ہوگیا تھا کتنے تھے جن کی آنکھیں آنسو روکنے پر قادر نہ رہی تھیں کتنے تھے جو اس خبرِ وفات کو غلط کہہ رہے تھے ۔ ان کا خیال تھا کہ آپ عارضی طور پر بارگاہِ خداوندی میں تشریف لے گئے ہیں ، آپ پر بے ہوشی طاری ہوئی ہے جس طرح سیدنا موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی تھی ۔ . . آپ اٹھیں گے منافقین کا سر قلم کریں گے اور ہم سب کے بعد آپ وفات پائیں گے ۔

سیّدہ فاطمہؓ نے کیا کہا

سیدہ فاطمہؓ آپ کی لختِ جگر اور پیاری بیٹی تھیں ، ان کی تین بڑی بہنیں انتقال کر چکی تھیں اور اب یہی اکلوتی اولاد تھیں ، انہیں اپنے بابا کی جدائی کا سب سے زیادہ غم اور افسوس ہوا ۔ . . . . . نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد فرطِ غم اور دکھ اور مصیبت سے مغلوب ہو کر بار بار کہتی تھیں ۔

یَا اَبَتَاہُ اَجَابَ رَبًّا دَعَاہٗ . . . ہائے بابا ! آپ نے اپنے رب کی دعوت کو قبول کر لیا . . . . یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جَنَّتِ الْفِرْدَوْسِ مَاوَاہٗ . . . . ہائے ابا حضور ! آپ نے ہمیں چھوڑ کر جنت الفردوس میں اپنا ٹھکانہ بنا لیا . . . . یاد رکھیے جنت الفردوس زمین پر نہیں ہے جنت الفردوس بہشت کا سب سے اوپر والا درجہ ہے جس کی چھت اللہ کا عرش ہے . . . . سیدہ فاطمہ کا بھی یہی خیال تھا کہ نبی اکرمؐ اب اس دنیا میں موجود نہیں بلکہ آپ جنت الفردوس میں پہنچ گئے ہیں ۔

یَا اَبَتَاہُ اِلٰی جِبْرِیْلَ نَنْعَاہٗ . . . . ہائے ابا جان ! ہم جبریلؑ کو آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں ۔

سیدنا عمرؓ کی پریشانی اور ان کا موقف

آپؐ کی وفات پر تمام صحابہ ازحد پریشان اور مغموم تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا عثمانؓ کی زبان فرطِ غم سے بند ہو گئی اور ان پر سکتہ کی کیفیت طاری تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا علیؓ کا حال یہ تھا کہ روتے روتے بے ہوش ہو جاتے ، سیدنا عباسؓ بھی پریشانی میں بے حواس ہو گئے تھے غرضیکہ اصحابِ رسول کے ہوش اڑ گئے ۔

سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی پریشانی اور حیرانی سب سے بڑھی ہوئی تھی ، وہ فرطِ غم سے حواس کھو بیٹھے اور شمشیرِ برہنہ لے کر مسجد میں کبھی اِدھر اور کبھی اُدھر جاتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غصے سے منہ میں جھاگ بھر آئی تھی اور زوردار آواز میں اعلان کرتے وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، مجھے اللہ کی قسم ہے ، رسول اللہؐ پر موت نہیں آئی ۔ ۔ ۔ ۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ جو شخص کہے گا کہ نبی اکرمؐ پر موت آئی ہے میں تلوار سے اس کی گردن قلم کر دوں گا ۔ آپؐ پر موت نہیں آئی ہے صرف غشی طاری ہوئی ہے ، حضرت موسیٰؑ کی طرح ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی آپ اٹھیں گے اور منافقین کے سر قلم کر دیں گے ۔

سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی استقامت اور موقف

میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ صبح کے وقت نبیؐ اکرم کی طبیعت سنبھل گئی تھی لہٰذا سیدنا صدیقؓ مدینہ سے کچھ دُور اپنے گھر تشریف لے گئے تھے ، ادھر رحمتِ کائناتؐ کا انتقال ہو گیا اور مسجد نبوی میں کہرام مچ گیا ۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو گھر میں اطلاع ملی تو

فوراً تشریف لائے۔ مسجد ہی میں سے گزرے اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ کی حالت کو دیکھا بھی اور ان کی گفتگو کو سُنا بھی مگر کسی کی طرف کوئی التفات نہ کیا اور سیدھے اپنی بیٹی کے حجرہ میں تشریف لے گئے ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت سراجِ کائنات کا وجودِ مقدس سفید چادر سے ڈھکا ہوا تھا ۔ ۔ ۔ چہرے سے پردہ اٹھایا، رُخِ انور کو دیکھا اور دیکھتے ہی یقین ہو گیا کہ امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما چکے ہیں اور ہم سے جُدا ہو چکے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر سیدنا ابو بکرؓ نے اپنے حواس قابو میں رکھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ رازدارِ نبوت ہے، یہ یارِ غار ہے، اس نے ہجرت کی رات آپ کو کندھوں پر اٹھایا، اس نے سب کچھ نبوت کے لیے قربان کیا ۔ ۔ ۔ ۔ اسے سب سے زیادہ دکھ ہونا چاہیئے تھا ۔ ۔ ۔ ۔ مگر آج ابو بکر نے اتنے بڑے صدمے کو اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے بڑی جرأت سے برداشت کیا۔ آج ابو بکر استقامت کا پہاڑ ثابت ہوئے۔

انہوں نے نبی اکرمؐ کے چہرۂ پُرانوار سے چادر کو ہٹایا اور پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور فرمایا وَاخَلِيلَاهُ وَاحَبِيبَاهُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے میرے جانی دوست اور ساتھی۔ پھر وہیں کھڑے کھڑے فرمایا۔ وَاللهِ لَا يَجْمَعُ اللهُ عَلَيْكَ مَوْتَتَيْنِ اَمَّا الْمَوْتَةُ الَّتِي كُتِبَ عَلَيْكَ فَقَدْ مُتَّهَا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللہ کی قسم اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا۔ جو موت لکھی گئی تھی وہ آپ پر آ چکی ہے۔

(اللہ آپ پر دو موتیں جمع نہیں کرے گا، اس سے سیدنا ابو بکرؓ کا مقصود ان لوگوں کی تردید تھی جو یہ کہہ رہے تھے کہ آپ دوبارہ زندہ ہونگے، پھر آپ پر موت آئے گی ۔ ۔ ۔ ۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ پر دوبار

موت کا آنا ماننا پڑے پڑے گا، اس لیے ابوبکر نے فرمایا کہ جو موت آپ کے لیے مقرر تھی وہ آج آپ پر آچکی ہے اب دنیا میں دوبارہ موت نہیں آئے گی۔ اس کے بعد سیدنا ابوبکرؓ حجرۂ مبارکہ سے مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ وہاں صحابہ کرام کی عجیب حالت تھی، فرطِ غم سے نڈھال اور پریشان ..... سیدنا عمر اب بھی غصہ سے بے قابو اور ننگی تلوار ان کے ہاتھ میں، اور زبان پر ایک ہی جملہ وَاللّٰهِ مَا مَاتَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم رسُول انور پر موت نہیں آئی جو ایسی بات کہے گا میں اس کی گردن قلم کروں گا۔

سیدنا صدیق نے حضرت عمر کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا، عَلٰی رِسْلِکَ یَا عُمَرُؓ..... اے عمر ٹھہر جاؤ اور خاموش ہو کر میری بات سنو..... مگر وہ کسی کی بات سننے کے لیے تیار نہیں تھے ... اب سیدنا صدیق اکبرؓ منبر نبوی پر تشریف لاتے تو سب صحابہ حضرت عمرؓ کو چھوڑ کر راز دارِ نبوت کے گرد جمع ہو گئے۔

سیدنا ابوبکرؓ کا تاریخی خطاب

انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر تحفہ صلوٰۃ وسلام کے بعد فرمایا۔ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ جو شخص تم میں سے اپنے پیغمبر محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور پوجا پاٹ کرتا ہے تو وہ سن لے کہ محمد کریم پر تو موت آگئی ..... وَمَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ..... اور جو شخص تم میں سے اپنے اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ سن لے کہ اس کا معبود ایسا زندہ ہے جس پر کبھی موت نہیں آئے گی۔

سامعین گرامی قدر! سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے ایسے کٹھن اور مشکل وقت میں کتنے خوبصورت انداز میں اور کتنی فصاحت و بلاغت سے ایک پیچیدہ مسئلے کو حل کر دیا . . . . جو لوگ امام الانبیاءؐ کی موت کا انکار کر رہے تھے انہیں سمجھایا کہ ہمارے پیغمبر ہمارے معبود نہیں بلکہ محبوب ہیں . . . . ہاں اگر تم اپنے نبیؐ کو معبود سمجھتے ہو اور ان کی عبادت کرنا چاہتے ہو تو پھر تو کہو کہ ان پر موت نہیں آئی ، اس لیے کہ جو معبود ہو گا وہ ہمیشہ زندہ رہے گا ۔ . . . . ہم اپنے نبی کو معبود نہیں سمجھتے ، اس لیے یقین کرو کہ ان پر موت آچکی ہے ۔

پھر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قرآن کی آیات سے اپنے موقف کو ثابت کیا اور فرمایا ۔ میرے نبی کے ساتھیو! تم نے قرآن نہیں پڑھا ؟ . . . قرآن نے بہت پہلے اطلاع دے دی تھی ۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِی اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۔

اور نہیں ہیں محمدؐ مگر رسول ہیں، ان سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں پس اگر آپ کا انتقال ہو جائے یا آپ شہید ہو جائیں تو کیا تم دینِ اسلام سے واپس پلٹ جاؤ گے اور جو شخص دینِ اسلام سے پھر جائے گا، وہ اللہ کو ذرہ برابر نقصان نہیں پہنچا سکتا ۔ اللہ تعالیٰ عنقریب شکر گزاروں کو انعام اور بدلہ عطا فرمائے گا ۔

پھر ایک اور دلیل پیش فرمائی ، اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۔

. . . . اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا - میرے پیغمبر آپ بھی مرنے والے ہیں اور آپ کے یہ مخالفین بھی مرنے والے ہیں۔

سیدنا صدیق اکبرؓ جب خطبہ سے فارغ ہوئے تو حضرت عمرؓ سے خطاب کر کے فرمایا : یَا عُمَرُ اَنْتَ الَّذِی بَلَغَنِیْ عَنْكَ اِنَّكَ تَقُوْلُ عَلٰی بَابِ النَّبِیِّ مَا مَاتَ نَبِیُّ اللّٰہِ ؛ اے عمرؓ! تو ہی وہ شخص جس نے نبی اکرمؐ کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ اللہ کے نبی پر موت نہیں آئی . . . . اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَوْمَ كَذَا كَذَا كَذَا وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ كِتَابِہٖ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ -

فاروقِ اعظم! تم نہیں جانتے کہ نبی اکرمؐ نے اپنی وفات کے متعلق فلاں فلاں دن یہ اور یہ فرمایا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب میں فرمایا۔ اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ -

سیدنا فاروقِ اعظم کہتے ہیں کہ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کی زبان سے جب میں نے ان آیتوں کو سنا تو یوں محسوس ہوا یہ آج ہی اتری ہیں - اور میں نے اس سے پہلے سنی ہی نہیں تھیں - سیدنا صدیق اکبرؓ کے اس فصیح و بلیغ اور مدلل خطبہ سننے کے بعد اور قرآنِ مقدس کی آیات سننے کے بعد یکلخت حیرت کا عالم دور ہو گیا . . . . صحابہ کرام جواب تک فرطِ غم سے حیران و ششدر تھے انھیں اب یقین ہو گیا کہ واقعی نبی اکرمؐ کا انتقال ہو چکا ہے . . . . اب ہر صحابی کی زبان پر یہی آیتیں تھیں اور وہ بار بار ان کو تلاوت کر رہے تھے۔ گویا کہ سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا تھا۔

سیدنا سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کہتے تھے : کعبہ کے

رب کی قسم ہے۔ میں نے جوں ہی ابوبکر کی زبان سے یہ آیتیں سنیں تو انتہائی متحیر اور حیران ہوگیا یہاں تک کہ مجھ میں طاقت نہ رہی کہ اپنے قدموں پر چل سکوں۔۔۔۔ میں یہ آیات سن کر زمین پر گر پڑا اور مجھے یقین ہوگیا کہ نبی اکرمؐ کی وفات ہو چکی ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۴۰)

تجہیز و تکفین

سوموار کے روز آپ کی وفات ہوئی اور منگل کے دن آپ کو غسل دیا گیا، غسل کے متعلق آراء مختلف تھیں کہ آپ کے کپڑے اتارے جائیں یا نہیں۔ ابھی وہ کسی تصفیہ پر نہیں پہنچے تھے کہ اچانک سب پر غنودگی طاری ہوگئی اور غیبی طور پر ایک آواز آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے غسل کے وقت نہ اتارے جائیں، انہیں کپڑوں میں غسل دے دیا جائے۔

سیدنا علیؓ نے آپ کو غسل دیا، حضرت عباس اور ان کے دونوں لڑکے فضلؓ اور قثمؓ کروٹیں بدلتے تھے۔ حضرت اسامہؓ اور آپ کے آزاد کردہ غلام شقران اور اوس بن خولی انصاری بھی موجود تھے۔ غسل کے بعد آپ کو تین سوتی سفید کپڑوں میں کفنا دیا گیا اور جن کپڑوں میں غسل دیا گیا تھا وہ اتار لیے گئے۔

لحد مبارک

تجہیز و تکفین کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ نبی اکرمؐ کو دفن کس جگہ کیا جائے؟ جنت البقیع میں یا جنت المعلیٰ میں یا کسی اور مقام پر۔۔۔۔۔ یہ مسئلہ سیدنا صدیق اکبرؓ نے حل فرما دیا کہ میں نے نبی اکرمؐ سے سنا ہے کہ پیغمبر کی روح جس جگہ قبض ہوئی ہو وہیں اس کی قبر اور مدفن بنتا ہے (ترمذی ج ۱ ص ۱۹۸ / ۱۲۰)

چنانچہ طے پایا کہ آپ کی قبرِ منور حجرۂ عائشہ ہی میں بنائی جائے گی۔

پھر اختلاف ہوا کہ کس قسم کی قبر کھودی جائے ۔ مہاجرین کا خیال تھا کہ مکہ کے دستور کے مطابق بغلی قبر تیار کی جائے اور انصار کا مشورہ تھا کہ مدینہ کے رواج کے مطابق لحد تیار کی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابو عبیدہؓ بغلی قبر کھودنے اور ابو طلحہؓ لحد کھودنے میں ماہر تھے ، چنانچہ طے یہ پایا کہ دونوں کی طرف آدمی بھیج دیے جائیں جو ان میں سے پہلے آجائے وہی قبر تیار کرے ، چنانچہ ابو طلحہؓ پہلے پہنچے اور آپ کے لیے لحد تیار کی ۔

لمحۂ فکریہ !

حضراتِ گرامی ! نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی آپ کا وجودِ مقدس دفن نہیں ہوا تھا کہ اصحابِ رسولؐ کے مابین کچھ اختلاف رونما ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پہلا اختلاف اٹھا کہ آپ کا خلیفہ کون ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا اختلاف ہوا کہ آپ کی قبر کہاں بنائی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیسرا اختلاف ہوا کہ آپ کو غسل دیتے وقت کپڑے اتارے جائیں یا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چوتھا اختلاف یہ ہوا کہ قبر کون سی بنائی جائے ؟

ان تمام اختلافات میں کسی صحابی نے یہ نہیں کہا ، کہ آؤ نبی اکرمؐ سے پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کا خلیفہ کسے ہونا چاہیئے ؟ یا آؤ امام الانبیاءؑ سے پوچھ لیتے ہیں کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے یا آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ کی قبر کیسی بنائی جائے ؟ کسی صحابی نے نہ پوچھنے کا کہا اور نہ پوچھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے کہ اصحابِ رسولؐ کا عقیدہ تھا کہ وفات کے بعد چاہے پیغمبر ہی کیوں نہ ہو وہ دنیا والوں کی نہ کوئی بات سن سکتا ہے اور نہ جواب دے سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج لوگ طرح طرح کی باتیں بناتے اور عوام کو سناتے ہیں کہ فلاں بزرگ روضۂ رسول پہ گئے تو قبرِ مبارک سے ان کے سلام کا جواب آیا اور کہا گیا میرے بیٹے ہندوستان میں جا کر کام کرو ! یہ سب جھوٹ

ہے ۔ نبی اکرمؐ نے وفات کے بعد کسی صحابی سے یا ازواج میں سے کسی زوجہ محترمہ سے کسی قسم کی کوئی گفتگو نہیں کی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قرآن وحدیث اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ وفات کے بعد کوئی نبی ہو یا ولی ہو ، وہ دنیا والوں کی نہ کلام سنتے ہیں نہ سلام سنتے ہیں اور نہ پیغام سنتے ہیں ۔

إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتَىٰ ۔ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ ۔ ۔ ۔ ۔ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ! اس پر گواہ ہیں

نمازِ جنازہ

چونکہ سیدہ عائشہؓ کے حجرے میں جگہ تنگ تھی اس لیے دس دس صحابہ جاتے اور نماز جنازہ پڑھتے مگر نمازِ جنازہ کی امامت نہیں ہوئی !

شمائل ترمذی میں ہے کہ صحابہ نے سیدنا صدیق اکبرؓ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی ؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں پڑھی جائے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوگوں نے پوچھا کہ نمازِ جنازہ میں کیا پڑھیں گے تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے فرمایا ، لوگوں کی ایک ایک جماعت حجرہ میں جائے گی اور تکبیر کہے ، درود پڑھے اور دُعا کرے اور باہر آجائے ۔

سب سے پہلے آپ کے خاندان کے لوگوں نے ، پھر مہاجرین نے اور انصار نے نماز جنازہ پڑھی ۔

تدفین

نماز جنازہ پڑھنے میں منگل کا سارا دن گزر گیا ، اس طرح منگل اور بدھ کی درمیانی رات میں آپ کی تدفین عمل میں آئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قبر میں سیدنا علیؓ ، سیدنا عباسؓ ، ان کے دونوں صاحبزادے فضلؓ اور قثمؓ اسامہؓ بن زید اور ایک روایت میں عبدالرحمان بن عوفؓ کا ذکر بھی ہے ۔ ان تمام لوگوں نے امام الانبیاء کو قبرِ منور میں اُتارا اور آپ کی

قبر کوہان کی شکل کی بنائی گئی ۔

حضراتِ صحابہ کرامؓ دفن سے فارغ ہو کر مغموم و پریشان، کفِ افسوس ملتے اور خون کے آنسو روتے ہوئے اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آج ان پر غموں کے پہاڑ گر گئے تھے، آج ان کا مشفق و مہربان پیغمبر رخصت ہو گیا تھا، آج وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا ، آج والدین سے بڑھ کر شفیق نبی انہیں داغِ جدائی دے گیا تھا ۔ ۔ ۔ آج ان کا محبوب ہمیشہ کے لیے ان سے جدا ہو گیا تھا ۔

دفن کے بعد صحابہ کرام واپس پلٹ رہے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان واپس آنے والوں میں ایک بے حد مغموم صحابی انسؓ بھی تھا ۔ ۔ ۔ ۔ یہ دس سال تک نبی اکرم کے خادم رہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سیدہ فاطمہؓ کے حجرہ کے قریب سے گزرے ۔ ۔ ۔ ۔ غم زدہ فاطمہؓ نے آہٹ پا کر پوچھا، کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ آپ کے بابا کا خادم انسؓ ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدہ فاطمہؓ نے رو کر انسؓ سے ایک عجیب سوال کیا کہ سینکڑوں مرثیے اس سوال پر قربان ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یَا اَنَسُ کَیْفَ طَابَتْ اَنْفُسُکُمْ اَنْ تَحْثُوا التُّرَابَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ اے انس تمہاری طبیعتوں نے اور تمہارے دلوں نے یہ کیسے گوارا کر لیا کہ اپنے پیارے پیغمبر کے اوپر مٹی ڈالو ۔

سامعینِ گرامی! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بیماری اور بیماری کے دوران پیش آنے والے واقعات ، آخری خطبہ اور نصیحتیں، سکراتِ موت کا آنا ۔ روحِ مبارک کا جسمِ اقدس سے پرواز کرنا، آپ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے متعلق گفتگو کی ہے اور آپ نے وفات النبیؐ کے عنوان پر سیر حاصل گفتگو سن لی ہے ۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن ۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

ایمان کی جان

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتَمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَا اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

○ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ وَاِخْوَانُکُمْ وَاَزْوَاجُکُمْ وَعَشِیْرَتُکُمْ. (الیٰ آخرہ) قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ.

○ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ. وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ.

سامعین گرامی قدر! امام الانبیاء، سرورِ کائنات سیدنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک مشہور و معروف ارشادِ گرامی ہے۔

بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَہَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ..

کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ــــ پہلی چیز ہے اس بات کی شہادت اور گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود اور الٰہ نہیں، اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول اور پیغمبر ہیں . . . . دوسرے نمبر پہ نماز کا قائم کرنا ہے، تیسرے نمبر پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ہے . . . . پھر اس فرمانِ رسول سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ ایمان و اسلام کا بنیادی رکن اور ستون بلکہ اسلام و ایمان کی بنیاد کا پہلا پتھر اور پہلی اینٹ کلمۂ شہادت کا اقرار اور تصدیق کرنا ہے . . . . یعنی اللہ تعالےٰ کی وحدانیت و الوہیت . . . . اللہ تعالیٰ کی توحید کی گواہی اور اقرار کے ساتھ اس بات کی گواہی دینا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالےٰ کے رسول بلکہ خاتم الرسل ہیں۔ جب تک ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالرسالت کی شہادت نہیں ہو گی اس وقت تک کوئی شخص بھی مومن اور مسلمان کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا۔

ایمان بالرسالت کا اوّلین تقاضا محبت رسول ؐ

اب جو شخص سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ کا نبی اور رسول تسلیم کرتا ہے اور ان کی رسالت و نبوت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے لازم اور ضروری ہے کہ وہ دنیا کی اور کائنات کی ہر شئی سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور پیار کرتا ہو . . . . رشتوں ناتوں سے بڑھ کر . . . . کنبے قبیلے سے بڑھ کر . . . . خاندان اور برادری سے بڑھ کر نبی پاک سے محبت کرتا ہو . . . . مال اور دولت دُنیا سے زیادہ . . . . . دُنیا کے اسباب سے زیادہ . . . . بنگلے اور کوٹھیوں سے زیادہ . . . . . اولاد و ازواج سے زیادہ . . . . تجارت و زراعت کی کمائی سے زیادہ جب تک رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار اور محبت نہیں ہو گی، اس

وقت تک وہ شخص اللہ اور اس کے رسول کے ہاں مومن اور مسلمان شمار نہیں ہو سکتا . . . . ایک شخص محمد رسول اللہ بھی پڑھتا ہے۔ مگر اس کے دل میں اپنے والدین اور اولاد کی محبت نبی اکرمؐ سے زیادہ ہے . . . . . ایک شخص ایمان بالرسالت کا اقراری ہے مگر وہ دولتِ دنیا اور اسباب دنیا سے پیار آنحضرتؐ سے بڑھ کر کرتا ہے۔ تو یہ شخص ایمان بالرسالت کے دعوے میں جھوٹا ہے . . . . ایمان بالرسالت کے دعوے میں سچا صرف اور صرف وہ شخص ہے جو دنیا اور کائنات کی ہر شئے سے بڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور پیار کرتا ہو۔ اسی بات کا تقاضا قرآن کرتا ہے۔ اور یہی مطالبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اللہ تعالےٰ کا ارشادِ گرامی ہے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝

(توبہ آیت ۲۴)

میرے پیارے پیغمبر! آپ اعلان فرمائیں کہ لوگو! اِنْ کَانَ آبَاؤُکُم۔ اگر تمہارے ماں باپ اور آباء و اجداد وَاَبْنَآؤُكُمْ اور تمہاری اولاد، اور اولاد الاولاد وَاِخْوَانُكُمْ اور اگر تمہارے بھائی (جن کو اپنا بازو سمجھتے ہو) وَاَزْوَاجُكُمْ اور اگر تمہاری بیویاں (جن سے محبت کرتے ہو اور شریکِ حیات کہتے ہو) وَعَشِيْرَتُكُمْ اور تمہارا کنبہ قبیلہ (جن سے تمہارے تعلقات اور روابط وابستہ ہوتے ہیں) وَاَمْوَالُ ۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا اور تمہارے وہ اموال جن کو محنت و مشقت سے کماتے ہو

وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا ۔ اور اگر تمہاری تجارت جس کے خسارہ اور مندا پڑتے سے ڈرتے رہتے ہو وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا ۔ اور اگر تمہارے مکان اور بنگلے اور کوٹھیاں جو تم کو پسند ہیں اور جن کی زیبائش اور آرائش اور خوبصورتی کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے رہتے ہو . . . . اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ ۔ اگر یہ ساری چیزیں جن سے انسان کو فطرتی اور قدرتی طور پر پیار اور محبت ہوتی ہے اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ کے دین سے زیادہ پیاری ہیں ـــــ اگر یہ چیزیں تمہیں میرے نبیؐ سے زیادہ پیاری ہیں ـــــ اگر یہ تمام چیزیں تمہیں جہاد فی سبیل اللہ سے زیادہ محبوب ہیں تو فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ۔ میرے عذاب کا انتظار کرو۔

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری رحمۃ اللہ علیہ فَتَرَبَّصُوْا کا معنیٰ کرتے تھے میرے دہڑیوں نکل جاؤ (میرے گھر اور صحن سے باہر چلے جاؤ) مجھے ایسے لوگوں کی کوئی ضرورت نہیں ۔ اور میں ایسے لوگوں سے راضی نہیں۔

نبی اکرمؐ کا فرمان اللہ رب العزت کا فرمان آپ نے سنا ، آیئے دیکھتے ہیں کہ امام الانبیاء خاتم النبیین نے اس فرمانِ باری کی وضاحت اور تشریح کس طرح فرمائی ۔ ارشاد ہوا

○ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَ وَلَدِهٖ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۔ (مشکوٰۃ)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ماں باپ سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے اور جب تک اپنی اولاد سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے اور جب تک تمام لوگوں سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہ کرے۔

○ اور صحیح ابن خزیمہ کی روایت اس طرح ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ اَھْلِہٖ۔

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان دار کہلانے کا حقدار نہیں ہے۔ جب تک وہ اپنے اہل وعیال اور اپنے مال سے بڑھ کر میرے ساتھ محبت نہیں کرتا۔ . .

○ ایک موقع پر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے پوچھا! کہ تم مجھ سے کتنی محبت کرتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا اپنے آباء و اجداد سے زیادہ! اپنی اولاد سے زیادہ! دولتِ دنیا یعنی اپنے مال سے زیادہ!

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اور اپنی جان سے بھی بڑھ کر میرے ساتھ محبت کرتے ہو یا نہیں؟

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اور جو دل میں تھا وہی کہا . . . . . . یا رسول اللہ! اپنی جان کی محبت زیادہ محسوس کر رہا ہوں۔

آپؐ نے فرمایا! اس وقت تک ایمان کامل اور مکمل نہیں ہوگا۔ جب تک میرے ساتھ اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت نہ کرو گے . . . . . . سیدنا عمرؓ نے یہ بات سنی، تو پھر ایک لمحہ ضائع کئے بغیر عرض کیا یا رسول اللہ! اب آپؐ کی محبت میرے دل میں اپنی جان سے بھی زیادہ ہے . . . . یہ سُن کر نبی اکرمؐ نے فرمایا اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ!

سامعینِ گرامی قدر! قرآن مجید کی آیت کریمہ، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے یہ بات اور یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ جب تک کوئی شخص کائنات کی ہر شئی سے بڑھ کر نبی اکرمؐ سے محبت نہیں کرتا . . . . جب

تک کوئی شخص اپنے ماں باپ، اولاد، دولتِ دنیا، مربعے کوٹھیاں اور اسباب دنیا سے بڑھ کر اپنے پیغمبرؐ سے محبت نہیں کرے گا اس وقت تک وہ مومن کہلانے کا حقدار نہیں۔

اصحابِ رسولؐ محبتِ نبویؐ کے عملی نمونے

قرآن پاک کی اس آیت کریمہ اور رحمت عالمؐ کے ان ارشادات پر حقیقی معنوں میں اصحاب رسول عمل پیرا ہوئے۔ . . . . انہوں نے بارہا اور کئی مواقع پر عملی طور پر یہ ثابت کیا کہ دنیا اور کائنات کی ہر شئی کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کیا جاسکتا ہے۔ اور دنیا جہان کی ہر پیاری سے پیاری اور محبوب سے محبوب چیز نبی محترمؐ کی محبت کے مقابلے میں ہیچ ہے۔

میدان بدر گواہ ہے

وہ دیکھو! بدر کی وادی اور بدر کا میدان آج تک شہادت دے رہا ہے۔ جہاں ۳۱۳ اصحابِ پیغمبرؐ حقیقی طور پر اس آیت کریمہ اور ارشاداتِ نبویہ کی عملی تفسیر بن کر سامنے آ گئے۔ . . . . جب ان کے قریبی اور عزیز ترین رشتہ دار ان کے سامنے آ گئے کوئی ان کا چچا تھا. . . . . . کوئی چچازاد تھا. . . . . . . کوئی ان کا ماموں تھا. . . . . اور کوئی ماموں زاد تھا. . . . . . کسی کے سامنے اس کا حقیقی باپ کھڑا تھا اور کسی کے سامنے اس کا بھائی. . . . . . . کسی کے سامنے اس کا دادا تھا، اور کسی کے سامنے اس کا سسر. . . . . . ہاں ہاں اِدھر ابوبکرؓ تھے اور اُدھر ان کا بڑا بیٹا لختِ جگر دلبند عبدالرحمٰن. . . . . . . اِدھر امیر حمزہؓ تھے اور اُدھر ان کا بھائی عباس. . . . . ادھر ابو حذیفہؓ تھے اور ادھر ان کا باپ عتبہ . . . . . اِدھر علیؓ تھے اور اُدھر اُن کے بھائی طالب اور عقیل. . . . . مگر اصحابِ رسول نے. . . . . . . ہاں وفا و ایثار کے ان پیکروں نے اپنے خون

کے رشتوں کو محبتِ رسولؐ پر قربان کر دیا۔

سیدنا ابوبکرؓ اور اُن کے بیٹے میدانِ بدر میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے عبدالرحمٰن ابوجہل کے لشکر میں شامل تھے۔ . . . . بعد میں اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایمان کی دولت سے سرفراز فرمادیا۔ ایک دن اصحابِ رسولؐ کی محفل میں بدر کا تذکرہ چھڑا، تو عبدالرحمٰن کہنے لگے، کہ بدر کی جنگ میں ایک موقع پر میرے والد میرے نشانے کی زد میں آگئے تھے میں نے ارادہ بھی کیا کہ وار کر دوں مگر فوراً مجھ پر والد کی محبت غالب آگئی اور میں نے وار روک لیا۔ . . . . . . سیدنا ابوبکرؓ نے بیٹے کی گفتگو سنی تو فرمایا، عبدالرحمٰن بیٹے! اللہ کا شکر کرو، کہ تم اس روز میرے وار کے نیچے نہیں آئے ورنہ تم بچ کر کبھی نہ جاتے۔ اس لئے کہ اس روز تم میرے بیٹے نہیں تھے۔ میرے بیٹے تو وہ تھے جو میرے نبیؐ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے تھے۔ . . . . . گویا ابوبکرؓ کہنا چاہتے تھے کہ اپنا لختِ جگر . . . . اپنا دلبند . . . . . اپنا پیارا بیٹا اور بیٹے کی محبت رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پر قربان کی جاسکتی ہے . . . . سیدنا صدیقِ اکبرؓ تو بدر سے پہلے بھی محبتِ رسولؐ پر اپنا سب کچھ قربان کر چکے تھے۔ . . . . . . اپنا نابینا والد، اپنا کاروبار، اپنا گھر بار، اپنا مال واسباب، گھر کا اثاثہ، اور اپنی بیٹیوں کی محبت، دنیا کی کون سی چیز تھی جو ابوبکرؓ نے محبتِ رسولؐ پر قربان نہ کی ہو۔ . . . . اُن کی بیٹی اسماءؓ کے چہرے پر طمانچے مارے گئے، ابوبکرؓ نے برداشت کیا۔ . . . . مکہ مکرمہ میں کپڑے کی چار دکانیں قربان کر دیں۔ . . . . چالیس ہزار درہم نقد ہجرت کی رات ہمراہ لے لیا، نابینا والد نے رستہ روکا تو فرمایا۔ . . . . بابا جانتے ہو آج میرے گھر کون آیا ہے؟ آج میرے گھر وہ آیا ہے جس کے دروازے کا

دربان جبرائیل امین ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں میرے دروازے پر وُہ آیا ہے جو سید الانبیاء بھی اور خاتم الانبیاء بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو رحمۃ للعالمین بھی ہے اور شفیع المذنبین بھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے دروازے پر وُہ آیا جو کائنات کا دولہا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سردارِ دو عالم ہے ۔ ۔ بابا میرا رستہ چھوڑ دو، اس لئے کہ ؎

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا

پدر، مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اوّل ہے

اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ابوحذیفہؓ اور اُن کا والد آیئے آپ کو بدر کے میدان کا ایک اور واقعہ سناؤں ، واقعہ بھی ایسا کہ جسے دیکھ کر آسمان کے فرشتے بھی حیران رہ گئے ہوں گے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدر کے میدان میں رسُولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ، اٹھارہ سال کا ایک بانکا اور سجیلا نوجوان ابوحذیفہؓ شہادت کی تمنا لئے کھڑا ہے۔ اور ابوحذیفہؓ کا والد عتبہ حقیقی بھائی ولید اور چچا شیبہ کفار کے لشکر میں موجود ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عرب کے دستور کے مطابق یہی تینوں سب سے پہلے میدان میں اترے اور ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ لگایا کہ مسلمانو! تم میں سے کون ہمارے مقابلہ میں آئے گا۔ سیدنا ابوحذیفہؓ کا حقیقی والد عتبہ جب میدانِ جنگ میں آیا اور ھَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ کا نعرہ لگایا کہ تم میں سے کوئی ہے جو میرے مقابلے میں آئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنگجو عتبہ، تجربہ کار عتبہ ، زور آور اور پہلوان عتبہ کی للکار فضا میں گونجی تو سناٹا چھا گیا، پھر دنیا بھی اور آسمان دنیا بھی یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ ابوحذیفہؓ صفوں

سے باہر آئے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی، کہ اجازت ہو تو اپنے والد سے دو دو ہاتھ کرلوں۔ . . . . حیرانگی میں کسی کی زبان سے نکلا کہ ابو حذیفہؓ! عتبہ تمہارا والد ہے جس کا خون تمہاری رگوں میں گردش کر رہا ہے۔ مگر ابو حذیفہؓ نے کہا! کہ جب سے روحانی رشتہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے جوڑ لیا ہے، باقی سب رشتے اس پر قربان کر دئیے ہیں۔

سیدنا عمر فاروقؓ نے مشورہ دیا

اسی بدر کی ہی بات ہے کہ جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور کفارِ مکہ کو عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا . . . . بڑے بڑے ستر سردار مارے گئے، اور ستر کو قیدی بنایا گیا . . . . یہ قیدی کون تھے، نبی اکرمؐ کے چچا اور امیر حمزہؓ کے بھائی عباس . . . . نبی اکرمؐ کے بڑے داماد ابو العاص . . . . عمرؓ فاروقؓ کے ماموں . . . . آپ نے مشورہ فرمایا کہ قیدیوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ تمام صحابِ رسول کا مشورہ تھا کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس لئے کہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی ایک کو ہدایت نصیب فرما دے۔ اور پھر فدیہ کی اس رقم سے ہم اسلحہ خرید کر جہاد کی بھرپور تیاری بھی کر لیں گے۔ مگر سیدنا فاروقِ اعظمؓ کے مشورہ نے سب کو ہلا کر رکھ دیا . . . . انہوں نے کہا کہ یہ قیدی اگرچہ ہمارے رشتہ دار ہیں۔ مگر انہوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک مکہ مکرمہ میں کیا وہ کس کو یاد نہیں۔ پھر ہم تنگ آکر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آگئے۔ مگر یہ ہمیں یہاں بھی چین اور سکون سے نہیں رہنے دیتے۔ اس لئے یا رسول اللہ! میرا مشورہ تو یہ ہے کہ ہر قیدی اس کے رشتہ دار کے حوالے کر دیا جائے۔ پھر آپ حکم دیتے چلے جائیں، اور ہم اپنے اپنے رشتہ دار کی گردن

قلم کرتے جائیں۔

رئیس المنافقین کا مومن بیٹا
محبتِ رسول ؐ کا عدیم النظیر مظاہرہ

مدینہ منورہ کا مشہور منافق، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کا حقیقی بیٹا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مخلص صحابی اور سچا مومن اس کا نام بھی عبداللہ تھا .... ایک موقع پر رئیس المنافقین نے سفرِ جہاد سے واپسی پر مہاجرین کے خلاف نفرت پھیلاتے ہوئے اعلان کیا کہ اب مدینہ میں عزت والے لوگ یعنی ہم جائیں گے اور ذلیل لوگوں کو ہم مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے .... اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی نبی اکرم ؐ کو اُس کے اِس اعلان اور اس بکواس سے مطلع فرمایا۔

جب رئیس المنافقین کے بیٹے کو علم ہوا تو مدینہ کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا، اور اعلان کیا کہ آج میں اپنے منافق والد کا سر قلم کر دوں گا۔ یا وہ اپنی زبان سے اقرار کرے گا۔ کہ وہ خود ذلیل ہے....... اس کا گروہ ذلیل ہے، اور نبی اکرم ؐ اور اُن کے ماننے والے معزز اور عظمت والے ہیں۔

.... پھر دنیا نے دیکھا کہ جب تک اس کے والد نے یہ اقرار اور یہ اعلان نہیں کیا، اس نے والد کو مدینہ میں داخل نہیں ہونے دیا۔ ع

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر مادر برادر جان مال اولاد سے پیارا

ایک صحابیہؓ کا محبتِ رسول ؐ کا بے مثال مظاہرہ

غزوۂ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم صورت صحابی سیدنا مصعب بن عُمیر شہید ہوئے تو شیطان اور اس کے حواریوں نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کے لئے مشہور کر دیا اَلَا اِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ قُتِلَ ......

. . . . العیاذ باللہ ! محمد عربی شہید ہو گئے ہیں۔ یہ افواہ پھیلتے پھیلتے اور یہ خبر اڑتے اڑتے مدینہ منورہ تک جا پہنچی۔ . . . . . . خبر کے سنتے ہی مدینہ میں کہرام بپا ہو گیا، اور مہاجرین و انصار کی مستورات بے تابانہ گھروں سے باہر نکل آئیں۔ ان میں انصار کی ایک صحابیہ بھی تھی۔ جو میدان احد کی طرف دیوانہ وار بھاگی جا رہی تھی، اور ہر ملنے والے سے نبی اکرمؐ کے بارے میں پوچھتی تھی . . . . اُسے راستے میں کسی نے خبر دی کہ تیرا باپ شہید ہو گیا ہے۔ اس نے والد، ہاں شفیق و مہربان والد کی شہادت کی خبر سنی تو خبر دینے والے سے پوچھا! مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے باپ کی شہادت کی خبر دینے والے مجھے یہ بتا کہ محمد عربیؐ کا کیا حال ہے۔ . . . . . . خبر دینے والے نے کہا تیرا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے۔ . . . . . . اس نے کہا مجھے بھائی کی شہادت کی خبر دینے والے میں پوچھ رہی ہوں رسولِ انورؐ کس حال میں ہیں۔ . . . . خبر دینے والے نے کہا! تیرا سرتاج بھی قتل ہو گیا۔ اس نے کہا میں اپنے سرتاج کی نہیں، کائنات کے سرتاج کے متعلق پوچھ رہی ہوں . . . . . . مجھے بتا میرے محمدؐ کا کیا حال ہے؟ ابن جوزی نے سیدنا انسؓ سے روایت کی ہے کہ خبر دینے والے نے کہا! مائی تیرا لختِ جگر، تیرا بیٹا بھی شہید ہو گیا اس نے پھر کہا! مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتا میرے نبیؐ کس حال میں ہیں۔

سامعین گرامی قدر! ذرا غور فرمائیے۔ ایک عورت ہے۔ صنفِ نازک ہے۔ اور اس کا والد، بھائی، شوہر اور بیٹا ایک ہی دن اور ایک ہی موقع پر داغِ مفارقت دے گئے۔ . . . . اس عورت کے سر سے چھت اڑ گئی، کمر ٹوٹ گئی، بازو کٹ گئے، چاروں آسرے ٹوٹ گئے۔

مگر اپنے محبوب پیغمبرؐ سے والہانہ محبت و وارفتگی اور عشق کا یہ حال ہے کہ اتنے عظیم صدموں کی طرف توجہ بھی نہیں دیتی اور ہر صدمے اور غم سے بھری خبر سُن کر ایک ہی سوال کرتی ہے مَا فَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہ ! مجھے بتاؤ میرے محمد عربیؐ کا کیا حال ہے۔

خبر دینے والے نے کہا ! بی بی اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے نبی بخیریت و عافیت ہیں ، اور اُن کے قتل کی خبر غلط ہے۔ . . . . کہنے لگی مجھے دکھاؤ۔ مَیں اپنی آنکھوں سے چہرۂ انور کی زیارت کرنا چاہتی ہوں . . . . پھر جونہی اس نے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پُر انوار کو دیکھا تو بے ساختہ پکار اٹھی کُلُّ مُصِیْبَۃٍ بَعْدَکَ جَلَلٌ (سیرت ابن ہشام) یارسول اللہ ! اگر آپ سلامت ہیں تو پھر بڑی سے بڑی مصیبت بھی کچھ نہیں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے ، کہ جب یہ عورت رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں پہنچی ، اور دیکھا کہ آپ بسلامت ہیں تو آپؐ کا دامن تھام کر عرض کرتی ہے . . . . بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لَا اُبَالِیْ اِذَا سَلِمْتَ مِنْ عَطَبٍ . . . . یارسول اللہ آپ پر میرا ماں باپ قربان ، جب آپ زندہ و سلامت ہیں تو مجھے کسی صدمہ اور کسی مصیبت کی کوئی پرواہ نہیں۔ ؎

مَیں بھی اور باپ بھی ، شوہر بھی ، برادر بھی فدا
اے شہِ دیں ، تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

سیدنا زیدؓ کا فیصلہ — محبتِ رسولؐ کا لازوال نمونہ

اِمام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانثار صحابی سیدنا

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جو یمن کے ایک امیر کبیر گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ڈاکوؤں نے ان کے قبیلے پر حملہ کیا، تو وہ سیدنا زید کو اغوا کر کے لے گئے اور عکاظ کے بازار میں فروخت کر دیا۔ اس طرح وہ خوش قسمتی سے سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کی شفقت بھری چار دیواری میں آ گئے ————

سیدہ خدیجہ ؓ کا نکاح نبی اکرم ؐ سے ہوا تو زید ؓ رحمت کائنات ؐ کے سایۂ عاطفت میں آ گئے۔ اور اس طرح کئی سال گزر گئے ———— اُدھر دُور یمن کی فضاؤں میں زید ؓ کے والدین اپنے گمشدہ لخت جگر کی جدائی میں سالہا سال سے تڑپ رہے تھے۔ کہ اچانک مکہ مکرمہ سے آنے والے ایک یمنی نے اُن کو یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارا جگر گوشہ زید زندہ ہے اور مکہ میں محمدؐ نامی شخص کے ہاں زندہ و سلامت موجود ہے۔ . . . . . . سیدنا زید ؓ کے والد اور چچا نبی اکرم ؐ سے اپنے بیٹے کی بھیک مانگنے کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور دست بستہ التجا کی کہ زید ہمارا بیٹا ہے۔ اسے ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دی جائے۔ . . . . . . رحمتِ عالم ؐ نے ان کی درخواست اور التجا کے جواب فرمایا، زید میری طرف سے آزاد ہے۔ اگر وُہ خوشی و رضا سے تمہارے ساتھ جانا چاہتا ہے تو تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو۔

زید کے والد اور چچا یہ فقرہ سُن کر چونک اُٹھے، کہ اگر وہ تمہارے ساتھ جانا چاہے تو لے جاؤ۔ . . . . انہوں نے سوچا بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ والدین سے بچھڑا ہوا ایک بیٹا۔ . . . . . . ماں سے بچھڑا ہوا ایک جگر بند۔ . . . . بہن بھائیوں سے جدا ہونے والا ایک مظلوم سالہا سال کے بعد اپنے والدین، رشتہ داروں، اور بہن بھائیوں کو پا کر دوبارہ اپنی خوشی کھو دینے کے لئے تیار ہو جائے۔ . . . . . بھلا کوئی ذی شعور

غلامی کو آزادی پر ترجیح کس طرح دے سکتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سالہا سال سے بچھڑا ہوا زیدؓ ماں کی ماتا کے لئے تڑپ جائے گا ــــــــ ان کو یقین تھا کہ زید ہر صورت میں ہمارے ساتھ آ جائے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا زیدؓ کو رسولِ رحمتؐ نے بلایا اور پوچھا! زید ان لوگوں کو جانتے اور پہچانتے ہو! انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اچھی طرح جانتا ہوں یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپؐ نے پوچھا! اور مجھے بھی جانتے اور پہچانتے ہو؟ اور میرے سلوک کو بھی برسہا سے دیکھ چکے ہو؟ اب تمہارے لئے دونوں راستے کھلے ہیں۔ چاہو تو میرے ساتھ رہو، اور مرضی بنے تو اپنے والد کے ساتھ اپنے عزیزوں کی طرف لوٹ جاؤ۔

سیدنا زیدؓ کے لئے ایک کڑا امتحان تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک طرف والد، اور دوسری طرف نبی اکرمؐ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک طرف خون کا رشتہ تھا اور دوسری طرف ایمان کا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک طرف جسمانی رشتہ اور دوسری طرف روحانی! مگر سیدنا زیدؓ نے یہ فیصلہ کر کے کائنات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا رسول اللہ! میں وہ نہیں جو آپؐ کے مقابلے میں دوسروں کو پسند کروں، میرے لئے تو آپ میرے ماں باپ اور کائنات سے بڑھ کر ہیں۔ آپ کو چھوڑ کر میں اپنے والدین کے ساتھ نہیں جاؤں گا۔

سیدنا عثمانؓ نے محبتِ رسولؐ پر عبادتِ الٰہی کو قربان کر دیا

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیرِ رسول بن کر سردارانِ قریش سے گفتگو کرنے کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لائے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ذوالنورینؓ اس حالت میں مکہ مکرمہ پہنچے کہ عمرہ کا احرام باندھ رکھا ہے۔ اور

آج چھ سال کے بعد اپنے آبائی وطن اور خانہ کعبہ کو دیکھنے کا موقع ملا ہے
. . . . . . عثمان روانہ ہوئے تو اصحاب رسول نے آپس میں گفتگو
کرتے ہوئے کہا کہ عثمانؓ خوش نصیب اور خوش قسمت ہیں کہ بیت اللہ
کی زیارت سے مشرف ہونگے، اور عمرہ بھی ادا کریں گے، اور خدا جانے ہمیں
مشرکین مکہ عمرہ کی اجازت دیتے بھی ہیں یا نہیں؟
رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا! تم عثمانؓ کو کیا سمجھتے ہو!
کیا عثمانؓ میرے بغیر عمرہ ادا کرے گا! ہرگز نہیں،
ادھر سیدنا عثمانؓ اور کفار مکہ کے مابین ہونے والے مذاکرات ناکام
ہو گئے۔ اور مشرکین مکہ نے نبی اکرمؐ اور اصحاب رسول کو عمرہ کرنے کی اجازت
دینے سے انکار کر دیا . . . . سرداران قریش نے سیدنا عثمانؓ
سے کہا! عثمانؓ تم آ گئے ہو اور احرام کی حالت میں ہو۔ اس لئے اگر تم چاہو تو
عمرہ ادا کر سکتے ہو! سیدنا عثمانؓ نے فرمایا، میں اپنے محبوب پیغمبرؐ کے بغیر
طواف نہیں کروں گا۔ اور نہ مجھ سے ہو سکتا ہے۔ سبحان اللہ! کتنے روح پرور
یہ الفاظ ہیں! محبت رسول میں پختگی، الفت پیغمبر کی صداقت اور عشق نبیؐ
کا اس سے بہتر مظاہرہ چشم فلک نے کبھی اور کہیں بھی نہ دیکھا ہوگا . . . . . .
. . . دنیوی عیش و عشرت تو اصحاب رسولؐ نے آپ پر قربان کر دی تھی!
دنیوی بہار و نشاط، مال و اسباب، سرمایہ، متاع و منصب، رشتے اور
رشتے داریاں تو اصحاب رسولؐ نے آپ پر نثار کر ہی دی تھیں . . . .
ازواج و اولاد کنبہ قبیلہ اور وطن تو انہوں نے آپ کے لئے ترک کر دیا
تھا۔ من تن دھن کی قربانی پیش کرنے کا عزم کیا تھا۔ اور کہا تھا۔
؎

مے بھی ہے، مینا بھی ہے ساغر بھی ہے ساقی نہیں
دل میں آتا ہے لگا دیں آگ مے خانے کو ہم
نہ ہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی
ہوا کو، ابر کو، گل کو چمن کو صحنِ بستاں کو

مگر سیدنا عثمانؓ نے تو محبتِ رسول میں عبادتِ الٰہی کو بھی قربان کر دیا۔ . . . . تاریخ عشق میں اور محبت والفت کی داستان میں اس کی مثال کہیں نہیں مل سکتی کہ بیت اللہ کا طواف اللہ تعالےٰ کی عبادت ہے۔ مگر سیدنا عثمانؓ نبی اکرمؐ کے بغیر اسکی ادائیگی کے لئے تیار نہیں ہوئے۔

کس کس کا ذکر کروں سامعینِ گرامی قدر! اصحابِ رسولؐ کی قدوسی جماعت میں سے کس کس کا تذکرہ کروں؟ کس کس کا نام لوں؟ ان میں سے ہر ایک عشقِ رسول اور محبتِ نبی کا عملی نمونہ تھا۔ . . . .

تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ انہوں نے اپنے محبوب پیغمبرؐ کے اشارۂ ابرو پر اپنا وطن، اپنا مال، اپنی تجارت، اپنے آباؤ اجداد، اپنی اولاد، اپنے رشتے ناتے، حتیٰ کہ اپنی عزت اور جان تک کی قربانی پیش کی۔ . . . . دنیا اور کائنات کی ہر شئی جو دین اور حبِ رسولؐ کی راہ میں رکاوٹ بنتی تھی اُسے پس پشت ڈال کر رحمتِ کائنات کو سینے میں بسایا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں ایمان دار ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ کائنات کی ہر شئی سے بڑھ کر رسولِ اکرمؐ سے محبت ہو! پھر انہوں نے اس شرط کو ہر موقع پر، ہر وقت اور ہر جگہ پورا کیا۔ . . . . مکہ کی گلیاں گواہ ہیں، مکہ کے بازار اور چوراہے گواہ ہیں، بلالؓ اور صہیبؓ کا جھلستا ہوا بدن گواہ ہے، سمیہؓ کے بدن کے ٹکڑے گواہ ہیں۔ یاسرؓ اور عمارؓ

کا صبر گواہ ہے ، زنیرہؓ کی آنکھیں گواہ ہیں ، ابو فکیہہؓ کی ٹوٹی ہوئی پسلیاں گواہ ہیں ، ہجرتِ مدینہ گواہ ہے ، بدر کا میدان گواہ ہے ، اُحد کی پہاڑی گواہ ہے ، ام عمارہ کی بہادری گواہ ہے ، زیادؓ بن سکن کی شہادت گواہ ہے ، ہاں ہاں خبیبؓ و زیدؓ کا سولی پر لٹکنا گواہ ہے ، جب مشرکین نے کہا تھا کہ تم پسند کرو گے کہ تمہیں آزاد کر دیا جائے اور تمہاری جگہ تمہارے پیغمبر کو لایا جائے ، تو انہوں نے کہا تھا ہمیں ، تو یہ بھی گوارا نہیں کہ ہمارے ہوتے ہوئے محمد عربی ؐ کے قدموں میں کانٹا چبھے ۔

سب سے زیادہ رحمتِ کائنات سے محبت کیوں ہونی چاہیئے

حضراتِ گرامی! میرے گذشتہ بیان سے یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ جب تک دنیا کی ہر عزیز سے عزیز شئی سے بڑھ کر نبی اکرم ؐ سے محبت و پیار نہیں ہو گا اس وقت تک ایمان کامل اور مکمل نہیں ہو سکتا . . . . سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز سے بڑھ کر آپ سے محبت کیوں کی جائے . . آیئے ذرا اس کی بھی وضاحت کر دیں . محبت کے معنی ہیں میلانِ نفس . . . . . . اور میلانِ نفس ہمیشہ پسندیدہ اور مرغوب چیز کی جانب ہی ہوا کرتا ہے . . . . . .

اور یہ بات بھی واضح اور ظاہر ہے کہ عالم اسباب میں کسی چیز کی طرف میلان اور جھکاؤ کے کچھ وجوہات اور اسباب ہوتے ہیں . پہلے ان اسبابِ محبت کو ایک نظر دیکھ لیا جائے ، اور پھر دیکھا جائے کہ وہ محبت کے اسباب رسولِ اکرم ؐ کے وجودِ مسعود میں پوری طرح پائے جاتے ہیں یا نہیں ؟ اگر محبت کے اسباب نبی اکرم ؐ کے اندر کامل و مکمل بلکہ اکمل طور پر موجود ہوں تو پھر قانون وقاعدہ کی رو سے فطرتی طور پر ایک مسلمان کے دل میں نبی اکرم ؐ کی محبت

بھی سب سے زیادہ ہونی چاہیئے ۔

اسبابِ محبت چار ہیں جن اسباب کی بنا پر کسی سے محبت کی جاتی ہے۔ وہ اسباب چار ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ پہلا سبب حسن وجمال ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دوسرا سبب کمال ہے ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ تیسرا سبب قرابت واتصال ہے اور چوتھا سبب احسان ہے ۔

حسن وجمال محبت کا پہلا سبب محبت کا پہلا سبب اور پہلی شرط حسن وجمال ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ انسان عام طور پر حسین وجمیل شئی پر فریفتہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک فرمایا اِنَّ اللّٰہَ جَمِیْلٌ وَیُحِبُّ الْجَمَالَ کہ اللہ رَبُّ الْعِزَّت چونکہ خود جمیل ہے۔ اس لئے جمال کو محبوب رکھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کسی کا حسن وجمال محبت والفت کا سبب ہے تو پھر نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مستحق ہیں کہ دنیا کی ہر شئی سے بڑھ کر آپ کے ساتھ محبت کی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیونکہ آپؐ صرف حسین نہیں تھے ، بلکہ احسن تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ صرف جمیل نہیں تھے بلکہ اجمل تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ چونکہ خالق حسن وجمال کے محبوب اور پیارے تھے اس لئے خالق کائنات نے حسن وجمال کی تمام خوبیاں اور ادائیں آپؐ کے وجود میں بدرجۂ اتم رکھ دی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کے وجود کی بناوٹ کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کے چہرے کی سجاوٹ کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کی آنکھوں کی چمک کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کے ہونٹوں کے تبسم کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کے دانتوں کی خوبصورتی کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کی زلفوں کی سیاہی کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کے ہاتھوں کی نرمائی کو دیکھ کر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور آپؐ کے ماتھے کی تابانی کو دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ

آپ اپنی مرضی کے مطابق بنے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گویا کہ خالق کائنات آپ سے پوچھ پوچھ کر آپ کو بناتا تھا۔ اور اسی کی طرف اشارہ کیا ہے سیدنا حسانؓ بن ثابت نے۔ انہوں نے میرے نبیؐ کے بارے میں کہا تھا ؎

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ ٭ وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ ٭ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

لوگو! جب سے میری آنکھیں میرے چہرے پر لگی ہیں، مَیں نے اپنی زندگی میں محمدؐ سے حسین کوئی نہیں دیکھا، اور مَیں اپنے نبیؐ سے بڑھ کر حسین و جمیل کس طرح دیکھ سکتا تھا، کسی ماں نے آج تک آپؐ سے بڑھ کر جمیل جنا ہی نہیں ہے۔

میرے نبیؐ تو ہر ظاہری و باطنی عیب اور نقص سے پاک پیدا کئے گئے ہیں اور آپؐ کے حسن و جمال اور خوبصورت اعضاء کو دیکھ کر ایسے لگتا ہے کہ آپؐ اپنی مرضی کے مطابق بنے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ کے ان الہامی شعروں کا ترجمہ پنجابی کے ایک شاعر نے کیا اور کمال کر دیا کہتا ہے۔ ؎

کسے ماں ایہو جیہا سوہنا نہیں جنیا ۔۔۔ جویں اپنی مرضی مطابق او بنیا

سوہنی نفاست تے پھلاں دا ابھرا ۔۔۔ مَیں قربان اللہ محمدؐ دا چہرہ

مصور نے بس انتہا کر ہے سٹی ۔۔۔ بڑی ریجھ دے نال تصویر کٹی

حسیناں جمیلاں دا متھ موڑ دِتا ۔۔۔ محمدؐ بنا رب قلم توڑ دِتا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے اور اہل مدینہ آپؐ کے استقبال اور آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے مدینہ سے باہر نکل آئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدینہ کے بچے اور

چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی استقبال کے لئے آئیں۔ جونہی آپ تشریف لائے اور آپ کے چہرۂ انور پر لوگوں کی نظر پڑی تو مدینہ کی بچیاں آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر بے ساختہ پکار اٹھیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعِ

او لوگو! یہ کون آگیا ہمیں تو لگتا ہے کہ چودھویں کا چاند ہے جو ہم پر طلوع ہوا۔ ہم پہ اپنے رب کا شکر لازم ہے کہ ہمارے تاریک نصیب کو روشن کرنے والا محمدؐ آیا ہے۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حسن یوسف اور حسن محمد کا موازنہ کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔ ؎

لَوَامِیْ زُلَیْخَا لَوْ رَاَیْنَ جَبِیْنَہٗ ـــــ لَاٰثَرْنَ بِالْقَطْعِ الْقُلُوْبَ عَلَی الْاَیْدِیْ

لوگو! زلیخا کی سہیلیاں جنہوں نے پورے یوسف کو دیکھا اور حیران ہو کر ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ اگر وہ عورتیں میرے محبوب کی صرف جبین کو دیکھ لیتیں تو مدہوش ہو کر اپنے دل چیر لیتیں!

اپنے نبیؐ کے حسن و جمال کا تذکرہ کہاں تک کروں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اصحاب رسول اپنے محبوب کے حسن کا تذکرہ اپنے اپنے انداز، اپنی اپنی سوچ اور اپنے اپنے ذوق کے مطابق کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں!

کَاَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِیْ فِیْ وَجْھِہٖ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے نبیؐ کے چہرے کی چمک دمک کو دیکھ کر ایسے محسوس ہوتا جیسے سورج آپؐ کے چہرۂ اقدس میں رواں دواں ہے!

سیدنا انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم ؐ کے خادم خاص فرماتے ہیں ۔
كَانَ عَرَقُهُ اللُّؤْلُؤُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے نبی ؐ کے چہرۂ انور پر پسینے کے قطرے ایسے لگتے تھے جیسے چمک دار موتیوں کی لڑی ہو!
سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے نبی ؐ خوش ہوتے تھے تو آپ کا چہرۂ انور ایسے دمکتا تھا کہ معلوم ہوتا تھا چاند کا ٹکڑا ہے !
سیدنا ربیع بنت معوذ نے کہا
لَوْ رَأَيْتَهُ رَأَيْتَ الشَّمْسَ طَالِعَةً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر تو میرے نبی ؐ کو دیکھ لیتا تو تجھے ایسے محسوس ہوتا کہ سورج طلوع ہو رہا ہے !
سامعین گرامی ! اصحاب رسول کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ حسن کی تمام تر خوبیاں ، اور جمال کی تمام تر ادائیں میرے نبی ؐ کے وجودِ مسعود پر ختم تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاعر کہتا ہے ۔ ع

رخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ کسی کی بزم خیال میں نہ دکانِ آئینہ ساز میں

ایک اور شاعر کہتا ہے ع

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے ۔
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے

میرے بیان اور میری گفتگو سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اگر حسن و جمال محبت کا سبب ہے تو پھر دنیا اور ساری کائنات سے بڑھ کر نبی اکرم ؐ سے محبت ہونی چاہئے ، اس لئے کہ آپ صرف حسین نہیں بلکہ احسن تھے ، اور آپ صرف جمیل نہیں بلکہ اجمل تھے ۔

کمال ـــــ محبت کا دوسرا سبب محبت کا دوسرا سبب ، کسی

. . . . . یعنی باطنی جمال . . . . . . شخص میں کسی کمال کا پایا جانا ہے۔ . . . بالکل ظاہر بات ہے کہ جب کسی شخص میں اعلیٰ درجہ کے کمالات، محاسن اور اخلاق جمع ہوتے ہیں تو وہ شخص اپنے کمالات اور محاسن کی وجہ سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کر لیتا ہے۔ اور بڑے بڑے سرکش لوگ بھی کسی شخص میں کمالات اور اخلاق کو دیکھ کر اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ . . .

. . . ہمارے پیارے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری حسن و جمال، ظاہری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ باطنی جمال یعنی کمالات و محاسن سے نوازا تھا، اور جس شخص میں کمالات ہوں وہ سب کے نزدیک محبوب اور پیارا ہوتا ہے۔

مَیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کو دیکھتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ مجموعۂ کمالات ہیں۔ سیدنا آدمؑ سے لے کر سیدنا عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کرام کو جو کمالات اور جو اوصاف اور جو خوبیاں فرداً فرداً عطا ہوئیں وہ سارے کمالات اور ساری خوبیاں اللہ تعالیٰ نے خاتم الانبیاء میں جمع فرما دیں!

آدمؑ کا خلق اِن میں، شیثؑ کی معرفت اِن میں، نوحؑ کا جوشِ تبلیغ اِن میں، ابراہیمؑ کا ولولۂ توحید اِن میں، اسماعیلؑ کا ایثار اِن میں، اسحاقؑ کی رضا اِن میں، صالحؑ کی فصاحت اِن میں، لوطؑ کی حکمت اِن میں، موسیٰؑ کا جلال اِن میں، ہارونؑ کا جمال اِن میں، یعقوبؑ کی تسلیم و رضا اِن میں، داؤدؑ کی آواز اِن میں، ایوبؑ کا صبر اِن میں، یونسؑ کی اطاعت اِن میں، یوشعؑ کا جہاد اِن میں، دانیالؑ کی محبت اِن میں، الیاسؑ کا وقار اِن میں، یوسفؑ کا حُسن اِن میں، یحییٰؑ کی پاک دامنی اِن میں، عیسیٰؑ کا زہد اِن میں، زکریاؑ کی عبادت اِن میں، . . . . غرضیکہ تمام اوصاف اور کمالات نبی اکرمؐ کی ذاتِ گرامی میں جمع کر دیئے گئے . . . .

بانیٔ دارالعلوم دیوبند مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ع

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں

تیرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

ایک اور شاعر کہتا ہے ع

حسنِ یوسفؑ دمِ عیسےٰؑ یدِ بیضا داری

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضراتِ گرامی! کمالات میں سب سے اعلیٰ اور عظیم کمال...... کمالِ علمی ہے...... اسی کمال کی وجہ سے سیدنا آدمؑ کو خلافت عطا ہوئی...... اسی کمالِ علمی کا آغاز سیدنا آدمؑ سے ہوا، اور خاتم الانبیاء پر اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کے اعلان کے ساتھ اس کو پورا کر دیا گیا...... کمالِ علمی میں نبی اکرم ﷺ کا مرتبہ سب سے اعلیٰ اور برتر ہے۔ آپ ہی عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمْ کے مصداق ہیں، اور ایک اللہ سے کم، اور ساری مخلوق سے بڑھ کر آپؐ ہی عالم ہیں۔

○ اخلاق کے وصف میں اتنے برتر کہ کائنات کا رب گواہی دیتا ہے...... اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ...... آپ خود فرماتے ہیں اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ...... ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰن!

شجاعت کے وصف میں اتنے برتر اور اعلیٰ کہ جب غزوۂ حنین میں مشرکین کے سخت حملے کی تاب نہ لا کر مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے تو رحمتِ کائنات ﷺ نے اپنے خچر کا رُخ اسی طرف موڑ دیا جس طرف سے تیر آرہے تھے آگے بڑھتے جاتے تھے اور دشمن کو للکار رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ ______ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ
مَیں سچا پیغمبر ہوں ______ مَیں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں

○ عفو درگزر کے وصف اور کمال میں اتنے اعلیٰ اور برتر کہ جان کے دشمنوں تک کو بھی بددعا نہیں دی . . . . طائف کے بازاروں اور گلیوں میں جن لوگوں نے خون میں نہلا دیا، اُن کے حق میں فرمایا اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَوْمِیْ . . . . مولا میری قوم کو ہدایت کی دولت سے مالا مال فرما دے!

فتح مکہ کے دِن جب آپ کے جھنڈے کے نیچے دس ہزار جانثاروں کا لشکر موجود تھا، اور ان میں سے ایک ایک شخص آپ کے اشارۂ ابرو کا منتظر تھا، پھر مشرکین ومخالفین دست بستہ کھڑے تھے، اور سوچ رہے تھے کہ خدا جانے آج محمد ہمارے ساتھ کیا سلوک کرتا ہے . . . . . . پھر لکایک رحمتِ کائنات نے یہ اعلان فرما کر کائنات کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا . . . . کہ لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ . . . .
جاؤ آج مَیں نے تم سب کو آزاد کر دیا، آج تم پر کوئی الزام نہیں!

○ صدق وسچائی اور عدل کے وصف میں اتنے ممتاز اور باکمال ہیں کہ جان کے دشمن تک صداقت وعدالت کا اعتراف بھی کرتے ہیں، اور گواہی بھی دیتے ہیں۔

اخنس بن شریک نے ایک دِن ابوجہل سے پوچھا تھا کہ تم محمد کے سب سے بڑے دشمن ہو، تم سب سے بڑھ کر اس کی مخالفت کرتے ہو . . . . مکہ کے چوہدری سچ بتا! محمد سچا ہے یا جھوٹا؟ ابوجہل کہنے لگا، مجھے کعبہ کے رب کی قسم ہے، مَیں نے آسمان کی نیلی چھت کے نیچے اور زمین کی پیٹھ پر محمد سے سچا کسی کو نہیں پایا!

ابوسفیان ہرقل شاہ روم کے دربار میں گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا !

○ حیا کا یہ عالم کہ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پردہ نشین کنواری لڑکی سے بڑھ کر حیادار تھے !

○ امانت و دیانت کے وصف میں اتنے باکمال اور برتر کہ قتل کے ارادے سے آنے والے مشرکینِ مکہ کی امانتیں آپ کے پاس تھیں ، جن کے بارے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ، کہ یہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا کر مدینے آنا ۔

سامعینِ کرام ! اللہ تعالےٰ نے باطنی جمال سے نبی اکرمؐ کو مالا مال فرمایا ...... کمالات عطا فرمائے ...... اوصاف اور خوبیوں سے نوازا . اپنا محبوب بنایا ، خود بھی محبت کی اور لوگوں کو محبت و احترام کی تلقین کی .... کامل اتنا بنایا ، اور احترام اتنا کیا کہ کسی جگہ پر ان کو یا محمدؐ کہہ کر خطاب نہیں کیا .... ہر نبی کو نام لے کر خطاب کیا ، مگر جب امام الانبیاء کی باری آئی تو کبھی فرمایا یَاَیُّھَا النَّبِیُّ ... کبھی کہا یَاَیُّھَا الرَّسُوْلُ ..... کبھی فرمایا یَاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ...... کبھی کہا یَاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ .... مقام و مرتبہ اتنا اعلیٰ اور بلند فرمایا کہ وَرَفَعْنَا لَکَ ذِکْرَکَ .... کبھی کہا مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی اور وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کا مژدہ سنایا .... عَلَّمَکَ مَا لَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ . کا سہرا سجایا ..... اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ کے انعام و اکرام سے نوازا .... یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَیُزَکِّیْھِمْ کے القاب سے مزین کیا ....

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْھِکَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً تَرْضٰھَا کے مقام و مرتبہ سے نوازا

لوگو ! اگر کمال و اوصاف میں تسخیر کی طاقت ہے اور باکمال انسان کے لئے دنیا کے لوگ اپنے دل میں محبت پاتے ہیں، تو رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و پیار پوری کائنات اور پوری دنیا سے بڑھ کر ہونا چاہئے لئے کہ آپ تو کمالات میں برتر ہیں . . . . اوصاف میں بالاقدر ہیں . . . . خوبیوں میں یکتا ہیں . . . . کمالات و اوصاف میں اتنے اونچے اور اتنے اعلیٰ کہ مخلوقات کے باکمال لوگوں کے کمالات مل کر بھی آپ کے ایک کمال کا مقابلہ نہ کر سکیں۔

قرابت ـــــ محبت کا تیسرا سبب محبت و مؤدّت کا ایک سبب قرابت و اتّصال بھی ہے۔ اس اعتبار سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھ کر تعظیم و محبت کے لائق ہیں . . . . اس لئے ارشاد باری ہے۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ (پ ۲۱ ع ۱۷)

نبی مومنوں کے ساتھ خود ان کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں۔

اس آیت کی تفسیر و تشریح میں حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔

یعنی مسلمانوں پر اپنی جان سے بھی زیادہ آپ کا حق ہے اور آپ کی اطاعت مطلقاً اور تعظیم بدرجۂ کمال واجب ہے۔

مولانا شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

نبی نائب ہے اللہ کا   اپنی جان و مال میں اپنا تصرف نہیں

چلتا جتنا نبی کا چلتا ہے ــــــــ اپنی جان دہکتی آگ میں ڈالنا روا نہیں اور اگر نبی حکم دے دے تو فرض ہو جائے ۔ ان ہی حقائق پر نظر کرتے ہوئے احادیث میں فرمایا کہ تم میں کوئی آدمی مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک باپ ، بیٹے ، اور سب آدمیوں سے بلکہ اس کی جان سے بھی بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں !

ایک اور مقام پر رب العزت نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔ (توبہ آیت ۱۲۸ پ۱۱)

تمہارے پاس ایک رسول آیا ہے ، تمہی میں سے بھاری ہے اس پر جو تکلیف تم کو پہنچے ۔ حریص ہے تمہاری بھلائی پر مومنوں پر شفقت کرنے والا مہربان ہے !

سامعین کرام ! اگر قرابت شرط محبت ہے تب بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والفت سب سے بڑھ کر ہونی چاہیئے ۔ اس لئے کہ آپ امت کے روحانی باپ ہیں ۔ آپ نے خود فرمایا اِنَّمَا اَنَا لَكُمْ بِمَنْزِلَةِ الْوَالِدِ میری امت کے لوگو میں تمہارے لئے شفقت و رحمت کے اعتبار سے والد کی طرح ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ کی ازواج مطہرات مومنین کی مائیں ہیں ۔ وَاَزْوَاجُهٗ اُمَّهٰتُكُمْ ۔ ۔ ۔

احسان ــــ محبت کا چوتھا سبب

محبت کا چوتھا سبب احسان ہے ــــ انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنے محسن کی عزت بھی کرتا ہے ، اور اپنے محسن سے ٹوٹ کر محبت بھی کرتا ہے ــــ اَلْاِنْسَانُ عَبْدُ الْاِحْسَانِ ۔ انسان اپنے محسن کا غلام بن جاتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں اُس کی

ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب صلح کی گفتگو ہو رہی تھی تو سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ تلوار سونتے کھڑے تھے۔ . . . . مشرکین مکہ کا نمائندہ۔ مغیرہ بن شعبہ اور دیگر اصحاب رسول کو دیکھ کر طعن کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ محمد یہ لوگ جو آپ کے ارد گرد جمع ہو گئے ہیں۔ آپ کے خیر خواہ اور مخلص نہیں یہ تو صرف اپنے مفاد اور اغراض کے لئے آپ کے پاس جمع ہیں . . وقت آنے پر یہ لوگ آپ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے . . . .

. . . . سیدنا صدیق اکبرؓ جو قریب ہی کھڑے تھے، انہوں نے اس کی یہ گفتگو سنی، اور گفتگو کا انداز دیکھا تو برداشت نہ کر سکے، جلال میں آئے اور بہت گرم اور بہت تند و تلخ الفاظ استعمال کئے . . . . مشرکین کا نمائندہ پوچھتا ہے یہ کون ہے؟ کہا جاتا ہے یہ ابوبکرؓ ہیں . . . . وہ جواب میں کہتا ہے۔ ابوبکر! آپ کے مجھ پر بہت احسانات ہیں۔ ورنہ جو سخت اور گرم الفاظ آپ نے کہے ہیں میں ان کا ضرور جواب دیتا، یعنی صرف احسان کی وجہ سے زبان روک لی، اور ابوبکرؓ کا احترام کیا۔

نبی کریمؐ ــــــ محسن انسانیت انسان فطرتی طور پر اپنے محسن سے محبت بھی کرتا ہے۔ اور اس کا احترام بھی کرتا ہے . . . . اب دیکھنا یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لئے کتنے بڑے محسن ہیں؟ آپؐ کے کیا کیا اور کتنے احسانات ہیں! ظاہر بات ہے کہ ربُّ العلمین کے بعد سب سے بڑے محسن رحمۃ للعالمین ہی ہیں . . . . والدین سے بڑھ کر آپ محسن ہیں . . . . اولاد سے زیادہ آپ کے احسانات ہیں . . . . برادری کنبہ قبیلہ سے بڑھ کر آپ کے احسانات ہیں . . . .

اساتذہ اور مرشدین سے بڑھ کر آپ محسن ہیں۔

آپ نے احادیث وسیر کی کتابوں میں پڑھا ہوگا، اور علما سے سُنا ہوگا۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی بھلائی اور ہدایت کے لئے بری سے بڑی مصیبت جھیلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سخت سے سخت ظلم وتشدد برداشت کیا ۔ ۔ ۔ دکھوں اور غموں کے پہاڑ اٹھائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدن لہولہان کرایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مجنون اور ساحر کے فتوے لگے، جسم اقدس پر غلاظت ڈالی گئی، سر مبارک زخمی ہوا، دانت شہید ہوا، سوشل بائیکاٹ ہوا، وطن سے بے وطن کیا گیا، جنگیں لڑتے رہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سب کچھ کیوں ہوا، صرف اس لئے کہ انسان دوزخ کا ایندھن بننے سے بچ جائے اور جنت کا وارث ہوجائے۔

سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے نجاشی کے دربار میں جو تقریر فرمائی تھی، اس میں یہی کہا تھا کہ ہم گم گشتہ راہ تھے۔ بے جان اصنام کے پجاری، مردار کھانے والے، فواحش کے عادی، ظلم وستم کو روا رکھنے والے مگر جس کو ہم نے نبی مانا ہے، اس نے ہماری دنیا بدل دی ہے، اور ہمیں بھلائی اور نجات کا راستہ بتایا ہے۔

سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ اسلام کے سفیر بن کر رستم فارس کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ پوچھتا ہے۔ تم آخر چاہتے کیا ہو؟ سیدنا مغیرہؓ نے رستم کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے اسی حقیقت کو بیان فرمایا کہ

ہم سب سے زیادہ ذلیل تھے، ہم مردار کھاتے تھے، غربت کی وجہ سے مردہ جانوروں اور درختوں کے پتوں کو کھا جاتے تھے۔ ہم نے پتھروں کو معبود بنا لیا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمارے اندر اپنا ایک پیغمبر بھیجا، جس کے حسب ونسب اور

کردار و اعمال سے ہم بخوبی باخبر آگاہ ہیں، ہم نے پہلے اُسے پرکھا پھر اس پر ایمان لائے۔ اس نے ہمیں بتایا کہ اگر ہم اس کے کہنے پر عمل کریں گے۔ تو ہمیں دنیا و آخرت کی سرداری حاصل ہو گی۔

پھر واقعی ایسا ہی ہوا، جس طرح سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔

...... اصحاب رسولؐ نے دنیا و آخرت دونوں سنوار لیں ....

.. نبی کریمؐ ان کے لئے محسن ثابت ہوئے۔ انہوں نے اپنے محسن کی محبت و اطاعت کی، اور اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کی طاقتوں کو اُن کے سامنے ہیچ کر دیا .... فارس و روم کے تخت و تاج انہوں نے پاؤں کی ٹھوکر سے اڑا دیئے .... فتوحات اور کامیابیوں کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ دنیا دنگ رہ گئی .... عرب جو ایک غیر مہذب قوم تھی، دنیا کی مؤدب بن گئی .... وہ جو جاہل تھے معلم بن گئے۔ چوروں اور رہزنوں کو رہبر اور ہادی بنا دیا۔ زمین کے ذروں کو آسمان کے تارے بنا دیا ...... ایک شاعر اسی کا نقشہ کھینچتے ہوئے کہتا ہے ؎

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُنکے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

ایک اور شاعر اس کی عکاسی اس طرح کرتا ہے۔ ؎

دُرفشانی نے تیری قطروں کو دریا کر دیا
دل کو روشن کر دیا آنکھوں کو بینا کر دیا
خود نہ تھے جو راہ پر اوروں کے ہادی بن گئے
کیا نظر تھی جس نے مُردوں کو مسیحا کر دیا

ایک اور شاعر کہتا ہے
قدم بوسی کی دولت مل گئی تھی چند ذرّوں کو
ابھی تک وہ چمکتے ہیں ستاروں کی جبیں ہو کر

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے ہدایت نصیب ہوئی . . . . . . پھر دنیاوی حکومت و اقتدار اور عزت و محبت ملی . . . . رہا آخری معاملہ، تو وہاں بھی نبی کریمؐ کے احسانات ہی احسانات ہوں گے . ان کی نسبت کی وجہ سے اس امت کو سب سے زیادہ اللہ تعالٰے کا قرب نصیب ہو گا . . . . نبی کریمؐ کی نسبت کی وجہ سے سب سے پہلے یہی اُمت پُل صراط سے گزرے گی . . . . نبی کریمؐ کی نسبت کی وجہ سے سب سے پہلے یہی امت جنت میں داخل ہو گی ، اور جنت کی ایک سو بیس صفوں میں اُسّی صفیں اس امت کی ہوں گی . . . . نبی کریمؐ ہی حوضِ کوثر کے ساقی ہوں گے . . . . آپؐ ہی مقامِ شفاعت کے منصب پہ سب سے پہلے فائز ہوں گے . . . . نبی کریمؐ کے احسان کا یہ عالم ہے کہ میدانِ محشر کی ہولناکی میں ہر انسان حتیٰ کہ انبیاء تک نفسی نفسی پکار رہے ہوں گے ، مگر محسنِ انسانیت کی زبانِ مقدس پہ امتی امتی ہو گا .

سامعینِ گرامی قدر ! اگر احسان میں کشش ہے اور اَلْاِنْسَانُ عَبِیْدُ

الاِحْسَان صحیح ہے۔ اور اگر انسان کو اپنے محسن سے محبت کرنی چاہئے
تو یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی میں سب سے زیادہ کشش
موجود ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس عظیم پیغمبر کو اپنی گنہگار امت سے اتنی
محبت ہو، اتنی شفقت ہو، اس پیغمبر کے ساتھ پوری دنیا سے بڑھ کر محبت
ہونی چاہئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری گفتگو سے یہ حقیقت ثابت ہو
گئی کہ دنیا میں کسی شخص سے محبت والفت کی جس قدر شرائط، اسباب
اور وجوہات ہو سکتی ہیں وہ تمام کی تمام شرائط اور تمام اسباب نبی اکرم ؐ
کے ذات والاصفات ہیں بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

اس لئے آپ کے ساتھ محبت والفت اور پیار کا وہ تعلق ہونا چاہئے
جو کسی اور انسان یا مخلوق کے ساتھ نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر کسی شخص کو
ماں باپ، اولاد، دولتِ دنیا، مکانات و دکانات، تجارت و صنعت
اور کنبہ قبیلہ سے بڑھ کر نبی اکرم ؐ سے محبت نہیں ہے تو اس کا ایمان
کامل اور مکمل نہیں ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ
وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

محبت کا معیار

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتِمِ الْاَنْبِیَآءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْاَتْقِیَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

○ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الْکٰفِرِیْنَ ○

○ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ .

○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰہِ

○ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ .

○ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ

لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ۔

○ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبْعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ ۔

○ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ۔ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

سامعینِ گرامی قدر! گذشتہ تقریر میں آپ سُن چکے ہیں، یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے۔ کہ محبتِ رسول ایمان کی جان ہے۔ اور ایک مسلمان کہلانے والے کے لئے ضروری اور لازمی ہے کہ اُسے دنیا کی ہر شئی سے بڑھ کر . . . .

. . . . عزیز سے عزیز شئی سے بڑھ کر . . . . . . اپنے ماں باپ اور رشتے دار، کنبہ قبیلہ برادری، تجارت و مکانات، زمین اور جائیداد سے بڑھ کر اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور پیار ہو، اور دنیا کی ہر شئی کو اپنے نبی کے مقابلے میں ہیچ سمجھے! مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ محبتِ نبی کی پرکھ اور جانچ کس طرح ہوگی؟ محبتِ نبیؐ کو تولنے کا ترازو کیا ہے؟ آخر کس طرح معلوم ہوگا کہ کس شخص کو نبی اکرمؐ سے کتنی محبت ہے . . . .

. . . . ظاہر بات ہے کہ محبت نظر آنے والی چیز نہیں، وہ وجود اور حجم نہیں رکھتی، کہ معلوم کیا جا سکے کہ فلاں شخص جو نبی اکرمؐ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اس کی محبت کا وزن یا وجود اتنا ہے۔ اور فلاں کی محبت کا وزن اس سے کم ہے۔

لوگوں کے نزدیک محبتِ نبیؐ کا معیار یہ ہے کہ آپؐ کا نام سُن کر انگوٹھے چُوم لئے جائیں . . . . . . بعض لوگوں نے محبتِ نبیؐ کا معیار نعرۂ رسالت لگانے کو قرار دیا ہے . . . . . کچھ لوگوں نے کہا۔ سال بہ سال میلاد کی محفلیں اور جلوس محبتِ رسولؐ کی علامت ہے . . . . قوالی پر سر

دُھننا حُبِ رسول ؐ ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اذان سے اول آخر مصنوعی درُود پڑھنا محبت رسول ؐ کی نشانی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی سمجھ رہا ہے کہ روضۂ رسول ؐ کی جالیوں کو چومنا محبت نبیؐ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی مطمئن ہے کہ یا نبیؐ یا نبیؐ کا ورد محبتِ رسول کی علامت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کوئی سمجھ رہا ہے کہ محبت رسول ؐ کا تقاضا یہ ہے کہ نبی اکرم کو عالم الغیب، حاضر و ناظر اور مختارِ کُل سمجھا جائے۔ اسی لئے ہر کوئی بڑی آسانی سے اپنے آپ کو نبی اکرم ؐ کا مُحب اور عاشق کہلاتا ہے۔ مگر اِن میں سے کوئی بات محبتِ رسول کا معیار اور کسوٹی نہیں ہے۔

محبتِ نبی کی کسوٹی کیا ہے؟

آیئے مَیں آپ کو بتلاتا ہوں کہ محبت رسول تولنے کا ترازو کیا ہے؟ حُبِ نبیؐ پرکھنے کی کسوٹی کیا ہے؟ اور یہ ترازو اور کسوٹی خود نبی اکرم ؐ نے مقرر فرمائی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ـــــــ مَنْ اَحَبَّنِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ اَطَاعَنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّۃِ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جس شخص کو میرے ساتھ محبت ہوگی، وہ میری اطاعت کرے گا، اور جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں بھی میرے ساتھ ہوگا۔

اس فرمانِ نبویؐ سے معلوم ہوا کہ محبتِ نبی کی کسوٹی اطاعت و فرمانبرداری ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ عشقِ پیغمبرؐ کے تولنے کے لئے ترازو اتباعِ پیغمبر ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گویا کہ محبت کا دعویٰ ہے اور اطاعت اس کی دلیل ہے۔

نبی اکرم ؐ! صرف مرکزِ محبّت و عقیدت نہیں بلکہ واجب الاطاعت

سامعینِ گرامی قدر! جس شخص نے کلمہ میں محمد رسول اللہ کا اقرار کیا ہے

اور امام الانبیاء سرورِ کائنات کو اللہ تعالیٰ کا سچا رسول مان لیا ہے . . . . .
خدا کا نمائندہ تسلیم کر لیا ہے . . . . اللہ کا پیغامبر مان لیا ہے . . . . .
جب آپ کو خاتم النبیین مان لیا ہے . جب ان کی نبوت و رسالت کا اقرار
کر لیا ہے . جب آپ کو ہادی و راہنما تسلیم کر لیا ہے . تو اب ہمارے لئے
سوائے اس کے کوئی چارۂ کار نہیں کہ ان کا ہر حکم مانیں . . . . اُن
کے ہر قول کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیں . . . . . . اور ان کے ہر فرمان
کے سامنے سر جھکا دیں .

یاد رکھو ! رسول صرف اس لئے نہیں آتا کہ اُسے فقط رسُول مان لو ،
اس کی رسالت کا اقرار کر لو ، اسے صرف نبی تسلیم کر لو . . . . رسول
صرف اس لئے نہیں آتا کہ اُسے فقط مرکزِ محبت و عقیدت سمجھ لو . . . . .
. . . رسول صرف اس لئے نہیں آتا کہ اس کا میلاد منا لو . . . . بلکہ
رسول اس لئے آتا ہے کہ اس کی رسالت و نبوت کا اقرار کر کے . . . . .
. . . اور اس کی نبوت و رسالت پر ایمان لا کر اس کی کامل و مکمل اطاعت و
اتباع کی جائے . . . . اس کے تمام احکام مانے جائیں . . . . .
اس کے ہر ہر قول کو تسلیم کیا جائے . . . . اس کے ہر حکم کے سامنے
سرِ تسلیم خم کیا جائے . . . . زندگی کے ہر ہر موڑ پر اس کی سنت اور اس
کے طریقے کی پیروی کی جائے . . . . اس کے نقشِ قدم پر چلا جائے . . . .
. . . . اپنی خوشی و غم میں . . . . اپنی شادی و مرگ میں . . . . اپنے
افعال و اعمال میں . . . . اپنی عبادت و ریاضت میں . . . . اپنی
تجارت و صنعت میں . . . . اپنی صحت و بیماری میں . . . . . . اپنے
جنازے اور نکاح میں . . . . اپنی نشست و برخاست میں . . . . . .

. . . اپنی نماز اور روزہ میں . . . . . . اپنی اذان اور اقامت میں . . . . .
. . غرضیکہ زندگی کے ایک ایک لمحہ اور ایک ایک لحظہ میں امام الانبیا ٔسیدنا
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واتباع اور فرمانبرداری کرنا ہوگی
. . . . . صرف مرکز محبت وعقیدت مان لینے سے بات نہیں بنے گی ۔
جب تک مرکزِ اطاعت اتباع نہیں مانا جائے گا . . . . ہاں اُس
محبت کے دعوے کا کیا فائدہ جس میں اطاعت کا جذبہ نہ ہو . . . . . .
اس عشقِ نبیؐ کا کیا فائدہ جس میں اتباع کا ولولہ نہ ہو . . . . محبت کا
دعویٰ بھی ہو لیکن اطاعت نہ ہو . . . . عشقِ رسول کا دعوےٰ بھی
ہو مگر فرائض کی ادائیگی کی پرواہ نہ ہو . . . . حضور اکرمؐ سے پیار کا مدعی
بھی ہو لیکن احکامِ نبوی کو پیٹھ دیتا ہو . . . . نبی اکرمؐ کی محبت کا دُم
بھرتا ہو مگر اوامر ونواہی کی کوئی پرواہ نہ ہو ، تو یہ طرزِ عمل سراسر منافقت ہے
سراسر معصیت ہے بلکہ عقل ونقل کے بھی خلاف ہے ۔ شاعر کہتا ہے ۔ ؎

تَعۡصِی الرَّسُوۡلَ وَاَنۡتَ تُظۡهِرُ حُبَّهٗ
هٰذَا لَعَمۡرِیۡ فِی الۡقِیَاسِ بَدِیۡعٗ
لَوۡکَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعۡتَهٗ
اِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُّحِبُّ مُطِیۡعٗ

نبی اکرمؐ کی نافرمانی بھی ہو ، اور محبتِ نبیؐ کا دعویٰ بھی ہو یہ عقل وقیاس
کے خلاف ہے . . . . اگر تو دعوئ محبت میں سچا ہے ، تو پھر اپنے محبوب
کی پیروی کر ، اس لئے کہ اِنَّ الۡمُحِبَّ لِمَنۡ یُّحِبُّ مُطِیۡعٗ . . . محب اپنے
محبوب کا مطیع ہوتا ہے . . . . ایک اور شاعر کہتا ہے ۔ ؎

؎ عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن

. . . . عاشقی اور عشق کیا ہے ؟ معشوق کے غلام بن جانے کا نام ہی محبت اور عشق ہے۔

حضراتِ گرامی ! جو دعویٰ محبت جذبۂ اطاعت سے خالی ہو وہ سراسر منافقت اور معصیت ہے۔ ایسا دعویٰ محبت اللہ تعالیٰ کے ہاں ہرگز قبول نہیں ہے . . . . اللہ تعالیٰ کے ہاں تو کیا دنیا کا کوئی عقلمند انسان بھی ایسا دعویٰ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوگا، کہ کوئی شخص محبت کا دعوےٰ کرے مگر بات نہ مانے . . . . . . پیار کا مدعی ہو ، مگر اطاعت نہ کرے . . . . ایک بیٹا اپنے باپ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے . . . . . . باپ کے ہاتھ چومتا ہے . . . . . . کہتا ہے جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں چین نہیں آتا ، مگر باپ کی بات تسلیم نہیں کرتا ، والد کا کہنا نہیں مانتا ، باپ کا حکم ماننے سے انکاری ہے . بلکہ ہر عمل اور ہر فعل اور ہر کام والد کی مرضی اور منشار کے خلاف کرتا ہے ۔ تو دنیا کا ہر عقلمند انسان کہے گا کہ یہ بیٹا اپنے والد کے ساتھ دعوئے محبت میں جھوٹا ہے ، مکار ہے ، فریبی ، اسے اگر اپنے والد سے حقیقی محبت ہوتی اور سچا پیار ہوتا تو اپنے والد کی فرمانبرداری کرتا . اور کوئی کام والد کی مرضی کے خلاف نہ کرتا . . . . اسی طرح محبتِ رسولؐ کے بلند بانگ دعوے مگر شادی کے موقع پر تمام کام سنتِ رسولؐ کے خلاف . . . . . . عشقِ رسولؐ کے نعرے ، مگر غم اور مرگ کے موقع پر تمام افعال سنتِ رسولؐ کے خلاف . . . . حبِ رسولؐ کا اعلان ، مگر تجارت و معاملات سیرتِ رسولؐ کے برعکس . تو یہ دعوئے محبت سراپا دھوکہ ، فریب ، مکاری اور ڈھونگ ہے .

اسی طرح عشقِ رسولؐ کے نعرے ، محبتِ رسولؐ کے دعوے ، وجد آفریں ،

نعتیں، نامِ رسول سُن کر انگوٹھے چومنا، بڑے اہتمام سے میلاد کی محفلیں، اور جلوس، اسی طرح صلوٰۃ وسلام کی مجلسیں اگر جذبۂ اطاعت سے خالی ہیں اور پیرویٔ سنت سے عاری ہیں تو یہ سراپا جھوٹ ہے۔ سراسر فریب ہے دھوکہ ہے۔ اپنے آپ سے بھی اور پوری قوم سے بھی، اللہ رب العزت کے ہاں ایسی محبت کا کوئی وزن اور کوئی وقعت نہیں ...... وقعت وزن اور پذیرائی صرف اس دعویٔ محبت کی ہے جس میں عمل کی چاشنی اور اطاعت واتباع کا جذبہ پایا جائے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِهٖ

اس وقت تک کوئی شخص مومن اور ایمان دار نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنی خواہشات کو اس شریعت کے تابع نہیں کر دیتا جو شریعت مَیں لے کر آیا ہوں۔

یعنی شادی وغم کے موقع پر، اپنے مرنے پرنے کے موقع پر، تجارت وسیاست میں، عبادات اور معاملات میں، اپنی نشست وبرخاست میں۔ غرضیکہ زندگی کے ایک ایک موڑ پر ...... اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ اور لحظہ میں، جب تک وہ اپنی خواہشات اور اپنی مرضی، اور اپنی خوشی اور اپنی تمناؤں کو ذبح کر کے، انہیں پسِ پشت ڈال کر اور انہیں ختم کر کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور سنت کی پیروی نہیں کرتا اور آپ کی لائی ہوئی شریعت پر عمل نہیں کرتا اس وقت تک وہ شخص مومن اور ایمان دار کہلانے کا حقدار نہیں ہو سکتا!

قرآن کیا کہتا ہے

اسی لئے قرآن نے انداز بدل بدل کر اس حقیقت کو

واضح کیا، اور اطاعت رسول کا حکم دیا ہے۔ . . . . . کہیں ارشاد ہوا میرے پیارے پیغمبر آپ اعلان کریں اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ اے لوگو! اگر تم محبوب خدا بننا چاہتے ہو تو میری اتباع اور میری پیروی کرو۔

بلکہ کئی ایک مقامات پر تو اللہ تعالٰے نے جہاں اپنی اطاعت کا حکم دیا وہاں نبی اکرمؐ کی اطاعت کا حکم فرمایا۔

سورت آل عمران میں ارشاد ہوا۔

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ

میرے پیارے نبیؐ آپ فرمائیں، اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی

ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا

اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ . . . . . . اللہ تعالٰی کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو۔

بلکہ ایک جگہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو خود اپنی اطاعت قرار دیا . . . . فرمایا مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ کہ جس نے رسولِ انور کی اطاعت کی اُس نے اللہ تعالٰی کی اطاعت کی

سامعین گرامی قدر! اللہ تعالٰے نے نبی اکرمؐ کی اطاعت و پیروی کو اپنی اطاعت قرار دیا . . . . . کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالٰے ہمارے پاس اپنا حکم دینے کے لئے خود نہیں آتا . . . . یہ حقیقت ادنیٰ عقل اور سمجھ رکھنے والے پر ظاہر ہے کہ اللہ تعالٰی اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ نماز پڑھنے کا حکم دے سکتا ہے، مگر عملی طور پر نماز پڑھ کر دکھانا اس کی شان کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے کہ نماز بغیر سجدہ اور رکوع کے مکمل نہیں ہوتی، اور وہ

اگر کسی کے آگے جھکے تو اِلٰہ نہیں رہتا........ ظاہر ہے وہ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ کا حکم دے سکتا ہے، مگر زکوٰۃ ادا کرنا....... خیرات و صدقات دینا اس کی شانِ ربوبیت کے مناسب نہیں..... ظاہر ہے وہ کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الصِّیَامُ کا حکم دے سکتا ہے مگر اس کو عملی جامہ پہنانا اس کے لائق نہیں........ وہ اَتِمُّوا الۡحَجَّ وَالۡعُمۡرَۃَ کا حکم دے سکتا ہے، مگر حج اور عمرہ کے افعال ادا کرنا اس کی شان نہیں..
...... فَانۡکِحُوۡا مَا طَابَ لَکُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ کا حکم دے سکتا ہے مگر نکاح کر کے عملی نمونہ پیش نہیں کر سکتا۔

اس لئے اللہ رب العزت نے اپنے احکام، اپنے اوامر و نواہی لوگوں تک پہنچانے کے لئے نبی اور رسول کو ذریعہ اور واسطہ بنایا، لہٰذا اب اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بھی رسول اکرمؐ کی اطاعت ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کو وہی عملی جامہ پہنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرے گا۔

○ قرآن مجید نے ایک اور جگہ پر اس حقیقت کو واضح کیا۔ فرمایا

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ

اس سے پہلی آیت میں وضاحت کی

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا۔ اے ایمان والو! میں تم سے بات کرنا چاہتا ہوں تم غور سے میری بات کو سنو

اَطِیۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِی الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ۔

اطاعت کرو اللہ کی، اور اطاعت کرو رسول کی، اور حاکموں کی جو تم میں سے ہوں!

اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دے کر فرمایا

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ اگر تمہارے درمیان کوئی تنازع ، کوئی جھگڑا ، کوئی اختلاف پیدا ہو جائے تو فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ...... اس جھگڑے کا فیصلہ اللہ اور اُس کے رسُول سے کراؤ ، اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اگر تم اللہ پر اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔

آیت کریمہ کے اس آخری حصہ پر بغور نگاہ ڈالئے ۔ اللہ تعالیٰ نے شرط لگا دی کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے ۔ وہ اپنے اختلافات کے فیصلے اللہ اور اس کے رسول سے کروائے گا ...... وہ ہر معاملہ میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرے گا ...... (زندگی میں آپؐ کی زبانِ مقدس سے اور وفات کے بعد آپ کے فرمان و اقوال اور احادیث سے)

اگر کوئی شخص اپنے اختلافات میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسُولِ مکرمؐ کو فیصل اور جج نہیں مانتا ، تو اس شخص کا اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان ہی نہیں ۔

اطاعتِ رسُولؐ سے اعراض ـــــــ کُفر کی علامت

قرآنِ مقدس نے ایک مقام پر واضح الفاظ میں ان لوگوں پر فتوے لگایا جو امام الانبیاء کے فیصلوں پر سرِ تسلیم خم نہیں کرتے ۔ ارشاد ہوا

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ٥

قسم ہے تیرے رب کی وہ لوگ ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک تجھ کو حاکم تسلیم

نہ کریں، ہر اس جھگڑے میں جو ان کے درمیان واقع ہوا، پھر آپ کا فیصلہ سُن کر اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں، اور سر جھکا کر اس فیصلے کو تسلیم کر لیں!

اس آیت کی تفسیر و تشریح اور حقیقت کو سمجھنے کے لئے تاریخ اسلام کے ایک مشہور واقعہ پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔

مدینہ منورہ میں بشر نامی ایک منافق کا کسی معاملہ میں ایک یہودی سے جھگڑا ہو گیا۔ یہودی نے کلمہ گو سے کہا آؤ ہم اپنے اس معاملہ کا فیصلہ تیرے نبی محمدؐ سے کروا لیں! مگر منافق جس کے دل میں چور تھا، اور جانتا تھا کہ یہودی حق پر ہے، اور سچا ہے۔ اس نے کہا نہیں محمد کریمؐ کے ہاں نہیں جاتے بلکہ تیرے مذہب کے عالم کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں اور اس سے فیصلہ کروا لیتے ہیں۔

عجیب و غریب اور حیرت میں ڈالنے والی بات ہے کہ یہودی اپنے سردار اور اپنے مذہب کے عالم کعب بن اشرف کو چھوڑ کر حضور اکرمؐ کو جج اور فیصل ماننا چاہتا ہے . . . . . . اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والا، کلمہ گو، بظاہر اسلام کا دعویٰ کرنے والا، نبی اکرمؐ کی بجائے ایک یہودی سردار اور عالم کو اپنا فیصل ماننا چاہتا ہے . . . . مگر اس عجیب و غریب بات میں راز یہ ہے کہ یہودی اور منافق دونوں کو یقین تھا کہ پیغمبر اسلام جو فیصلہ بھی کریں گے، وہ حق و انصاف پر مبنی ہو گا . . . . اس فیصلہ میں کسی کی رُو رعایت نہیں ہو گی . . . . اُن کے دربار میں نہ سفارش کام آئے گی، اور نہ رشوت چلے گی . . . . . . چونکہ یہودی حق پر تھا، اس لئے اُس نے اپنے سردار اور اپنے عالم سے بڑھ کر نبی اکرمؐ پر اعتماد اور اعتبار کیا۔

—— اور بظاہر مسلمان کہلانے والا چونکہ ناحق تھا، اس لئے جانتا

تھا کہ حضور انورؐ کا فیصلہ میرے حق میں نہیں بلکہ میرے خلاف ہوگا۔ . . .
. . . . . . گو مَیں مسلمان کہلاتا ہوں، اور کلمہ پڑھتا ہوں، اور میرا مخالف
دشمن اسلام یہودی ہے۔ مگر دربارِ نبویؐ میں اپنے اور پرائے . . . . .
دوست اور دشمن کو نہیں دیکھا جاتا، بلکہ وہاں صرف عدل و انصاف اور سچ
ہی کام آتا ہے۔ اس لئے وہ چاہتا تھا کہ نبی اکرمؐ کے دربار میں میرا مقدمہ نہ
جائے۔ یہودیوں کے سردار اور یہودیوں کے عالم کے پاس چلا جائے۔ اس
لئے کہ وہاں سفارش اور رشوت کے زور سے فیصلہ اپنے حق میں کروایا جا
سکتا ہے! یہودی بھی اپنے عالم کی کمزوری سے واقف تھا، لہٰذا وہ اس
بات پر راضی نہ ہوا کہ مقدمہ یہودی عالم کے پاس لے جائے۔ . . . . . .
چار و ناچار دونوں حضور اکرمؐ سے فیصلہ کروانے پر راضی اور متفق ہو گئے . . .
. . . آپؐ نے مقدمے کا فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا، منافق نے اس
فیصلے کو تسلیم نہیں کیا اور کہنے لگا! چلو عمر بن الخطاب سے فیصلہ کرواتے
ہیں۔ یہودی چونکہ سچا تھا۔ اور رسولِ انورؐ نے بھی اس کے حق میں فیصلہ دے دیا
تھا اس لئے وہ فوراً سیدنا عمرؓ کے یہاں جانے پر راضی ہو گیا۔ منافق کا
خیال تھا کہ سیدنا عمرؓ ذرا جلالی طبیعت کے مالک ہیں، اور یہودیوں کے شدید
ترین مخالف ہیں، اور میں چونکہ کلمہ گو ہوں، اس لئے میرے رعایت کریں گے

بہرکیف دونوں سیدنا عمرؓ کے یہاں پہنچے۔ یہودی کہنے لگا جناب! اس
سے پہلے کہ مقدمہ آپ کے سامنے رکھا جائے۔ ایک بات سن لیجئے کہ یہی مقدمہ
آپ کے پیغمبر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں پیش ہوا تو انہوں نے اس
کا فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے۔ مگر یہ کلمہ گو ان کے فیصلے پر مطمئن نہیں ہوا۔ اور
اصرار کیا کہ مقدمے کا فیصلہ آپ سے کروایا جائے۔

سیدنا عمرؓ نے کلمہ گو سے پوچھا، کیا یہودی سچ کہتا ہے۔؟ اس نے اقرار کیا کہ ہاں جناب حقیقتِ حال کچھ اس طرح ہی ہے۔

سیدنا عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا رُوَیدکُما حَتّٰی اَخرُجَ اِلَیکُمَا . . . . میرے واپس آنے تک ٹھہرو، مَیں واپس آکر ابھی فیصلہ کرتا ہوں . . . . آپ گھر تشریف لے گئے۔ تلوار اٹھائی واپس آئے اور منافق کا سر تن سے جدا کرتے ہوئے فرمایا

ھٰکَذَا اَقضِیْ عَلٰی مَنْ لَمْ یَرضَ بِقَضَآءِ اللّٰہِ وَقَضَآءِ رَسُولِہٖ

جو بدبخت اللہ اور اللہ کے رسول کے فیصلہ کو تسلیم نہیں کرتا، عمرؓ کی تلوار اس کا فیصلہ کرتی ہے!

اس کے بعد اس منافق کے ورثاء نے سیدنا عمرؓ کے خلاف دعویٰ دائر کر دیا۔ کہ انہوں نے ایک مسلمان کو بلاوجہ اور بلاقصور قتل کر دیا ہے ہمیں بدلہ دلوایا جائے۔ اور پھر اس منافق کو مسلمان ثابت کرنے کے لئے اس کے اس رویہ کی مختلف تاویلیں پیش کرنی شروع کیں، کہ جی! ہم سیدنا عمرؓ کے ہاں فیصلہ کے لئے نہیں گئے تھے، بلکہ تصفیہ کے لیے گئے تھے کہ وہ ہمارے درمیان صلح کرا دیں۔

اب سیدنا عمرؓ کی عزت وحرمت کا سوال تھا، اور اللہ رب العزت نے واضح فرمانا تھا کہ وہ کلمہ گو مومن نہیں بلکہ منافق تھا، اور فاروق اعظمؓ نے کسی مومن کو نہیں، بلکہ کافر کو مارا ہے، تو ارشاد ہوا

فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤمِنُونَ حَتّٰی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَینَھُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوا فِیْٓ اَنفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیتَ وَیُسَلِّمُوا تَسلِیمًا۔

فَلَا وَرَبِّکَ قسم ہے تیرے رب کی، سبحان اللہ! انداز کتنا پیار بھرا اور دلربا

ہے . . . . وہ تو پوری کائنات کا رب ہے ۔ زمین و آسمان کا رب ہے ۔ چاند ، سورج اور ستاروں کا رب ہے ۔ مسلمانوں اور کافروں کا رب ہے ۔ عرش و فرش کا رب ہے . . . . فَلَا وَرَبِّكَ یوں نہیں کہا رَبِّ الْعَالَمِیْن کی قسم ہے ۔ کائنات کے رب کی قسم ہے . . . . بلکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اور حضور اکرمؐ کو گفتگو میں شامل کر کے فرمایا فَلَا وَرَبِّكَ ـــــــ میرے محبوبؐ! تیرے رب کی قسم ہے!

لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ . . . . . وہ لوگ مومن اور ایمان دار نہیں ہو سکتے جب تک آپؐ کو فیصل ، حاکم اور منصف نہ بنالیں ، ہر اس جھگڑے اور تنازع میں جو انکے درمیان واقع ہو . . . .

. . . . ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ . . . . جب آپ فیصلہ کریں گے تو ظاہر بات ہے کہ وہ دونوں فریقوں کے حق میں تو نہیں ہو سکتا ، ایک فریق کے حق میں ہو گا تو لازماً دوسرے فریق کے خلاف ہو گا اس لئے فرمایا جو فیصلہ آپ فرمائیں اُسے سن کر وہ اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کریں ۔ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۔ اور آپ کے فیصلے کو دل و جان سے برضا و خوشی قبول کریں ۔

یہ حکم نبی اکرمؐ کی زندگی تک محدود نہیں ہے ۔ بلکہ یہ حکم قیامت تک کے لئے ہے ۔ اور آپؐ کی وفات کے بعد آپ کی سنت طیبہ اور شریعت مقدسہ کی طرف رجوع ضروری ہے . . . . . . فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ جملہ علی الاطلاق ہے ۔ صرف معاملات اور حقوق کے بارے میں فیصلہ نہیں بلکہ عقائد و نظریات اور دوسرے اہم اور نظری مسائل میں اختلاف رونما ہو تو ہر مسلمان اور ہر

مومن کے لئے ضروری ہے کہ اپنے درمیان ہونے والے ہر جھگڑے اور
خلاف کا فیصلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت مقدسہ سے کروائے
جو شخص اطاعت رسولؐ سے سرتابی کرتا ہے اور حضور انورؐ کے فرمان
اور احکام کی پیروی نہیں کرتا قرآن قسم کے ساتھ اس کے متعلق فیصلہ کرتا ہے
کہ وہ مومن نہیں ہے۔
(اس آیت کے نزول کے بعد جب سیدنا عمرؓ کے فیصلے کی تائید ہوگئی تو
رسول اکرمؐ نے سیدنا عمرؓ سے فرمایا اَنْتَ الْفَارُوْق۔ تم فاروق ہو۔ یعنی
حق و باطل میں فرق کرنے والا)

قرآن کا ایک اور فتویٰ

تاریخ اسلام اور سیرت نبویہ کے ایک عظیم واقعہ
کو قرآن نے اپنے اوراق میں جگہ دی ہے۔۔
۔۔۔۔۔ سیدنا زیدؓ حضور انورؐ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ آپ نے انہیں
منہ بولا بیٹا بنالیا تھا، اور اولاد کی طرح ان سے محبت کرتے تھے۔۔۔۔۔
۔۔۔ یہ جوان ہوئے تو امام الانبیاء نے سیدنا زیدؓ پر انتہائی شفقت کرتے
ہوئے ان کی شادی کے لئے اپنی پھوپھی زاد بہن، عبدالمطلب کی نواسی اور
خاندان بنی ہاشم کی معززہ خاتون سیدہ زینبؓ کا انتخاب فرمایا، اور پیغام
نکاح بھیجا۔۔۔۔۔۔۔۔ سیدنا زیدؓ چونکہ آزاد کردہ غلام تھے، اور سیدہ
زینبؓ کی خاندانی حیثیت چونکہ بہت بلند تھی، اس لئے انہوں نے اور
اُن کے بھائی عبداللہ نے اس پیغام کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔۔۔
اس موقعہ پر اللہ تعالےٰ نے فرمایا

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا
اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔ (سورہ احزاب آیۃ ۳۶ پ ۲۲)

کسی ایمان دار مرد کو اور کسی ایمان دار عورت کو یہ بات لائق اور مناسب نہیں کہ جب فیصلہ کر دیں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسول کسی کام کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے معاملہ میں!

سامعین گرامی! اگرچہ یہ آیت ایک خاص موقع پر نازل ہوئی مگر اپنے انداز بیان سے یہ حکم عام ہے۔ کہ کسی مومن مرد اور کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کسی حکم اور فرمان کو نظر انداز کر کے اپنے لئے کوئی نئی راہ منتخب کریں۔ کلمۂ اسلام کے اقرار کے بعد اطاعتِ رسولؐ کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں...... جو شخص رسولِ انورؐ کے دیئے ہوئے احکام کی پیروی نہیں کرتا...... جو شخص آپ کے فرمان کی اتباع نہیں کرتا...... جو شخص آپ کی کھلے بندوں نافرمانی کرتا ہے وہ گمراہ اور منافق ہے۔ اسی آیت کے آخر میں فرمایا۔

وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۔

جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرتا ہے وہ کھلی گمراہی میں ہے

صحابہ کرامؓ اس حقیقت کو سمجھ گئے تھے!

اصحابِ رسولؐ کی مقدس جماعت اس حقیقت کو سمجھ گئی تھی۔ اور ان کا اس بات پر یقین تھا کہ اطاعتِ رسولؐ سے منہ موڑنا اور آپؐ کے احکام سے روگردانی کرنا، اور آپ کی نافرمانی کرنا، گمراہی اور کفر کا سبب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہے...... اصحابِ رسول اس حقیقت کو بھی جان گئے تھے کہ ایمان نام ہے اطاعتِ رسولؐ کا! وہ سمجھتے تھے کہ اپنی ایک ایک حرکت اور ہر ہر عمل کو سیرتِ مصطفوی کے تابع کر دینے کا نام ہی دین ہے...... وہ جانتے تھے کہ حضور اکرمؐ کے ہر ہر حکم اور آپ کے

فرمان کو تسلیم کر لینا اسی کا نام اسلام ہے۔

اسی لئے انہوں نے اطاعتِ نبی اور فرمانبرداری پیغمبر کے بے مثال اور لاجواب نمونے دنیا کے سامنے پیش کئے۔۔۔۔۔۔ انہوں نے نبی کریمؐ کے ہر قول اور ہر ارشاد کے سامنے گردن جھکا دی۔۔۔۔۔۔ آپ کے ہر امر اور ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔۔۔۔۔۔ آپ کے اشارۂ ابرو پر جان تک نچھاور کر دی۔۔۔۔۔۔ انہوں نے سوچ سمجھ کر فیصلہ کر لیا تھا کہ جان جاتی ہے تو جائے مال جاتا ہے تو جائے۔۔۔۔۔۔ عزت داؤ پر لگتی ہے تو لگ جائے مگر اطاعتِ رسول اور اتباعِ پیغمبر میں بال برابر فرق نہیں آنا چاہیئے۔ آیئے اصحابِ رسول نے اطاعتِ پیغمبر کے جو لاجواب نمونے پیش کئے ان میں سے کچھ واقعات آپ کو سناتا ہوں تاکہ ایمان تازہ ہو جائے

تحویلِ قبلہ کے موقع پر اطاعتِ رسولؐ کا نمونہ

امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرمایا کرتے تھے، تقریباً سولہ یا سترہ ماہ بیت المقدس ہی آپ کا قبلہ رہا۔۔۔۔۔۔ اب اللہ تعالےٰ نے چاہا کہ مسلمانوں کا قبلہ تبدیل کر دیا جائے اور بیت المقدس کی جگہ بیت اللہ کو قبلہ بنا دیا جائے۔۔۔۔۔۔ پھر عین ظہر کی نماز میں تبدیلیٔ قبلہ کا حکم آگیا۔۔۔۔۔۔ ارشاد ہوا

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ۔۔۔۔۔۔ پس پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف۔۔۔۔۔۔ علامہ شبیر احمد عثمانیؒ تفسیر عثمانی میں لکھتے ہیں۔ جب تحویلِ قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ مسجد بنی سلمہ

میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے!

اب یہ پھرنا کوئی معمولی سا پھرنا نہیں تھا، بلکہ شمالی جانب بیت المقدس تھا، اور جنوبی سمت بیت اللہ...... اب شمال کی جانب سے منہ موڑ کر جنوب کی طرف منہ موڑنا تھا...... غرضیکہ جماعت کی جو آخری صف تھی اب اس نے پہلی صف بن جانا تھا، اور جماعت کی پہلی صف نے اب آخری صف بننا تھا........ اللہ تعالیٰ کا حکم جونہی پہنچا اور نبی اکرمؐ نے اپنا رُخ بیت اللہ کی طرف کیا تو ایک لمحہ ضائع کئے بغیر تمام صحابہؓ نے بھی اپنا رُخ بیت اللہ کی سمت موڑ دیا...... بعد میں آپؐ نے پوچھا! کہ مجھے تو جبریل امینؑ نے رب کا حکم سنایا کہ اپنا رُخ اسی وقت بیت اللہ کی طرف موڑ لو، اور میں نے تو حکم خداوندی کی تعمیل اور اطاعت کی، مگر تم بتاؤ! تم نے اپنے چہرے بیت اللہ کی طرف کیوں موڑے؟ اصحاب رسول اطاعت و فرمانبرداریٔ رسول کی مجسّم تصویریں...... انہوں نے کہا یا رسول اللہ! ہمیں بیت المقدس اور بیت اللہ سے کیا غرض! ہم تو آپؐ کے تابع فرمان ہیں....... ہم نے تو آپ کے پیچھے پیچھے چلنا ہے........ ہم نے قبلہ کو نہیں قبلہ نما کو دیکھنا ہے!

اطاعتِ رسولؐ کا ایک نادر نمونہ

حدیث میں ایک بڑا عجیب واقعہ ملتا ہے۔ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز [سنـ]ـت فرما رہے تھے، کہ دورانِ نماز آپ نے اپنی جوتیاں اتاریں اور بائیں طرف رکھ دیں۔ (نبی اکرمؐ جوتیوں کے ساتھ نماز ادا فرما رہے تھے اور آج بھی اگر جوتی میں نجاست اور پلیدی نہ ہو تو جوتی پہن کر نماز ادا کی جا سکتی

ہے۔ نفس جوتی میں تو کوئی نجاست نہیں ہے۔ وہ تو چمڑے یا کسی اور چیز کی بنی ہوئی ہے۔ آخر چمڑے کے موزے، چمڑے کی بنی ہوئی واسکٹ، اور دستانوں اور ٹوپی کے ساتھ بھی تو نماز پڑھی جا سکتی ہے۔ ہاں جوتی کے ساتھ چونکہ ہم زمین کو روندتے ہیں، اور زمین پر بسا اوقات گندگی ہوتی ہے احتمال ہے کہ کہیں جوتی کے ساتھ نجاست نہ لگی ہوئی ہو، اس لئے جوتی نماز کیوقت اتار دیتے ہیں۔ اگر یقین ہو کہ جوتی کے ساتھ نجاست نہیں ہے اور وہ پاک ہے یا جوتی بالکل نئی ہو تو آج بھی اس کے ساتھ نماز پڑھی جا سکتی ہے!

جونہی رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جوتی مبارک اتاری تو دیکھتے ہی دیکھتے صحابۂ کرامؓ نے بھی اپنی جوتیاں اتار دیں۔

بعد میں صحابۂ کرامؓ نے آپؐ سے پوچھا! یارسول اللہ! آپ نے دورانِ نماز اپنی جوتی کیوں اتار دی؟ آپ نے فرمایا، دورانِ نماز جبریل امینؑ نے بذریعہ وحی اطلاع دی کہ آپ کی جوتیوں میں کہیں نجاست لگی ہوئی ہے، لہذا آپ جوتیاں اتار دیں۔ اس لئے میں نے جوتیاں اتار دیں، مگر تم بتاؤ تم نے جوتیاں کیوں اتاریں؟

یارانِ پیغمبرؐ نے کہا! یارسول اللہ! ہم نے تو اپنی زندگی اور زندگی کے معمولات آپ کی سیرت واسوہ اور آپ کی اداؤں اور آپ کی سنت کے تابع اور مطیع کر دیئے ہیں! . . . . ہم نے دیکھا کہ آپ نے جوتیاں اتار دیں، پھر ہم نے نہیں سوچا کہ آپ نے جوتیاں کیوں اتاریں، اور کس لئے اتاریں . . . .
. . . . ہم نے تو آپ کی نقل کی، اور اسی لمحہ اپنی جوتیاں اتار دیں۔

(اس واقعہ سے جہاں یہ معلوم ہوا کہ اصحابِ رسول اپنے پیغمبرؐ کی اطاعت و پیروی میں درجۂ کامل رکھتے تھے۔ وہاں یہ حقیقت بھی ثابت ہوگئی، کہ

امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باوجود علوِ مرتبت کے .... باوجود اعلیٰ مقام اور بلند شان کے عالم الغیب نہیں تھے۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ میری جوتی کے ساتھ نجاست لگی ہوئی ہے تو جبرئیل امینؑ کے اطلاع دینے کی ضرورت نہیں تھی...... آپ کبھی نجاست لگی جوتیوں کے ساتھ امامت نہ کرواتے)

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ اور اطاعتِ رسولؐ

ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں۔ کہ دورانِ خطبہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد کے دروازے سے داخل ہوئے....... عین اسی لمحہ نبی اکرمؐ نے کسی کھڑے ہونے والے شخص سے فرمایا...... اِجلِس یعنی بیٹھ جاؤ، یہ آواز سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے کان میں پڑی انہوں نے سمجھا شاید تاجدارِ کونینؐ مجھے کہہ رہے ہیں وہ وہیں بیٹھ گئے....... کچھ دیر بعد نبی کریمؐ نے پوچھا! ابنِ مسعودؓ تم جوتیوں والی جگہ پر کیوں بیٹھے ہو؟ عرض کیا رسول اللہ! میں جب مسجد میں داخل ہوا تو آپ کی زبانِ مقدس سے اِجلِس (بیٹھ جاؤ) کا لفظ سنا میں نے سمجھا شاید مجھے حکم ہو رہا ہے۔ اس لئے یہیں بیٹھ گیا ہوں۔ تاکہ آپ کے فرمان اور آپ کے حکم کی نافرمانی نہ ہو......... نبی پاکؐ نے فرمایا، وہ میں نے تم سے تو نہیں کہا تھا، بلکہ کسی اور کو حکم دیا تھا!

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ اور اطاعتِ رسولؐ

ایک روز سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اس حالت میں کہ انہوں نے ایک چادر اوڑھ رکھی تھی جس کا رنگ

مردوں کے مناسب اور زیبا نہیں تھا، بلکہ عورتوں کے مناسب تھا۔۔۔۔ نبی کریمؐ نے دیکھ کر فرمایا، عبداللہ یہ کیا اوڑھ رکھا ہے۔۔۔۔۔۔۔بس اتنا ہی پوچھا نہ منع کیا نہ روکا۔۔۔۔۔ نہ یہ فرمایا کہ اتار دو۔۔۔۔۔ عبداللہ کہتے ہیں مجھے آپ کے پوچھنے سے ناگواری اور ناپسندیدگی کے آثار معلوم ہوئے۔

(امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اس مرد پر جو عورتوں کی صورت اپناتا ہے۔ اور لعنت فرمائی ہے اس عورت پر جو مردوں کی سی صورت بناتی ہے)

سیدنا عبداللہ کہتے ہیں۔ میں گھر گیا تو دیکھا کہ چولہا جل رہا ہے۔ میں نے اس قیمتی چادر کو چولہے میں پھینک دیا۔۔۔۔۔۔۔ دوسرے روز پھر دربار نبوی میں حاضری ہوئی، تو رحمتِ کائنات نے پوچھا! عبداللہ آج تمہارے کاندھے پر کل والی چادر نظر نہیں آرہی۔۔۔۔۔۔ میں نے کہا یارسول اللہ آپ کے پوچھنے سے میں نے آپ کی ناپسندیدگی اور ناگواری محسوس کی تھی، اس لئے وہ چادر میں نے آگ میں جلادی ہے۔

آپؐ نے فرمایا۔ اس کا رنگ عورتوں کے مناسب تھا، تم نے گھر میں کسی عورت کو کیوں نہ دی، عبداللہ بن عمرؓ عرض کرتے ہیں۔۔۔۔۔ یارسول اللہ! جس شئے کو آپ نے ناپسند فرمایا ہے، اور جس چیز کو دیکھ کر آپ کی طبیعت ناگوار ہوئی ہے۔ اس چیز کو گھر میں بھی نہیں ہونا چاہئے۔

سیدنا عبداللہ بن عمرؓ اور اطاعت رسولؐ

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ اتفاق سے نبی اکرمؐ کا گزر ایک درخت کے نیچے سے ہوا۔

لیکن سیدنا ابن عمرؓ نے ہمیشہ کے لئے لازم کر لیا کہ جب کبھی اس راستے سے
گزر ہوتا تو وہ اس درخت کے نیچے سے ہو کر گذرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی طرح
سیدنا عبد اللہ بن عمرؓ حجۃ الوداع کے مبارک سفر میں نبی کریمؐ کے ہمراہ تھے ۔
اور بڑے غور سے دیکھ رہے تھے کہ آپ کس کس جگہ پر پڑاؤ کر رہے ہیں ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کون سی جگہ پر آرام کیا ہے ۔ اور کس کس مقام پر حوائج ضروریہ
سے فارغ ہوئے ہیں ، پھر ابن عمرؓ جب بھی حج کے سفر پر تشریف لے جاتے
تو اسی جگہ پر پڑاؤ کرتے جہاں نبی کریمؐ نے پڑاؤ کیا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حتیٰ کہ اس
جگہ پر حوائج ضروریہ کے لئے بیٹھتے جہاں نبی کریمؐ بیٹھے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ کوئی
شریعت کا حکم نہیں تھا ، صرف ابن عمرؓ کا جذبہ صادق تھا کہ اپنے محبوب پیغمبرؐ
کی ہر ہر ادا کی پیروی کی جائے ۔

انہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا واقعہ ہے کہ انہوں نے ایک مجلس میں
فرمایا تھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عورتوں کو نماز پڑھنے
کے لئے مسجد جانے کی اجازت دے دیا کرو ، اس لئے آج ہم انہیں مسجدوں
میں جانے سے نہیں روک سکتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا عمرؓ کے ایک لڑکے
نے سنا تو کہا کہ نبی کریمؐ کے دور اور آج کے دور میں بڑا فرق ہے ۔ اس لئے ہم
تو اجازت نہیں دیں گے ۔ اگر آج ہم اجازت دیں گے تو عورتیں اس اجازت
کو بہانہ بنا لیں گی ۔ آزادی اور سیر و تفریح کا ، اور پھر آج کا ماحول نبی کریمؐ
کے ماحول سے مختلف ہے ۔ آج اگر عورتوں کو مسجد جانے کی اجازت دی جائے
تو فتنہ اور فساد پھیلنے کا خطرہ ہے ۔

(سامعین گرامی ! ذرا غور فرمائیے ، صاحبزادے کی بات میں وزن ہے
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی فرماتی ہیں کہ اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

آج عورتوں کی حالت کو دیکھتے، اور آج کے ماحول کو دیکھ لیتے تو لازماً عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیتے۔۔۔۔۔۔۔ حالانکہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ کے دور اور نبی کریمؐ کے زمانۂ مقدسہ میں کچھ زیادہ فاصلہ بھی نہیں ہے نصف صدی بھی نہیں گزری کہ حالات ایسے پیدا ہو گئے کہ عورتوں کا مسجد میں جانا ناگوار سمجھا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر آج اسلام کا دعویٰ کرنے والی عورت عائشہؓ اور فاطمہؓ کا نام لینے والی عورت بُرقع، پردہ بلکہ چادر دوپٹہ تک سے بے پرواہ ہو کر بازاروں میں ٹہلتی ہے۔ کلبوں میں ناچتی ہے۔ ایئرہوسٹس بن کر خنزیر کھانے والے غیر مسلم مردوں کے سامنے مسکراتی ہے۔ اور نیم برہنہ ہو کر میدانوں میں مختلف کھیل کھیلتی ہے۔ اور اسے آزادیٔ نسواں سے تعبیر کرتی ہے۔ یہ آزادی ہے یا بے حیائی اور بے غیرتی ہے)

سیدنا ابن عمرؓ نے اپنے بیٹے کا یہ جواب سنا کہ ہم اجازت نہیں دینگے تو غصے سے چہرہ سرخ ہو گیا۔ بیٹے پر خفا ہوئے، اور فرمایا، میں کہتا ہوں میرے مشفق و مہربان پیغمبرؐ نے فرمایا تھا، عورتوں کو مسجد میں جانے کی اجازت دے دیا کرو۔ اور تو کہتا ہے ہم تو اجازت نہیں دیں گے۔۔۔۔۔۔ تم نے نبی کریمؐ کے فرمان کی نافرمانی کیوں کی ہے۔ تم نبی کریمؐ کے مقابلے میں بات کرنے والے کون ہوتے ہو؟ بیٹے کی اس بات پر اتنے ناراض ہوئے کہ ہمیشہ کے لئے اس سے بولنا چھوڑ دیا۔

(ذرا غور فرمائیے! سیدنا ابن عمرؓ نے جس بیٹے سے بولنا چھوڑا ہے اس نے دنیاوی نقصان نہیں کیا، تجارت میں خسارہ نہیں دکھایا۔۔ اس کی آوارہ گردی یا غلط روی کی کوئی شکایت نہیں آئی۔۔۔۔۔۔۔ آج لوگ اولاد پر ناراض ہوتے ہیں جب دنیاوی نقصان کر دے، اور اگر دین کا

نقصان کرے، شریعت کی خلاف ورزی کرے، سنت کا مذاق اڑائے نماز سے بے پرواہی کرے تو کوئی باپ اپنے بیٹے سے ناراض نہیں ہوتا ——— کوئی اپنے بیٹے سے بولنا ترک نہیں کرتا۔۔ مگر ابن عمرؓ اپنے بیٹے سے ناراض ہوئے اور بولنا تک چھوڑ دیا، صرف اس لئے کہ اس نے نبی کریمؐ کے ارشاد اور فرمان کے سامنے سر تسلیم خم کیوں نہیں کیا۔ اور نبی کریم کے حکم اور قول کے مقابلے میں اس نے اپنی بات کیوں کی ہے)

سیدنا عثمان ذوالنورینؓ اور اطاعت رسولؐ

امیر المؤمنین، خلیفۂ ثالث سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے موقع پر معاملات طے کرنے کے لئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد اور ایلچی بن کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔۔۔۔۔۔ مکہ مکرمہ میں اپنے چچا زاد بھائی کے گھر قیام فرمایا۔۔۔۔۔۔ مذاکرات کے لئے جانے لگے تو اس وقت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا تہہ بند ٹخنوں سے اوپر نصف پنڈلی تک تھا۔۔۔۔۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ٹخنوں سے نیچے پاجامہ اور تہہ بند لٹکانا ناجائز اور خلافِ شریعت ہے۔ اگر ٹخنوں سے اوپر ہو تو جائز ہے۔۔۔ ۔۔۔ مگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت اور آپؐ کا معمول یہ تھا کہ تہہ بند نصف پنڈلی تک رکھتے تھے۔ سیدنا عثمانؓ نے اپنے آقاؐ کی پیروی اور اتباع میں تہہ بند نصف پنڈلی تک رکھا۔۔۔۔۔۔۔ ان کے بھائی نے یہ حالت دیکھ کر کہا۔۔۔۔۔۔ عثمان عربوں کا دستور یہ ہے کہ جس شخص کا تہہ بند اور پاجامہ جتنا لٹکا ہوا ہو اتنا ہی وہ شخص معزز سمجھا جائے گا۔ اسی لئے عرب کے سردار اپنے تہہ بند نیچے لٹکا کر رکھتے ہیں۔ (جس طرح آج ہمارے ہاں چوہدری اور سردار قسم کے لوگ اپنی چادروں کو اس طرح باندھتے

ہیں کہ وہ ڈیڑھ ڈیڑھ فٹ زمین پر لٹکتی رہتی ہیں ۔ اور جھاڑو کا کام دیتی ہیں ۔
چچازاد بھائی نے سیدنا عثمانؓ سے کہا اگر آپ اس طرح تہہ بند باندھ کر جائیں گے تو ان لوگوں کی نظروں میں آپ کی عزت اور وقعت نہیں ہو گی وہ آپ کی اس حالت کا مذاق اڑائیں گے ، اور پھر مذاکرات بھی شاید کامیاب نہ ہوں ۔
سیدنا عثمانؓ اپنے چچازاد بھائی کی نصیحت کو سنا اور سن کر فرمایا
...... لا نہیں میں اپنا تہہ بند اس سے نیچے نہیں کر سکتا ......
اس لیے کہ ھٰکَذَا اَزْرَةُ صَاحِبِنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ میرے آقا و مولاؐ کا تہہ بند باندھنے کا طریقہ ایسا ہی ہے .... یہ لوگ اچھا سمجھیں یا برا ، عزت کریں یا بے عزتی ، مذاق اڑائیں یا وقعت دیں جو چاہیں کریں مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں ، میں تو اپنا تہہ بند ویسا ہی باندھوں گا ، جیسا میں نبی کریمؐ کا دیکھ چکا ہوں .... اِن لوگوں کی نظروں میں معزز بننے کے لئے ہم اپنے نبیؐ کی سنت کو کیوں چھوڑیں !

سیدنا حذیفہؓ بن یمان اور اطاعت رسول ؐ

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سفیر اسلام بن کر کسریٰ کے دربار میں مذاکرات کے لئے پہنچے ، مذاکرات کے لئے خود کسریٰ نے دعوت دی تھی جب یہ وہاں پہنچے تو کسریٰ نے انہیں مرعوب کرنے کے لئے ایک پر تکلف دعوت کا انتظام کیا جس میں وزیر و مشیر اور بڑے بڑے سرکاری اور غیر سرکاری لوگ شامل تھے .... کھانا شروع ہوا تو کھانے کے دوران سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے ایک لقمہ زمین پر گر گیا .... امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور فرمان یہ ہے کہ اگر نوالہ اور لقمہ نیچے گر جائے تو اسے اٹھا لو اور

صاف کر کے کھالو وہ اللہ تعالیٰ کا رزق ہے، اور یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے کون سے حصے میں برکت رکھی ہے۔ اس لئے اس کی ناقدری نہ کرو۔

چنانچہ جب سیدنا حذیفہؓ کے ہاتھ سے نوالہ نیچے گرا تو انہیں اپنے آقا ﷺ کا یہ فرمان یاد آگیا۔۔۔۔۔۔ اور آپ نے اس گرے ہوئے لقمہ کو اٹھانے کے لئے نیچے ہاتھ بڑھایا۔۔۔۔۔۔ ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے کہنی مار کر اشارے سے منع کیا کہ یہ کیا حرکت کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔ کہاں بیٹھے ہو یہ دنیا کی سپر اور بزعم خویش مہذب طاقت کسریٰ کا دربار ہے اور اتنے عظیم اور اعلیٰ دربار میں زمین پر گرا ہوا لقمہ اٹھا کر کھاؤ گے تو یہ لوگ تمہیں غیر مہذب سمجھیں گے، اور ان کی نظروں میں تمہاری عزت اور وقعت نہیں رہے گی۔

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کی بات کو سنا ۔ اور جواب میں کتنا عجیب اور محبت و اطاعتِ رسول میں ڈوبا ہوا جملہ ارشاد فرمایا کہ

ءَ اَتْرُكُ سُنَّةَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِهٰؤُلَاءِ الْحُمَقَاءِ

کیا میں ان احمقوں اور بے وقوفوں کی وجہ سے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو چھوڑ دوں؟

لوگو! سن لو چاہے یہ لوگ مجھے مہذب سمجھیں یا غیر مہذب، میری عزت کریں یا توہین، میرا مذاق اڑائیں، مجھے اچھا سمجھیں یا برا سمجھیں، لیکن میں اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑ سکتا!

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور عشق و اطاعت رسول ﷺ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک

لشکر شام کی طرف روانہ فرمایا تھا، جو رومیوں سے غزوۂ موتہ کا بدلہ لے سکے
آپ نے اس لشکر کا امیر اور سالار اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو بنایا تھا۔ اسامہؓ
بیس برس کے نوجوان تھے۔ اس لشکر میں بڑے بڑے جلیل القدر اصحاب
رسول شامل تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی لشکرِ اسامہ مدینہ سے کچھ ہی دُور گیا
ہوگا کہ انہیں خبر ملی کہ نبی کریمؐ کا انتقال ہوگیا ہے۔ چنانچہ لشکر اسامہؓ واپس
آگیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا صدیق اکبرؓ نے منصب خلافت سنبھالنے کے بعد
لشکرِ اسامہ کی روانگی کا حکم صادر فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب لشکرِ اسامہ کی روانگی
کا حکم صادر فرمایا جا رہا تھا تو مسلمانوں کے اندرونی حالات انتہائی دِگرگوں
تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک طرف جھوٹے مدعیانِ نبوت کی شورش اور سازشیں
تھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کچھ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، اور یہ زکوٰۃ
کے انکاری مدینہ کے قریبی اور نواحی قبائل اور علاقوں سے تعلق رکھتے تھے۔
عام مسلمانوں کا خیال یہ تھا کہ ایسے نازک وقت میں شام کی طرف لشکرِ اسامہ
کی روانگی سے مدینہ میں فوج کم رہ جائے گی، اور جمعیت منتشر ہو جائے گی۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کی تجاویز اور آراء
سن کر انتہائی ثابت قدمی اور بے مثال جرأت سے فرمایا

مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر مجھے یقین
ہو جائے کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تب بھی میں اسامہ
کے اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا، جس لشکر کو میرے آقا و مولا نے روانہ
ہونے کا حکم دیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر مدینہ میں میرے سوا کوئی ایک شخص بھی
موجود نہ رہے تب بھی یہ لشکر ضرور جائے گا۔

سامعین گرامی قدر! دیکھا آپ نے اطاعتِ رسول کا جذبہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دیکھا آپ نے اتباع پیغمبر کا دلولہ کہ نہ جان کی پرواہ نہ مال کا فکر نہ مآل کا رنج ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بس دُھن اور فکر ہے تو ایک ہی کہ جو کام رسولِ انورؐ کر گئے تھے میں اُس کو پایۂ تکمیل تک ضرور پہنچاؤں گا۔

ایک روایت تاریخ اور احادیث کی کتب میں موجود ہے ۔ کہ خود امیر لشکر اسامہ نے سیدنا عمرؓ سے کہا تھا کہ آپ سیدنا صدیق اکبرؓ کے یہاں جائیں اور ان سے عرض کریں کہ فی الحال لشکر اسامہ کی روانگی کا حکم ملتوی کر دیں تاکہ مدینہ کے گرد و نواح میں بڑھتے ہوئے فتنوں کے مقابلے میں اس لشکر سے کام لیا جا سکے۔

اُدھر انصار نے سیدنا عمرؓ سے کہا کہ اگر سیدنا صدیق اکبرؓ لشکر اسامہ کو روانہ کرنے ہی پر مصر ہیں تو ہماری طرف سے عرض کیجئے کہ پھر اس لشکر کا امیر اور سالار بدل دیجئے اور اسامہ کی بجائے کسی ایسے شخص کو امیر اور سالار بنائیں جو عمر میں اسامہ سے بڑا ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر سب سے پہلے اسامہ کا پیغام اور مشورہ پیش کیا ، کہ لشکر اسامہ کی روانگی فی الحال ملتوی کر دی جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سیدنا ابو بکرؓ نے پیغام سُن کر فرمایا ! اگر جنگل کے کُتے اور بھیڑئیے مدینے میں داخل ہو کر مجھے اٹھا لے جائیں تب بھی میں وہ کام کرنے سے رُک نہیں سکتا جس کام کے کرنے کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انصار کا پیغام دیا کہ اگر لشکرِ اسامہ کی روانگی ناگزیر اور لازمی ہے تو پھر لشکر کا امیر بدل دیجئے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے انصار کا پیغام سُن کر فرمایا

اے ابن خطاب ! اسامہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر مقرر فرمایا

ہے اور تم مجھے کہتے ہو میں اُسے اس کے منصب سے ہٹا دوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہرگز نہیں ، ہرگز نہیں ، جس کو نبی اکرمؐ نے امیر مقرر کیا تھا ، ابو بکر کی مجال
نہیں کہ اسے اس منصب سے ہٹا سکے ۔

اطاعتِ رسولؐ ہی میں دُنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی ہے

سامعینِ گرامی قدر ! اطاعتِ رسول ، اتباعِ پیغمبر اور پیروی نبی کے واقعات کہاں تک آپکو سناؤں !
۔ ۔ ۔ ۔ سچ تو یہ ہے کہ اصحابِ رسول کی مقدس جماعت نے اطاعتِ
پیغمبر کو ہر حال میں حرزِ جاں بنایا ۔ انہوں نے سنتِ نبوی کی تعمیل ، اور
سیرتِ نبوی کو اپنانے کے لئے جان تک کو داؤ پر لگا دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امت کی سرخروئی و سربلندی ، کامیابی و
کامرانی ، سرفرازی و ظفر مندی ، شوکت و دبدبہ ، اور عزت و عظمت کا
راز اطاعتِ رسول میں پوشیدہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اتباعِ پیغمبر ہی میں
امت کا وقار ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس حقیقت اور اس دعوے کی
دلیل اصحابِ رسول کی قدوسی جماعت ہے ۔

صحابہ کرامؓ کو کامیابی و سربلندی نصیب ہوئی اطاعتِ رسولؐ کی وجہ سے

کبھی آپ نے غور کیا ۔ اصحابِ رسولؐ کی قدوسی جماعت جن کے پاس رہنے
کے لئے مکان نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جنکے پاس تن ڈھانپنے کے لئے مکمل
لباس نہیں تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کھانے کے لئے خوراک کا انتظام نہیں تھا ،
درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کرتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پاؤں میں پہننے کے لئے
جوتے نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سواری کے لئے جانور نہیں تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

نادادی اور مفلسی کا دَور دَورہ تھا، غربت و تنگدستی کے ستائے ہوئے تھے
...... بھوک اور پیاس کے آثار ان کے چہروں پر نمایاں ہوتے تھے ...
...... مگر اطاعتِ رسول میں جان تک کی پرواہ نہیں کرتے تھے، امام
الانبیاء کے اشارۂ ابرو پر سب کچھ نثار کرنے کا جذبہ تھا، رحمتِ کائنات کی
اداؤں پر مر مٹنے کا ولولہ تھا۔

اُن کے دِل میں نبی کریمؐ کی محبت بھی تھی اور اطاعت بھی، عشق بھی تھا
اور پیروی بھی، لگاؤ بھی تھا اور اتباع بھی، پیار بھی تھا اور فرمانبرداری
بھی، .... جب انہوں نے اپنی زندگیاں شریعت کے مطابق
ڈھال لیں، اور محبتِ رسول کے جذبہ کے ساتھ اطاعت و اتباعِ پیغمبرؐ کا
شوق پیدا ہوگیا اور انہوں نے اپنے نبی کریمؐ کے ہر ہر حکم کے سامنے سرِ تسلیم
خم کر دیا....... تو پھر اللہ رب العزت نے قیصر و کسریٰ کے تاج ان
کے قدموں میں ڈال دیئے....... جب انہوں نے سیرتِ نبویؐ کی
پیروی اور کامل اطاعت کی تو فارس و روم کے خزانے ان کے پاؤں پر نچھاور
ہوگئے....... پھر قلندری میں انہوں نے سکندری کی.......
بڑے بڑے بادشاہ ان کا نام سُن کر کانپنے لگ جاتے....... وہ
جس راستے پر چلتے فتوحات اور کامیابیاں ان کے قدم چومتیں.....
بڑے بڑے جابروں کی بادشاہی کو انہوں نے پاؤں کی ٹھوکر سے مَسل دیا
...... ہاں ہاں جب انہوں نے سنتِ رسولؐ کی مکمل پاسداری
کی تو دولتِ دنیا ان کی لونڈی بن گئی....... مالِ غنیمت کے ڈھیر
لگ گئے....... دریاؤں کے رُخ انہوں نے پھیر دیئے.....
... سمندروں نے انہیں راستے دیئے...... جنگل کے بادشاہ نے

ان کی غلامی کی ۔۔۔۔۔۔۔۔ دریائے نیل نے اُن کا حکم مانا ۔۔۔۔۔ جنگل کے وحشی درندوں نے ان کی اطاعت کی ۔۔۔۔۔۔ اور انہوں نے امن وامان اور چین وسکون سے زندگی بسر کی ۔۔۔۔۔ عدل وانصاف کا بول بالا رہا ، اور انہوں نے دنیا بھر میں اپنا لوہا منوایا ۔

اطاعتِ رسول ؐ سے روگردانی ذلت وناکامی کا سبب

حضراتِ گرامی ! آج کا مسلمان بھی اگر کامیابی وکامرانی چاہتا ہے بسرخروئی اور سرفرازی چاہتا ہے آج کا مسلمان بھی اگر عزت وعظمت کا طلبگار ہے ، آج کا مسلمان بھی اگر امن وسکون اور چین وآرام چاہتا ہے تو پھر ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی سیرتِ نبوی کیمطابق گزارے ، ہاں اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ہر ہر موڑ پر اطاعتِ رسول کو اپنے اوپر لازم کرلے ۔۔۔۔۔۔ لوگو سن لو ، اور یاد رکھو جو لوگ اور جو قومیں اطاعتِ رسول سے اعراض کرتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور فرمانبرداری نہیں کرتے ، وہ دنیا میں بھی ناکام ہوتے اور نقصان اٹھاتے ہیں ۔ اور ناکامیاں اور شکست ان کا مقدر بن جاتی ہے ۔

اُحد میں وقتی شکست کا سبب

ذرا غزوۂ اُحد کو دیکھئے ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دَرّے میں پچاس آدمیوں کو کھڑا کیا ہے کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے کسی حال میں بھی اس درّے کو نہیں چھوڑنا ۔ تاکہ کفار کا کوئی دستہ اس درّہ میں سے حملہ آور نہ ہوسکے ۔۔۔۔۔ جنگ شروع ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ نے پہلے ہی حملہ میں مسلمانوں کو فتح عطا کر کے اپنا وعدہ پورا فرمایا ، کفار کو شکست ہو گئی اور وہ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے ۔۔۔۔ مسلمان مجاہدین مالِ غنیمت

لوٹنے میں مصروف ہو گئے۔۔۔۔۔۔ مسلمان خوشی و مسرت سے ایک دوسرے کو مبارک بادیں دے رہے ہیں۔۔۔۔۔۔ درّے میں کھڑے ہونے والوں میں سے بعض نے کہا کہ جس مقصد کے لئے ہمیں یہاں کھڑا کیا گیا تھا وہ مقصد پورا ہو چکا ہے۔ کفار بھاگ گئے ہیں اور ہمارے مسلمان بھائی خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور مالِ غنیمت لوٹنے میں مصروف ہیں۔ اب ہمیں بھی یہ درّہ چھوڑ کر خوشی و مسرت کے لمحات میں شریک ہونا چاہیئے اور مالِ غنیمت لوٹنے میں اپنے مجاہد بھائیوں کا ساتھ دینا چاہیئے۔۔۔۔ ۔۔۔۔ پچاس میں سے صرف دس صحابہؓ نے کہا کہ نبی کریمؐ کا ارشاد ہے کہ ہمیں فتح ہو یا شکست تم نے کسی حال میں بھی درّہ نہیں چھوڑنا۔۔۔۔۔۔ تقریباً چالیس صحابہ نے وہ درّہ چھوڑ دیا کہ اب یہاں ٹھہرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔

اِدھر صحابہ نے وہ درّہ چھوڑا، اور اُدھر خالد بن ولید (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کے لشکر کے ایک دُستہ کی قیادت کر رہے تھے) نے عقب سے درّہ پر حملہ کر دیا۔ درّہ پر موجود دس آدمیوں کو شہید کر دیا۔۔۔۔۔۔۔ پھر مالِ غنیمت لوٹنے والے صحابہ حملہ کی زَد میں آگئے۔۔۔۔۔۔۔ اچانک حملہ سے مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے، اور سنبھلنا مشکل ہو گیا۔۔۔۔۔۔ بھاگی ہوئی کافروں کی فوج بھی پلٹ آئی۔ ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے، اور کئی زخموں سے چُور ہو گئے۔۔۔۔ خود نبی کریمؐ زخمی ہو گئے۔ آپؐ کا دانت مبارک ٹوٹ گیا، اور سر مبارک پر زخم آئے۔۔۔۔۔۔ آپؐ کے چچا امیر حمزہؓ شہید ہوئے اور ان کی نعش کا مثلہ کر دیا گیا۔۔۔۔۔۔ فتح شکست میں بدل گئی، پریشانی، غم، افسوس

اور ناکامی برداشت کرنی پڑی۔ . . . . . . قرآن مقدس میں اللہ تعالیٰ نے ان مشکلات اور اس پریشانی اور اس ناکامی کی وجہ بیان فرمائی ہے۔

وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۔

اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ تمہیں تمہاری پسندیدہ شئی (فتح) ہم نے دکھادی تھی۔

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک بات اور صرف ایک حکم کی نافرمانی کی وجہ سے فتح شکست میں بدل گئی، اور کامیابی کے بعد پریشانی اٹھانا پڑی۔

(یاد رکھئے یہ نافرمانی دل کی نیت سے نہیں تھی، . . . . دیدہ دانستہ نہیں تھی، بلکہ نیک نیتی کی بنا پر تھی۔ ان کا ارادہ معاذاللہ حضور انورؐ کے حکم کو توڑنا نہیں تھا، بلکہ یہ اجتہادی خطا تھی، جس کا خمیازہ مسلمانوں کو بھگتنا پڑا۔ . . . . . . یہ لوگ اس اجتہادی خطا پر پریشان و پشیمان ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم اٹھا کر ان کی معافی کا اعلان کر دیا۔

وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ . . . . وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ . . .

. . . پھر قرآن کریم میں اپنے پیغمبر کو حکم دیا کہ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ . . . . میرے پیغمبر اِن درّہ چھوڑنے والوں کو میں نے معاف کر دیا ہے تم بھی معاف کردو اور ان کی بخشش کی دعا مانگا کرو، اور اپنے معاملات میں مشورہ کرتے ہوئے ان کو شامل رکھا کرو)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ کامیابی و کامرانی، سرفرازی و سربلندی صرف اور صرف اطاعت رسولؐ سے ہوسکتی ہے۔ اور امام الانبیاء صلی اللہ

علیہ وسلم کی نافرمانی اور حکم عدولی ہوگی، تو سوائے ذلت و رسوائی اور سوائے ناکامی و شکست کے کچھ حاصل نہیں ہوگا . . . . اپنے ماحول اور اپنے معاشرہ پر ایک گہری نظر ڈالئے، آپ پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی. وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَھْدَہٗ. اَمَّا بَعْدُ. فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ.

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ. (سورۃ فتح آیت ۲۹ پ۲۶)

حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، اور آپس میں رحم دل ہیں۔

- وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (سورۃ آل عمران آیت ۱۴۴)

اور نہیں ہیں محمد مگر رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی کئی رسول ہو گزرے ہیں۔

○ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ. (سورہ صف پ۲۸)
خوشخبری سنانے والا ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا
(صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ)

سامعین گرامی قدر! ۹ ربیع الاول سوموار کے دن امام الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں حضرت آمنہ کے ہاں پیدا ہوئے تو آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے اپنے یتیم پوتے کا نام "محمد" رکھا۔ . . . . اور آپ کی والدہ محترمہ نے خواب میں بشارت پاکر اپنے نومولود کا نام "احمد" رکھا، اور اسی نام سے بنی اسرائیل کے آخری پیغمبر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی آمد کی خوشخبری دی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی نبوت و رسالت کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی آپؐ کی آمد کی بشارت دی قرآن نے اطلاع دی۔

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ. (سورہ الصف پ۲۸)

اور جب ابن مریم نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں اللہ کا تمہاری طرف رسول ہوں، تورات جو مجھ سے پہلے نازل ہوئی اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔

آپ کے دوسرے نام "محمد" کا ذکر قرآن مقدس میں متعدد مقامات پر ہوا ہے۔ سورۃ الفتح میں ارشاد ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ . . . . محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے

رسول ہیں۔

- سورت احزاب میں آپ کا اسم مبارک یوں آیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ٥

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں وہ تو اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

- ایک اور مقام پر اس طرح ارشاد ہوتا ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ . . . . اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے رسول ہی ہیں،

- ایک آیت میں اس طرح فرمایا۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ

اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور وہ اس چیز پر ایمان لائے جو حضرت محمدؐ پر نازل کی گئی۔

آپؐ کا نام الہامی تھا

حضرات گرامی ! تاریخی طور پر یہ بات ثابت ہے کہ عرب میں محمدؐ نام رکھنے کا رواج نہیں تھا مؤرخین نے لکھا ہے۔

وَلَمْ يَكُنْ شَائِعًا بَيْنَ الْعَرَبِ هٰذَا الْاِسْمِ . کہ محمد نام عرب کے خطّے اور کسی علاقے میں نہیں سُنا گیا۔ . . . . اس بات کو تسلیم کر کے دیکھا جائے اور غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اتفاقی طور پر اس نام کا عبدالمطلب کے ذہن میں آنا منشاء خداوندی ہے، اور آپؐ کا نام الہامی ہے، اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے دادا عبدالمطلب کے ذہن میں یہ نام القاء

کیا تھا۔

آپ ﷺ کے والد کا نام بھی الہامی تھا

میں کہتا ہوں کہ صرف آپ ﷺ کا نام ہی الہامی نہیں تھا بلکہ آپ ﷺ کے والد ماجد کا نام بھی الہامی تھا " عَبْدُاللہ " اللہ کا بندہ . . . .
کتنا خوبصورت اور پسندیدہ نام ہے، اور یہ نام اس زمانے میں رکھا گیا جب لوگ اپنے بچوں کا نام عبد مناف ، عبدالعزیٰ ، عبدالکعبہ ، عبدالدار (آستانے کا غلام)، عبدشمس ، (سورج کا پجاری) حرب (لڑائی) حزن (غم) لہب (شعلہ) رکھا کرتے تھے۔

اُس شرکیہ دور اور زمانہ جہالت میں " عَبْدُاللہ " نام رکھنا الہامی معلوم ہوتا ہے . . . . پھر رحمتِ کائنات امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ رب العزت کو سب ناموں میں سے پیارے نام وہ ہیں جن کی نسبت اللہ کی طرف ہو۔ پھر آپ نے بطور مثال دو ناموں کا ذکر فرمایا۔ عبداللہ اور عبدالرحمٰن ، !

لیکن آج ہمارے معاشرے میں گنگا اُلٹی بہتی ہے۔ یہاں وہ نام پسندیدہ ہیں جن کی نسبت غیر اللہ کی طرف ہو . . . . یہاں عبدالنبی ، اور عبدالرسول نام پسندیدہ ہیں . . . . ہمارے ہاں عطا محمد اور عبدالمصطفےٰ نام شوق سے رکھے جاتے ہیں . . . . ہمارے یہاں حسین بخش ، علی بخش ، محمد بخش ، اور امام بخش نام رکھے جاتے ہیں . . . . یہاں فیض محمد ، فیض الحسن اور عابد حسین نام پسند کیے جاتے ہیں۔

لوگو ! سنو اور خوب غور سے سنو ! یہ سب نام شرکیہ ہیں . . . .
امام الانبیار رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بچے کا نام عَبْدُالرسول ، اور

عطار الرسول، عطار المصطفیٰ اور عبد النبی نہیں رکھا، آپ نے جب بھی نام رکھا اور پسند کیا تو یا عبد اللہ رکھا یا عبد الرحمٰن)

آپؐ کی والدہ، دایہ اور قبیلے کا نام بھی الہامی ہے

سامعین گرامی! آپؐ کے والد ماجد کی طرح آپؐ کی والدہ محترمہ کا نام بھی الہامی معلوم ہوتا ہے "آمنہ" امن دینے والی، امانت والی، یہ اس دور میں نام رکھا گیا جب لوگ عورتوں کے نام عاصیہ (نافرمان) خنسا اور ہندہ رکھتے تھے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی محافظہ (جو آپؐ کی والدہ کی وفات کے بعد آپ کو مکہ لائی تھیں) کا نام تھا ام ایمن (برکت والی) اور آپ کی رضاعی والدہ کا نام حلیمہ (حلم و حوصلہ والی) آنحضرت کی زوجہ محترمہ کا نام عائشہ (زندہ رہنے والی) ام سلمہ (سلامتی والی)

اب ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبیلوں کو دیکھئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ددھیال قبیلے کا نام بنو ہاشم (حاجیوں کو ستو پلانے والے) ننھیال قبیلے کا نام بنو زہرہ (غنچوں والے) آپ کی رضاعی والدہ کے قبیلے کا نام بنو سعد (نیک بخت) ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ نام اس دور میں رکھا گیا، جب لوگوں کے قبیلے کا نام بنو اسد (شیر والے) بنو ضب (گوہ والے) رکھے جاتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا یہ بات عجیب نہیں کہ جہالت میں ظلمت میں گھرے ہوئے معاشرہ میں یہ مبارک اسماء کیا ہی بلند مقام اور مرتبہ اور نمایاں شان رکھتے ہیں۔ اور یہ سب نام الہامی معلوم ہوتے ہیں۔

عبد المطلب نے یہ نام کیوں رکھا؟

عام طور پر کہا جاتا ہے کہ عبد المطلب نے اپنے پوتے کا نام "محمد" اس

سے رکھا کہ "رَجَاءَ اَنْ یُحْمَدَ" آثار نیک دیکھ کر اور امید باندھ کر یہ نام رکھا کہ مستقبل میں یہ مولود سعید مجموعۂ محامد بنے، مرجع خلائق بنے، اور شاید اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔

محمد اور احمد آنحضرتؐ کے دو ذاتی نام

یوں تو رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اسمارِ گرامی ہیں۔

اور یہ سب نام آپ کے صفاتی نام ہیں۔ اور ان میں سے ہر نام آپ کی سیرت و کردار کے کسی نہ کسی انوکھے پہلو پر روشنی ڈالتا ہے۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

اِنَّ لِیْ اَسْمَآءَ اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُوا اللّٰہُ بِیَ الْکُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ وَاَنَا الْعَاقِبُ الَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ" (بخاری)

بے شک میرے بہت سے نام ہیں، مَیں محمد ہوں، مَیں احمد ہوں، میرا ایک نام ماحی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ کفر کو مٹاتا ہے۔ . . . . . .
. . . میرا ایک نام حاشر ہے کہ لوگ قیامت کے دن میرے قدم پر اٹھائے جائیں گے۔ میرا ایک نام عاقب بھی ہے۔ اور عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کے بے شمار صفاتی نام ہیں، مگر ذاتی نام صرف ایک یعنی اللہ ہے۔ اسی طرح رحمتِ کائنات کے سینکڑوں نام صفاتی ہیں۔ مگر ذاتی نام صرف دو ہیں، یعنی محمد اور احمد صلی اللہ علیہ وسلم، یوں تو آپ نبی بھی ہیں، رسول بھی، مدثر و مزمل بھی، طٰہٰ اور یاسین بھی، بشیر و نذیر بھی ہیں، اور ہادی بھی، عاقب بھی اور حاشر بھی، مگر اسم محمد کو آپ کی ذاتِ اقدس سے

جو تعلق ہے وہ کسی صفاتی نام کو نہیں۔ . . . . محمد وہ نام ہے جو قدرت کی طرف سے روزِ اول ہی سے آپؐ کے لئے خاص کر دیا گیا تھا۔

محمدؐ کے معنیٰ کی وسعت اور عمومیت

لفظ محمد کا مادہ حمد ہے اور یہ باب تفعیل کا اسم مفعول ہے اور تحمید سے مشتق ہے، اور محمد کا عام اور سادہ سا ترجمہ یہ کیا جاتا ہے کہ "وہ ذات جس کی تعریف کی گئی" وہ ذات جس کی مدح وثنا کی گئی"

اس ترجمہ کی صحت میں کوئی شبہ نہیں، مگر رحمتِ کائنات، امام الانبیاء، خاتم النبیین، سرورِ کونین، صاحبِ معراج صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے سامنے یہ ترجمہ ہیچ ہے۔ . . . . اس لئے کہ اللہ کے تمام پیغمبر اور رسول قابلِ تعریف ہیں۔ اللہ کے نزدیک موجبِ تعریف ہیں . . . .

جبرائیل امینؑ کی بھی تعریف وتوصیف قرآن پاک میں کی گئی ہے۔ . . . . . .

اصحابِ رسول اور تابعین بھی لائقِ تحسین وتعریف ہیں۔ . . . . . تعریف ومدح سرائی تو شہداء اور اولیاء کی بھی ہوتی ہے۔ . . . . علماء کرام بھی کی جاتی ہے۔ . . . . دنیا کے لائق ترین حکیم اور کامیاب فاتح، عام انسانوں کی نظروں میں قابلِ ستائش ہیں۔ . . . . تعریف تو ایک ہنرمند شخص کی بھی کی جاتی ہے۔ . . . . لوگو! تعریف تو کاتب اور پہلوان کی بھی ہوتی ہے۔

پھر "محمد" کا یہ معنیٰ کرنا "جس کی تعریف کی گئی ہو" کچھ سجتا اور جچتا نہیں ہے۔

صاحبِ مفردات نے محمدؐ کا خوب معنیٰ کیا

امام راغب الاصفہانی نے محمد

کا معنیٰ کیا ہے اور خوب کیا ہے ـــــــــــ فرماتے ہیں

مُحَمَّدُ الَّذِیْ اجْمَعَتْ فِیْہِ الْخِصَالُ الْمَحْمُوْدَہ . . . .

. . . . . . محمد کے معنیٰ ہیں وہ ذات جس میں تمام خوبیاں اور تمام کمالات جمع اور اکٹھے کر دیئے گئے ہوں۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے پیغمبر اور جتنے رسول آئے اور اللہ رب العزت نے ان انبیاء کرام کو مختلف خوبیوں اور کمالات وفضائل سے نوازا . . . . کسی پیغمبر کو کوئی کمال دیا۔ اور کسی پیغمبر کو کوئی خوبی عطا کی . . . . کسی کی لاٹھی سانپ بنتی ہے . . . . کسی کا تخت ہوا میں اڑتا ہے . . . . کسی کے ہاتھ میں لوہا موم ہوتا ہے . . . . . . اور کوئی مردوں کو زندہ کرتا ہے . . . . وہ کمالات اور خوبیاں جو اللہ تعالیٰ نے فرداً فرداً پیغمبروں کو عطا کئے تھے، وہ سب کمالات اور ساری خوبیاں اکیلے "محمد" میں جمع کردیں . . . . گویا کہ آپؐ مجموعۂ خوبی اور مجموعۂ کمال ہیں . . . . اور اسی کی طرف شاعر اشارہ کرتا ہے۔ ؎

حُسنِ یوسف، دمِ عیسیٰ ید بیضا داری ٭ آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

وَلِکُلِّ نَبِیٍّ فِی الْاَنَامِ فَضِیْلَۃٌ
وَجُمْلَتُھَا مَجْمُوْعَۃٌ لِمُحَمَّدٍ

اور ہر نبی کے لئے مخلوق میں فضیلت اور برتری ہے، اور وہ فضائل اور خوبیاں ایک محمد میں جمع ہیں۔

صاحب مفردات کے اس خوبصورت اور جامع معنیٰ سے ثابت ہوا کہ "محمد" کا معنیٰ یہ کرنا کہ جس کی تعریف کی گئی ہو۔ درست نہیں ہے بلکہ معنیٰ یہ

ہوگا کہ محمد وہ ذات ہے جس کی اتنی تعریف، اتنی توصیف، اتنی مدحت اور اتنی ستائش کی گئی ہو کہ مخلوقات میں سے کسی کی بھی اتنی تعریف نہ ہوئی ہو۔ . . . .

. . . . محمد وہ ہے جس کی تعریف خود خدا نے کی ہو، جس کی تعریف انبیاء نے کی ہو، جس کی تعریف ملائکہ نے کی ہو، جس کی تعریف علماء اور صلحاء نے کی ہو، جس کی تعریف دوستوں اور دشمنوں نے کی ہو، جس کی تعریف اپنوں اور بیگانوں نے کی ہو، محمد وہ ہے جس کی تعریف پوری دنیا اور پوری کائنات کرے۔

صاحبِ قاموس نے محمدؐ کا کتنا خوبصورت معنیٰ کیا

صاحبِ قاموس نے "محمد" کا معنیٰ اتنا خوبصورت اور جامع کیا ہے کہ پڑھ کر انسان وجد میں آجاتا ہے۔۔

. . . . فرماتے ہیں

مُحَمَّدٌ الَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ !

محمد کا معنیٰ ہے جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، تعریف کے بعد اور توصیف ہوتی رہے۔ !

عالمِ ارواح میں آپؐ کا تذکرہ

کون سا وقت تھا جب آپؐ کا تذکرہ اور ذکر نہ ہوا ہو۔ . . . . ابھی آدم کی تخلیق نہیں ہوئی۔ . . . . ابھی کائنات نہیں سجائی گئی۔ . . . . . ابھی زمین و آسمان تخلیق نہیں ہوئے کہ خالقِ کائنات نے انبیاء کرام کی ارواح سے ایک وعدہ لیا ہے کہ

لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْھَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰھِدِیْنَ

(سورۃ آلِ عمران پ۳ ۱۹۳)

خلیل اللہ کی دعاؤں میں آپ ﷺ کا تذکرہ

سامعین گرامی! ذرا دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہونے کے بعد اپنے داتا گنج بخش کے سامنے ہاتھ پھیلا کر دعا مانگتے ہیں۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

(سورۃ البقرۃ پ ۱)

اے ہمارے پالنہار! تیرے گھر کو تعمیر کرنا ہمارا کام تھا، وہ ہم نے کر دیا، لیکن مولا! گھر سجتے ہیں رہنے والوں کے ساتھ اور مکان سجتے ہیں مکینوں کیساتھ . . . . مولا! گھر ہم نے بنا دیا، اس گھر کو آباد کرنے والا محمد تو بھیج دے۔

حضرت عیسیٰ کی تبلیغ میں آپ ﷺ کا تذکرہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی رسالت اور نبوت کا اعلان فرمایا تو ساتھ ہی امام الانبیاء رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سنائی . . . . فرمایا

وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ ۔

اور میں ایک رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں، جو میرے بعد آئے گا۔ اور اس کا نام احمد ہو گا۔

غرضیکہ توریت میں بھی آپ ﷺ کا تذکرہ موجود تھا . . . . انجیل میں بھی آپ کی علامات کا ذکر تھا . . . . زبور میں بھی آپ ﷺ کا ذکر خیر موجود تھا . . . . صحف ابراہیم اور صحف موسیٰ میں بھی آپ ﷺ کا ذکر موجود تھا . . . . آپ ﷺ تو آپ رہے کتب سابقہ میں تو آپ

کے اصحاب تک کا تذکرہ موجود تھا، مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيْلِ. اس پر گواہ ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! صاحب قاموس نے "محمد" کا کتنا خوبصورت دلنشین، روح پرور، بلاغت آمیز، اور حقیقت پر مبنی معنیٰ کیا ہے
اَلَّذِيْ يُحْمَدُ مَرَّةً بَعْدَ مَرَّةٍ. کہ جس کی تعریف و توصیف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، اُسے محمد کہتے ہیں۔ . . . . اور ہر آنے والا دن جس کی تعریف میں اضافہ کرے اُسے محمد کہتے ہیں۔ . . . . . . جس کی تعریف دنیا میں بھی ہو اور ہر مخلوق کرے اُسے محمد کہتے ہیں۔ . . . . جس کی تعریف اور جس کا تذکرہ قبر میں بھی ہو اُسے محمد کہتے ہیں۔ . . . . جس کی تعریف میدانِ محشر میں ہو اور پوری کائنات تعریف کرے اُسے محمد کہتے ہیں۔ . . . . ہاں ہاں جس کی تعریف جنت میں بھی ہو . . . . . . جس کی تعریف ربِّ کائنات بھی کرے اور فرمائے
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ.

میرے پیارے پیغمبرؐ! آپ کے ذکر کو ہم نے بلند کیا ہے، اور ذکر بلند بھی کیا ہے لَكَ صرف تیرے لئے۔ . . . . سُبْحَانَ اللہ! اس "لَكَ" کے لفظ نے بڑا کیف پیدا کیا ہے۔ . . . . ورنہ اللہ تعالیٰ کا مدعا تو رَفَعْنَا ذِكْرَكَ کہہ کے پورا ہوجاتا تھا کہ ہم نے تیرا ذکر بلند کیا۔ . . . . لیکن بجائے رَفَعْنَا ذِكْرَكَ کہنے کے لَكَ کا اضافہ کر کے رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ . . فرمایا . . . . . . اور اس لَكَ کے لفظ نے بڑا کیف پیدا کیا . . . . . . فرمایا
میرے پیارے پیغمبرؐ! آپ جب فرش پر میری حمد و ثنا اور میری تعریف و توصیف کرتے ہیں تو کہتے ہیں۔ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ

. . . . . اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ

. . . . آپ جب میری حمد وثنا کرتے ہیں آپ جب میری

تعریف کرتے ہیں تو " لَكَ لَكَ " کے لفظ سے . . . . کہ

لَاشَرِيْكَ لَكَ اور اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ کہ مولا ! صفاتِ کارسازی

صرف تیرے لئے، تیرے سوا کسی کے لئے نہیں . . . . مولا ! میری نماز

تیرے لئے . . . . میرے سجدے تیرے لئے . . . . تیرے سوا

کسی کے لئے نہیں ! میری مالی عبادت تیرے لئے، تیرے سوا کسی کے لئے بھی

نہیں . . . . میرے پیغمبرؐ ! تم فرش پر میری تعریف کرتے ہو تو لَكَ

لَكَ کے لفظ کے ساتھ کرتے ہو، میں بھی عرش سے جب تمہاری تعریف کرنے

لگتا ہوں تو میں بھی کہتا ہوں . . . . وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ . کہ

ذکر اور تذکرہ صرف تیرا بلند کیا ہے ، اور اتنا ذکر بلند کیا ہے کہ تجھ سے پہلے بھی اتنا

ذکر کسی کا بلند نہیں کیا اور تیرے بعد بھی کسی کا اتنا ذکر بلند نہیں ہوگا۔

اور پھر رَفَعْنَا جمع کا صیغہ بول کر مزید کیف پیدا کیا . . . . جمع

کا صیغہ بولا حالانکہ اللہ ایک ہے اس لحاظ سے صیغہ واحد کا استعمال کرنا

چاہیئے تھا، اور کہنا چاہیئے تھا وَرَفَعْتُ لَكَ ذِكْرَكَ کہ مَیں نے تیرا ذکر تیرے

لئے بلند کیا . . . . لیکن جمع کا صیغہ بول کر اس نکتے کی طرف

اشارہ کیا ۔

اے میرے محبوب پیغمبرؐ ! اگر ساری کائنات کے انسان ، ملائکہ اور

جنات مل کر اور پورا زور لگا کر آپ کا ذکر بلند کرنا چاہتے تو وہ سارے مل کر آپ

کا ذکر اتنا بلند نہیں کر سکتے تھے جتنا ذکر مَیں اکیلے خدا نے بلند کر دیا ہے۔ اس

لئے فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔

ایک لطیف نکتہ

سامعین گرامی ! اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کا ذکر اور مقام و مرتبہ بلند و بالا کر دیا۔

اور فرمایا وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۔ جب آپ کے تذکرہ کو۔ آپ کے ذکر کو، آپ کے مقام و مرتبہ کو خود ربُّ العالمین نے بلند و بالا کر دیا ہے، تو اب اگر کوئی بدبخت آپ کے مقام و مرتبہ کو گھٹانا یا کم کرنا چاہے تو وہ بے ایمان مر تو سکتا ہے مگر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر اور مقام و مرتبہ کو گھٹا نہیں سکتا۔ . . . . اسی لئے رحمتِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اور کسی مقام پر یہ نہیں فرمایا کہ لوگو ! میرے مقام و مرتبہ اور میرے ذکر کو کم نہ کرنا۔ . . . . کیوں نہیں کہا ! اس لئے کہ مرتبے اور مقام کو گھٹانے اور کم کرنے کا شبہ اور خطرہ نہیں تھا۔ . . . . کوئی کلمہ پڑھنے والا اپنے نبی کے مقام اور مرتبہ کو گھٹائے یہ ممکن ہی نہیں۔ . . . . ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ اور خوف یہ تھا کہ جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام و مرتبہ کو گھٹایا نہیں بلکہ بڑھایا ہے، اور بڑھا کر اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اور جس طرح یہودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کے ذکر اور مقام و مرتبہ کو کم نہیں کیا، بلکہ ان کو ان کے مرتبے سے بڑھا کر خدائی صفات میں شریک کر دیا۔

اور جس طرح مشرکینِ مکہ نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مقام و مرتبہ کو گھٹایا نہیں بلکہ بڑھایا، اور بڑھا کر انہیں اپنا معبود و مسجود بنالیا۔ . . . . آپ کو خطرہ تھا کہ کہیں میری قوم اور میرا کلمہ پڑھنے والے مجھے میرے مقام و مرتبہ سے بڑھا کر خدائی صفات میں شریک نہ بنالیں۔ اس لئے مختلف طریقوں سے سمجھایا۔ . . . . کبھی فرمایا

لَا تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیْ .... لوگو! مجھے میرے مقام و مرتبہ سے بڑھانا نہ .... اور کبھی فرمایا

اِنِّیْ لَا اُرِیْدُ اَنْ تَرْفَعُوْنِیْ فَوْقَ مَنْزِلَتِیَ الَّتِیْ اَنْزَلَنِیْهَا اللّٰهُ تَعَالٰی اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

لوگو! میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے اس مقام اور مرتبہ سے بڑھاؤ جو اللہ رب العزت نے مجھے بخشا ہے، میں محمد ہوں عبد اللہ کا بیٹا۔ اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول .... ایک موقع پر ارشاد فرمایا

لَا تُطْرُوْنِیْ کَمَا اَطْرَتِ النَّصَارٰی ابْنَ مَرْیَمَ

مجھے اس طرح حد سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم کو حد سے بڑھا دیا۔

عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن اللہ کہا .... عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو مقام عبدیت و بشریت سے نکالا اور کہا کہ عیسیٰ آسمان پر خدا تھا زمین پر عیسیٰ بن گیا .... میرے اُمتیو! تم اس طرح نہ کرنا، اور مجھے مقام بشریت و عبدیت سے نکال کر اللہ کا شریک نہ بنانا ....

مجھے اللہ کے نور کا حصہ نہ سمجھنا .... میرے متعلق یہ نہ کہنا، کہ جو عرش پر اَحَد تھا زمین پر میم کا برقع پہن کر اَحمد بن گیا ....

میری امت کے لوگو! تم اس طرح نہ کہنا! کہ:

وہی جو مستوی تھا عرش پر خدا ہو کر\
اُتر پڑا مدینہ میں، مصطفٰے ہو کر،

لوگو! تم میرے متعلق نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ نہ کہنا .... یہ عیسائیوں اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ انہوں نے اپنے اپنے پیغمبروں کو رسالت و نبوت کے

مقام سے بڑھا کر خدائی اور الوہیت کے مقام میں داخل کر دیا۔ تم مجھے ان کی طرح حد سے نہ بڑھانا۔ . . . . فَاِنَّمَا اَنَا عَبْدُہٗ۔ . . . . . .

. . . میں اللہ کے نور میں سے نہیں نکلا۔ . . . . میں نے میم کا برقع نہیں پہنا۔ بلکہ میں تو اللہ کا بندہ ہوں۔ . . . . فقولوا عَبْدُ اللّٰہِ وَرَسُوْلُہٗ۔ . . . . تم میرے متعلق یہی کہا کرو کہ ہمارے نبی اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سامعین کرام! میں عرض کر رہا تھا، کہ صاحب قاموس نے محمد کا معنیٰ کیا ہے اَلَّذِیْ یُحْمَدُ مَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ۔ . . . . کہ جس کی تعریف و توصیف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، . . . . جس کی ہمیشہ تعریف و توصیف ہو۔ . . . . جس کی تعریف خالق کائنات بھی کرے، اور مخلوق بھی۔ . . . . جس کی تعریف عرشی بھی کریں اور فرشی بھی۔ . . . .

. . . . . جس کی تعریف نوری بھی کریں اور ناری بھی۔ . . . . جس کی تعریف دنیا میں بھی ہو اور آخرت میں بھی۔ . . . . ہاں جس کا ذکر ہمیشہ ہوتا رہے، اور جس کا ذکر روز بروز بڑھتا رہے۔ . . . . انسان کا ایمان مکمل نہ ہو جب تک ان کا ذکر نہ ہو۔ . . . . کلمۂ اسلام مکمل نہ ہو جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے کلمات موجود نہ ہوں۔ . . . . اذان مکمل نہ ہو جب تک اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت نہ ہو۔ . . . .

. . . . . تکبیر مکمل نہ ہو جب تک ان کا تذکرہ نہ ہو۔ . . . . نماز مکمل نہ ہو جب تک اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ کا ترانہ موجود نہ ہو۔ . . . .

. . . . انسان کی دعا مکمل نہ ہو جب تک ان کی ذات کے لئے درود کا تحفہ نہ ہو۔ . . . . قبر میں منکر نکیر کا سوال و جواب مکمل نہ ہو جب تک ان

کا تذکرہ نہ ہو . . . . میدانِ محشر مکمل نہ ہو جب تک حوضِ کوثر کا
ساقی نہ ہو . . . . لواءُ الحمد کا حامل نہ ہو . . . . . مقامِ محمود
کا شفیع نہ ہو . . . . اور کسی گنہگار کی مغفرت بخشش ممکن نہ ہو جب
تک ان کی شفاعت نہ ہو

میدانِ محشر میں بھی آپؐ کی تعریف و توصیف!

اس دنیا میں ہر کسی نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و ستائش کی اور یہ تعریف و توصیف کا سلسلہ جاری و ساری ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ اور یہی معنیٰ ہے "محمد" کا کہ جس کی مدح و ثنا کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو۔

صرف دنیا ہی میں نہیں، بلکہ میدانِ محشر کی ہولناکیوں میں بھی میرے پیارے پیغمبرؐ کی تعریف و توصیف ہو گی۔

حدیث میں آتا ہے کہ میدانِ محشر کی ہولناکی سے تمام لوگ گھبرا اٹھیں گے . .
. . . . سب لوگ ننگے سر اور ننگے پاؤں ہوں گے، سورج سوا نیزہ کے
برابر اور زمین تانبے کی . . . . لوگ پسینے میں شرابور اور پیاس سے
مدہوش ہو نگے . . . . لوگ سوچیں گے کہ اللہ رب العزت حساب و
کتاب شروع فرماتے تو اس مصیبت سے تو نجات مل جاتی ! دوزخ یا جنت
یہ تو نصیب کی بات ہے . . . . یہ جس مصیبت اور تکلیف میں ہم گرفتار
ہیں یہاں سے تو رہائی ملے۔

لوگ سوچیں گے ! کہ کسی شخص کو اللہ کے دربار میں سفارشی بنائیں، جو حساب و کتاب کے شروع کرنے کی سفارش کرے ! لوگ بھاگے بھاگے حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں آئیں گے اور عرض کریں گے ! تم ابوالبشر ہو اور مسجود ملائکہ ہو

. . . . . خلقت میدان محشر کی ہولناکی سے تنگ ہے آپ اللہ تعالےٰ سے عرض کریں کہ حساب وکتاب شروع کیا جاوے۔

حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے لَسْتُ لَهَا لَسْتُ لَهَا میری یہ جرأت وطاقت نہیں . . . . میری پوزیشن نہیں اِئْتُوْا اِلٰی غَیْرِیْ تم کسی اور کے ہاں جاؤ . . . . میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں یہ سفارش کروں، اور اللہ تعالےٰ پوچھیں! آدم . . . . لوگوں کا حساب وکتاب تو بعد میں کریں گے، پہلے تم بتاؤ کہ میں نے تمہیں ایک درخت کے پھل کھانے سے منع کیا تھا. پھر تم نے وہ پھل کیوں کھایا تھا؟ پھر میں اس کا کیا جواب دوں گا۔

(ذرا غور کیجئے، حضرت آدم ابوالبشر ہیں، اور مسجود ملائکہ ہیں، اللہ تعالےٰ کے پہلے پیغمبر ہیں، اُولوالعزم اور بلند شان ہیں . . . . اللہ تعالےٰ کے سامنے کسی کی بخشش ومغفرت کی سفارش بھی نہیں کرنی، صرف حساب وکتاب کے شروع کرنے کی سفارش کرنی ہے، مگر حضرت آدم اپنے اندر اس کی ہمت اور جرأت نہیں پاتے . . . . اور ڈرتے ہیں . . . . اور ہمارے ہاں عبادالسلطن علماء اور پیٹ پرست پیروں نے عوام کو یہ یاد کرایا ہے کہ جنت کی چابیاں اولیاء اللہ کے ہاتھ میں ہیں . . . . اور وہ میدان محشر میں مریدوں کو چھڑا لیں گے . . . . ان کی شفاعت ضرور قبول ہوگی، اور بعض منچلوں نے یہاں تک کہہ دیا ع

خدا جس کو پکڑے چھڑا لے محمدؐ ※ محمدؐ کا پکڑا چھڑا کوئی نہیں سکدا

حضرت آدم علیہ السلام کے جواب کے بعد لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے ہاں آئیں گے، اور اپنی درخواست پیش کریں گے. حضرت نوح علیہ السلام فرمائیں

گے لَسْتُ لَهَا لَسْتُ لَهَا۔ یہ میری پوزیشن نہیں . . . . . میری ہمت اور جرأت نہیں کہ اللہ کے آگے زبان کھول سکوں ! اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ تم کسی اور کے ہاں جاؤ . . . . پریشان حال لوگ ایک ایک پیغمبر کے ہاں جائیں گے . . . . . . حضرت ابراہیم کے ہاں ! حضرت موسیٰ کے ہاں ، حضرت عیسیٰ کے ہاں . . . . مگر ہر پیغمبر یہی کہے گا لَسْتُ لَهَا لَسْتُ لَهَا میری یہ پوزیشن نہیں . . . . . میری یہ ہمت وجرأت نہیں . . . . کسی اور کے ہاں جاؤ ، آخر کار پریشان اِذْهَبُوْا اِلٰی غَیْرِیْ . . . . حال مخلوق امام الانبیاء سرور کونین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے گی ، اور اپنی پریشانی اور درخواست پیش کرے گی . . . . ہر پیغمبر مخلوق کی درخواست کے جواب میں کہے گا لَسْتُ لَهَا لَسْتُ لَهَا میری یہ پوزیشن نہیں ، میری یہ جرأت نہیں . . . . مگر ہمارے پیارے پیغمبرؐ مخلوق کی درخواست کے جواب میں فرمائیں گے اَنَا لَهَا اَنَا لَهَا . . ہاں ہاں یہ پوزیشن میری ہے . . . . یہ مقام ومرتبہ میرا ہے . . . . . . اس عظیم منصب کے قابل اور کوئی نہیں تھا۔ اس کے لائق تو صرف میں ہوں۔

فرمایا ، پھر میں مقامِ محمود پر آؤں گا ، اور عرش کے پائے کو پکڑ کر اللہ کی حمد وثنا کروں گا۔ اللہ کی تعریف وتوصیف کروں گا ، اور ایسی حمد وثنا کروں گا ، جو کسی نے آج تک نہیں کی . . . . اور جو حمد وثنا میں کروں گا۔ جو الفاظ کہوں گا اس کا علم آج مجھے نہیں ہے۔ اللہ رب العزت اسی وقت میرے دل میں القا کرے گا . . . . سات دن اور سات راتیں اللہ کی حمد وثنا کروں گا ، اور برابر روتا رہوں گا ، آنسو بہاتا رہوں گا . . .

سر سجدہ میں آنکھوں سے آنسو رواں ۔ زبان پر حمد و ثنا کے ترانے . . . .
. . مگر مخلوق کی درخواست کو پیش کرنے کی ہمت نہیں، اس لئے کہ ابھی
تک وہاں سے شفاعت کی اجازت نہیں ملی اور جب تک شفاعت کی
اجازت نہ ہو . . . . کائنات کا آقا اور امام بھی زبان نہیں کھول
سکتا۔

پھر اللہ تعالے فرمائیں گے . . . . اِدْفَعْ رَأْسَكَ
يَا مُحَمَّد میرے محبوب! اپنا سر سجدے سے اٹھاؤ . . . . . .
. . مَا يُبْكِيكَ يَا مُحَمَّد . . . . شالا کدی وین تروین کیوں
پیارو ندا میرا سوہنا پیغمبر . . . . سَلْ تُعْطَ . . . . .
میرے پیغمبر اتنا طویل سجدہ . . . . میری حمد و ثنا مانگ مجھ
سے کیا مانگتا ہے . . . . میرے محبوب تو مانگتا چلا جائیں دیتا
چلا جاؤنگا . . . . وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ . . . .
میرے پیغمبر! تو شفاعت کر تیری شفاعت قبول کی جائے گی۔

اب جب اذنِ شفاعت ملے گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کی
درخواست اور مخلوق کی پریشانی اللہ کے حضور پیش کریں گے کہ حساب و
کتاب شروع کیا جائے . . . . آپ کی یہ شفاعت جو شفاعت
کبریٰ ہے۔ قبول ہوگی اور حساب و کتاب کا آغاز ہوگا . . . .
. . حدیث میں آتا ہے کہ اس وقت تمام پیغمبر اور امتیں امام الانبیا صلی
اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کریں گے

سامعین کرام! اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میدان محشر میں بھی تمام
مخلوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف اور مدح سرائی کرے گی، اور یہی

معنیٰ ہے آپ کے اسم مبارک "محمّد" کا کہ جس کی تعریف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو، دنیا میں بھی ان کی تعریف ہوئی اور ہوتی رہے گی، اور آخرت میں بھی انکی مدحت و ثنا ہوگی، واقعی آپؐ اسم با مسمّیٰ ہیں کہ جو معنیٰ آپ کے نام کا بنتا ہے آپ بالکل ویسے ہی ہیں۔

محمّدؐ ــــ جس کی تعریف بے اختیار کی جائے

لفظ "محمّد" عربی زبان میں تحمید سے مشتق ہے جو باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اور باب تفعیل کے معنیٰ کے خواص میں ایک خاصیت یہ ہے کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طور پر مانا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہر طاقت نے اس کو وجود میں آنے کے لئے مجبور کیا جیسے صَرَّفَ (پھیر دیا) یعنی کسی طاقت نے بے اختیار کر کے پھیر دیا . . . . اسی طرح "محمّد" کے معنیٰ ہونگے وہ ذات جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو۔

پھر واقعی آپ کی تعریف و توصیف اور مدحت بے اختیار کی گئی ہے . . . . دوست تو دوست رہے دشمن بھی تعریف کرنے پر مجبور ہوئے . . . . یہودیوں کے بہت بڑے عالم عبداللہ بن سلام کے متعلق مروی ہے کہ وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو دیکھتے ہی پکار اٹھے هٰذَا الْوَجْهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ . . . . آتنا پُر رونق اور مبارک چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔

محمّدؐ ــــ جس کا ایک ایک عضو قابلِ تعریف ہے

باب تفعیل کی ایک اور خاصیت یہ بھی ہے کہ وہ کسی کام کے اس طور پر ہونے کو ظاہر کرتا ہے

کہ وہ اپنے تمام پہلوؤں اور گوشوں کو گھیرے ہوئے ہے۔ اور اس کا کوئی جزو اور کوئی حصہ اس سے چھوٹا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا جزو جزو اور عضو عضو اس میں شامل ہے . . . . جب قاتل مقتول کو خوب بے دردی سے قتل کرے، اور عضو عضو کاٹ دے تو عرب کہتے ہیں قَتَّلَهُ تَقْتِيلًا۔ یعنی خوب قتل کیا . . . . اس خاصیت کا لحاظ رکھتے ہوئے، نام مبارک کے یہ معنی معلوم ہوتے ہیں کہ "محمد" وہ ذات ہے جس کے جسم کا ایک ایک عضو اور ایک ایک حصہ قابلِ تعریف اور قابلِ توصیف ہے۔

پھر واقعی آپ کے وجود اقدس کا ایک ایک عضو اور ایک حصہ قابلِ تعریف تھا، اور خود خداوند قدوس نے اپنے آخری کلام مقدس میں آپ کے وجود کے ایک ایک حصہ اور اعضاء کی تعریف کی ہے۔

کہیں چہرے کو وَالضُّحٰى کہا اور زلفوں کو وَاللَّيْلِ کہا . . . . . . اور کہیں چہرے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا . . . . اور کہیں سینے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ . . . . کہیں آپ کے ہاتھوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ . . . . اور کہیں آپ کی آنکھوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا . . . . . . کہیں آپ کے ہونٹوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ . . . . میرے پیغمبر جن ہونٹوں سے آپ میری توحید بیان کرتے ہیں میں کائنات کا رب ان ہونٹوں کی قسم اٹھاتا ہوں۔

حاضرینِ گرامی قدر! محمّد کا معنیٰ ہے جس کا ایک ایک جزو اور ایک ایک عضو قابلِ تعریف ہو . . . . . . محمّد کا معنیٰ ہے جس کی تعریف بے اختیار کی جائے . . . . . . محمّد کا معنیٰ ہے جس کی تعریف اور توصیف کا سلسلہ کبھی ختم نہ ہو . . . . . . محمّد کا معنیٰ ہے جس میں تمام کمال اور خوبیاں جمع کر دی گئی ہوں . . . . . . محمّد کا معنیٰ ہے جس کی اتنی تعریف و توصیف اور مدحت وثنا ہو کہ کائنات میں اتنی تعریف کسی اور کے لئے نہ کی گئی ہو۔

اسمِ مبارک "احمدؐ" کی تشریح

مَیں نے تقریر کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ ماجدہ نے خواب میں بشارت پاکر آپؐ کا نام احمد رکھا تھا۔ اور اسی نام کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خوشخبری اور بشارت دی وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِىْ مِنْۢ بَعْدِى اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ۔

اَحْمَد بھی حمد سے ماخوذ ہے، اور اسم تفضیل کا صیغہ ہے . . . . . اگر اسے اسم مفعول کے معنیٰ میں لیا جائے تو احمد کا معنیٰ وہی ہوگا جو محمّدؐ کا معنیٰ ہے . . . . اور اگر اسے اسم فاعل کے معنیٰ میں لیا جائے تو معنیٰ اس طرح ہوگا۔

وہ شخصیت جس نے خداوندِ قدوس کی اتنی حمد وثنا، اتنی تعریف و توصیف اور اتنی مدحت کی ہو کہ مخلوقات میں سے کسی نے بھی اللہ تعالےٰ کی اتنی حمد وثنا اور اتنی تعریف و توصیف نہ کی ہو . . . . احمد وہ ذات ہے . . . . اس کا خداوندِ قدوس کے ساتھ اتنا تعلق، اتنا قرب ہے اور وہ اللہ تعالےٰ کا اتنا مقرب ترین بندہ ہے، وہ اللہ کا اس قدر

محبوب ہے کہ اس کا ایک سجدہ پوری مخلوقات کے سجدوں پر بھاری ہے . . . . اس کا ایک روزہ کائنات کے لوگوں کے روزوں سے وزنی ہے . . . . اس کی ایک تسبیح مخلوقات کی تمام عبادات سے اعلیٰ ہے ،

اَحمد "جس نے سب سے زیادہ اللہ کی حمد و ثنا کی ہو"

کبھی آپ نے غور کیا کہ امت پر پانچ نمازیں فرض ہیں . مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چھ نمازیں پڑھتے ہیں . آپ پر تہجد بھی واجب تھی . . . . وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ . . . . اور یہ تہجد کے نوافل ادا کس طرح ہوتے تھے ! ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ! امام الانبیاء ، سرورِ کونینؐ رات تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد اٹھتے ، وضو فرماتے اور نوافل کے لئے مصلے پر تشریف لاتے . . . . ایک رات میں نے دیکھا کہ آپ نے تہجد کے نوافل میں ایک رکعت میں تقریباً آٹھ پارے تلاوت فرمائے ، پھر رکوع کیا ، اور جتنی دیر میں آٹھ پارے پڑھے تھے ، اتنا طویل رکوع کیا ، پھر رکوع سے سر اٹھایا اور اتنی ہی دیر قومہ کیا ، اور اللہ کی حمد و ثنا کرتے رہے . پھر اتنا ہی طویل سجدہ کیا ، اور پھر اتنا ہی لمبا جلسہ کیا ، پھر اتنا طویل دوسرا سجدہ کیا . . . . ام المومنینؓ فرماتی ہیں کہ کبھی کبھی آپ اتنا طویل اور اتنا لمبا سجدہ کرتے کہ میں ڈر جاتی کہ کہیں آپ کی روح مبارک تو جسم سے پرواز نہیں کر گئی . . . . اور اکثر اوقات آپ اتنا لمبا قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں متورم ہو جاتے : . . . . ام المومنینؓ یہ حالت دیکھ کر عرض کرتی ہیں ! یارسول اللہ ! آپ کے قدم سوج گئے ہیں . . . . . اللہ کے

دربار میں کھڑے کھڑے آپ کے پاؤں پر ورم آگیا ہے۔ . . . . یارسُولُ اللہ
! . . . . . آپ کو اتنی محنت و ریاضت اور اتنی مشقت اٹھانے کی کیا
ضرورت ہے . . . . اتنے نفل پڑھنے کی ، اتنے طویل قیام اور
رکوع اور سجدوں کی کیا ضرورت ہے . . . . اللہ تعالیٰ نے تو آپ
کی اگلی پچھلی لغزشوں تک کو معاف کر دیا ہے . . . . آپ کو امام
الانبیاء بنایا گیا ہے . . . . آپ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا ہے
. . . . آپ سرورِ کائنات ہیں ، سرتاجِ دو عالم ہیں . . . . . .
معراج والی رات آپ اپنا گھر جنت میں دیکھ کر آئے ہیں جو سب سے بلند تر ،
بالاتر اور خوبصورت ہے . . . . یارسُولُ اللہ ! آپ کو اتنی محنت و
ریاضت کی کیا ضرورت ہے ، آپ تو حوضِ کوثر کے ساقی ہیں . . . . . .
آپ تو شفیعُ المذنبین ہیں . . . . آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں . . . .
. . . آپ تو راحۃ المشتاقین ہیں . . . . آپ تو خاتم النبیین ہیں . .
. . . . . آپ تو امام المرسلین ہیں . . . . . . یارسُولُ اللہ ! آپ اتنی
مشقت اور محنت اور ریاضت کیوں کرتے ہیں ؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المومنین رضی اللہ عنہا کے سوال کا کتنا خوبصورت
جواب دیا ، فرمایا ! عائشہ اسی لئے تو عبادت کرتا ہوں ، اور اسی لئے تو ساری
ساری رات اس کے سامنے کھڑا رہتا ہوں کہ خداوندِ قدوس نے مجھ پر انعامات
واحسانات کی بارش برسا دی ہے . . . . جس ذات نے مجھے امام
الانبیاء بنایا ہے ، خاتم النبیین بنایا ہے ، جس نے مجھے شفیع المذنبین بنایا ہے ،
جس نے مجھے حوضِ کوثر کا ساقی بنایا ہے ، جس خدا نے مجھے کائنات کا امام
بنایا ہے ، جس نے میرے مقام و مرتبہ کو بلند و بالا کیا ہے اَفَلَا اَکُوْنُ

عَبْدًا شَكُوْرًا ۔ کیا میں ان انعامات واحسانات کے بدلے اس کا شکر گزار بندہ نہ بنوں ۔

سامعینِ گرامی قدر! جو معنیٰ " اَحْمَد " کا بنتا ہے، آپ ظاہری زندگی میں بالکل ایسے ہی تھے گویا کہ اسم بامسمّیٰ تھے، کہ جتنی تعریف اور جتنی حمد وثنا اللہ تعالیٰ کی آپ نے کی ہے اتنی حمد وثنا کسی نے بھی نہیں کی،

میدانِ محشر میں بھی آپ ﷺ اللہ کی حمد وثنا کریں گے!

میں اسم مبارک "محمد" کی تشریح کرتے ہوئے یہ حدیث بیان کر چکا ہوں کہ میدانِ محشر میں جب تمام مخلوق ہر دروازے سے مایوس ہو کر آپ کے دروازے آئے گی۔ اور آپ شفاعتِ کبریٰ کے لئے مقام محمود پر آئیں گے فرمایا میں عرش کے پائے کو پکڑ کر سر سجدہ میں رکھ کر اللہ تعالیٰ کی ایسی حمد وثنا اور ایسی تعریف کروں گا جو آج تک کسی نے نہ کی ہوگی، اور وہ حمد وثنا جو میں نے کرنی ہے اس کا علم آج مجھے نہیں ہے، اسی روز اللہ تعالیٰ میرے دل اور میرے ذہن میں القا کریگا۔

ایک عجیب بات!

بڑے لطف اور تعجب کی بات ہے کہ میدانِ محشر میں آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ جو جو شئی عطا فرمائیں گے۔ اس میں ح، م، دال حمد کا مادہ ضرور ہوگا۔ جس طرح آپ کے نام محمد اور احمد میں حمد موجود ہے . . . . . . جو مقام شفاعتِ کبریٰ کے لئے آپ کو عطا ہوگا، اس کا نام ہے "مقام محمود" عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا . . . . . . اس میں بھی حمد موجود ہے . . . . . . جو جھنڈا میدانِ محشر میں بطورِ علامت آپ کو عطا ہوگا اور آپ کا جھنڈا تمام جھنڈوں سے بلند و بالا ہوگا، جس کے نیچے

تمام پیغمبر اور ان کی امتیں بھی پناہ لیں گی ، اس جھنڈے کا نام ہے لِوَاءُ الحَمْد ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس میں بھی حمد کا لفظ موجود ہے ۔

اور آپؐ کی امت جو تعداد و شمار میں تمام امتوں سے زیادہ ہو گی ۔ اس امت کا نام ہے حَمَّادُوْن اس میں بھی لفظ حمد موجود ہے ۔

سامعین گرامی قدر ! مَیں نے کوشش کی ہے کہ اپنے پیارے پیغمبرؐ کے اسم مبارک محمّدؐ اور احمدؐ کا معنیٰ اور اس کی تشریح بیان کر دوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ نے یہ معنیٰ اور تشریح سُن کر محسوس کیا ہو گا کہ محمّدؐ اور احمدؐ کا لفظ جتنا پیارا اور جتنا حسین ہے کہ سنتے ہی ہر نگاہ فرطِ تعظیم اور فرطِ ادب سے جُھک جاتی ہے ، اور زبان پر درود و سلام کے زمزمے جاری و ساری ہو جاتے ہیں ۔ اس لفظ کا معنیٰ و مفہوم بھی اس کے ظاہر کی طرح اسی قدر حسین ، دلرُبا ، خوبصورت ، روح پرور اور دلآویز ہے ۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْن

ختمِ نبوّت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَا ضِدَّ لَہٗ وَلَا نِدَّ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدَہٗ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَ اُمَّتِہٖ وَلَا شَرِیْعَۃَ بَعْدَ شَرِیْعَتِہٖ وَلَا کِتَابَ بَعْدَ کِتَابِہٖ ○ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

○ مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ (احزاب، آیۃ:۴۰) نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی ایک کے باپ لیکن وہ اللہ کے رسول اور تمام انبیاء کے خاتم ہیں۔

○ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (مائدہ، آیۃ:۳) آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا۔

○ قُلْ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا ۨ الَّذِیْ لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اعراف، آیۃ:۱۵۸) (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں وہ اللہ کہ جس کے لیے بادشاہی ہے آسمانوں اور زمینوں کی۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سامعینِ گرامی قدر! آج میں امام الانبیاء، سید الکونین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کے موضوع پر اظہارِ خیال کرنا چاہتا ہوں۔ دعا کیجیے کہ اللہ رب العزت محض اپنے فضل و کرم سے مجھے قرآن و سنت کے مطابق گفتگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرات! یہ بات محتاجِ دلیل نہیں کہ جب سے انسان کی تخلیق شروع ہوئی تو نبوۃ ورسالت کے سنہری سلسلہ کا آغاز ہوا، اس سنہری کڑی کی ابتداء مسجودِ ملائکہ سیدنا آدم علیہ السلام کی ذاتِ گرامی سے ہوئی اور اس "مالا" کا سب سے قیمتی اور آخری موتی آمنہ کے لعل، عبداللہ کے دُرِّ یتیم سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

یوں تو ہر نبی اور ہر پیغمبر اپنے اپنے وقت میں اور اپنے اپنے دور میں اور اپنے اپنے زمانہ میں اس دھرتی اور زمین پر سب سے افضل، سب سے اعلیٰ، سب سے اونچا اور سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوتا ہے ــــ ہر نبی اللہ تعالیٰ کا منتخب کردہ ہوتا ہے۔ ہر پیغمبر اللہ تعالیٰ کا انتخاب ہوتا ہے اور یقیناً اللہ کا انتخاب لاجواب ہوتا ہے ــــ پیغمبر مصطفیٰ بھی ہوتا ہے اور مجتبیٰ بھی ــــ پیغمبر مرتضیٰ بھی ہوتا ہے اور محبوبِ خدا بھی۔ قرآن میں ارشادِ باری ہوا۔

اِنَّ اللّٰہَ اصۡطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوۡحًا وَّ اٰلَ اِبۡرٰہِیۡمَ وَ اٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ

(اٰلِ عمران - ۳ : ۳۳) بے شک اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ اور عمران کی اولاد کو تمام جہانوں پر۔

جب انبیاء اور رسل، اللہ کے پسندیدہ اور پیارے ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ انھیں اپنے مختلف خوبیوں اور کمالات سے نوازتے اور مالا مال کرتے ہیں ــــ کسی پر آگ گلزار بن گئی، کسی کی لاٹھی سانپ بن گئی ــــ کسی کے ہاتھ میں لوہا موم ہو گیا ــــ کسی کا تخت ہوا میں اڑنے لگا ــــ کسی نے مردوں کو زندہ کردیا (باذن اللہ کہہ کر) مگر یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ جو خوبیاں اور اوصاف ــــ اور جو کمالات میرے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئے وہ کمالات کسی کو بھی عطا نہیں ہوئے۔

آئیے قرآن و حدیث کے آئینے میں اس حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں۔

آپؐ کی نبوت للناس

اگر آپ قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ ہر نبی اور ہر پیغمبر اپنی اپنی قوم یا اپنے اپنے شہر اور بستی کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت ایک قوم یا ایک شہر کے لیے نہیں پورے جہان کے

لوگوں کے لیے ہے۔

- قرآن سیدنا نوح علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ ہم نے نوح کو پیغمبر بنا کر بھیجا ان کی قوم کی طرف۔
- انھوں نے جب دعوت پیش کی تو فرمایا: یَاقَوْمِ اے میری قوم!۔
- سیدنا نوحؑ کے بعد قرآن ایک اور پیغمبر کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا ـــــ ہم نے قوم عاد کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا ان کے بھائی ہود کو ـــــ انھوں نے تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا: یَاقَوْمِ اے میری قوم!۔
- قرآن ایک اور پیغمبر کا ذکر کرتا ہے: وَاِلٰی مَدْیَنَ اَخَاھُمْ شُعَیْبًا ـــــ ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا تو انھوں نے بھی فرمایا: یَاقَوْمِ اے میری قوم!۔
- اسی طرح سیدنا لوط علیہ السلام کا تذکرہ ہوا تو فرمایا: وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِہٖ اور جب حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا ـــــ
- سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی نبوت و رسالت۔ فرعون، اس کی قوم کے سرداروں اور بنی اسرائیل تک محدود تھی۔ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِھِمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَاۡئِہٖ پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰؑ کو بھیجا اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس۔
- سلسلۂ بنی اسرائیل کے آخری نبی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ اور خطاب کا انداز دیکھیے: وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ (صف، آیۃ:۶) اور جب کہا عیسیٰؑ بیٹے مریم نے اے بنی اسرائیل میں تمھاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

دیکھا آپ نے ہر نبیؑ اپنی قوم کے لیے اور ایک بستی کے نبی مبعوث ہوا ـــــ کوئی قوم عاد کے لیے، کوئی قوم ثمود کے لیے، کوئی مدین والوں کے لیے، کوئی فرعون اور بنی اسرائیل کے لیے اور کوئی خطاب کرتے ہوئے کہتا ہے: یَا بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ ـــــ اے بنی اسرائیل!

مگر جب امام الانبیاء کی باری آتی ہے تو ان کی نبوت و رسالت اہلِ مکہ کے لیے نہیں، آپ ﷺ کی نبوت مدینہ والوں کے لیے نہیں، آپ ﷺ کی نبوت طائف والوں کے لیے نہیں۔ بلکہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام جہان کے لوگوں کے لیے عام ہے ــــ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زبانِ مقدس سے اعلان کروایا:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا ۙ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اعراف) اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں جس اللہ تعالیٰ کی بادشاہی ہے زمین و آسمانوں میں۔ ایک اور جگہ پر ارشاد فرمایا: وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا اور ہم نے آپ ﷺ کو تمام لوگوں کے لیے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

غور فرمایا آپ نے کہ ہر نبی اور ہر پیغمبر اپنی قوم کے لیے یا ایک علاقے اور شہر کے لیے مبعوث ہوا مگر آمنہ کا لعل ایک قوم کے لیے نہیں، ایک علاقے اور ایک شہر اور ایک ملک کے لیے نہیں بلکہ پورے جہان والوں کے لیے نبی اور پیغمبر بن کر آیا۔ ہر نبی اور ہر پیغمبر نے اپنی اپنی قوم کو مخاطب کیا۔ یٰقَوْمِ، یٰقَوْمِ، یٰقَوْمِ اے میری قوم، اے میری قوم، اے میری قوم ــــ مگر عبد اللہ کے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ۔

برادرانِ اسلام! دوسرے انبیاء کرام کے خطاب کے انداز اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کی عمومیت سے واضح ہوا کہ آپ ﷺ کی نبوت و رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے ــــ آپ ﷺ مشرق و مغرب، عرب و عجم اور اسود و احمر کے لیے پیغمبر بن کر آئے ہیں ــــ آپ ﷺ کی نبوت عام ہے اپنے عہد کے انسانوں کے لیے بھی اور قیامت تک پیدا ہونے والوں کے لیے بھی ــــ جب آپ ﷺ کی بعثت و نبوت سے کوئی قوم، کوئی علاقہ، کوئی قصبہ اور کوئی شہر ــــ اور کوئی انسان چاہے کسی زمانہ میں پیدا ہو مستثنیٰ اور خارج نہیں بلکہ قیامت تک دنیا میں پیدا ہونے والے انسان آپ ﷺ کی امت میں داخل ہیں تو اب آپ کے بعد کسی نئے نبی اور نئے پیغمبر کی ضرورت نہیں رہی ــــ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوتے ہوئے کوئی اور شخص آ کر آپ ﷺ کی امت کو اپنی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دے۔

قرآن بھی للناس

جب آپﷺ کی نبوت و رسالت تمام لوگوں کے لیے ہے تو جو کتاب آپﷺ کو عطا کی گئی اس کے بارے فرمایا:

○ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (البقرۃ-۲: ۱۸۵)

رمضان المبارک کا مہینہ جس میں قرآن مجید اتارا گیا جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔

کعبہ بھی للناس

جس طرح آپﷺ کی نبوت للناس ہے۔ اور جس طرح آپﷺ کو عطا ہونے والی کتاب ھُدًی للناس ہے اسی طرح کعبہ کے متعلق فرمایا: اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ (آل عمران-۳: ۹۶) بے شک پہلا پہلا گھر جو لوگوں کے لیے مقرر کیا گیا۔

امت بھی للناس

جس طرح پیغمبر للناس، جس طرح قرآن للناس اور جس طرح کعبہ للناس ہے۔ اسی طرح امت بھی للناس ـــــ فرمایا: كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ جب قرآن کے بعد دوسرا قرآن کوئی نہیں، جب بیت اللہ کے بعد دوسرا کعبہ کوئی نہیں، جب امت کے بعد دوسری امت کوئی نہیں تو پھر امام الانبیاء کے بعد نبی بھی کوئی نہیں۔

یہ مرزائیوں نے جو سادہ لوح عوام کو ورغلانے اور دھوکہ دینے کے لیے ظلی اور بروزی نبوت کی اصطلاح رائج کی۔ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔

کیا آج تک کسی نے ظلی و بروزی کعبہ، ظلی و بروزی قرآن اور ظلی و بروزی امت کا تصور پیش کیا ـــــ ہرگز نہیں۔

اگر بیت اللہ کے بعد ظلی و بروزی کعبہ کوئی نہیں ـــــ اگر قرآن کے بعد کوئی ظلی و بروزی کتاب نہیں ـــــ اگر امت کے بعد کسی ظلی و بروزی امت کا تصور کوئی نہیں تو پھر امام الانبیاء کی نبوۃ کے بعد کسی ظلی و بروزی نبوت کا تصور بھی کوئی نہیں۔

آپﷺ کی ذات پر دین کی تکمیل

آپﷺ سے پہلے جتنے پیغمبر اور جتنے نبی لوگوں کی اصلاح اور راہنمائی کے لیے

مبعوث ہوئے انھوں نے پیغامِ رسالت کے پہنچانے میں زرہ برابر کوتاہی نہیں کی مگر کسی نبی کو یہ شرف اور امتیازی عظمت نصیب نہیں ہوئی کہ اس کی ذات پر دین کو اس طرح کامل و مکمل کر دیا جائے کہ وہ دین آئندہ نسلوں کی راہنمائی کے لیے بھی کافی ہو ـــــ یا ان کا دین اور شریعت ایسی ہو کہ بعد میں وہ منسوخ نہ ہو ـــــ یہ درست ہے کہ ہر پیغمبر جو دین اور جو شریعت لے کر آیا وہ اپنے اپنے زمانہ کے لحاظ سے کامل تھی اور اس زمانہ کے لوگوں کی راہبری و راہنمائی اور ہدایت کے لیے کافی و شافی تھی مگر اللہ رب العزت کو معلوم تھا کہ وہ شریعت جو آج کامل ہے کل کافی نہ رہے گی اس لیے دوسرے پیغمبر کو بھیج کر اس دین کو منسوخ کر دیا جاتا تھا ـــــ مگر امام الانبیاءؐ جس دین کو لیکر مبعوث ہوئے وہ ایسی مکمل شریعت اور کامل دین ہے جو ہر زمانہ کے اعتبار سے کامل ہے، یہ دین غیر موقت اور ہمیشہ کے لیے ہے۔

حضراتِ گرامی قدر! میری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ دینِ الٰہی کسی دور میں بھی ناقص نہیں رہا ـــــ پہلی شریعتیں بھی کامل تھیں۔ مگر ایک مخصوص وقت تک کے لیے۔ کیونکہ ان انبیاء کی بعثت بھی خاص وقت اور خاص زمانے اور ایک قوم کے لیے ہوتی تھی مگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ پوری کائنات کے انسانوں اور جنات کی طرف مبعوث ہوئے اس لیے آپ ﷺ کا دین بھی قیامت تک کے لیے کافی و شافی اور کامل و مکمل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔ آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ـــــ آج یعنی ۹ ذی الحج ۹ھ عرفات کے میدان میں جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے صرف ۸۸ دن پہلے فرمایا: لوگو! میں نے جو کچھ کرنا تھا کر چکا ہوں ـــــ میں نے جو کچھ کہنا تھا میں کہہ چکا ہوں۔

اَیُّھَا النَّاسُ اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا اُمَّۃَ بَعْدَکُمْ اَلَا فَاعْبُدُوْا رَبَّکُمْ وَصَلُّوْا خَمْسَکُمْ وَ صُوْمُوْا شَھْرَکُمْ وَ اَدُّوْا زَکٰوۃَ اَمْوَالِکُمْ طَیِّبَۃً بِھَا اَنْفُسَکُمْ وَ اَطِیْعُوْا وُلَاۃَ اَمْرِکُمْ تَدْخُلُوْا جَنَّۃَ رَبِّکُمْ (طبرانی) اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں، اور تمہارے بعد کوئی امت آنے والی نہیں غور سے سنو! اپنے رب کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نماز پڑھنا، ایک مہینے کے روزے رکھنا اور خوشی سے اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرنا اور

اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا' ایسا کرو گے تو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

غرضیکہ آپ ﷺ کی ذاتِ گرامی پر دین کی تکمیل ہو گئی ــــ مطلب یہ ہے کہ فرائض و سُنن، حدود و احکام، معاملات و عبادات اور حلال و حرام کو مکمل بیان فرما دیا ــــ یا تکمیلِ دین سے مراد یہ ہے کہ یہ دین قیامت تک باقی رہنے والا ہے۔ یہ اب کبھی منسوخ نہیں ہوگا ــــ یا تکمیلِ دین سے مراد یہ ہے کہ یہ امت یعنی سیدنا محمد رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی امت کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ ہر ایک نبی اور ہر آسمانی کتاب پر ایمان لائی۔ کیونکہ تمام کتابیں اس امت سے پہلے صفحۂ وجود میں آچکی تھیں۔

سامعینِ گرامی! جب ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے دین کو ہر جہت اور ہر طریقے سے کامل اور مکمل کر دیا ہے تو پھر اس امت کو امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نہ کسی نئے نبی کی ضرورت ہے اور نہ کسی نئے دین کی ــــ ادنیٰ عقل رکھنے والا شخص بھی فیصلہ کر سکتا ہے کہ جب اس دین کا کوئی حکم منسوخ نہیں ہوگا ــــ اس دین کے کسی رکن میں تبدیلی نہیں آسکتی تو پھر نئے نبی کے آنے کی ضرورت اور حاجت ہی کیا ہے۔

سیدنا محمد رسُول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بحیثیت خاتم النبیین

امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پہلے جتنے نبی اور رسُول تشریف لائے انھوں نے صرف نبوۃ و رسالت کا دعویٰ کیا مگر امامُ الانبیاء نے صرف اپنے نبی اور رسُول ہونے کا نہیں بلکہ خاتم النبیین ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ چنانچہ:

قرآن مجید میں ارشادِ باری ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب۔۳۳:۴۰)

مُحَمَّد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسُول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں صراحت سے بیان فرمایا کہ سیدنا محمد رسُولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمام انبیاء کے خاتم ہیں ــــ آپ ﷺ کی تشریف آوری تمام نبیوں کے بعد ہوئی اور آپ ﷺ پر نبوۃ کا اختتام ہو گیا۔

خاتم النبیین کے لفظ کے متعلق مرزائی تاویلات

اس آیتِ کریمہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی کو خاک میں ملا دیا اور ان کا حوصلہ پست کر دیا اس لیے انھوں نے اور ان کے چیلے چانٹوں نے خاتم کے ایسے ایسے معنے گھڑے کہ ابلیسی تلبیسات بھی منہ چھپا لے۔

کہا گیا کہ خاتم بمعنی مہر ہے اور آیت کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم انبیاء کی مہر ہیں۔ یعنی جس پر آپ ﷺ مہر لگا دیں وہ نبی بن جاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۹۷)

سبحان اللہ۔ چشم بد دور۔ واہ مرزا صاحب واہ ـــــ اگر آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی مہر سے آپ نبی بن گئے تو اس مہر سے ابوبکرؓ نبی کیوں نہ بنے، وہ مہر عمرؓ فاروق پر کیوں نہ لگی، آپ ﷺ نے وہ مہر اپنے دوہرے داماد عثمانؓ پر کیوں نہ لگائی، اس مہر نے حضرت علیؓ کو نبی نہ بنایا ـــــ تعجب ہے کہ جس مہر سے کوئی صحابیؓ نبی نہ بنا ـــــ کوئی تابعی نبی نہ بنا ـــــ تبع تابعین پر وہ مہر نہ لگی، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤدؒ، امام ترمذیؒ، بڑے بڑے محدثینؒ اور بڑے بڑے مفسرینؒ، بڑے بڑے فقہاءؒ اور بڑے بڑے مجتہد اس مہر سے نبوت کے مقام پر فائز نہ ہوئے ـــــ چودہ صدیوں میں وہ مہر لگی تو قادیان کے مرزا غلام احمد پر۔

خاتِم اور خاتَم کا معنی

عربی زبان اُمُّ الْاَلْسِنَہ ہے۔ یہ تمام زبانوں کی ماں ہے۔ اس کے ایک ایک لفظ کے کئی کئی معنے بنتے ہیں۔ یہی لفظ خاتِم اور خاتَم کا ایک معنیٰ نگینہ اور مہر جس پر نام وغیرہ کندہ کیے جاتے ہیں ـــــ دوسرا معنیٰ انگوٹھی کا آتا ہے ـــــ تیسرا معنیٰ ان کا گھوڑے کے پاؤں کی سفیدی کا بھی ہے۔ (قاموس) چوتھا معنیٰ ان کا آخر القوم یعنی قوم کا آخری فرد بھی ہے ـــــ پانچواں معنیٰ ان کا گدی کے نیچے کا گڑھا بھی بنتا ہے۔

خدا کے لیے بتائیے ان پانچ معنوں میں سے کون سا معنی نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے لیے استعمال کرنا مناسب ہوگا ـــــ یقیناً چوتھا معنی (یعنی آخر القوم قوم کا آخری فرد)

ہر حال میں آں حضرت کے لیے مناسب ہوگا۔

مگر ٹھہریے ـــــ خاتِم یعنی تا کو اگر زیر سے پڑھیں تو یہ اسم فاعل ہے جس کے معنی ہیں ختم کرنے والا۔

اور خاتَم یعنی تا کو اگر زبر سے پڑھا جائے تو اس کے معنی ہیں مہر ـــــ یہ دونوں معنے آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی ذاتِ گرامی کے لیے مناسب بھی ہیں اور ختمِ نبوت کے وصف کو اجاگر بھی کر رہے ہیں۔

لیکن یاد رہے کہ جن علمائے لغت نے خاتم کا ایک معنی مُہر کا کیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ کسی چیز کو اس طرح مضبوطی سے بند کر دینا کہ باہر سے کوئی شئے اندر نہ جاسکے۔

اس صورت میں خاتم النّبیّین کا مطلب یہ ہوگا کہ پہلے انبیاء کرامؑ کی آمد کا سلسلہ جاری تھا آں حضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی تشریف آوری کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اس پر مُہر لگادی گئی۔ تاکہ قادیانی جیسا کوئی کذاب اور دجال اس میں داخل نہ ہوسکے۔

خاتم النّبیّین کی تفسیر و تشریح

خود خاتم النّبیّین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی زبان سے

سامعینِ گرامی قدر! گفتگو کچھ علمی ہو گئی ہے ـــــ میں نے کوشش کی ہے کہ عربی لغت کی کتب سے آپ ﷺ کو خاتم النّبیّین کا مفہوم سمجھاؤں تاکہ خبیث الفطرت مرزا قادیانی اور اس کی ناپاک ذریت کی ابلیسانہ تحریف اور دھوکہ و فریب واضح ہو جائے ـــــ لیکن قرآن کی آیات اور الفاظ کا جو مفہوم و مطلب خود صاحبِ قرآن بیان فرمائیں، وہی حتمی اور حرفِ آخر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جو کچھ ارشاد فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ارشاد فرماتے ہیں۔

آئیے احادیثِ نبویہ کو دیکھیے اور سنیے کہ امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خاتم النّبیّین کا مفہوم اور مطلب کیا بیان فرمایا ہے؟

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یبعث دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ (ترمذی، ابوداؤد) اس وقت تک

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بہت سے دجال اور جھوٹے پیدا نہ ہو جائیں جن میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

ایک اور حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں: سَيَكُوْنُ فِيْ اُمَّتِيْ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ وَّ اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ (مسلم) میری امت میں تیس شخص پرلے درجے کے جھوٹے ہونگے ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ نبی ہے۔ حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ خاتم کا اصلی اور صحیح معنی وہ نہیں جو مرزائی کرتے ہیں بلکہ خاتم النبیین کا معنی خود امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ کہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔ نہ ظلی نہ بروزی، نہ حقیقی نہ مجازی، نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ مستقل نہ غیر مستقل، ___ جو بھی آپ ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ انکارِ قرآن کی بنا پر کافر اور نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے فتویٰ کے مطابق دجال اور کذاب ہوگا۔

ایک حدیث اور سنیئے

امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اپنی صفتِ لاجواب ختمِ نبوت کو ایک تمثیل کے ذریعے واضح فرمایا ___ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّ مَثَلِيْ وَمَثَلَ الْاَنْبِيَاۗءِ مِنْ قَبْلِيْ كَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰى بَيْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِيَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ يَطُوْفُوْنَ بِهٖ وَيَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَيَقُوْلُوْنَ هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ فَاَنَا اللَّبِنَةُ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ (بخاری، مسلم، ترمذی)

فرمایا میری اور مجھ سے پہلے گذرے ہوئے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر تعمیر کیا اور خوب حسین وجمیل اور آراستہ وپیراستہ بنایا ___ مگر اس شخص نے ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی لوگ اس گھر کو دیکھنے کے لیے آتے ہیں اس کے ارد گرد گھومتے ہیں تو اس مکان کی خوبصورتی وحسن پر حیران ہوتے ہیں ___ مگر تعجب کرتے ہوئے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایک اینٹ کی جگہ کیوں خالی ہے، یہ آخری اینٹ

بھی کیوں نہ رکھ دی گئی کہ مکان کی تعمیر مکمل ہو جاتی ـــــ امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں ہی خاتم النبیین ہوں۔

ایک روایت میں اس طرح آیا: اَنَا سَدَدْتُ مَوْضِعَ اللَّبِنَةِ خُتِمَ بِیَ الْبُنْیَانُ وَخُتِمَ بِیَ الرَّسُوْلُ (بخاری) کہ نبوت کے مستحکم و خوبصورت محل میں آخری اینٹ کی جو جگہ خالی تھی میں نے اس خالی جگہ کو بھر دیا ہے میرے ذریعہ ہی سے وہ عمارت مکمل ہوئی اور اس کی تعمیر ختم ہوئی اور میرے ذریعے ہی سے رسول ختم کیے گئے۔

سامعینِ گرامی! امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس ارشاد پر غور فرمایئے آپ ﷺ نے نبوت اور انبیاء کو ایک محل اور مکان سے تشبیہ دی اور اپنے آپ کو اس محل کی آخری اینٹ قرار دیا اب نبوت کا یہ عالیشان محل مکمل ہو گیا۔ لہٰذا اس میں نہ تشریعی نبوت کی اینٹ کی گنجائش ہے نہ غیر تشریعی نبی کی ضرورت ـــــ اب اس مکمل مکان میں نہ حقیقی نبوت کی گنجائش ہے اور نہ ظلی و بروزی نبی کی ضرورت ہے۔

اب فیصلہ کیجیے کہ خاتم النبیین کا کیا معنیٰ ہے؟ ـــــ کیا وہی معنیٰ ہے جو مرزائی کرتے ہیں کہ نبیوں پر مُہر کہ جس پر وہ مُہر لگا دیں وہ نبی بن جائے یا ظلی و بروزی نبی کی گنجائش ہے؟ یا وہی معنی ہے جو میں نے عرض کیا ہے۔ خود امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مثال دے کر فرما دیا کہ خاتم النبیین کے معنے ہیں آخر النبیین یعنی سب نبیوں سے آخر میں آنے والا جس کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

خاتم النبیین کا مفہوم
اصحابِ رسول اور مفسرین کی زبان سے

امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دو ارشاد میں نے آپ کے سامنے بیان کیے جن سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ خاتم النبیین کا معنیٰ آخر النبیین ہی بنتا ہے۔ یعنی تمام رسولوں کے بعد آنے والے اور جن پر سلسلۂ نبوت و رسالت کا اختتام ہو گیا۔

اب میں وقت کی قلت کے پیشِ نظر اصحابِ رسول اور ائمۂ مفسرین کے چند اقوال آپ کی مزید تسلی کے لیے پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے خاتم النبیین کا معنیٰ کیا کیا ہے؟

سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ:

تفسیر ابن جریر نے خاتم النبیین کی تفسیر میں مشہور صحابی رسول سیدنا قتادہ کا قول نقل کیا ہے: وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ای اٰخِرَھُمْ اور لیکن آپ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں یعنی آخر النبیین کہ سب انبیاء کے آخر میں تشریف لائے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ:

علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر دُرِ منثور میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کا قول نقل کیا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی ہے: خَتَمَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ بِمُحَمَّدٍ ﷺ وَكَانَ اٰخِرَ مَنْ بُعِثَ (در منثور صفحہ) اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرمایا اور جتنے پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبعوث ہوئے آپ ان سب کے آخر میں تشریف لائے۔

ائمۂ مفسرین کی آراء:

ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں خاتم النبیین کا یہی معنی فرمایا کہ آپ پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں فرمایا کہ خاتم النبیین کے الفاظ اس بات پر نصِ صریح ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔

علامہ زمخشریؒ نے اپنی تفسیر کشاف میں خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین فرمایا۔

امام رازیؒ نے اپنی تفسیر کبیر میں اور سید محمود آلوسیؒ نے اپنی تفسیر روح المعانی میں خاتم النبیین کا معنی یہی فرمایا کہ سب نبیوں سے آخر میں آنے والا۔

تفسیر خازن میں ہے: خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ خَتَمَ اللّٰهُ بِهِ النُّبُوَّةَ فَلَا نُبُوَّةَ بَعْدَهٗ خاتم النبیین کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت آپ پر ختم کردی پس آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ختمِ نبوت پر بے مثال دلیل:

حضراتِ گرامی قدر! اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نبوت و رسالت اور

وحی کے نزول کا سلسلہ جاری و ساری رہنا ہوتا' اور آپ کے بعد کسی ظلی و بروزی اور غیر تشریعی نبی نے آنا ہوتا تو قرآن مجید جس طرح گذرے ہوئے انبیاء کا اور ان کی وحی کا تذکرہ کرتا ہے اسی طرح قرآن آنے والے نبی کا بھی تذکرہ کرتا ـــــ اس کے اوصاف بتلاتا ـــــ اس کا حلیہ' جائے پیدائش اور اخلاق و عادات کا مکمل ذکر کرتا۔ تاکہ بعد میں آنے والے لوگوں کو اس نبی کے پہچاننے میں کوئی دِقت اور شبہ باقی نہ رہے۔

کیا آپ نے نہیں پڑھا کہ تورات و انجیل جہاں پہلے انبیاء کا تذکرہ کرتی تھیں وہاں آنے والے انبیاء خصوصاً امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پورے حالات و معلومات' صورت و سیرت' وطن و معاشرت اور ہجرت تک کا تذکرہ کرتی تھیں اور آنے والے انبیاء پر ایمان لانے کا حکم بھی ان میں موجود تھا ـــــ مگر اس کے برعکس پورا قرآن پڑھ جائیے ـــــ ایک ایک سورت اور ایک ایک رکوع کی تلاوت کیجیے' قرآن کی ایک ایک آیت پڑھ لیجیے آپ کو کسی جگہ بھی بعد میں پیدا ہونے والے نبی کا نام' اس کا حلیہ' اس کا وطن یا اس پر ایمان لانے کا ذکر نہیں ملے گا۔ گزرے ہوئے انبیاء کرامؑ کے اسماءِ گرامی' ان کے وطن' قیام کی جگہ' ہجرت کے واقعات' ان کی تبلیغ کا انداز' قوم کا انکار اور انجام کے تذکرے ایک جگہ نہیں مختلف مقامات پر ملیں گے ـــــ کیا قرآن مجید کا یہ انداز اس بات کی واضح اور کھلی دلیل نہیں کہ امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے اور اب کسی جدید نبی نے نہیں آنا۔ اس لیے کہ قرآن اس کی آمد کی کوئی اطلاع نہیں دیتا بلکہ کسی قسم کا اشارہ بھی نہیں کرتا۔

قرآن مِنْ قَبْلِكَ کی قید لگاتا ہے:

پھر قرآن مجید کا ایک انداز دیکھیے کہ وہ اکثر مقامات پر جہاں امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت و رسالت اور وحی کا تذکرہ کرتا ہے ـــــ قرآن جہاں امامُ الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر ایمان لانے کا تذکرہ کرتا ہے وہاں کچھ مقامات پر آپ سے پہلے آنے والے انبیاء اور ان پر اترنے والی وحی کا تذکرہ بھی کرتا ہے ـــــ اگر آپ کے بعد بھی نبوت و وحی کا سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو جہاں قرآن مِنْ قَبْلُ اور مِنْ قَبْلِكَ کی قید لگاتا ہے وہاں مِنْ بَعْدُ اور

مِنۡۢ بَعۡدِكَ کی قید بھی ضرور لگاتا۔ مگر پورے قرآن میں کسی ایک مقام پر بھی آپؐ کے بعد آنے والی وحی یا جدید نبی کا ذکر تک نہیں۔

آئیے ذرا وہ آیات دیکھیے جن میں مِنۡ قَبۡلِكَ کی قید لگائی گئی۔

○ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ اِلَّا نُوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعۡبُدُوۡنِ (الۡاَنۡبِیَآءُ-۲۱::۲۵)

ہم نے آپؐ سے پہلے جو کوئی رسول بھیجا اس کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

○ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡهِمۡ (اَلنَّحۡلُ-۱۶::۴۳)

ہم نے آپؐ سے پہلے بھی مرد بھیجے تھے کہ ہم وحی بھیجتے تھے ان کی طرف۔

○ وَلَقَدۡ اُوۡحِیَ اِلَیۡكَ وَاِلَی الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكَ ۚ لَئِنۡ اَشۡرَكۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُكَ (اَلزُّمَرُ-۳۹::۶۵)

بے شک آپؐ کی طرف اور آپؐ سے پہلے انبیاء کی طرف یہ وحی بھیجی گئی کہ اگر تم بھی شرک کرو تو تمہارے اعمال برباد ہو جائیں۔

○ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا قَبۡلَكَ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمۡ لَیَاۡكُلُوۡنَ الطَّعَامَ (اَلۡفُرۡقَانُ-۲۵::۲۰)

اور آپؐ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے وہ سب کھانا کھاتے تھے۔

○ فَقَدۡ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنۡ قَبۡلِكَ (اٰلِ عِمۡرَانَ-۳::۱۸۰)

آپؐ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے۔

قرآن کہتا ہے: "وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ"

سورۃ بقرہ کی ابتداء میں قرآن مجید متقین و مومنین کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَالَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَیۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ۔

اور جو ایمان لاتے ہیں اس وحی پر جو اتاری گئی آپؐ کی طرف اور ایمان لاتے ہیں

اس وحی پر جو اتاری گئی آپ ﷺ سے پہلے۔

اس آیت میں صرف دو وحیوں پر ایمان لانے کا تذکرہ ہے ایک وہ وحی جو امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر اتاری گئی اور دوسری وہ وحی جو آپؐ سے پہلے انبیاء پر نازل کی گئی ــــ پھر فرمایا: اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ ق وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ــــ یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر بھی ہیں اور یہی لوگ آخرت میں فلاح و کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

حضراتِ گرامی! آپ ہی فیصلہ فرمادیجیے اگر امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد بھی نبوت و رسالت اور وحی کا سلسلہ جاری رہنا ہوتا تو اس نبی پر اور اس وحی پر بھی ایمان لانے کا حکم ضرور ہوتا۔

نئے نبی کی آمد سے قرآن خاموش ہے:

کیا یہ نکتہ قابلِ توجہ نہیں کہ جو قرآن علاماتِ قیامت کی بہت سی جزئیات اور آخری زمانہ کے حالات بیان کرتا ہے ــــ جو قرآن یوم تاتی السماء بدخان مبین کا تذکرہ کرتا ہے ــــ جو قرآن اخرجنا لهم دابة من الارض کی بات کرتا ہے ــــ مقامِ غور ہے کہ جو قرآن حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج کا ذکر کرتا ہے وہ قرآن اس نبی کا تذکرہ کیوں نہیں کرتا جو اس امت میں آنے والا تھا اور اُس پر ایمان لانا ضروری تھا۔

نئے نبی کی آمد سے حدیث بھی خاموش ہے:

قرآن مجید کے بعد حدیث کی ایک ایک کتاب دیکھ لیجیے ــــ اور ہر کتاب کے ایک ایک ورق کا مطالعہ کر لیجیے ــــ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ایک ایک ارشاد کا بغور جائزہ لیجیے آپ کو کسی جگہ بھی یہ نہیں ملے گا کہ آپؐ نے اپنے بعد آنے والے کسی ظلی یا بروزی ــــ تشریعی یا غیر تشریعی نبی کے آنے کی خبر اور اطلاع دی ہو ــــ یا فرمایا ہو کہ میرے بعد نبوت کا دروازہ کھلا ہے جو نبی آئے اس پر ایمان لانا اور اس کی بھی اطاعت کرنا۔

سامعینِ گرامی! اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اپنی امت پر سب سے زیادہ مُشفق و مہربان ہیں ــــ اور یہ حقیقت بھی ناقابلِ

تردید ہے کہ آپ کی شدید خواہش یہ ہوتی تھی کہ ہر شخص کو ہدایت و نجات کی دولت نصیب ہو جائے ــــــ امت کو گمراہی اور جہنم سے بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش فرماتے تھے ــــــ قیامت تک جتنے فتنے اور اہم واقعات وقوع پذیر ہونے تھے ایک ایک کی خبر دے کر ان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں بیان فرمائیں ــــــ یاجوج ماجوج کا تذکرہ کیا' آگ کے نکلنے کا ذکر ہوا' علاماتِ قیامت کی تفصیل بیان ہوئیں' دوسری جانب اس امت میں جس قدر قابلِ اتباع انسان پیدا ہونے یا تشریف لانے تھے ان سے امت کو مطلع فرمایا اور ان کی اقتدا اور پیروی کا حکم دیا ــــــ ارشاد فرمایا: اِقْتَدُوْا مِنْ بَعْدِی اَبَا بَکْرٍ وَّ عُمَرَ (بخاری) میرے بعد ابوبکر اور عمر کی اقتدا کرنا ــــــ کبھی فرمایا: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑنا ــــــ آخر زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کی خبر اور اطلاع دی ــــــ مگر کسی موقع پر یہ نہیں فرمایا کہ میرے بعد کوئی ظلی یا بروزی نبی پیدا ہوگا اس پر ایمان لانا ــــــ کتنے تعجب کی بات ہے کہ جو نبی رؤف و رحیم ہے ــــــ جس نبی کی صفت رحمۃ للعالمین ہے ــــــ جو نبی امت کا خیر خواہ ہے اور اسے چھوٹی اور بڑی باتوں کی اطلاع دیتا ہے ــــــ اپنے بعد آنے والے خلفاء کی اتباع کا حکم دیتا ہے بلکہ کہتا ہے اگر تم پر ایک اپاہج حبشی غلام حاکم بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنا ــــــ مگر وہ نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وہ مشفق و مہربان پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اشارۃً بھی اپنے بعد پیدا ہونے والے نبی کی خبر اور اطلاع نہیں دیتا بلکہ ذکر تک نہیں کرتا۔

بات واضح ہو گئی کہ آپ کے بعد اگر کسی قسم کے نبی نے پیدا ہونا ہوتا تو امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس کے آنے کی اطلاع بھی دیتے اور اس پر ایمان لانے کا اپنی امت کو حکم بھی فرماتے۔

مگر بجائے اس کے کہ نئے نبی کی اطلاع یا خبر دیتے' آپ نے تو بیسیوں مرتبہ انداز بدل بدل کر اس حقیقت کو واضح فرمایا کہ میں آخری نبی ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

ختم نبوت کے بارے میں صریح اور صحیح احادیث:

ارشاد فرمایا: كَانَتْ بَنُو اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَاَنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ (بخاری کتاب المناقب)

بنی اسرائیل کے نبی ان کے حاکم بھی ہوتے تھے اور جب کوئی نبی وفات پا جاتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ جاتا (کیونکہ نبوۃ و رسالت کا سلسلہ جاری تھا) مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ میرے بعد خلفاء ہونگے۔

سامعین گرامی قدر! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا کہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوۃ و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اور آپؐ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا ـــــ جب آپؐ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا تو پھر امت کی ہدایت و رہبری کا انتظام کیسے چلے گا؟

اس کے متعلق فرمایا کہ میرے بعد امت کی تعلیم و تربیت اور تبلیغ و ہدایت کا انتظام میرے خلفاء کے ذریعہ ہوگا۔

اگر ظلی و بروزی یا غیر تشریعی یا کسی قسم کی نبوۃ کا سلسلہ باقی ہوتا تو آپؐ لازمًا اس کا ذکر کرتے کہ میرے بعد عام نبوت تو ختم ہو چکی ہے مگر فلاں قسم کی نبوۃ باقی ہے، جس کے ذریعہ امت کی ہدایت کا انتظام چلتا رہے گا۔

مگر آپؐ نے واضح الفاظ میں بتلا دیا کہ نبوۃ کی کوئی قسم میرے بعد باقی نہیں اور امت کی ہدایت و تعلیم کا کام جو گذشتہ امتوں میں بنی اسرائیل کے انبیاء سے لیا جاتا تھا وہ کام اس امت میں آپؐ کے خلفاء سے لیا جائے گا۔

دوسری حدیث:

آئیے آپ کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد سناتا ہوں آپؐ نے فرمایا: اِنَّ لِيْ اَسْمَاءً اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِيُ الَّذِيْ يَمْحُوا اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَاَنَا الْعَاقِبُ وَالْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ (بخاری، مسلم)

میرے کئی نام ہیں میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں محو کرنے والا ہوں، اللہ تعالیٰ

میرے ذریعے کفر کو مٹا دے گا' میں حاشر ہوں کہ لوگ قیامت کو میرے بعد اٹھائے جائیں گے' اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔

تیسری حدیث:

ایک موقع پر آپؐ نے ارشاد فرمایا: فُضِّلْتُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ بِسِتٍّ ــــ مجھے چھ باتوں میں تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی۔

① أُعْطِيتُ جَوَامِعَ الْكَلِمِ ــــ مجھے جامع کلمے عطا ہوئے۔ یعنی ایسے کلمات جن کے الفاظ مختصر اور معانی کا بحرِ بے کنار

② وَنُصِرْتُ بِالرُّعْبِ۔۔۔۔ رعب و ہیبت کے ذریعہ میری مدد کی گئی۔

③ وَأُحِلَّتْ لِيَ الْغَنَائِمُ ــــ میرے لیے غنیمت کا مال حلال کیا گیا۔

④ وَجُعِلَتْ لِيَ الْأَرْضُ مَسْجِدًا وَطَهُورًا ــــ میرے لیے ساری زمین کو مسجد یعنی عبادت گاہ اور سبب طہارت بنایا گیا۔

⑤ وَأُرْسِلْتُ إِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً ــــ مجھے تمام مخلوق کے لیے رسول بنایا گیا۔

⑥ وَخُتِمَ بِيَ النَّبِيُّونَ (مسلم) میری ذات پر سلسلۂ انبیاء کو ختم کردیا گیا۔

چوتھی حدیث:

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: إِنَّ الرِّسَالَةَ وَالنُّبُوَّةَ قَدِ انْقَطَعَتْ فَلَا رَسُولَ بَعْدِي وَلَا نَبِيَّ (ترمذی کتاب الرؤیا)

بے شک رسالت و نبوت کا سلسلہ ختم ہوگیا' اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی۔

پانچویں حدیث:

ابن ماجہ میں ایک حدیث اس طرح ہے: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم إِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَبْعَثْ نَبِيًّا إِلَّا حَذَّرَ أُمَّتَهُ الدَّجَّالَ وَأَنَا آخِرُ الْأَنْبِيَاءِ وَأَنْتُمْ آخِرُ الْأُمَمِ وَهُوَ خَارِجٌ فِيكُمْ لَا مَحَالَةَ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہر نبی نے اپنی قوم اور اپنی امت کو دجال کے خروج سے ڈرایا ہے اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو وہ دجال

تمھارے اندر ہی نکلے گا۔

چھٹی حدیث:

سامعینِ گرامی قدر! ذرا غور کیجیے کہ امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مسئلہ ختمِ نبوت کی اہمیت کو کس طرح اجاگر کیا ہے اور جہاں جہاں سے اس عقیدے میں دراڑ پڑنے کا خطرہ تھا اس دراڑ کو کس طرح اور کتنی مضبوطی سے بند کیا ہے۔

آپ غزوۂ تبوک پر جا رہے ہیں اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کے لیے سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہٗ کو مدینہ منورہ میں رہنے کا حکم دیتے ہیں ــــــ سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہٗ عرض کرتے ہیں یارسول اللّٰہ! آپ مجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں بعد میں یہ لوگ مجھے طعنے ماریں گے کہ تم کسی کام کے نہیں ــــــ اگر تم کسی کام کے ہوتے تو نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تمھیں بھی اپنے ہمراہ تبوک لیجاتے ــــــ آپ نے سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہٗ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اَنْتَ فِیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی (بخاری، مسلم)

اے علیؓ! تم کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو حضرت ہارونؑ کو حضرت موسیٰؑ سے تھی۔ (کہ جس طرح حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور جاتے ہوئے اپنی غیبت کے زمانہ میں اپنی قوم کی نگرانی کے لیے اپنے بھائی حضرت ہارونؑ کا انتخاب کیا تھا اسی طرح میں اپنی غیبت میں تمھارا انتخاب کرتا ہوں)

امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہٗ کو حضرت ہارونؑ سے نسبت دی تو اس اشکال اور شبہ کو فوراً دور کر دیا کہ سیدنا ہارون علیہ السلام تو نبی تھے تو کیا سیدنا علی رضی اللّٰہ عنہٗ بھی نبی ہیں؟

ساتھ ہی فرمایا: اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ ــــ علی رضی اللّٰہ عنہٗ تمھیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر اتنا فرق ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

ساتویں حدیث:

امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے خلیفۂ ثانی لاثانی امیر المومنین سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللّٰہ عنہٗ کی عظمت، ان کی علمی بصیرت، ان کے تفکر و تدبر، ان کی عالی ہمتی، ان کی زیرکی،

دانش مندی، ان کے فہم و فراست، ان کی لیاقت و شجاعت اور ان میں پائے جانے والے اوصاف و خصائص کو دیکھ کر فرمایا تھا: لَوْ كَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَكَانَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ (ترمذی) اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو خطاب کا بیٹا عمرؓ نبی ہوتا۔

اصحاب پیغمبر کا ختمِ نبوت پر اجماع:

حضراتِ گرامی قدر! یہ ارشاداتِ نبوی جو میں نے آپکے سامنے بیان کیے ہیں انھیں اکثر اصحابِ رسول نے روایت کیا ہے ــــ اس سے پہلے قرآن مجید کی چند آیات بھی آپ سماعت فرما چکے ہیں جن میں صراحت سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کو بیان کیا گیا ــــ ختمِ نبوۃ کا اور خاتم النبیین کا مفہوم کیا ہے اس کی تشریح اور وضاحت احادیثِ نبویہ سے ہو گئی ہے۔

ان واضح آیات اور صحیح و صریح متواتر حدیثوں کو دیکھتے ہوئے اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلے پر اتفاق و اجماع کیا ہے۔

اور آپ جانتے ہیں کہ قرآن و سنت کے بعد تیسری اہم ترین دلیل اور حجت صحابۂ کرام کا اجماع ہے۔

تمام اصحابِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اس بات پر اجماع اور اتفاق ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس پر نبوت کا اور وحی کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آپکے بعد کسی قسم کا کوئی نبی ــــ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی، نہ ظلی نہ بروزی، نہ حقیقی نہ مجازی آنے والا نہیں۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس حقیقت کو جانتے تھے کہ آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والا کافر و مرتد اور دجال و کذاب ہے۔ اسی لیے مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال کرنے اور اسے کافر و مرتد سمجھنے پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی قدسی جماعت کا ایک ایک فرد متفق تھا۔

مسیلمہ کذاب کے خلاف قتال:

حالانکہ مسیلمہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکاری نہیں تھا ــــ وہ آپؐ کی نبوت کا اقرار کرتا اور آپؐ کی رسالت پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتا تھا۔ اس نے حضورِ انور

صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے ایک خط آپ کو تحریر کیا اس خط کے الفاظ مورخ طبری نے اس طرح نقل کیے ہیں:

مِنْ مُسَيْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰى مُحَمَّدٍ رَسُوْلِ اللّٰهِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اُشْرِكْتُ فِي الْاَمْرِ مَعَكَ (طبری جلد ۲ صفحہ ۳۹۹)

یہ خط لکھا جارہا ہے مسیلمہ کی طرف سے جو (معاذ اللہ) اللہ کا رسُول ہے محمد کی طرف جو اللہ کے رسُول ہیں۔ آپ پر سلام ہوں آپ کو اطلاع دے رہا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ نبوت کے امور میں شریک کیا گیا ہوں۔

مسیلمہ کی اذان:

نیز مسیلمہ کے ہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ کے الفاظ کہے جاتے تھے۔

اسی طرح وہ قرآن کی آیات پر ایمان رکھتا مگر ان کی من مانی تفسیر کرتا، نبی اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت کا انکار نہیں کرتا تھا وہ کہتا تھا کہ نبوتِ محمدی میں مجھے بھی شریک بنایا گیا ہے۔ گویا کہ وہ اس طرح ضمنی نبوت کا دروازہ کھولنے والا تھا جو شریعتِ محمدی کی تابع ہے۔ (جس طرح مرزا قادیانی غیر تشریعی، ظلی، بروزی، مجازی نبوت کی اصطلاحیں ایجاد کرتا ہے دراصل یہ بھی اسی کا متبع ہے۔)

مگر باوجود اس کے کہ مسیلمہ شریعتِ محمدیہ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر عمل پیرا تھا اور رسالتِ محمدی صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اقراری تھا۔ اصحابِ رسُول صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے متفقہ طور پر اسے کافر اور ملّتِ اسلامیہ سے خارج قرار دیا اور اس کے خلاف لشکر کشی کی۔ مسیلمہ جنگِ یمامہ میں قتل ہوا اس کے پیروکاروں کو تہ تیغ کر دیا گیا، بے شمار اصحابِ پیغمبر صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔

یہ کاروائی اور یہ جنگ حضورِ اکرم صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے انتقال پر ملال کے فوراً بعد ہوئی جب کہ خلافت و امارت اور امارت کی ذمہ داریاں رفیقِ نبوت، خلیفۂ اول بلا فصل حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے کاندھوں پر تھیں اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے خلاف

لشکر کشی کی سعادت اور قیادت ابوبکر صدیقؓ کے حصے میں آئی ۔۔۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی پوری جماعت نے اس پر اتفاق اور اجماع کیا ۔۔۔ اجماعِ اصحابِ رسول کی اس سے زیادہ واضح اور صریح مثال تاریخِ اسلامی پیش نہیں کر سکتی۔

ختمِ نبوت پر ملتِ اسلامیہ کا اجماع:

سامعینِ گرامی قدر! جس مسئلے پر قرآن کے صریح اور واضح دلائل موجود ہوں ۔۔۔ جس مسئلے کی مکمل تشریح و تفصیل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہو ۔۔۔ قرآن و سنت کے دلائل کے پیشِ نظر جس مسئلے پر اصحابِ پیغمبر کی قدوسی جماعت نے اتفاق و اجماع کیا ہو، بھلا بعد میں آنے والے تابعین و تبع تابعین، محدثین و مفسرین اور امت کے علماء اس متفقہ مسئلے سے اختلاف اور اس کا خلاف کیسے کر سکتے ہیں؟

اس حقیقت کو مدِ نظر رکھ کر جب ہم دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صدی سے لے کر آج تک ہر دور کے ۔۔۔ اور دنیائے اسلام میں ہر ملک کے علماء کرام کا اس عقیدے اور اس نظریے پر اتفاق اور اجماع رہا ہے کہ امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، آپ پر نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اور آپ کے بعد کسی قسم کے نبی اور رسول کے آنے کی گنجائش نہیں ہے اور اس بات پر بھی علماءِ امت کا اجماع رہا کہ جو شخص آپ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے یا جو شخص مدعی نبوت کو مانتا ہے وہ کافر، مرتد اور ملتِ اسلامیہ سے خارج ہے۔ یہ عقیدہ ہر دور میں عالمِ اسلام میں معروف و مشہور رہا اور مسلمانوں کے ان بنیادی دینی عقائد کا ایک حصہ بن گیا، جن کو وہ دل و جان اور دنیا کی ہر شے سے عزیز رکھتے ہیں۔

صاحبِ روح المعانی کہتے ہیں:

مشہور حنفی مفسر علامہ محمود آلوسیؒ اپنی شہرۂ آفاق تفسیر روح المعانی میں تحریر کرتے ہیں:

وَكَوْنُهُ صَلَّى اللهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ مِمَّا نَطَقَ بِهِ الْكِتَابُ وَصَرَّحَتْ بِهِ السُّنَّةُ وَأَجْمَعَتْ عَلَيْهِ الْأُمَّةُ فَيُكَفَّرُ مُدَّعِي خِلَافَهُ وَيُقْتَلُ إِنْ أَصَرَّ (روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۱۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایسا عقیدہ ہے جس کی تصریح

قرآن و سنت نے کی ہے اور جس پر پوری امت کا اجماع ہے پس جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا وہ کافر ہو جائے گا اور اگر اس نے توبہ نہ کی اور اپنے دعویٰ پر مصر رہا تو اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

امام غزالیؒ لکھتے ہیں:

امام غزالیؒ نے آپؐ کے وصف خاتم النبیین کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا:

اِنَّ الْاُمَّةَ قَدْ فَهِمَتْ هٰذَا اللَّفْظَ اَنَّهٗ اَفْهَمَ عَدَمَ نَبِيٍّ بَعْدَهٗ اَبَدًا وَاَنَّهٗ لَيْسَ فِيْهِ تَاْوِيْلٌ وَلَا تَخْصِيْصٌ فَكَلَامُهٗ مِنْ اَنْوَاعِ الْهَذَيَانِ لَا يَمْنَعُ الْحُكْمَ بِتَكْفِيْرِهٖ لِاَنَّهٗ مُكَذِّبٌ لِهٰذَا النَّصِّ الَّذِيْ اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّهٗ غَيْرُ مُاَوَّلٍ وَلَا مَخْصُوْصٍ (الاقتصاد فی الاعتقاد ص ۱۱۴)

پوری امت نے خاتم النبیین کے الفاظ سے یہی سمجھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی نہ کوئی نبی ہوگا اور نہ رسول ہوگا اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اس میں نہ کوئی تاویل ہے اور نہ کوئی تخصیص اور جس نے اس کے خلاف سمجھا وہ اس کی بکواس ہے اور جو شخص اس معنیٰ میں تاویل کرے اس کے کافر قرار دینے کو کوئی نہیں روک سکتا اس لیے کہ وہ نصِ صریح (خاتم النبیین) کی تکذیب کرتا ہے جس کے متعلق امتِ محمدیہ کا اجماع ہے اور اس میں نہ تاویل کی گنجائش ہے اور نہ کسی تخصیص کی۔

کس کس عالم کی عبارت پیش کروں:

حضراتِ گرامی! وقت محدود اور دلائل کی فہرست بڑی طویل ہے ـــــ ایک ایک عالم اور ایک ایک محدث اور ایک ایک مفسر کی عبارت کو کیسے پیش کر سکتا ہوں ـــــ مگر آپ کی دلجمعی اور اطمینانِ قلب کے لیے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر آج تک ہر دور، ہر زمانہ اور ہر ملک کے علماء نے ختمِ نبوت کے مسئلے پر اتفاق کیا ہے اور اپنی اپنی تصنیفات میں اسے بیان فرمایا ہے ـــــ ابن جریر طبری نے تفسیر ابنِ جریر میں، امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں، تفتازانی نے اپنی تفسیر انوار التنزیل میں بیان فرمایا ـــــ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں یہی تحریر کیا ـــــ علامہ علاؤ الدین بغدادی نے اپنی تفسیر خازن میں یہی لکھا ـــــ علامہ نسفیؒ نے اپنی تفسیر مدارک میں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنی تفسیر

جلالین میں یہی بیان فرمایا ـــــ علامہ بغوی نے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں، علامہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں امام طحاویؒ نے عقیدۂ سلفیہ میں، علامہ ابن حزم نے المحلی جلد ۱ صفحہ ۲۶ میں، قاضی عیاض نے شفا میں، ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر ص ۲۰۲ میں، علامہ شوکانی نے فتح القدیر میں اور فتاویٰ عالمگیری میں سینکڑوں اکابر علماء نے مسئلہ ختم نبوت کی تشریح و وضاحت کی ہے اور امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے بعد نبوت کے دعویٰ کرنے والے کو کافر اور ملت اسلامیہ سے خارج قرار دیا ہے۔

آخر میں امام اعظمؒ کا فتویٰ بھی سنیے:

امام اعظم، سراج الائمہ امام ابو حنیفہؒ کے دور میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے موقع اور مہلت دو تا کہ میں اپنی نبوت پر برہان، معجزہ اور کوئی علامات پیش کروں جھوٹے مدعی نبوت کا یہ بکواس امام اعظمؒ تک پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ "جو شخص اس سے نبوت کی کوئی دلیل یا علامت و نشانی طلب کرے گا وہ بھی کافر ہو جائے گا اس لیے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم فرما چکے ہیں: لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ (مناقب امام اعظم لابن احمد المکی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱)

ختم نبوت عقل کے معیار پر

قرآن و حدیث اور اجماع اصحاب رسولؐ اور اجماعِ امت کے بعد غور طلب بات یہ بھی ہے کہ آخر اب نبی کی ضرورت کیا ہے؟ کیا نبوت کا پیغام ہم تک نہیں پہنچا؟ ـــ یا پہلے نبی کی تعلیم کو فراموش کر دیا گیا ہے؟ یا پہلے نبی کی تعلیم میں تحریف ہو گئی ہے؟ یا پہلے نبی کے نقش قدم کی پیروی کرنا ممکن نہیں رہا؟ یا شریعت کے کچھ احکام نامکمل رہ گئے تھے کہ نیا نبی انھیں مکمل کرے گا؟

ظاہر بات ہے کہ ان میں سے کوئی ایک ضرورت بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد باقی نہیں رہی۔ قرآن پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی نبوت و رسالت جملہ اقوام کے لیے اور قیامت تک کے لیے ہے ـــ جب آپؐ پر اترنے والی کتاب بغیر کسی ادنیٰ تحریف اور معمولی تغیر و تبدل کے جوں کی توں ہمارے پاس محفوظ ہے ـــ جب امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا اسوۂ حسنہ اور سنّت مبارکہ اپنی پوری تفصیلات کے ساتھ اس

کتاب کی توضیح و تشریح کر رہی ہے ـــــ جب شریعتِ اسلامیہ روزِ اول کی طرح آج بھی انسانی زندگی کے تمام نشیب و فراز اور زندگی کے تمام گوشوں اور شعبوں میں ہماری رہبری اور رہنمائی کر رہی ہے ـــــ جب قرآنِ مقدس کی یہ آیۃ کریمہ آج بھی اعلان کر رہی ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا تو پھر کسی اور نبی کی بعثت کا فائدہ اور ضرورت کیا ہے؟ نئے نبی کے ذریعہ کس مقصد کی تکمیل مقصود ہے؟ ـــــ نئے نبی کے ذریعہ کون سی تعلیم دینا مقصود ہے؟

جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو سراجاً منیرا کا تاج پہنا دیا گیا اور آفتابِ محمدی پوری آب و تاب سے طلوع ہو چکا اور اس کی روشنی سے جہان کا گوشہ گوشہ اور ایک ایک کونہ روشن ہو چکا تو پھر دن کے اجالے میں کسی چراغ کو روشن کرنا عقل کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

نزولِ عیسیٰ کا عقیدہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں:

مسیلمہ کذاب، مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دھوکہ دیتے رہے اور دے رہے ہیں کہ اگر خاتم النبیین کا معنی و مفہوم یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا تو پھر حضرت عیسیٰ کا دوبارہ آنا، زمین پر اترنا، تبلیغ و تعلیم اور لوگوں کی رہنمائی کرنا ـــــ کیا یہ ختمِ نبوت کے منافی نہیں ہے؟

دوسرا دعویٰ ان کا یہ ہے کہ جس عیسیٰ نے دوبارہ آنا ہے اس سے مراد مرزا غلام احمد ہے مگر پھر مشکل یہ پیش آئی کہ عیسیٰ تو آسمان پر زندہ موجود ہیں میں ان کی زندگی میں عیسیٰ کیسے بن سکتا ہوں ـــــ پھر اس مشکل کا حل انھوں نے یہ نکالا کہ پہلے عیسیٰ کو مردہ ثابت کرو جب وہ مردہ ثابت ہو گئے تو پھر میرے لیے میدان صاف ہو جائے گا اور آنے والے مسیح سے مراد اپنے آپ کو ثابت کردونگا۔

پہلے دھوکے کا جواب:

مرزائیوں کے اس دھوکے کا جواب کہ عیسیٰ کا آنا ختمِ نبوت کے منافی ہے۔ بالکل واضح ہے کہ ختمِ نبوت کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی شخص

عہدۂ نبوت پر فائز نہیں ہوگا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؐ سے پہلے جس کو نبوت عطاء ہو چکی ہے اس کی نبوت بھی سلب ہو گئی ہے۔

علامہ زمخشری مشہور مفسر تحریر کرتے ہیں: فَاِنْ قُلْتَ كَيْفَ كَانَ اٰخِرَ الْاَنْبِيَآءِ وَ عِيْسٰى منزل فِيْ اٰخِرِ الزَّمَانِ یعنی اگر تم اعتراض کرو کہ امام الانبیاء خاتم النبیین کس طرح ہو سکتے ہیں جب کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ نے نازل ہونا ہے۔

قُلْتُ كَوْنُهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اٰخِرَ الْاَنْبِيَآءِ اَنَّهٗ لَا يُنَبَّأُ اَحَدٌ بَعْدَهٗ وَ عِيْسٰى مِمَّنْ نُبِّئَ قَبْلَهٗ (کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۱۵)

میں تمہارے جواب میں کہوں گا کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خاتم الانبیاء ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا اور عیسیٰ وہ تو آپؐ سے پہلے نبی بنائے گئے ہیں۔

یہی بات علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمائی ــــ یہی مفہوم علامہ نسفیؒ نے تفسیر مدارک جلد ۲ صفحہ ۱۲۳ میں لکھا ــــ علامہ آلوسیؒ نے روح المعانی جلد ۷ صفحہ ۶۰ میں اسی طرح بیان فرمایا ــــ مولانا ثناء اللہ پانی پتی نے تفسیر مظہری میں فرمایا: وَبَقَاءُ نَبِيٍّ سَابِقٍ لَا يُنَافِيْ خَتْمَ النُّبُوَّةِ پہلے نبی کا باقی رہنا ختم نبوت کے منافی نہیں ہے۔ ــــ علامہ ابن قیمؒ مدارج السالکین جلد ۲ ص ۳۱۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

وَمُحَمَّدٌ ﷺ مَبْعُوْثٌ اِلٰى جَمِيْعِ الثَّقَلَيْنِ ــــ وَاِذَا نَزَلَ عيسٰى بن مريم فَاِنَّمَا يَحْكُمُ بِشَرِيْعَةِ مُحَمَّدٍ ﷺ

حضرت سیدنا محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جن وانس سب کی طرف مبعوث ہوئے ہیں ــــ اور جب ابن مریم اتریں گے تو وہ صرف شریعتِ محمدیہ کے مطابق فیصلے فرمائیں گے۔

امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "حضرت عیسیٰ کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعتِ خاتم الرسل خواہد نمود" (مکتوبات مکتوب سوم ص ۱۷)

دوسرے دھوکے کا جواب:

مرزا غلام احمد قادیانی نے دوسرا دھوکہ سادہ لوح مسلمانوں کو یہ دیا کہ جس عیسیٰ

کے آنے کی خبر اور اطلاع احادیث میں دی گئی ہے اس سے مراد غلام احمد قادیانی ہے۔

سامعینِ محترم! یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے آسمان سے نزول فرمائیں گے ــــ بہت سی احادیث اس حقیقت کو بیان کرتی ہیں۔

امام بخاریؒ نے نقل فرمایا:

میں صرف ایک حدیث بیان کروں گا جس کے راوی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللّٰہ عنہ ہیں کہتے ہیں کہ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا:

وَ الَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلًا

(بخاری باب نزول عیسیٰ)

مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے تمہارے اندر عیسیٰ بن مریم عادل حاکم بن کر ضرور اتریں گے۔

پھر امام بخاری نے کتاب المظالم باب کسر الصلیب میں یہ الفاظ نقل کیے:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَنْزِلَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک عیسیٰ بن مریم کا نزول نہ ہو۔

جن احادیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی اطلاع دی گئی ہے وہ اطلاع اور خبر کوئی مُبہم یا غیر واضح نہیں ہے ــــ آپؐ نے کسی ایسے مسیح کی اطلاع نہیں دی جس کی پہچان نہ ہو سکے، اور جس دھوکے باز اور چالاک کا دل چاہے وہ آنے والا مسیح بن بیٹھے۔

بلکہ نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے آنے والے مسیح کا نام بتایا، اس کی والدہ کا نام بتایا اس کے لقب سے آگاہ کیا ــــ جس مقام پر وہ نازل ہوگا وہ مقام بتایا اترنے کا وقت (عصر کی نماز کا وقت) بتایا، آپؐ نے اس کا حُلیہ، قد کاٹھ، رنگت، کپڑوں کے رنگ تک کی خبر دی، دمشق کی مسجد کے مشرقی حصہ میں سُفید مینار کو اترنے کی جگہ قرار دیا ــــ آپؐ نے آنے والے مسیح کے کارہائے نمایاں جو وہ انجام دے گا اس کی تفصیل بیان فرمائی حتیٰ کہ اس کی وفات اور دفن کی جگہ تک کی تعیین فرمادی۔

کہاں ابن مریم اور کہاں ابن چراغ بی بی:

خدا کی شان دیکھیے کہ جو شخص مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعویدار ہے اور اپنے آپ کو ان احادیث کا مصداق ٹھہراتا ہے اس کی کوئی چیز حضرت عیسیٰ سے نہیں ملتی۔

اس کا نام عیسیٰ نہیں ـــــ غلام احمد ہے۔

اس کی ماں کا نام مریم نہیں ـــــ چراغ بی بی ہے۔

عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے اور ـــــ مرزا کے والد کا نام غلام مرتضیٰ ہے۔

عیسیٰ کنوارے تھے اور ـــــ مرزا نے شادی کی۔

عیسیٰ کی کوئی اولاد نہیں تھی اور ـــــ مرزا صاحب اولاد تھا۔

عیسیٰ کا خلیفہ ان کا بیٹا نہیں تھا اور ـــــ مرزا کا خلیفہ اس کا بیٹا پھر اس کا پوتا بنا۔

عیسیٰ کی عمر ۳۳ سال تھی اور ـــــ مرزا کی عمر ۶۸ سال تھی۔

عیسیٰ اسرائیلی تھے اور ـــــ مرزا مغل قبیلے سے تعلق رکھتا تھا۔

عیسیٰ کی زبان عبرانی تھی اور ـــــ مرزا کی زبان پنجابی تھی۔

عیسیٰ پر انجیل اتری اور ـــــ مرزا خود کتابیں تحریر کرتا تھا۔

عیسیٰ کی ماں کنواری تھی اور ـــــ مرزا کی ماں منکوحہ تھی۔

عیسیٰ صلیب کو توڑ دیں گے خنزیر کو قتل کر کے عیسائیت کو نیست و نابود کر دیں گے اور ـــــ مرزا جی تمام عمر عیسائی حکومت کے پٹھو، وظیفہ خوار اور ان کے لیے دعا گو رہے۔

عیسیٰ دمشق کی مسجد میں اتریں گے اور ـــــ مرزا قادیان میں پیدا ہو گئے۔

وہ مسجد کے مشرقی مینار پر اتریں گے اور ـــــ

مرزا جی بغیر مینار کے گر پڑے۔

ایک لطیفہ عیسیٰ پہلے مینار بعد میں:

جب مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ جس مسیح نے قرب قیامت میں آنا تھا میں وہی ہوں تو لوگوں نے اعتراض کیا کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ نے ایک مینار پر

دو زرد رنگ کی چادروں میں اترنا ہے اور آپ بغیر چادروں کے اور بغیر مینار کے تشریف لے آئے۔ "مرزا جی" نے اس کے جواب میں فرمایا یہ کون سی انھوئی بات ہے مینار اب بنا لیتے ہیں چنانچہ دعوی مسیح کے بعد مینار تعمیر ہوا۔

چوہڑی کا لوٹا:

چوہڑی کے لوٹے کی طرح جس میں سوراخ تھا اور چوہڑی کے پیشاب کرنے تک بہہ جاتا روز روز کی اس مصیبت سے چوہڑی تنگ آیا تو ایک دن کہنے لگا: "آج میں دیکھتا ہوں تو کس طرح بہہ جاتا ہے آج میں استنجا پہلے کروں گا اور پیشاب بعد میں" مرزا صاحب کی حالت اسی چوہڑی جیسی ہے کہ عیسیٰ پہلے اور مینار بعد میں۔

زرد رنگ کی چادروں سے مراد:

زرد رنگ کی چادروں کا جواب دیتے ہوئے کہا اس سے مراد دو بیماریاں ہیں جو مجھے چمٹی ہوئی ہیں ایک اوپر والے دھڑ میں (مراق، مالیخولیا، دوران سر) دوسری بیماری نیچے والے دھڑ میں (سلسل البول، مردانہ کمزوری، ذیابیطس)

کیا صرف مسیح یا کچھ اور بھی؟:

سامعینِ گرامی قدر! میں نے انتہائی اختصار سے مرزا غلام احمد کے دعوی مسیح یا مسیح موعود یا مثیل مسیح کی قلعی کھول دی ہے ـــــ لیکن مقام غور و فکر یہ ہے کہ کیا مرزا صرف مسیح موعود ہونے کا مدعی تھا؟ یا اس کے علاوہ اس نے بے شمار اور بھی دعوے کیے ہیں۔

نبی ہونے کا دعویٰ:

مرزا غلام احمد اپنی تصنیف نزول المسیح ص ۴ پر اور حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۲ پر دعوےٰ کرتا ہے۔

میں آدم ہوں	میں شیث ہوں	میں نوح ہوں	میں ابراہیم ہوں
میں اسحاق ہوں	میں اسماعیل ہوں	میں یعقوب ہوں	میں یوسف ہوں
میں موسیٰ ہوں	میں داؤد ہوں	میں عیسیٰ ہوں، اور	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کا مظہر اتم ہوں، یوں ظلی طور پر میں محمد اور احمد ہوں۔

میرا نام بیت اللہ ہے:

اپنی کتاب حاشیہ اربعین جلد ۴ صفحہ ۱۵ میں کہتا ہے

خدا نے اپنے الہامات میں میرا نام بیت اللہ رکھا ہے۔

ایک موقع پر کہا:

یکے پائے من بوسیدہ من گفتم کہ حجر اسود منم (حاشیہ اربعین ج ۴ ص ۵)

ایک شخص میرے پاؤں کو بوسہ دے رہا تھا اور میں کہہ رہا تھا کہ حجر اسود میں ہی ہوں۔

پھر کہا:

آریہ لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن میں ہی ہوں (حقیقۃ الوحی ص ۸۵)

میں محمد ہوں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح ہونے کا دعوی کیا، مریم ہونے کا دعوی کیا اللہ کی بیوی ہونے کا دعوی کیا مریم سے عیسیٰ یعنی میں سے میں خود پیدا ہو گیا ـــــ نبوت کا دعوئ کیا (دیکھیے حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱، تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۸)

پھر اس دجال اور کذاب نے کہا:

"مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اس بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا پس نبوت و رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی بلکہ محمد کی چیز محمد کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام) (ایک غلطی کا ازالہ)

اسی بنا پر ان کے ماننے والے اعلان کرتے ہیں کہ ؎

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شاں میں

محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل
غلام احمد کو دیکھے قادیاں میں

مرزا قادیانی ایک مخبوط الحواس شخص:

مرزا غلام احمد کے ان بھانت بھانت اور رنگ برنگ عجیب و غریب دعووں کو پڑھ اور سن کر اور اس کے کردار و افعال، خانگی و ذاتی حالات کے مطالعہ کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ یہ شخص گندی ذہنیت کا مریض، پرلے درجہ کا احمق، مخبوط الحواس، شہرت و ناموری کا بھوکا، انتہائی درجے کا بے حیاء، بڑا منہ پھٹ اور فحش گو، اور بے وقوف شخص تھا جسے نبی تو کجا؟ مہدی و مسیح تو کجا شریف انسان اور عقل مند آدمی بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

از کہ بریدی و با کہ پیوستی:

خدا گواہ ہے مجھے مرزائیوں پر خاص کر تعلیم یافتہ مرزائیوں پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ ایسے شخص کو نبی اور رسول تسلیم کر کے اس کے امتی ہونے میں فخر محسوس کرتے ہیں ــــ ظالمو! تم نے کبھی نہیں سوچا کہ کہاں سے کٹ کر کہاں جا کے جڑے ہو ــــ تم نے کبھی نہیں سوچا کہ کس ہستی کو چھوڑا اور کس پستی میں گرے ہو ــــ تم نے کبھی نہیں سوچا کہ کس کا دامن چھوڑا ہے اور کس کے دامن سے اپنے آپ کو وابستہ کر لیا ہے ــــ چھوڑا اس کو جو امام الانبیاء صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم بھی ہے اور سرتاج انبیاء بھی اور پکڑا اس کو جو سکولوں میں استادوں کی جوتیاں کھاتا رہا اور کچہریوں میں وکیلوں کی منشی گری کرتا رہا ــــ چھوڑا اس کو جو رحمۃ اللعالمین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ہے اور پکڑا اس کو کہ گالیاں دینا جس کی عادت ہے ــــ چھوڑا اس کو کہ جس کی آنکھ میں کنواری لڑکی سے بڑھ کر حیا تھی اور پکڑا اس کو جو اپنی نوکرانیوں سے ٹانگیں دبواتا تھا ــــ چھوڑا اس کو کہ خُلِقْتَ مُبَرَّءً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ جس کا وصف تھا اور پکڑا اس کو جو بیماریوں اور عیبوں کا مجسمہ تھا ــــ چھوڑا اس کو کہ ؎

قدم قدم پہ برکتیں نفس نفس پہ رحمتیں
جہاں جہاں سے وہ شفیع عاصیاں گذر گیا

جہاں نظر نہیں پڑی وہاں ہے رات آج تک
وہیں وہیں سحر ہوئی جہاں جہاں گذر گیا

اور پکڑا اس کو جو ایک رات میں سو سو مرتبہ پیشاب کرتا تھا اور جس پر موت بھی گندگی کی حالت میں وارد ہوئی۔ چھوڑا اس کو کہ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ جس کی شان ہے ـــــ جو زیرک و دانا ہے، جو صاحبِ تدبیر و حکمت ہے اور پکڑا اس کو جو کھانے کے وقت گڑ کی بجائے ڈھیلے کھاتا ہے اور استنجا کے لیے گڑ استعمال کرتا ہے ـــــ جو قمیص کے بٹن الٹے کاجوں میں لگاتا ہے، بُورے کی جگہ نمک کھاتا ہے۔ اور جوتیاں الٹی پہنتا ہے ـــــ چھوڑا اُس کو کہ جسے دشمن بھی صادق و امین کے لقب سے پکارتے ہیں اور جس کی کوئی پیشین گوئی کبھی جھوٹی نہیں ہوئی اور پکڑا اس کو جس نے اپنی کتابوں میں سینکڑوں جھوٹ بولے ـــــ جس کی پیشین گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں اگر کسی کو اعتبار نہ آئے تو محمدی بیگم کا قضیہ کسی مرزائی سے دریافت کرلے۔

مرزا منکرِ توحید بھی:

عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ مرزائی ختمِ نبوت کے منکر ضرور ہیں مگر توحیدِ باری تعالیٰ کے قائل اور شرک سے متنفر ہیں ـــــ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح مرزا غلام احمد نبوت و ختمِ نبوت کا منکر تھا اسی طرح توحیدِ باری کا بھی دشمن تھا ـــــ مرزا کی کتب کا مطالعہ کیجیے یہ حقیقت آپ پر واضح ہو جائے گی۔

میں محیی و ممیت ہوں:

اپنی کتاب خطبہ الہامیہ ص ۲۳ میں کہتا ہے۔

أُعطِيتُ صِفَةُ الاحياء والاماتة من رب الفعال

مجھے رب فعال کی طرف سے مارنے اور زندہ کرنے کی صفت عطا کی گئی۔

حالانکہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمایا ہے: وَلَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَلَا حَيٰوةً وَلَا نُشُوْرًا
وہ اختیار نہیں رکھتے کسی موت کا اور نہ کسی زندگی کا اور نہ پھر اٹھنے کا۔

مرزا اللہ کا بیٹا:

مرزا اپنی کتاب البشریٰ جلد ا صفحہ ۴۹ میں ایک وحی کا ذکر اس طرح کرتا ہے کہ اللہ نے مجھے کہا ـــــ اِسْمَعْ یَا وَلَدِیْ اے میرے بیٹے سن۔

مرزا کو کن فیکون کی طاقت حاصل ہے:

حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۵ میں ایک وحی اس طرح ہے: اِنَّمَا اَمْرُکَ اِذَا اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنَ ـــــ تیرا صرف یہ کام ہے کہ جب تو کسی شے کے ہو جانے کا ارادہ کرے تو اسے صرف اتنا کہہ دے کہ ہو جا بس وہ فوراً ہو جائے گی۔

میں ہی اللہ ہوں:

مرزا نے اپنی تصنیف آئینۂ کمالاتِ اسلام ص ۵۶۴ میں تحریر کیا: وَرَاَیْتُنِیْ فِی الْمَنَامِ عَیْنَ اللّٰہِ وَتَیَقَّنْتُ اَنَّنِیْ ھُوَ ـــــ میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں خود خدا کی ذات ہوں اور مجھے یقین ہو گیا کہ واقعی میں اللہ ہوں۔

خلاصۂ تقریر:

برادرانِ اسلام! گفتگو کچھ طویل ہو گئی ہے ـــــ میں نے کوشش کی ہے کہ قرآن و حدیث سے مسئلہ ختمِ نبوت کے تمام پہلوؤں کو بیان کروں اور اجماعِ اصحابِ رسول اور علمائے امت کے اتفاق سے یہ ثابت کردوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کی نبوت کا مدعی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے ـــــ میں نے کوشش کی ہے کہ مرزا غلام احمد کے مختلف دعووں کی حقیقت بیان کروں ـــــ اس کے دعوے مسیح موعود کی قلعی میں نے کھول دی ہے۔

آخر میں یہ بیان بھی ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی صرف ختمِ نبوت کا منکر ہو کر کافر ہی نہیں بلکہ توحیدِ باری تعالیٰ کا انکاری، صفاتِ الوہیت کا مدعی اور مشرک بھی تھا۔

(وما علینا الا البلاغ المبین)

کمپوزنگ بخطِ واسطی: گلستانِ کتابت چوک بلاک نمبر ۱ سرگودھا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ وَمَنَّ عَلَی
الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ رَسُوْلَہُ الْکَرِیْمَ الَّذِیْ ھَدٰنَا
اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۔ وَسَلَامٌ عَلَیْہِ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ تَخَلَّقُوْا بِخُلُقِہِ الْعَظِیْمِ ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا
وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۔ اَمَّا بَعْدُ
فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

(۱) وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَآءَھُمُ الْھُدٰی اِلَّا اَنْ قَالُوْا
اَبَعَثَ اللّٰہُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ قُلْ لَّوْ کَانَ فِی الْاَرْضِ مَلٰٓئِکَۃٌ یَّمْشُوْنَ
مُطْمَئِنِّیْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَکًا رَّسُوْلًا (بنی اسرائیل آیت ۹۴، ۹۵)

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب ہدایت ان کے پاس آئی، مگر صرف

اس بات نے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے رہتے ہوتے کہ اس میں چلتے بستے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔

(۲) اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ (سورۂ یونس پ۱۱)

کیا لوگوں کے لئے یہ بات باعث تعجب ہے کہ ہم نے ایک آدمی کی طرف وحی کی ہے جو انہی میں سے ہے۔

(۳) قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۔ (کہف پ۱۶)

آپ اعلان فرمائیں! کہ میں بشر ہوں تم جیسا میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ معبود تمہارا معبود ایک ہی ہے۔

(۴) مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ ۔ (آل عمران)

کسی بشر کو یہ حق نہیں جس بشر کو اللہ تعالےٰ نے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے کہ وہ بشر لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

(۵) قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۔ (بنی اسرائیل پ۱۵، آیت ۹۳)

آپ فرما دیجئے! میرے رب کی ذات پاک ہے میں نہیں ہوں مگر بشر رسول ہوں۔

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ ۔

میں تم جیسا بشر ہوں میں بھول جاتا ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو، پس جب میں بھول جایا کروں تو مجھے یاد دلا دیا کرو۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ النَّبِيُّ الْاُمِّيُّ الْكَرِيْمُ ۔

بہاد ماِن اسلام! اولاد آدم کی راہنمائی اور ہدایت کے لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور

ان کو دوزخ کے عذاب سے بچانے اور جنت کے راستے پر چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام بھیجنے کا سنہری سلسلہ شروع فرمایا۔۔۔ ۔۔۔۔ انبیاء کرام نے اپنی اپنی قوم کے سامنے پیغام خداوندی سنانے کا فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔۔۔۔۔۔۔۔ہم جب قرآن مقدس کے آئینے میں انبیاء کرام کے واقعات وحالات کا مطالعہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔انبیاء کا قوم سے خطاب کرنا، دعوت توحید کا انداز، سمجھانے کا طریقہ، تقریر کا طرز اسلوب، دلائل وبراہین کی پختگی دیکھتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔اور پھر قوم کی ہٹ دھرمی، ضد وعناد، بغض واستکبار، اور حقارت ولاپرواہی سے انبیاء کی دعوت کو ٹھکرانا دیکھتے ہیں۔ تو تقریباً تمام امتوں۔۔۔۔۔۔۔اور تمام اقوام کا جواب ایک سا ہی نظر آتا ہے۔ کہ ہم تمہاری دعوت توحید اور تمہارے پیغام کو اس لئے تسلیم نہیں کرتے۔۔۔۔۔۔۔اور تمہاری نبوت ورسالت کا اس لئے انکار کرتے ہیں کہ تم بشر ہو! اور لوازمات بشریت کے پابند ہو۔۔۔۔۔۔۔تم تجارت ومزدوری کرتے ہو۔۔۔ بازاروں میں چلتے ہو! کھانے پینے کے محتاج ہو! ہماری طرح ایک روز تم پر بھی موت آئے گی۔۔! تم چونکہ آدمی اور بشر ہو، اس لئے ہم تم پر ایمان نہیں لاتے۔۔۔ گویا کہ ان کا نظریہ یہ تھا کہ جو بشر ہو وہ نبی نہیں ہو سکتا۔

قرآن مقدس نے ان کے اس نظریئے کو اس طرح بیان کیا ہے۔

وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ (بنی اسرائیل آیت ۹۴)

اور نہیں روکا لوگوں کو ایمان لانے سے جب آئی ان کے پاس ہدایت مگر اس چیز نے روکا کہ انہوں نے کہا کیا بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے بشر کو رسول بنا کر

یعنی مشرکین کفار کا ہر دور میں یہ خیال اور یہ نظریہ رہا ہے کہ بشر رسول نہیں ہو سکتا۔

انبیاءؑ اور اقوام کے درمیان سوال و جواب

قرآنِ مقدس میں سورۂ ابراہیمؑ کے اندر اللہ تعالیٰ نے انبیاء اور ان کی اقوام کے درمیان ہونے والے مکالمے کا تذکرہ فرمایا ہے . . . . کہ جب انبیاءِ کرامؑ انہیں شرک و کفر سے روکتے اور توحیدِ خداوندی پر ایمان لانے کی دعوت دیتے تو مشرکین ازراہِ تعجب اپنے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے یا مطلب یہ ہے کہ انبیاء مسئلہ توحید بیان کرنے لگتے تو یہ بے ادب اور گستاخ آگے بڑھ کر ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیتے، اور انہیں بولنے کی اجازت بھی نہ دیتے . . . . اور پھر اپنے انکار اور انبیاء کی تکذیب کی وجہ یہ بیان کرتے۔

اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (سورۂ ابراہیم آیت ۱۰)

تم نہیں ہو مگر ہم جیسے بشر ہو۔

اور بشر رسول کیسے ہو سکتا ہے۔؟

انبیاءؑ کا جواب

قوم کے اس لچر، بودے اور فضول اعتراض کا جواب انبیاءِ کرامؑ نے ارشاد فرمایا قرآن نے اُسے بھی نقل فرمایا ہے۔ . . . . انبیاءِ کرامؑ یوں نہیں فرماتے کہ ہم تو صرف بشری لباس اور لبادہ میں آئے ہیں، ہماری حقیقت بشر نہیں . . . . ہماری حقیقت تو نور ہے . . . . ہم اندر سے نور ہیں، صرف لباس بشریت کا پہن رکھا ہے . . . . بلکہ انبیاءِ کرام مشرکین کے جواب میں فرماتے ہیں۔

اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (سورۃ ابراہیم آیت ۱۱) ترجمہ:۔ ہم تمہاری طرح بشر ہی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ

احسان فرماتا ہے (نبوت و رسالت عطا کر کے) جس پر چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے ہے۔

قوم نوحؑ نے کیا کہا حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو دعوتِ توحید دی . . . . پھر قوم نے مسلسل ان کی تکذیب کی۔

مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا ۔ (سورت ھود ایت ۲۷ پ۱۲)

ہم تجھے اپنے ہی جیسا بشر سمجھتے ہیں۔

سورۂ مومنون میں ان کا جواب اس طرح مذکور ہے۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيْدُ اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ

یہ شخص (نوحؑ) ہماری طرح بشر ہے چاہتا ہے کہ تمہارا سردار بنے۔

مشرکین و کفار دعوتِ حق اور پیغامِ توحید و رسالت سے اس لئے اعراض کرتے رہے کہ نوح ہماری طرح بشر ہے ۔ اور دعوئ نبوت سے ہم پر برتری چاہتا ہے۔ اس لئے یہ رسول اور نبی نہیں ہو سکتا۔

قوم ثمود نے کیا کہا حضرت صالح علیہ السلام قوم ثمود کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ انہوں نے قوم کو دعوتِ توحید دی، تو قوم کے لوگوں نے ان کی دعوت کا انکار کرتے ہوئے کہا

مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۔ (سورت الشعراء ایت ۱۵۴ پ۱۹)

تم تو ہماری طرح بشر ہو۔

قوم عاد نے کیا کہا حضرت ہود علیہ السلام کو قوم عاد کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ انہوں نے پیغام خداوندی سنایا تو قوم کے متکبر سرداروں اور وڈیروں نے جواب میں کہا۔

مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا

تَشْرَبُوْنَ ہ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ہ (سورۃ مؤمنون آیت ۳۳ پ ۱۸)

یہ تو تمہاری طرح بشر ہے جو تم کھاتے ہو، وہی یہ بھی کھاتا ہے، اور جو تم پیتے ہو یہ وہی پیتا ہے، اور اگر تم اپنے جیسے بشر (یعنی ہود) کی اطاعت کرو گے، تو نقصان اٹھانے والے ہو گے۔

قوم عاد کے وڈیروں اور چوہدریوں نے اپنی رعایا کو دعوت حق سے محض اس مغالطے کی بنا پر باز رکھنے کی کوشش کی کہ ہود تمہاری طرح بشر ہے۔ اور بشر رسول نہیں ہو سکتا۔

قوم شعیبؑ نے کیا کہا حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم نے ان کی تکذیب کرتے ہوئے کہا۔

وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ہ (سورۃ الشعراء آیت ۱۸۶ پ ۱۹)

اور تم تو ہماری طرح بشر ہو، اور ہم تجھے جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔

قوم فرعون نے کیا کہا فرعون اور اس کے درباریوں نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کی دعوت و پیغام کو جھٹلاتے ہوئے کہا

اَنُؤْمِنُ لِبَشَرَيْنِ مِثْلِنَا وَقَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ ہ (سورۃ مومنون آیت ۴۷)

کیا ہم اپنے جیسے دو آدمیوں پر ایمان لائیں، حالانکہ ان کی قوم ہماری غلام ہے۔

اصحاب قریہ نے کیا کہا خداوند قدوس نے اصحاب قریہ کی طرف تین نبیوں کو دعوت توحید اور اپنا پیغام دے کر بھیجا، قریہ والوں نے ان کی تکذیب کی اور کہا۔

مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

ے

تکذبون ۝ (سورہ یٰسٓ پ ۲۲ آیت ۱۵)

تم تو ہماری طرح بشر ہو، اور خدائے رحمٰن نے بشر پر تو کوئی چیز نازل ہی نہیں کی، تم تو نرے جھوٹے ہو۔

اصحاب قریہ نے کھلے طور پر اپنے عقیدے اور اپنے خیال کا اظہار کیا۔

وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ کہ رحمٰن نے بشر اور آدمی پر کوئی وحی نہیں اتاری۔

سامعین گرامی قدر! قرآن مقدس سے یہ جتنے حوالہ جات میں نے پیش کئے ہیں ان میں سے ہر ہر حوالہ اور ایک ایک قوم کا جواب اس بات کی نشاندہی کر رہا ہے کہ امم سابقہ کے مشرکین اور کفار کا یہ خیال تھا کہ نبوت و رسالت کا دعویٰ کرنے والا چونکہ بشر ہے اور ہماری طرح کھاتا پیتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہماری طرح بازاروں میں چلتا اور کاروبار کرتا ہے، اور بشر جو ہے وہ نبی اور رسول نہیں ہو سکتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان کا فاسد اور غلط خیال یہ تھا کہ نبوت اور بشریت آپس میں متضاد ہیں، یعنی جو بشر ہوگا، وہ نبی نہیں ہوگا، اور جو نبی ہوگا وہ بشر نہیں ہوگا۔

مشرکینِ مکّہ نے کیا کہا پہلی اقوام کی پیروی کرتے ہوئے مشرکین مکہ نے بھی بشریت کی بنا پر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا انکار کیا، اور عوام میں پہلے مشرکین کی طرح پروپیگنڈہ کیا کہ محمدؐ بشر ہے، اور بشر رسول نہیں ہو سکتا۔

قرآن نے ان کے اِس نظریئے کو بیان فرمایا

وَاَسَرُّوا النَّجْوَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورہ انبیاء پ ۱۷ آیت ۳)

ظالموں نے آپس میں مشورت کی کہ یہ (محمدؐ) تم جیسا بشر ہی تو ہے۔

یہودِ مدینہ نے کیا کہا یہودیوں کا بھی یہی ذہن تھا، اور انہوں نے اپنے

اس عقیدے کا اظہار کیا کہ بشر پہ وحی نازل ہو یہ ناممکن ہے؟ بشر پہ کتاب نازل ہو یہ نہیں ہو سکتا؟ بشر نبی اور رسول بن جائے یہ محال ہے؟ قرآن مقدس نے ان کے اس عقیدے کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ. (سورت انعام آیت ۹۲ پ)

اور انہوں نے (یہود) اللہ تعالیٰ کی قدر و منزلت نہ پہچانی جس طرح اس کی قدر پہچاننا ضروری تھی، جب کہ انہوں نے یہ تک کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پہ کوئی چیز نہیں اتاری۔

بہر کیف! کہاں تک عرض کروں، اور کہاں تک سناتا جاؤں، یہ حقیقت ثابت شدہ ہے کہ امم سابقہ کے مشرکین ہوں، یا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے مشرکین مکہ ہوں، یا مدینہ کے یہود ہوں، . . . .

مشرک حضرت نوحؑ کے دور کا ہو، یا حضرت ہودؑ کے زمانے کا . . . .

مشرک حضرت صالحؑ کی قوم کا ہو، یا حضرت شعیبؑ کے دور کا . . . .

مشرک حضرت موسیٰؑ کے زمانے کا ہو یا حضرت عیسیٰؑ کے دور کا . . . .

مشرک امام الانبیاء کے زمانے کا ہو، یا کوئی یہودی ہو یا عیسائی، سب کا ذہن سب کا نظریہ، سب کا فکر، سب کا عقیدہ اور سب کا خیال یہ تھا کہ بشریت رسالت کے منافی ہے۔ کوئی بشر قطعاً اور کسی صورت میں رسول اور نبی نہیں ہو سکتا،!

آج کا نام نہاد مسلمان کیا کہتا ہے ہائے افسوس! ابتدائے آفرینش سے لے کر دورِ رسالت مآب تک عوام جس غلط فہمی، ضلالت اور گمراہی کا شکار رہے آج کا کلمہ گو اور نام نہاد مسلمان بھی اسی ضلالت اور غلط فہمی میں مبتلا نظر آتا ہے۔

. . . . . . کل کا مشرک انبیاء کی نبوت و رسالت کا انکار کرتا تھا، تو کہتا تھا تم نبی نہیں ہو، اس لئے کہ تم بشر ہو . . . . اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا۔ کیا بشر ہم کو ہدایت کرے گا، اور آج کا کلمہ گو کہتا ہے کہ نبی بشر نہیں ہو سکتا، . . . . . . کل کے مشرک اور گستاخ رسول نے کہا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا . . . . انہوں نے بشر مانا اور نبوت کا انکار کر دیا . . . .

اور آج کے گستاخ اور دشمن رسول نے کہا، نبی بشر نہیں ہو سکتا، اس نے نبی مانا مگر بشریت کا انکار کر دیا۔

قرآن کیا کہتا ہے خداوند قدوس نے قرآن مقدس میں فیصلہ فرمایا کہ نبوت و رسالت کا منصب صرف بشر ہی کو عطا ہوگا، بشر کے علاوہ یہ نعمت اور یہ عظمت نہ کسی جن کو نصیب ہو سکتی ہے۔ اور نہ کسی فرشتے کو . . . . یہ دولت نہ کسی نوری کو عطا ہوگی، اور نہ کسی ناری کو . . . . ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔ (آل عمران پ۳)

کسی بشر کا یہ حق نہیں، جس بشر کو اللہ تعالےٰ کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے کہ وہ بشر لوگوں سے کہنے لگے کہ اللہ تعالےٰ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ۔

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا۔ الخ (سورۂ شوریٰ پ۲۵)

کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالےٰ اس سے کلام فرمائے (مگر تین طریقوں سے)

یا تو الہام کے ذریعے، یا پردے کے پیچھے، یا کسی فرشتے کو بھیج کر،
ان دونوں آیتوں نے اس حقیقت کو واضح کر دیا۔ کہ نبوت ورسالت عطا
ہو گی تو بشر کو .... وحی الٰہی کا نزول ہو گا تو بشر پر ....
آسمانی کتاب عطا ہو گی تو بشر ہی کو .... نبوت ورسالت اور کتاب
بشر کے سوا کسی کو مل ہی نہیں سکتی .... ان آیات نے مشرکین قدیم
اور مشرکین جدید کے اس نظریئے کو پارہ پارہ کر دیا کہ بشر نبی نہیں ہو سکتا۔ یا نبی
بشر نہیں ہو سکتا۔

قرآن نے ایک اور جگہ اعلان کیا جب مشرکین وکفار نے امام الانبیاء سرورِ
کائنات صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ ہم آپ کی دعوت اور پیغام کے اس
لئے انکاری ہیں کہ آپ بشر اور آدمی ہیں۔ اور بشر نبی اور رسول نہیں ہو سکتا۔
اس کے جواب میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ
الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ہ (سورت انبیاء، آیت، پ۱۷)

اے پیغمبرؐ! آپ سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تھے، وہ مرد تھے ہم ان کی
طرف وحی کرتے تھے۔ ان جاہلوں سے کہو! اگر تم اس بات کو نہیں جانتے ہو
تو اہل کتاب سے پوچھ لو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء کرام مرد تھے، اور نر اور مادہ کی تقسیم
و تفریق بشر اور انسانوں میں ہے، نوری مخلوق میں تذکیر و تانیث اور نر مادہ کی
تقسیم نہیں ہے ....

واضح ہو گیا کہ نبوت ورسالت کا عطا ہونا اور وحی کا نزول صرف بشر
ہی پر ہوا۔

قرآن نے امام الانبیاء کو بشر کہا

پوری کائنات کے امام سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت وعبودیت کو قرآن نے بار بار مختلف انداز اپنا کر بیان فرمایا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مطالبات اور منہ مانگے معجزات طلب کیے کہ ہم آپ کی نبوت و رسالت کو تب تسلیم کریں گے، جب آپ مکہ مکرمہ کی پتھریلی زمین سے چشمہ جاری کر دیں یا آپکے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات لگ جائیں ، یا آپ ہم پر آسمان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے گرا دیں۔ یا اللہ اور اس کے فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔ یا تیرا گھر سونے کا بن جائے ، یا آپ ہمارے دیکھتے دیکھتے آسمان پر چڑھ جائیں۔ اور وہاں سے ایک کتاب لائیں جس کو ہم خود پڑھ لیں۔

(مشرکین وکفار کا عقیدہ اور نظریہ تھا کہ نبی مختار کل، اور متصرف فی الامور ہوتا ہے۔ اور معجزات اس کے قبضے اور اختیارات میں ہوتے ہیں)

اللہ تعالےٰ نے اپنے پیارے پیغمبرؐ کو مشرکین کے ان مطالبات کا جواب سکھایا ، فرمایا

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ . . . . . . میرے محبوب پیغمبرؐ آپ جواب میں کہیں میرے رب کی ذات پاک ہے (یعنی جن کاموں کا تم مطالبہ کر رہے ہو یہ کام اس کے اختیار میں ہیں۔ اور اس کے اختیار میں کوئی بھی شریک نہیں ہے میرا رب شریکوں سے پاک ہے)

هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۞

میں نہیں ہوں مگر بشر رسول ہوں۔ (تمہارے مطالبات پورے کرنا میرے قبضہ واختیار میں نہیں)

سامعین گرامی قدر! غور فرمایا آپ نے . . . . پہلے اپنی بشریت کا اعلان فرمایا، پھر رسالت کا اعلان فرمایا . . . . . . جس طرح کلمۂ شہادت میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ، پہلے نبی پاک کی عبدیت کی شہادت ہے، پھر رسالت کی شہادت ہے۔

مائی آمنہ کے گھر پیدا ہوئے تو عَبْدُهٗ . . . . دائی حلیمہ کا دودھ پیا تو عَبْدُهٗ . . . . بچپن میں بکریاں چرائیں تو عَبْدُهٗ . . . . شام کی طرف مالِ تجارت لے کر گئے تو عَبْدُهٗ . . . . حضرت خدیجہ سے شادی کی تو عَبْدُهٗ . . . . بچے اور بچیاں پیدا ہوئیں تو عَبْدُهٗ . . . . چالیس سال کے بعد تاجِ نبوت سر پہ سجایا گیا تو رَسُوْلُهٗ . . . . بشریت و عبدیت کا اقرار پہلے کرنا ہوگا اور نبوت و رسالت کا اقرار بعد میں کرنا ہوگا۔ جو آپ کی رسالت کا اقرار کرتا ہے، اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے آپ کی بشریت کا اقرار کرے۔ جو آنحضرتؐ کو بشر نہیں مانتا اس کا ایمان بالرسالت بھی معتبر نہیں۔

اسی طرح سورہ کہف کی آخری آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مقدس سے اعلان کروایا

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔ (پ ۱۶)

میرے پیغمبر! آپ اعلان فرمائیں کہ میں بشر ہوں تم جیسا،

(یعنی جس طرح تم نے ماں کی کوکھ سے جنم لیا، اسی طرح میں نے بھی جنم لیا، تمہارے بھی ماں باپ ہیں میرے بھی ماں باپ ہیں، تمہارا بھی کنبہ قبیلہ ہے، میرا بھی کنبہ قبیلہ ہے . . . جس طرح تم نے بچپن میں ماں کا دودھ پیا، میں نے بھی مائی حلیمہ کا دودھ پیا، جس طرح تم شادیاں کرتے ہو، میں نے بھی شادی کی ہے۔ جس طرح تم بھی

ہوتے ہو میں بھی بیمار ہوتا ہوں، جس طرح تم سوتے ہو مَیں بھی سوتا ہوں، جس طرح تمہاری اولاد لڑکے لڑکیاں ہیں اسی طرح میری بھی اولاد ہے، جس طرح تم تجارت کے لئے بازار جاتے ہو مَیں بھی بازار آتا ہوں، جس طرح تم پریشانی وغم کا شکار ہوتے ہو میں بھی غم کا شکار ہوتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بشر ہونے میں اور لوازمات بشریت کے محتاج ہونے میں مَیں تم جیسا ہوں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ یُوْحٰۤی اِلَیَّ میری طرف وحی الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے پاس جبرائیل امین آتا ہے، اور صرف آتا ہی نہیں دو زانوئے خم ہو کر آتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرا رب العزت کے ساتھ تعلق ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اُس نے مجھے رسول بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف رسول نہیں خاتم الرسل بنایا ہے۔ ہاں اُس نے مجھے نبی بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف نبی نہیں امام الانبیاء بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یُوحیٰ اِلَیَّ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رب تعالیٰ نے مجھے سید الانبیاء کا رتبہ اور مرتبہ عطا کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ کے لقب سے نوازا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حوضِ کوثر کا ساقی بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پوری کائنات کا سردار اور امام بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ معراج کی عظمت سے نوازا ہے : ۔ ۔ ۔ ۔ لِوَاءُ الْحَمْد کا حامل بنایا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لوگو ! مَیں ہوں تو بشر اور آدمی مگر مقام و مرتبہ اور درجہ و منزلت کے اعتبار سے میں پوری کائنات سے برتر اور اعلیٰ قدر ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ہاں ہاں نبی جتنا اعلیٰ ہو جاتا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جتنا اونچا ہوتا جائے، مجتبیٰ بن جائے، مرتضیٰ بن جائے، مصطفیٰ بن جائے، ساری کائنات کا امام بن جائے، صاحب معراج ہو جائے، قَابَ قَوْسَیْن کا تاج سر پہ سجائے، برتر،

بالا قدر، اعلیٰ و افضل ہو جائے، فنا فی اللہ بھی ہو جائے، تب بھی مقامِ بشریت سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ارے جس کے اوپر بھی بشریت ہو، جس کے نیچے بھی بشریت ہو، جس کے دائیں بھی بشریت ہو، جس کے بائیں بھی بشریت ہو، جس کے آگے بھی بشریت ہو، جس کے پیچھے بھی بشریت ہو۔۔۔۔۔ ۔۔۔ اوپر دیکھیں تو عبداللہ بشر، آمنہ بشر، عبدالمطلب بشر، نیچے دیکھیں تو قاسم، طیب، ابراہیم بشر، زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ بشر، دائیں دیکھیں تو آپ کے تمام چچا بشر، ابوطالب اور ابولہب بشر، حمزہؓ و عباسؓ بشر، آپ کی پھوپھی صفیہؓ بشر، آپ کے داماد بشر، ابوالعاصؓ عثمانؓ اور علیؓ بشر، آپ کے سسر ابوسفیانؓ بشر، صدیقِ اکبر بشر، فاروقِ اعظمؓ بشر، آپ کی ازواجِ مطہرات بشر، حضرت خدیجہؓ بشر، حضرت عائشہؓ بشر، حفصہؓ و سودہؓ بشر، زینب و جویریہ بشر، میمونہ و ام حبیبہؓ بشر، آپ کے نواسے حسنؓ و حسینؓ بشر، علیؓ و امامہؓ بشر،۔۔۔۔۔۔ دل کی لوح پہ لکھ لو کہ جو چاروں طرف سے بشریت میں گھرا ہوا ہو وہ مقامِ بشریت سے نکل نہیں سکتا۔

ہاں ہاں لوگو سنو! اللہ کا یہ دستور اور قاعدہ ہے کہ جنس سے ہمیشہ جنس ہی پیدا ہوتی ہے۔ ایک جنس سے دوسری جنس پیدا ہو تو یہ نقص ہے، یہ عیب ہے۔ اگر یہ قانونِ فطرت ہے تو پھر ماننا ہوگا کہ آنحضرتؐ کے ماں باپ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ بشر تھے تو آمنہ کی کوکھ سے جنم لینے والا محمدؐ بھی بشر ہی ہوگا۔

نبی کی ذات کو نور ماننے والو! نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللہ کے ترانے گانے والو! جنس کا نکاح ہمیشہ ہم جنس سے ہوتا ہے۔ ایک جنس کا نکاح دوسری جنس سے نہیں ہوسکتا، کسی جن کا نکاح کسی عورت سے اور کسی مرد کا نکاح جننی سے نہیں ہو

سکتا، اگر یہ قانون اور یہ قاعدہ درست ہے تو پھر ماننا ہوگا کہ خدیجہؓ وعائشہؓ اور حفصہؓ اگر بشر تھیں تو ان کے خاوند محمدؐ بھی بشر ہی ہوں گے۔

آخر بشریتِ النبیؐ کا انکار کیوں؟

جن لوگوں نے رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کیا ہے انہوں نے اپنی بشریت کو معیار بنایا ہے۔ ...... وہ اپنے اندر کے جرائم و گناہ، عیاشی و آوارگی، بے راہروی، اور اپنے اندر کی غلاظت و گندگی کو دیکھتے ہیں۔ اپنے کرتوتوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو چلا اٹھتے ہیں کہ جب ہم بشر ہیں تو حضورؐ بشر نہیں ہو سکتے۔ ...... وہ سمجھتے ہیں بشر تو بڑا پست، حقیر اور رذیل ہوتا ہے۔ اس لئے پیغمبر بشر نہیں ہو سکتا۔

اب اسے کون سمجھائے کہ ہم حقیقت میں بشر اور انسان نہیں، بلکہ انسانیت کی توہین ہیں۔ ننگِ انسانیت ہیں۔ ...... ہم بشریت کے خوشنما چہرے پر داغ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ...... ورنہ بشر ہی اشرف المخلوقات ہے۔ ...... بشر ہی افضل المخلوقات ہے۔ ...... ہاں بشر ہی وہ واحد مخلوق ہے جسے خلاقِ عالم نے اپنے قدرت و رحمت کے ہاتھوں سے سنوارا ہے۔ ہاں بشر ہی وہ عظیم مخلوق ہے کہ جس کے سامنے فرشتوں کو جھکایا ہے۔ ...... آج اگر ہم ذلت و رسوائی کا شکار ہو گئے ہیں۔ آج اگر ہم گناہوں، عصیاں کاریوں کی دلدل میں پھنس گئے ہیں، آج اگر ہم مکار، کذاب، دجل و خیانت کے مرتکب ہو گئے ہیں، تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہم نے شیطانیت کی راہ اپنالی ہے۔ مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ بشر فطرتاً گندہ اور کمتر ہے۔

انبیاء صرف بشر نہیں، افضل البشر ہوتے ہیں۔ اور خاص کر کے رحمتِ کائنات وہ تو سید البشر ہیں۔ ...... انبیاء ہیں بشر مگر مقام و مرتبہ اور فضیلت

وکمالات میں ان کا کوئی ثانی نہیں ہے لیکن ان کے کمالات، ان کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت کے پیش نظر ان کو مقام بشریت سے خارج سمجھنا انتہائی درجہ کی بے وقوفی اور حماقت ہے۔

ایک مثال سنئے

اس حقیقت کو ایک مثال سے سمجھئے، آپ نے مسجد بنوانے کے لئے اینٹیں منگوائیں۔ اینٹیں ایک ٹرالی پر ایک ہی بھٹے سے آئیں، پھر ایک ہی مستری نے لگائیں۔۔۔۔۔۔ پھر ایک اینٹ مسجد کے محراب میں لگا دی گئی اور دوسری اینٹ مسجد کے طہارت خانے میں لگا دی گئی۔۔۔۔۔۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ کس اینٹ کا مقام و مرتبہ بلند ہے۔۔۔۔۔۔۔ ظاہر بات ہے کہ محراب پر لگنے والی اینٹ کا درجہ اور مقام زیادہ اور اعلیٰ ہوگا۔۔۔۔۔۔۔ اب اگر محراب والی اینٹ کہے کہ میں تو اینٹ ہی نہیں ہوں، اس لئے کہ اینٹ تو بڑی گندی جگہ پر لگائی جاتی ہے، وہ تو طہارت خانوں اور لیٹرینوں پر لگتی ہے۔۔۔۔۔۔۔ میں تو اینٹ کی بجائے کچھ اور ہوں، لیکن آپ کہیں گے کہ جو اینٹ محراب پر لگی ہے وہ بھی اینٹ ہے اور جو طہارت خانے پر لگائی گئی ہے وہ بھی اینٹ ہے۔۔۔۔۔۔۔ ہاں فرق یہ ہے کہ محراب والی اینٹ کی نسبت اللہ کی طرف ہو گئی تو اس کا مقام و مرتبہ دوسری اینٹوں سے بلند و بالاتر ہوگیا۔

اسی طرح نبی پاکؐ بھی بشر، اور ہم بھی بشر، مگر آپؐ کے سر پر ختم نبوت کا تاج سجایا گیا تو آپؐ کا مقام و مرتبہ پوری کائنات سے بلند ہوگیا۔

مولانا رومؒ کہتے ہیں

اس حقیقت کو مولانا رومؒ نے کتنے خوبصورت اور حکیمانہ انداز میں سمجھایا ہے۔

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ❊ ما و ایشاں بستۂ خوابیم و خور،

کفار نے کہا ہم بھی بشر ہیں ۔ اور انبیار بھی بشر ہیں ، ہم بھی سوتے اور کھاتے پیتے ہیں ، اور وہ بھی سوتے اور کھاتے ہیں ۔

ایں ندانستند ایشاں از عما * ہست فرق درمیاں بے انتہا

ان اندھوں نے اتنا نہ سوچا کہ ان کے درمیان اور انبیار کے درمیان بے حد و حساب فرق ہے ۔

ہر دو یک گل خورد و زنبور و نحل * زاں یکے شد نیش زاں دیگر عسل

ویسے تو زنبور اور شہد کی مکھی ایک ہی پھول سے خوراک حاصل کرتی ہے ۔ لیکن زنبور میں ڈنگ نمودار ہوتا ہے ، اور شہد کی مکھی سے شہد برآمد ہوتا ہے ۔

ہر دو گوں آہو گیاہ خوردند آب * زیں یکے سرگیں شد و زاں مشک ناب

دونوں قسم کے ہرن ایک ہی گھاس کھاتے ہیں ۔ اور پانی پیتے ہیں ، ایک سے صرف لید نکلتی ہے اور دوسرے سے خالص کستوری ،

اسی طرح پیغمبرؑ اور ، اور ایک عام انسان ہوتے تو بشر ہی ہیں مگر پیغمبرِ خدا کا مقام و مرتبہ درجہ و فضیلت سب سے اعلیٰ اور برتر ہے ۔

رحمتِ کائناتؐ نے کیا فرمایا

سامعین گرامی قدر ! قرآنِ مقدس کی متعدد آیات سے مَیں ثابت کر چکا ہوں ، کہ انبیار کرام بشر ہوتے ہیں ، اور یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے آخری پیغمبرؐ سے اعلان کروایا کہ میں بشر ہوں ۔

آئیے احادیث کے آئینے میں دیکھتے ہیں کہ امام الانبیار سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے کیا ارشاد فرمایا ۔

پہلا فرمانِ مصطفےٰؐ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز

بجائے چار رکعت کے پانچ رکعات پڑھا دیں۔ . . . . . عرض کیا گیا یا رسول اللہ ! کیا ظہر کی نماز کی رکعتیں زیادہ ہوگئیں ہیں، ارشاد فرمایا! کیا بات ہے۔ . . . . لوگوں نے عرض کیا، آپ نے پانچ رکعت نماز پڑھائی ہے۔ . . . . . . آپؐ نے فرمایا

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ أَنْسَىٰ كَمَا تَنْسَوْنَ فَإِذَا نَسِيتُ فَذَكِّرُونِي

(مشکوٰۃ باب السھو) (بخاری صفحہ ۵۸ ج ۱، مسلم صفحہ ۲۱۱ ج ۱)

مَیں تم جیسا بشر ہوں، مَیں بھول جاتا ہوں، جس طرح تم بھول جاتے ہو۔ پس جب مَیں بھول جاؤں، تو مجھے یاد دِلا دیا کرو۔

دُوسرا فرمانِ مصطفےٰ (۲) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو دیکھا کہ مدینہ کے لوگ مادہ کھجور کے پھول نر کھجور کے درخت پر ڈالتے ہیں، اس لئے کہ اس سے پھل زیادہ آتا ہے۔ . . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم ایسا نہ کرو تو اچھا ہو۔ . . . . . . آپ کے فرمانے پر انہوں نے اس طرح کرنا ترک کر دیا۔ . . . . . . خدا کا کرنا اس طرح ہوا کہ اس سال پھل کم آیا۔ . . . . صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا

إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ دِينِكُمْ فَخُذُوا بِهِ وَإِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ مِنْ رَأْيٍ فَإِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ (مسلم صفحہ ۲۶۴ ج ۲)

مَیں ایک بشر ہی تو ہوں۔ جب تم کو دین کی کسی بات کا حکم کروں تو ضرور عمل کرو۔ اور جب دنیوی معاملہ میں اپنی رائے سے حکم کروں تو بس میں ایک انسان ہی ہوں۔

تیسرا (۳) فرمانِ مصطفیٰ ؐ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز خطبہ ارشاد فرمایا ، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور وعظ و نصیحت کے بعد فرمایا۔

اَلَا یَا اَیُّھَا النَّاسُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ رَسُوْلُ رَبِّیْ فَاُجِیْبَ وَاِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمْ ثَقَلَیْنِ اَوَّلُھُمَا كِتَابُ اللّٰہِ فِیْهِ الْھُدٰی وَالنُّوْرُ فَخُذُوْا بِكِتَابِ اللّٰہِ وَاسْتَمْسِكُوْا۔ (مسلم ص۲۷۹ ج۲)

سنو اے لوگو ! بے شک میں ایک بشر ہوں ۔ قریب ہے کہ میرے پاس میرے رب کا قاصد (موت کا پیغام لے کر) آجائے اور میں اس پیغام کو قبول کرلوں ، بے شک میں تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ۔ ان میں سے اول اللہ کی کتاب ہے ۔ جس میں ہدایت اور نور ہے ، پس خدا کی کتاب کو مضبوط پکڑو اور اس سے وابستہ رہو ۔

چوتھا (۴) فرمانِ مصطفیٰ ؐ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں دو۲ شخص حاضر ہوئے اور انہوں نے کوئی ایسی بات کی کہ آپؐ کو غصہ آگیا ۔ چنانچہ آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی ۔ میں نے عرض کیا ، یارسول اللہ ! یہ لوگ تو برباد ہوگئے ۔ . . . . فرمایا کیوں ؟ میں نے عرض کیا اس لئے کہ آپؐ نے ان کے حق میں بددعا فرمائی ہے ۔ . . . . آپ نے ارشاد فرمایا ۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میں نے اپنے پروردگار سے عہد کر رکھا ہے ۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ فَاَیُّ الْمُسْلِمِیْنَ لَعَنْتُهٗ وَسَبَبْتُهٗ فَاجْعَلْهُ زَكٰوةً وَّاَجْرًا۔ (مسلم ص۳۲۳ ج۲)

اے میرے اللہ ! میں ایک بشر ہی تو ہوں ، پس اگر میں کسی مسلمان کے لئے

لعنت یا بد دُعا کردوں تو آپ اسے اس کے حق میں باعثِ اجر و پاکیزگی بنا دیجئے۔

اس سے ملتا جلتا ایک اور ارشاد سُنئے .... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَیں نے اپنے پروردگار سے عرض کیا

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ اَرْضٰی کَمَا یَرْضَی الْبَشَرُ وَاَغْضَبُ کَمَا یَغْضَبُ (مسلم ج۲ ص۳۲۴)

بے شک مَیں تو ایک بشر ہوں، مَیں خوش ہوتا ہوں جیسے دوسرے انسان خوش ہوتے ہیں، اور ناراض ہوتا ہوں جس طرح انسان ناراض ہوتے ہیں۔

پانچواں (۵) فرمانِ مصطفےٰ

روایات میں آتا ہے کہ اصحابِ رسول نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی خدمت میں حاضری کے وقت سجدہ کرنے کی اجازت چاہی تو آپ نے ارشاد فرمایا کوئی شخص مجھے سجدہ نہ کرے، اس لئے کہ!

لَا یَصْلَحُ بَشَرٌ اَنْ یَّسْجُدَ لِبَشَرٍ وَلَوْ صَلَحَ لِبَشَرٍ اَنْ یَّسْجُدَ لِبَشَرٍ لَاَمَرْتُ الْمَرْاَۃَ اَنْ تَسْجُدَ لِزَوْجِھَا (مسند احمد ج۳ ص۱۵۸)

کسی انسان کو زیب نہیں دیتا کہ کسی انسان کے سامنے سجدہ کرے اگر بشر کو بشر کے سامنے سجدہ جائز ہوتا تو مَیں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔

سامعینِ گرامی قدر! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ ارشادات گرامی مَیں نے آپ کے سامنے پیش کئے ہیں۔ جن میں رحمتِ کائنات حضرت

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس قدر وضاحت و صراحت کے ساتھ اپنی بشریت کا اظہار اور اعلان فرمایا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ میں بشر ہوں۔ جس طرح دوسرے بشر خوش ہوتے ہیں میں بھی خوش ہوتا ہوں۔ اور جس طرح دوسرے بشر ناراض ہوتے ہیں میں بھی کبھی کبھی ناخوش اور ناراض ہوتا ہوں۔ سبحان اللہ! کتنے واضح انداز اور کھلے الفاظ میں اپنی بشریت کو دوسروں کی مثل ہونا بیان فرمایا ہے۔ تاکہ کوئی کور مغز اور کوئی بدعتی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہمارے نبی برائے نام اور بظاہر بشر ہیں، اور حقیقت میں کچھ اور ہیں، جیسے بعض جاہل بھرے مجمع میں کہتے ہیں۔ ؏

محمد سرِ مخفی ہے کوئی رمز اس کی کیا جانے ⁂ شریعت میں تو بندہ ہے حقیقت میں خدا جانے

آنحضرت ؐ نے اپنے ارشادات میں اس فریب کا پردہ چاک فرما کر اس حقیقت کو واشگاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ میں صرف بظاہر بشر نہیں بلکہ میری حقیقت بھی بشر ہی ہے۔ اور صرف برائے نام بشر نہیں، بلکہ اوصاف و لوازم بشریت میں بھی دوسرے انسانوں کے ساتھ شریک ہوں۔ جس طرح دوسرے بشر خوش اور ناخوش ہوتے ہیں میں بھی خوش اور ناخوش ہوتا ہوں۔

اصحابِ رسول ؐ نے کیا کہا

جب قرآن مجید میں خداوند قدوس نے واضح اعلان کیا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ میں بشر ہوں، تو اب ایک مسلمان کے لئے یہ گنجائش باقی نہیں رہتی، کہ وہ بشریت رسول کا انکار کرے لیکن عباد البطن مولویوں نے " ملاں آں باشد کہ چپ نشود " کے فارمولا پر عمل کرتے ہوئے آیات قرآنیہ اور ارشادات نبویہ میں طرح طرح کی تاویلیں کیں۔ ! کبھی کہا آپ

نے بشریت کا صرف لباس پہن رکھا تھا، حقیقت آپ کی نور تھی . . . . .
کبھی کہا آدمیت و بشریت کا صرف لبادہ اوڑھ رکھا تھا حقیقت میں آپ نور
تھے . . . . اور کبھی جب قرآن وحدیث کے روشن اور واضح دلائل کا
کوئی جواب نہ بن پڑا، تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا" یہ کہا کہ جی! اللہ اپنے پیغمبر کو
بشر کہہ سکتا ہے۔ وہ تو اللہ اکبر جو ہوا . . . . اور آنحضرت بھی کسر
نفسی کرتے ہوئے اپنے آپ کو بشر کہہ سکتے ہیں . . . مگر دوسرے مسلمانوں کو اور
امت کے افراد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے پیغمبر کو بشر کہے . . . . . .
. . . . . . کہنے والوں نے یہاں تک کہا کہ نبی اکرم کو بشر کہنا حرام ہے اور جو حضور
کو بشر کہتے ہیں وہ گستاخ رسول ہیں . . . .

اب میں آپ حضرات کے سامنے دلائل و براہین سے ثابت کرنا چاہتا ہوں کہ
نبی اکرم کو صرف خداوند قدوس ہی نے بشر نہیں کہا، اور صرف آنحضرت نے اپنے
آپ کو بشر نہیں کہا . . . . بلکہ اصحاب رسول نے بھی آپ کو بشر سمجھا
اور بشر کہا ہے . . . . تابعین کرام نے، ائمہ مجتہدین نے، اور علماء
امت نے بھی آنحضرت کو بشر کہا ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ کیا کہتے ہیں

پوری کائنات میں آنحضرت کی ذات گرامی سے سب سے زیادہ محبت و
پیار کرنے والی شخصیت، سیدنا صدیق اکبرؓ کی ہے۔ وہ یار غار ہے۔ وہ رفیق
ہجرت ہے، وہ محب صادق ہے، وہ حضور کا دلدار ہے، وہ رفیق مخلص ہے
. . . . ایک روز اس نے دیکھا کہ کفار مکہ آنحضرت کے گلے میں چادر
ڈال کر گھسیٹ رہے ہیں۔ اس محب صادق سے برداشت نہ ہوسکا، یہ آگے
بڑھا کفار کو دور ہٹایا اور فرمایا۔

أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا أَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ (بخاری ص۵۱۹)

کیا تم ایک مرد (محمدؐ) کو صرف اس لئے قتل کرنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے . . . . اس کا صرف یہ جرم ہے کہ وہ کہتا ہے میرا پالنہار، میرا مشکل کشا، میرا حاجت روا، میرا نافع وضار، میرا نغ ومعطی صرف اللہ ہے . . . . وہ کہتا ہے کہ میرا داتا اور گنج بخش، میرا دستگیر اور غوث اعظم، میرا غریب نواز و لجپال صرف اللہ ہے۔

سیدنا صدیق اکبرؓ نے أَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا کہہ کر آنحضرتؐ کو رجل اور بشر تسلیم کیا ہے۔

○ بخاری ص۵۵۶ پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے کہ سفر ہجرت میں آنحضرتؐ اور صدیق اکبرؓ ایک ہی اونٹ پر سوار تھے۔ لوگ ابوبکرؓ سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ ابوبکرؓ جواب میں فرماتے ـــــــــــ هٰذَا رَجُلٌ يَّهْدِيْنِي السَّبِيْلَ.

یہ ایک مرد ہے مجھے راستہ دکھاتا ہے . . . . ابوبکر صدیقؓ نے کیا کہا! هٰذَا رَجُلٌ یہ ایک مرد ہے، یہ ایک آدمی ہے . . . . یارِ غار نے، رفیقِ مزار نے، امامِ اول نے آنحضرتؐ کو رجل کہا ہے کہاں ہیں وہ لوگ جو یہ فتوے لگاتے نہیں تھکتے، کہ جو حضورؐ کو بشر کہتا ہے وہ گستاخ ہے . . . . تم میں ہمت ہے تو ابوبکرؓ کو گستاخ کہہ کر دیکھو!

سیدنا فاروق اعظمؓ نے کیا کہا

سیدنا صدیق اکبرؓ کے بعد پوری امت سے افضل ترین سیدنا فاروق اعظمؓ نے آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا

هُمَا الْمَرْءَانِ اقْتَدِيْ بِهِمَا. (بخاری ص۱۰۲۱)

وہ دونوں (حضورؐ و ابوبکرؓ) مرد تھے، میں اُن کی اقتدار کروں گا،

یہاں حضرت عمرؓ نے آنحضرتؐ کو مرد کہہ کر آپ کی بشریت کا اقرار کیا ہے۔

اب کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ جو حضورؐ کو بشر کہتے ہیں وہ وہابی ہے۔ . . .

. . . . ہمت ہے تو فاروقِ اعظمؓ کو "وہابی" کہہ کر دکھاؤ۔ . . . . . .

. . ہمت ہے تو فاروقِ اعظمؓ کو گستاخِ نبی کہہ کر دکھاؤ؟

اُمُّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کیا کہتی ہیں

اصحاب پیغمبر ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد سے اپنے گھر تشریف لے جاتے تھے تو گھر کی چار دیواری میں آپ کے اعمال و افعال کیا تھے؟ ہمیں اس سے آگاہ فرمایئے!

ام المومنینؓ نے فرمایا

كَانَ يَخِيطُ ثَوْبَهُ اپنے کپڑے خود سی لیتے تھے۔ . . . وَيَخْصِفُ نَعْلَهُ اپنا جوتا خود گانٹھ لیا کرتے تھے . . . . وَيَعْمَلُ مَا يَعْمَلُ الرَّجُلُ . اور ہر وہ کام کر لیتے تھے جو مرد گھروں میں کرتے ہیں۔

(مسند احمد صـ۱۲۱ ج۶)

اور ترمذی اور مسند احمد صـ۲۵۶ ج۶ میں ہے کہ ام المومنین نے فرمایا آنحضرتؐ گھر میں سارے کام کر لیا کرتے تھے۔

وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ

اور رسول اللہؐ ایک بشر تھے جنس بشر سے۔

سامعین گرامی قدر! کہاں ہیں وہ لوگ، اور کدھر گیا ان کا فلسفہ اور یہ منطق کہ خدا بشر کہتا رہے وہ خدا جو ہوا ________ اور آنحضرتؐ بھی اپنے آپ کو بشر کہتے رہیں، مگر امت کے افراد کو یہ گستاخی اور توہین نہیں کرنی

چاہیئے۔ . . . . حضور کو بشر کہنا گستاخی اور بے ادبی ہے . . . .
. . . نام نہاد عاشقانِ رسول ! یہاں تو تمہاری اور ہماری ماں، صدیقہ کائنات محبوبہ محبوبِ خدا، صدیقہ بنت صدیق واضح اور واشگاف الفاظ میں کہہ رہی ہیں وَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بَشَرًا مِّنَ الْبَشَرِ

ہم پر گستاخیٔ رسول اور توہینِ رسول کے فتوے لگانے والو! ذرا اپنے فتوؤں کی مشین گن کا منہ ابوبکرؓ و عمرؓ اور عائشہؓ کی طرف بھی کر کے دیکھو! جو پکار پکار کر حضور اکرمؐ کی بشریت و آدمیت کا اعلان اور اقرار کر رہے ہیں۔

عام صحابہؓ کیا کہتے ہیں

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ آج رات ایک صالح مرد نے خواب دیکھا کہ ابوبکرؓ حضورؐ کے ساتھ متعلق ہے۔ اور عمرؓ ابوبکرؓ کے متعلق ہے۔ اور عثمانؓ عمرؓ کے ساتھ متعلق ہے . . . حضرت جابرؓ فرماتے ہیں

فَلَمَّا قُمْنَا قُلْنَا اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (مشکوٰۃ)

جب ہم اس مجلس سے اُٹھے تو ہم نے کہا رجل صالح (نیک مرد) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔

حضرت جابرؓ کے اس فرمان سے (ہم نے کہا کہ رجل صالح (صالح مرد) خود رسول اللہ ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ تمام اصحابِ رسول کا عقیدہ اور نظریہ تھا کہ آنحضورؐ، انسان، مرد اور بشر ہیں۔

محمدؒ بن علیؓ المعروف بہ حنفیہ کیا کہتے ہیں

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لائق فرزند حضرت محمدؒ نے ایک روز اپنے عظیم والد حضرت سیدنا علیؓ سے پوچھا

اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

کونسا انسان نبی اکرم ؐ کے بعد افضل اور بہتر ہے

حضرت علیؓ نے جواب دیا ———————— ابوبکرؓ (بخاری ص۵۱۸)

ائمہ علم عقائد کیا کہتے ہیں

امت کے علماء اور علم عقائد کے ماہرین کے اقوال سنئے۔ کہ وہ کتنی صراحت اور وضاحت سے نبی کی بشریت و انسانیت کو بیان کر رہے ہیں۔

عقائد کی تمام کتب میں نبی کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔

اَلنَّبِیُّ هُوَ اِنْسَانٌ بَعَثَهُ اللّٰهُ لِتَبْلِیْغِ الْاَحْکَام

نبی وہ انسان ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تبلیغ احکام کے لئے مبعوث فرمایا ہو

(شرح عقائد النسفیہ ص۱۳، شرح عقائد جلالی ص۲، مسامرہ ص۸۳، نبراس)

تمام مومنین اور منکر نکیر کیا کہتے ہیں

قبر میں ہر میت سے جو تین سوال ہوتے ہیں ان میں سے ایک سوال امام الانبیاء رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرشتے پوچھتے ہیں۔

ذرا فرشتوں کے سوال کے الفاظ پر غور فرمائیے!

مَاتَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ

جو مردِ کامل تم میں بھیجا گیا تھا (مراد محمدؐ) اس کے بارے تمہارا کیا خیال ہے۔

مسلمان اور مومن جواب میں کہتا ہے اَشْهَدُ اَنَّهٗ عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ . .

. . . . اور کافر کہتا ہے لَا اَدْرِیْ (بخاری ص۱۸۴)

فرشتوں اور میت کے اس سوال و جواب سے معلوم ہوا کہ فرشتے بھی آنحضرتؐ کو بشر سمجھتے ہیں، اسی لئے تو وہ سوال کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ مَاتَقُوْلُ فِیْ حَقِّ هٰذَا الرَّجُلِ . . . . اور ہر مومن بھی ان سوال کے جواب میں عَبْدُهٗ کہہ کر آپؐ کی بشریت کا اقرار کرتا ہے۔

مولوی احمد رضا بریلوی کیا کہتے ہیں

قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہؓ، وعلماء امت کے بعد کسی ذی ہوش شخص کے لئے انکار کی گنجائش تو نہیں مگر بریلوی مکتب فکر کے امام اعلیٰ مولوی احمد رضا خان کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ شاید یہی حوالہ کسی مریض کے لئے شفا کا کام دے جائے۔

حضورؐ نے فرمایا کہ ہر بچہ کی ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اس مٹی میں دفن کیا جائے۔ . . . . . . اور میں ابوبکرؓ و عمرؓ ایک مٹی سے بنے، اور اسی میں دفن ہونگے (فتاویٰ افریقہ ص۵۳)

اب یہ فیصلہ آپ ہی فرمائیں کہ مٹی سے تخلیق نور کی ہوتی یا بشر کی؟ یقیناً آپ کا جواب یہی ہوگا کہ مٹی سے تخلیق بشر ہی کی ہوتی ہے تو پھر "اعلیٰ حضرت بریلوی" نے بھی آنحضورؐ کو بشر تسلیم کیا ہے۔

آنحضرتؐ سید البشر بھی اور نور بھی

مدت سے ہمارے ہاں یہ مسئلہ وجہ نزاع بنا ہوا ہے کہ "حضورؐ بشر ہیں کہ نور" اس موضوع پر تقاریر ہوتی ہے، مناظرے ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات نوبت مجادلے اور مباہلے تک پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ سنجیدگی سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ مسئلہ عجیب نوعیت کا ہے۔ یہ عنوان ہی عجیب ہے کہ "حضورؐ بشر تھے یا نورؐ" اس لئے کہ نور اور بشر میں کوئی تضاد، ضد اور تقابل نہیں ہے۔ . . .

. . . . . . بشر کا متقابل اور ضد جن ہے۔ اور اسی طرح نور کی متقابل ظلمات ہے . . . . قرآن میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

(۱) يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (البقرۃ)

(۲) لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ (ابراھیم)

ان دونوں آیتوں میں غور فرمایئے، نور کو ظلمت کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔

(۳) وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ٥ (ذاریات)

(۴) مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ٥ (سورۃ الناس)

ان دونوں آیتوں میں بشر یعنی انسان کو جن کے مقابلے میں لایا گیا ہے۔

جب بشر اور نور میں کوئی تضاد اور منافات ہی نہیں کہ ان دونوں کا اجتماع ناممکن اور محال ہو تو پھر یہ مسئلہ کہ حضورؐ نور ہیں یا بشر، لایعنی اور نامعقول ہے . . . .

"ہمارا عقیدہ اور نظریہ ہے کہ حضور اکرمؐ نور بھی ہیں اور بشر بھی"

خلقت اور ذات کے اعتبار سے آپؐ بشر ہیں۔ سید البشر، خیر البشر، افضل البشر، بلکہ فخر بنی آدم ہیں۔ اور صفت کے اعتبار سے آپؐ نور ہیں . . . . . . بلکہ مصدر نور، منبع آپکو نور من نور اللہ ہیں۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم،

لوگو! سنو جو شخص آپؐ کو نور تسلیم نہیں کرتا، اس کا ایمان بھی کامل نہیں ہے اور جو شخص آپ کو نور من اللہ کہتا ہے وہ بھی بے ایمان ہے . . . . . . ہم علماء دیوبند اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ آنحضرتؐ کی ذات بشر تھی، اور صفت نور تھی، آپ کی ایک ایک حرکت نور تھی، آپ کا کھانا نور تھا، پینا نور تھا، آپ کا سونا نور تھا جاگنا نور تھا، آپ کا چلنا نور آپ کا بیٹھنا نور، آپ کی شادی نور آپ کی غمی نور، آپ کی جنگ نور آپ کی صلح نور، آپ کا مسجد میں آنا نور گھر میں جانا نور، آپ کا سواری پر سوار ہونا نور، آپ کا سفر کرنا نور، گھر میں رہنا نور، آپ کا لباس پہننا نور، احرام کا باندھنا نور، بال ترشوانا نور، ناخن کا اترانا نور، کنگھی کرنا نور . . . . . . چھوڑیئے ان باتوں کو اور مجھے کہنے دیجیئے کہ آنحضرتؐ کا پاؤں مبارک جوتی میں ڈالنا بھی نور تھا

لیکن عوام کالانعام کو اور بے چاری پبلک کو یہ تو بتایئے کہ نور کا مطلب کیا ہے؟ . . . . کیا اس نور سے مراد اسی طرح کا نور ہے جسطرح چاند اور سورج کا نور ہے؟ . . . . یا جس طرح قمقمے اور ٹیوب کا نور ہے؟ کیا اس نور سے مراد ظاہری روشنی ہے؟ کیا اس نور سے مراد ظاہری چمک ہے؟

اگر نور محمدی سے مراد ظاہری روشنی اور ظاہری چمک ہے تو پھر قرآن کے نور ہونے میں کسی کو شبہ اور کسی کو انکار نہیں ہے۔ خود اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اِنَّآ اَنْزَلْنَاہُ نُوْرًا ـــــــــــ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن کے حروف کالے ہیں۔ اور ظاہر بات ہے کہ نور کالا نہیں ہوتا . . . . پھر ہمارا مشاہدہ اور تجربہ ہے کہ رات کے اندھیرے میں، اور لوڈشیڈنگ میں قرآن روشنی نہیں پھیلاتا . . . . پھر ہمیں بھی سمجھاؤ کہ قرآن کے نور ہونے کا کیا مطلب ہے؟

اسی طرح اگر آنحضرتؐ کے نور ہونے سے مراد ظاہری روشنی ہے تو پھر بتلایئے!

کہ آنحضرتؐ کے بال مبارک اور آپ کی ڈاڑھی مبارک کالی تھی یا سفید؟

احادیث میں آتا ہے کہ وفات کے وقت آپ کی ڈاڑھی مبارک میں صرف سترہ بال سفید تھے۔ باقی تمام ڈاڑھی مبارک کالی تھی، اور سر مبارک کے بال بھی سیاہ اور کالے تھے . . . . اور نور کالا نہیں ہوتا، تو پھر بتلایئے کہ آنحضرتؐ کے نور ہونے کا مطلب کیا ہے؟

سامعین گرامی قدر! آیئے میں آپ کو اس نور کی حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔

قرآن کے نور ہونے کا مطلب ہے ہدایت کا نور . . . . . . کہ عقائد و اعمال

سنوارنے کے لئے روشنی قرآن سے حاصل کرو۔ اور آنحضرتؐ کے نور ہونے مطلب بھی نور ہدایت، کہ لوگو! اپنی زندگی میرے نبیؐ کی سنت کے نور سے منور کرلو! لوگو! اپنی زندگی میرے نبیؐ کے اسوہ اور طریقہ کے نور کے مطابق گزارو۔ .... آؤ اس حقیقت کو ذرا واضح کردوں۔ .....

میرا نبیؐ ہدایت کا نور ہے۔ اپنی زندگی گزارنے کے لئے روشنی وہاں سے حاصل کرو۔ ..... یعنی تم کھانا اس طرح کھاؤ جس طرح محمد کریمؐ کھاتے ہیں۔ تم پانی اس طرح پیو جس طرح نبیؐ پاکؐ نے پیا۔ مسجد میں اس طرح داخل ہوؤ جس طرح نبی مکرمؐ داخل ہوتے تھے۔ شادی اور غمی اسی طرح نبھاؤ جسطرح آنحضرتؐ نے نبھائی۔ ہاں ہاں تم جوتی اس طرح پہنو جس طرح نبی اکرمؐ پہنا کرتے تھے۔ .... غرضیکہ آنحضرتؐ کے نور ہونے کا مطلب ہے نور ہدایت۔ اور جو قرآن میں آیا ہے، اور آج کا بدعتی ملاں گا گا کر پڑھتا ہے قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ کہ بے شک اللہ کی طرف سے نور اور کتاب روشن آگئی، یہاں بھی "نور" سے مراد اگر آنحضرتؐ کی ذات گرامی لی جائے تو نور کا مطلب نورِ ہدایت ہی ہے۔ اس کا ثبوت اسی آیت کے ساتھ ہی موجود ہے يَهْدِيْ بِهِ اللّٰهُ کہ اللہ اس نور کے ساتھ ہدایت دیتا ہے۔

اہلِ حق کا مسلک واضح ہوگیا

ہمارا مسلک اور عقیدہ ثابت ہوگیا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بشر ہے۔ .... قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝ .... اس پر واضح اور صاف دلیلیں ہیں ــــــ اور آپؐ کی صفت نور ہے۔ اور قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

نُوْرٌ وَّ کِتٰبٌ مُّبِیْنٌ o یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ اس کا ثبوت ہے۔ اور اس سے مراد نورِ ہدایت ہے۔ . . . . یہ نور چاند، سورج، ستاروں قمقموں کی طرح کا نور نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ نور ناقص ہیں، اور آنحضورؐ کامل اور مکمل نور ہے ——————

تم نے نہیں دیکھا کہ چاند کا نور رات کو ہوتا ہے۔ مگر دن میں نہیں ہوتا۔ اور پھر چاند کا نور بڑھتا اور گھٹتا رہتا ہے —————— اسی طرح سورج کا نور دن کو ہوتا ہے مگر رات کو نہیں ہوتا۔ اور اگر دروازے کھڑکیاں بند کر دی جائیں تو سورج کا نور کمرے کو روشن نہیں کرتا —————— اسی طرح قمقموں کا نور ایک جگہ ہوتا ہے تو دوسری جگہ نہیں ہوتا —————— پھر چاند، سورج اور ستاروں کا نور دنیا میں ہے۔ مگر قیامت کے دن یہ بے نور ہو جائیں گے۔ یہ نور ناقص اور نامکمل ہیں۔ اور میرے نبیؐ کا نور اتنا کامل، مکمل بلکہ اکمل نور ہے۔ جو چمکا مکہ اور مدینہ میں تھا، لیکن چین، بلخ بخارا اور ہندوستان کے رہنے والے لوگوں کے دل کی اندھیری کوٹھریوں کو جا کے روشن کر دیا۔ . . . . اور جنت میں بھی روشن رہے گا۔

سامعین گرامی قدر! میری گفتگو سے آپ نے اس حقیقت کو سمجھ لیا ہوگا کہ آنحضرتؐ کی ذات بشر تھی، اور آپ کی صفت نور تھی، یعنی نورِ ہدایت . . . . جو شخص آپؐ کو نور نہیں مانتا، وہ بھی بے ایمان ہے۔ اور بشر تسلیم نہیں کرتا اور نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ کہتا ہے وہ اس سے بڑا بے ایمان اور کافر ہے —————— اس لئے کہ نُوْرٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہ یہود و نصاریٰ کا عقیدہ ہے۔ اور اسلام نے سبق دیا ہے لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ، نہ

کوئی اس سے نکلا، اور نہ وہ کسی میں سے نکلا۔

علامہ آلوسی، صاحب روح المعانی نے تو لَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِھِمْ کی تشریح و تفسیر میں یہاں تک تحریر کیا ہے کہ

جو شخص کہتا ہے کہ مجھے اپنے پیغمبر کی حقیقت کا علم نہیں ہے۔ وہ شخص کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ امتی کے لئے ضروری ہے کہ اسے اپنے پیغمبر کی ذات اور حقیقت کا علم ہو۔ اس لئے خوب سمجھ لو! کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بشر ہے۔ اور آپ کی صفت نور ہے۔

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْن

فضیلتِ دُرُود

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی
سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ــــــ اِنَّ اللّٰهَ
وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۔
وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَلْبَخِیْلُ الَّذِیْ
مَنْ ذُکِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ
صدق اللّٰه العظیم وصَدَقَ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۔

سامعینِ گرامی قدر! آج کے خطبہ میں درود کی فضیلت و اہمیت کو بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ارادہ میں برکت عطا فرمائے ..... درود کی فضیلت اور سلام کی حقیقت کے ساتھ اس بات کو بھی بیان کرنا بے حد ضروری ہے کہ امام الانبیاء، خاتم المرسلین سید الکونین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر درود کس طرح پہنچتا ہے؟ نیز خطبہ میں تلاوت کردہ آیت کا مفہوم اور اس کی تفسیر کا بیان بھی بہت ضروری اور لازمی ہے۔

انسانیت کے محسن اور امت کے مشفق

حضراتِ گرامی قدر! یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ اس کائنات میں ایک کلمہ پڑھنے والے کے لیے سب سے بڑے محسن اگر کوئی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے بعد سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ آپ نے دین کو پہنچانے کے لیے اور ہدایت کو پھیلانے کے لیے اور قرآن کی تعلیم کو عام کرنے کے لیے ..... آپ نے مخلوقِ خدا کو دوزخ سے بچانے کے لیے اور انہیں جنت کی ابدی نعمتوں کا حقدار بنانے کے لیے جتنی محنت کی اور جتنی مشقت اٹھائی اور جتنی جدوجہد اور جتنی کوشش کی .... اس محنت کا ہزارواں بلکہ کروڑواں حصہ بھی کسی دوسرے مصلح میں نہیں پایا جاتا۔ آپ ہر وقت اسی فکر اور اسی غم میں مبتلا رہے کہ لوگوں کو ہدایت کی نعمت نصیب ہو جائے ... اور یہ لوگ دوزخ کے ابدی عذاب سے بچ جائیں۔ .... آپ کی اس فکر اور آپ کے غم کا تذکرہ قرآنِ مقدس نے کیا ہے۔

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (کہف)

ایک صحابی نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس فکر و غم کی حالت کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

كَانَ دَائِمَ الْفِكْرَةِ مُتَوَاصِلَ الْاَحْزَانِ ..... آپ ہمیشہ فکرمند رہتے اور کوئی غم آپ پر طاری رہتا۔

اُمّت کے مشفق

خاص کر اپنی امت کے لیے جو شفقت اور مہربانی آپ کے دل میں تھی اس کا کوئی حساب اور حد نہیں۔ امّت کے لیے خیرخواہی اور یہ جذبہ کہ اللہ کا دین امت کے آخری فرد تک پہنچ جائے آپ کے مزاج میں شامل تھا اور پھر یہ شفقت اور خیرخواہی اس دنیا تک محدود نہیں بلکہ میدانِ حشر میں بھی اس کا مظاہرہ ہوگا ..... لواء الحمد کے نیچے جگہ امت کو ملے گی ..... حوضِ کوثر سے آپ جام پلائیں گے ..... شفاعت فرما کر اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے۔ یَارَبِّ اُمَّتِیْ ، یَارَبِّ اُمَّتِیْ کی فریاد کریں گے۔

جو پیغمبر اتنا مہربان ہو، جو پیغمبر اتنا مشفق ہو، جو پیغمبر اتنا شفیق ہو، جو پیغمبر نفسا نفسی کے دن بھی امت کو یاد کر رہا ہو اور کوثر کے جام پلا رہا ہو، گنہگار امّت کی بخشش کیلئے گڑگڑا کر دعائیں مانگ رہا ہو ..... تو کیا اس شفقت اور مہربانی کا تقاضا یہ نہیں کہ اس مہربان و مشفق پیغمبر کا نامِ نامی، اسمِ گرامی جب ایک مسلمان سنے تو اس کی زبان سے بے ساختہ درود نکلے .... وہ اپنے مشفق پیغمبر پر درود و سلام بھیجے ...... وہ اپنے پیغمبر کے درجات کی مزید بلندی کے لیے اپنے رب کے حضور التجا کرے ...... و کہے مولا ہمارے شفیق پیغمبر کو اپنی رحمتوں اور برکتوں سے مزید مالا مال کر دے۔

.... رحمت و برکت، درجات کی بلندی اور سلامتی کی اس دعا کے

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی محتاج تو نہیں ، یہ رحمت ، یہ برکتیں یہ درجات کی بلندیاں اور سلامتی تو ہر وقت اللہ کے دربار سے عطا ہو رہی ہے ہمیں حکم دیا کہ تم بھی اپنے پیغمبر کی سلامتی اور بلندی درجات کے لیے دعائیں مانگو اس کا جو فائدہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوگا وہ تو ہوگا خود درود بھیجنے والے بھی اجر و ثواب ، نیکی و بھلائی اور عظمتوں سے مالا مال ہو جائیں گے

درود پر اجر و ثواب بہ زبان امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم

آیئے ! ارشادات نبوی کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ درود پڑھنے پر اللہ تعالیٰ کس قدر اجر و ثواب اور بلندی درجات کا وعدہ فرماتا ہے ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک مشہور و معروف صحابی جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں سیدنا عبد الرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر نکل گئے اور ایک باغ میں پہنچے فَسَجَدَ فَاطَالَ السُّجُود آپ وہاں سجدہ میں گر گئے اور بڑا طویل سجدہ کیا ۔ عبد الرحمٰن بن عوف رض کہتے ہیں کہ میں انتظار میں بیٹھ گیا کہ سجدہ سے فارغ ہوں تو ایک بات کہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر آپ نے اتنا لمبا سجدہ فرمایا کہ خَشِيْتُ اَنْ يَّكُوْنَ اللّٰهُ تَعَالٰى قَدْ تَوَفَّاهُ میں ڈر گیا اور میرے دل میں یہ وسوسہ آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح مبارک تو پرواز نہیں کر گئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کافی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا ۔ ۔ میرے حزن ، میرے غم اور میری حالت کو دیکھا تو فرمایا مَالَکَ عبد الرحمٰن پریشان دکھائی دیتے ہو ، کیا بات ہے ؟ میں نے تمام صورت حال آپ کے سامنے رکھی کہ یا رسول اللہ ! آج جو حالت میں نے آپ کی دیکھی وہ پہلے کبھی

نہیں دیکھی ۔ اتنا طویل سجدہ آپ نے فرمایا کہ اس سے پہلے اتنا طویل سجدہ کبھی نہیں فرمایا۔ میرے دل میں یہ وسوسہ اور خیال آنے لگا کہ کہیں آپ کی روح پرواز نہ کر گئی ہو ؟

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام آئے تھے اور اللہ رب العزت کا پیغام لائے تھے ..... اللہ تعالیٰ نے میری امت پر ایک بہت بڑا انعام فرمایا ہے ۔ اس انعام کے شکرانے میں میں نے اتنا لمبا اور طویل سجدہ کیا ۔

وہ انعام اور وہ احسان یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے ۔
مَنْ صَلّٰی عَلَیْکَ صَلٰوۃً صَلَّیْتُ عَلَیْهِ وَمَنْ سَلَّمَ عَلَیْکَ سَلَّمْتُ عَلَیْهِ
جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا میں اس شخص پر رحمت نازل کروں گا اور جو شخص آپ پر سلام بھیجے گا، میں کائنات کا رب اس پر سلام بھیجوں گا ۔ (مسند احمد، مشکوٰۃ ص۸۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشخبری دی گئی کہ آپ کی امت کا جو شخص آپ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اعمال نامہ میں دس نیکیاں لکھ دے گا اور اس کے دس گناہ معاف فرما دیگا ۔

سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی روایت

سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ عَشْرَ صَلَوٰتٍ کہ جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا ... وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِیْئٰتٍ

اور اس کے دس گناہ معاف فرما دے گا ..... وَرُفِعَتْ لَهٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ (نسائی، مشکوٰۃ ص۸۶) اور جنت میں اس کے دس درجے بلند کر دے گا۔

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی روایت

اسی طرح کی ایک روایت سیدنا ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اس حالت میں کہ اَلسُّرُوْرُ يُرٰى فِيْ وَجْهِهٖ رُخِ انور پر خوشی اور مسرت کے آثار نمایاں تھے ..... صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! آج آپ بہت ہی خوش اور مسرور معلوم ہوتے ہیں .... آج آپ کا چہرہ پُرانوار خوشی سے چمک رہا ہے۔ آپ نے فرمایا میرے پاس میرے رب کا پیغام آیا ہے جس پیغام میں کائنات کے رب نے فرمایا ہے لَا يُصَلِّيْ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا ..... آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار درود پڑھے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل کروں گا ...... وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا ..... اور آپ کا جو امتی آپ پر ایک بار سلام پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام بھیجے گا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب درود پڑھنے والے کو حاصل ہوگا

ہر مومن کی یہی خواہش اور ہر مسلمان کی یہی تمنا ہے اور دلی حسرت ہے کہ اسے قیامت کے ہولناک دن میں اپنے مشفق و مہربان پیغمبر کا قرب اور نزدیکی حاصل ہو.......

اسی آرزو کے پورا ہونے کے لیے وہ عبادات بجالاتا ہے ...... اسی تمنا کے حصول کے لیے نماز، روزہ، حج، قربانی، صدقے، وظیفے، نوافل اور قرآن کی تلاوت کرتا ہے مگر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے دن اپنے قرب اور نزدیکی حاصل کرنے کا کتنا آسان نسخہ تبلایا۔

فرمایا : اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَکْثَرُھُمْ عَلَیَّ صَلٰوۃً (ترمذی. مشکوٰۃ ص۸۶)

بیشک قیامت کے دن تمام لوگوں میں سے سب سے زیادہ مجھ سے قریب وہ شخص ہوگا جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھنے والا ہے۔

سامعینِ گرامی قدر! غور کیا آپ نے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب قیامت کے دن حاصل ہوگا تو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے..

اور صرف قرب ہی نہیں بلکہ یہی درود پڑھنے کا عمل میزان میں اتنا وزنی عمل ہوگا کہ برائیاں اور گناہ اس کے مقابلے میں ہلکے ہوجائیں گے۔

درود کا پڑھنا پل صراط کے اندھیرے میں روشنی کا سبب بن جائے گا، درود قیامت کے روز نور ہوگا۔ اس لیے ایک مومن کو چاہیئے کہ وہ کثرت کے ساتھ اپنے مشفق و مہربان پیغمبر کی ذات گرامی پر تحفہ درود و سلام بھیجے۔

سیدنا اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ کی تمنّا

مشہور صحابی سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ جب رات کے دو حصے گزر جاتے تو آپ اٹھ کھڑے ہوتے اور فرماتے اَیُّھَا النَّاسُ اے لوگو اُذْکُرُوا اللّٰہَ، اُذْکُرُوا اللّٰہَ اللہ کو یاد کرو، اللہ کو یاد کرو...

جَاءَتِ الرَّاجِفَه ..... یوں خیال کرو کہ زلزلہ بپا کرنے والی آگئی
اس لیے اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے اٹھو اور اسے یاد کرو۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ
اِنِّیْ اُکْثِرُ الصَّلٰوۃَ عَلَیْکَ فَکَمْ اَجْعَلُ لَکَ مِنْ صَلٰوتِیْ .....
یارسول اللہ! میں آپ کی ذاتِ اقدس پر بہت زیادہ درود بھیجنا چاہتا ہوں
تو اپنے اوقاتِ دعا اور اوقاتِ وظائف میں سے درود کے لیے کتنا وقت
مقرر کروں؟ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا شِئْتَ جتنا تیرا
دل چاہے اتنی مقدار مقرر کرلو۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اپنے اوقاتِ
دعا میں سے چوتھا حصہ درود کے لیے مخصوص کرلوں؟ .... آپ نے
فرمایا مَا شِئْتَ فَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ جتنا تیرا دل چاہے
اور اگر تو اس سے زیادہ کرلے تو تیرے لیے بہتر ہے۔

میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اپنے اوقاتِ دعا و وظائف میں سے
آدھا وقت درود کے لیے مقرر کرلوں ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا مَا شِئْتَ وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ .... جتنا تیرا دل
چاہے اور اگر تم اس سے بھی زیادہ وقت درود پڑھنے کے لیے مخصوص
کرلو یہ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔

میں نے عرض کیا تو پھر دو حصے درود کے لیے مخصوص کرلیتا ہوں اور
ایک حصہ باقی ذکر و اذکار اور وظائف کے لیے ... فرمایا مَا شِئْتَ
وَاِنْ زِدْتَّ فَھُوَ خَیْرٌ لَّکَ ...... جتنا تیرا دل چاہے تجھے
اختیار ہے اور اگر تم اس سے بھی زیادہ وقت درود کے لیے مقرر کرلو تو یہ

تمہارے حق میں بہتر ہے۔

ابی بن کعب کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا اَجْعَلُ لَكَ صَلٰوتِي كُلَّهَا ..... یا رسول اللہ! میں اپنے ذکر اذکار اور دعا و وظائف کے تمام وقت کو آپ کی ذات پر درود پڑھنے کے لیے مخصوص اور مقرر کرتا ہوں یہ سن کر رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِذاً تُكْفٰى هَمَّكَ وَيُكَفَّرُ لَكَ ذَنْبُكَ (ترمذی، مشکوٰۃ صہ ۸۶)

اگر تم ذکر و وظائف اور دعا کے تمام وقت کو مجھ پر درود پڑھنے کے لیے مقرر کر لو تو اللہ رب العزت تیرے تمام غم اور تیرے سارے فکروں کی کفایت کرے گا اور تیرے گناہ بھی بخش دیے جائیں گے۔

درود پڑھنے کے خاص مواقع

میں نے امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات آپ حضرات کے سامنے بیان کر دیئے ہیں۔ ان ارشادات سے درود پڑھنے کی فضیلتیں اور برکتیں معلوم ہو گئیں ...... اب بھی جو شخص آپ کی ذاتِ گرامی پر درود پڑھ کر اپنا دامن اور اپنی جھولی رحمتوں کے اس خزانے سے بھرنے کی کوشش نہ کرے اس جیسا نادان، احمق اور کم فہم اور کون ہوگا۔

ویسے تو درود پڑھنے کے لیے کسی خاص وقت اور مقام کی قید شریعت نہیں لگاتی مگر بعض اوقات اور بعض مقامات ایسے ہیں جہاں درود پڑھنے کی زیادہ فضیلت ہے اور وہاں درود پڑھنے کی خصوصی تاکید کی گئی ہے ...... ان میں سے چند مقامات اور اوقات کا ذکر آپ کو سناتا ہوں۔

علامہ ابنِ قیمؒ نے اپنی کتاب جلاء الافہام میں چالیس ایسے مقامات کا تذکرہ کیا ہے جہاں درود کا پڑھنا سنت یا مستحب ہے۔

مثلاً نماز میں آخری تشہد کے بعد درود کا پڑھنا سنت ہے . . . .
نماز جنازہ میں درود کا پڑھنا سنت ہے ، جمعہ کے دن درود پڑھنے کی زیادہ
فضیلت ہے ، اذان کے بعد ، . . حضور اکرم کا نام سن کر . . . گناہ کے
صدور کے بعد . . . . دعا مانگنے سے پہلے بھی ، درمیان میں بھی
اور آخر میں بھی . . . . خطبہ جمعہ میں . . . . عیدین کے خطبہ میں . . . .
خطبہ نکاح میں ؛ جب آیت اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ
عَلَی النَّبِیِّ پڑھی جائے . . . . مسجد میں داخل ہوتے وقت اور نکلتے وقت
درود پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے ۔

ہر مجلس میں درود پڑھنے کی تاکید

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیا صلی
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، جب لوگ کسی محفل اور کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں تو
وَلَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ فِیْہِ وَلَمْ یُصَلُّوْا عَلٰی نَبِیِّہِمْ . . . .
اور اس مجلس میں اللہ کا ذکر نہیں کرتے اور نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر
درود پڑھتے ہیں قیامت کے دن وہ مجلس ان لوگوں کے لیے وبال ہو گی
چاہے ان لوگوں کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو بخش دے ۔

ہر محفل کے اختتام پر

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب لوگ کسی جگہ بیٹھتے ہیں اور پھر اٹھ جاتے
ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں پڑھتے تو وہ مجلس قیامت
کے دن ان کے لیے باعث حسرت ہو گی ۔

مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت

اسی طرح مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت بھی

درود پڑھنا مستحب ہے جب مسجد میں داخل ہونے لگے تو پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لِيْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ

اسی طرح مسجد سے باہر آتے ہوئے اس طرح دعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔

دعا کرتے وقت

درود ایک دعا ہے جو امتی اپنے مشفق پیغمبر کی بلندیٔ درجات اور ان پر نزول رحمت کے لیے اپنے رب سے مانگتا ہے.....

علماء کرام نے لکھا ہے کہ دنیا میں کیا جانے والا کوئی عمل اور کوئی دعا ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں یہ کہا جائے کہ یہ سو فیصد قبول ہوگی.... جس طرح میں اپنے رب سے مانگ رہا ہوں، رب ویسا کر دیگا۔ یہ ضروری نہیں....

مگر درود ایسا عمل اور ایسی دعا ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی ہمیشہ قبول ہوتی ہے سو فیصد قبول ہونے کا یقین ہے....... اس لیے کہ دعا کرنے کا حکم دینے سے پہلے ہی اللہ رب العزت نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ .... بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پاک پر درود بھیج رہے ہیں، اس لیے درود والی دعا کی قبولیت میں ادنیٰ شک اور معمولی شبہ کی گنجائش بھی نہیں۔

اس لیے شریعت نے دعا کرنے کا طریقہ اور ادب یہ سکھایا کہ جب تم اپنے کسی مقصد، اپنی کسی حاجت اور اپنی کسی غرض کے لیے دعا مانگنے لگو تو اپنی دعا سے پہلے اور دعا کے بعد نبی کریم پر درود پڑھ لیا کرو..... اس لیے کہ

درود کا مقبول و منظور ہونا تو یقینی ہے ہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو جب تمہاری ، عرض ، درخواست اور تمہاری دُعا کے اوّل و آخر والی دعا قبول ہوگی تو میرے مولیٰ کی شانِ کریمی اور شانِ رحیمی کے خلاف ہے کہ پہلی اور آخری دعا تو قبول کرلے اور درمیانی دعا کو قبول نہ فرماتے ۔

نماز کے آخر میں دُعا سے پہلے

بندہ جب نماز پڑھ چکے تو دعا مانگنے سے پہلے نبی اکرمؐ پر درود پڑھے ۔

ایک صحابی کہتے ہیں کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی ، پھر دعا کرنے لگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَ ارْحَمْنِیْ اے اللہ ! مجھے معاف کر دے اور مجھ پر رحم فرما ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دعا سُن کر فرمایا عَجِلْتَ اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اے نمازی تم نے دعا مانگتے ہوتے جلد بازی سے کام لیا ہے ۔

صحیح طریقہ دعا مانگنے کا یہ ہے کہ ۔ ۔ ۔

فَاِذَا صَلَّیْتَ فَقَعَدْتَ فَاحْمَدِ اللّٰہَ بِمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَ صَلِّ عَلَیَّ ثُمَّ ادْعُہٗ

جب تم نماز پڑھ چکو تو بیٹھو ، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ، اسکی تعریف و توصیف کرو ، پھر مجھ پر درود پڑھو ، پھر اپنے مقصد کے لیے دعا مانگو ۔

راوی کہتا ہے ، پھر ایک اور شخص آیا اس نے نماز ادا کی ۔ ۔ ۔ ۔

فَحَمِدَ اللّٰہَ وَصَلّٰی عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو خطاب کرتے ہوتے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اَیُّھَا الْمُصَلِّیْ اُدْعُ تُجَبْ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اے نمازی اب دعا مانگ تیری

دعا قبول کی جائے گی۔ (ترمذی، ابوداؤد، مشکوٰۃ ص۸۶)

ابنِ مسعودؓ کا عمل اور نبی کریمؐ کی تائید

مشہور صحابی سیدنا عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں کہ ایک جگہ پر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ کے ساتھ سیدنا صدیقِ اکبرؓ اور سیدنا فاروقِ اعظمؓ بھی موجود تھے۔ میں نماز میں مشغول تھا جب میں نماز سے فارغ ہوا تو بَدَأْتُ بِالثَّنَاءِ عَلَى اللّٰهِ تَعَالٰى ثُمَّ بِالصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ دَعَوْتُ لِنَفْسِيْ ۔ ۔ ۔ ۔ سب سے پہلے میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا پھر میں نے اپنے لیے دعا مانگی۔

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سَلْ تُعْطَهْ ، سَلْ تُعْطَهْ اب مانگ تجھے عطا کیا جائے گا، اب مانگ تجھے عطا کیا جائے گا۔

ترمذی، مشکوٰۃ ص۸۷

درود نہ پڑھنے پر وعید

اب تک آپ نے جو سنا اس کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ درود افضل ترین عمل اور بہترین نیکی ہے جس کے پڑھنے پر نیکیاں عطا ہوتی ہیں اور گناہ جھڑتے ہیں اور یہ ایسا عمل ہے جو ہمیشہ مقبول ہوتا ہے کبھی بھی نامقبول نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ ۔ اس لیے ایک مسلمان کو چاہیے کہ اپنے مشفق و مہربان پیغمبر کا نام جب بھی سُنے تو بے ساختہ اس کی زبان درود کے وظیفہ سے سرشار ہو جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اب آیئے حدیث کے آئینہ میں دیکھتے ہیں کہ جو بدنصیب اپنے مشفق پیغمبر کا تذکرہ سن کر درود نہیں پڑھتا شریعت اسے کن الفاظ کے ساتھ یاد کرتی ہے

درود نہ پڑھنے والے کیلئے ہلاکت کی بددعا

ایک دفعہ امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لیے تشریف لائے، جس وقت منبر کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: "آمین" دوسری سیڑھی پر قدم رکھا تو آپ کی زبان سے نکلا، "آمین" جس وقت تیسری سیڑھی پر پاؤں رکھا پھر فرمایا "آمین"

جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے اور منبر سے نیچے تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ نے پوچھا۔

يَا رَسُوْلَ اللهِ لَقَدْ سَمِعْنَا مِنْكَ الْيَوْمَ شَيْئًا مَاكُنَّا نَسْمَعُهُ ۔ یارسول اللہ! ہم نے آج آپ سے منبر پر چڑھتے ہوئے ایسی بات سُنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سُنی . . . . . آپ نے منبر پر چڑھتے ہوئے تین مرتبہ آمین کہی ہے اس کی وجہ اور سبب کیا ہے؟

امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے اس سوال کے جواب میں فرمایا۔ "میں جب منبر کے قریب ہوا تو جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے انہوں نے تین دعائیں (جو حقیقت میں بددعائیں تھیں) کیں۔ میں نے جبریل کی ان بددعاؤں پر آمین کہی ہے۔

(ذرا سوچیئے مسجد نبوی جیسا مقدس مقام ہو، جمعۃ المبارک کا عظیم دن ہو، خطبۂ جمعہ مقبولیتِ دعا کا وقت ہو، دعا کرنے والا سید الملائکہ ہو اور آمین کہنے والا سید الاولین والآخرین ہو، پھر اس دعا کی قبولیت میں کوئی شک رہ جاتا ہے)

میں نے منبر پر قدم رکھا تو جبریل امین نے کہا بَعُدَ مَنْ اَدْرَكَ رَمَضَانَ فَلَمْ يُغْفَرْلَهُ ہلاک اور ذلیل ہو وہ شخص جس نے رمضان

کا مبارک مہینہ پایا اور پھر بھی اپنی مغفرت نہ کرا سکا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں کہ رمضان المبارک میں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت و مغفرت کا سمندر کناروں سے باہر نکل جاتا ہے اور اللہ کی رحمت بندوں کو بخشنے کے بہانے ڈھونڈتی ہے۔

جبریل امین نے بددعا کی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔

دوسری بددعا یہ کی کہ بَعُدَ مَنْ ذُكِرْتَ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْكَ (مستدرک حاکم)

اس شخص کے لیے بھی ہلاکت ہو جس کے سامنے آپ کا ذکر کیا جائے پھر وہ آپ پر درود نہ پڑھے ۔ ۔ ۔ تیسری بددعا جبریل امین نے یہ کی کہ ہلاک و برباد ہو جائے وہ شخص جس کے سامنے اسکے والدین یا ان میں سے ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائے اور وہ شخص ان کی خدمت کر کے اپنے آپ کو جنت کا حقدار نہ بنا سکے۔

بخیل کون ہے

ہمارے معاشرہ میں بلکہ ہر قوم کے معاشرہ میں بخیل آدمی کو نفرت و حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ ہر شخص بخیل کو گھٹیا آدمی سمجھتا ہے۔ بخیل شخص اللہ تعالیٰ کی رحمت (جنت سے) دور رہتا ہے وہ دوزخ کے قریب ہوتا ہے۔

مگر بخیل ہوتا کون ہے ؟ آیئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں کہ بخیل کون ہوتا ہے ۔ ارشاد ہوتا ہے ۔

اَلْبَخِيْلُ مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهٗ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ (ترمذی نسائی)

بخیل وہ شخص ہے کہ جس کے سامنے میرا ذکر ہوا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔

بدبختی نے انگوٹھے چومے درود سے محروم رہا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرا

نام سُن کر درود پڑھو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو شخص میرا نام سُن کر درود نہیں پڑھتا اس کے لیے جبریلِ امین نے بد دعا کی اور مَیں نے آمین کہی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جو میرا نام سُن کر درود نہیں پڑھتا وہ بخیل ہے جو جنّت سے دور اور دوزخ کے قریب ہے۔

مگر اللہ ربّ العزّت نے بدعتی شخص کو اس نعمت اور اس عمل سے محروم رکھا ہے ، وہ نبیِ اکرمؐ کا نام سن کر بجائے درود پڑھنے کے انگوٹھے چومنے لگتا ہے حالانکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسمِ گرامی سُن کر انگوٹھے چومنا نہ حدیث سے ثابت ہے، نہ سیرتِ رسول سے اسکا کوئی ثبوت ہے ۔

انگوٹھے چومنے کا کوئی ثبوت ہے

بخاری ، مسلم ، ترمذی ، ابنِ ماجہ ، ابوداوٗد اور نسائی اہلِ سنّت کی صحاح ستہ اس کے تذکرے سے خالی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک لاکھ سے زائد اصحابِ رسول میں سے کسی مستند روایت سے ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ کسی ایک صحابی نے یہ عمل کیا ہو ۔ تابعین اور تبع تابعین کا زمانہ اس سے یکسر خالی نظر آتا ہے ۔ چاروں اماموں میں کسی ایک امام کا مسلک یہ نہیں ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سُن کر انگوٹھے چومنے چاہئیں ۔

اہلِ بدعت نے من گھڑت روایت پر اسکی بنیاد استوار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ موضوع روایات پر عقائد کی عمارت بنانا کوئی اصلیت نہیں رکھتا ۔

درود و سلام حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح پہنچتا ہے ؟

سامعینِ گرامی قدر ! درود کے فضائل ، درود نہ پڑھنے پر وعیدیں ، درود پڑھنے کے خاص خاص مواقع اس پر مَیں روشنی ڈال چکا ہوں ۔ ۔ ۔

اب میں ایک بہت اہم اور ضروری مسئلے پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں . . . . . میں چاہوں گا کہ آپ میری اس بات کو . . . . . اور میری گذارشات کو بڑی توجہ اور غور سے سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اللہ تعالیٰ مجھے بات سمجھانے کی اور آپ کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین ۔

یہ درود جو ہم پڑھتے ہیں اور یہ سلام جو ہم نماز کے التحیات میں اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَکَاتُهٗ پڑھتے ہیں ، کیا یہ درود و سلام نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچتا ہے یا نہیں . . . ؟ اور اگر پہنچتا ہے تو اس کی نوعیت و کیفیت کیا ہے ؟ کیا ہر درود پڑھنے والے کا نام لے کر نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا جاتا ہے ؟ کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا اور فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر سلام پڑھا ۔

یہ بھی قابلِ غور نکتہ ہے کہ یہ درود اور سلام کا تحفہ جو وفات کے بعد پہنچتا ہے کیا یہ زندگی میں بھی پہنچتا تھا یا نہیں ۔ اور اگر زندگی میں بھی پڑھا گیا سلام اور درود آپ پر پہنچتا تھا اور یقیناً پہنچتا تھا تو جو کیفیت اور جو نوعیت زندگی میں درود و سلام کے پہنچنے کی تھی اسی کیفیت سے اب بھی پہنچتا ہے ۔ اگر زندگی میں

زندگی میں درود و سلام کس طرح پہنچتا تھا ؟

درود و سلام پڑھنے والے کا نام لے کر آپ کو اطلاع دی جاتی تھی تو اب بھی درود و سلام پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام لیکر اطلاع دی جاتی ہو گی اور اگر زندگی میں یہ طریقہ اور یہ کیفیت نہیں تھی تو بعد از وفات بھی یہ طریقہ اور یہ کیفیت نہیں . .

سیّدنا عثمان کا درود کس طرح پہنچا

اب ذرا دیکھئے اور انصاف کی آنکھ سے دیکھئے کہ زندگی میں نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کس طرح پہنچتا تھا۔

امیر المومنین، داماد نبی سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو صلح حدیبیہ کے موقع پر سفیر بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا گیا مشرکین مکہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو قید کر کے یہ افواہ اڑا دی کہ قَدْ قُتِلَ عُثْمَانُ ۔۔۔۔ کہ عثمان کو قتل کر دیا گیا ہے ۔۔۔۔۔ امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپؐ نے اس خبر کو سچا سمجھتے ہوئے وہاں موجود چودہ سو صحابہ رضوان اللہ اجمعین سے بیعت لی کہ جب تک عثمان کے خون کا بدلہ نہیں لیں گے یہاں سے واپس نہیں جائیں گے۔ اس بیعت کا تذکرہ قرآن مقدس کے اوراق میں ہوا۔

مگر بعد میں معلوم ہوا کہ یہ افواہ تھی اور خبر جھوٹی تھی، عثمان مکہ مکرمہ میں زندہ و سلامت تھے۔

اب آپ ہی فیصلہ کریں کہ سیدنا عثمان مکہ میں زندہ تھے، وہ وہاں پہ نماز لازماً پڑھتے ہوں گے اور نمازیں نبی اکرمؐ پر سلام بھی پڑھتے ہوں گے اور درود بھی پڑھتے ہوں گے ۔۔۔۔۔ اب اگر سلام اور درود پڑھنے والے کا نام لے کر نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پہنچتا تھا کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر سلام پڑھا اور درود بھیجا ہے تو جب سیدنا عثمان رضؓ کا درود و سلام پہنچتا تو آپ کو معلوم ہو جاتا کہ عثمان زندہ ہے اور دیکھو درود سلام پڑھ رہا ہے، آپ اپنے ساتھیوں کو بھی تسلی دیتے خصوصاً سیدنا عثمان رضؓ کے رشتہ داروں کو دلاسہ دیتے کہ غم نہ کرو میرا عثمان زندہ ہے، ابھی ابھی اس کا درود و سلام مجھ تک پہنچا ہے ۔۔۔ مگر یہاں تو عثمان کے خون کا

بدلہ لینے کے لیے بیعت ہو رہی ہے ، آپ کو پورا یقین ہو گیا تھا کہ عثمانؓ کو مشرکینِ مکہ نے شہید کر دیا ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ زندگی میں بھی آپ پر درود و سلام پہنچتا تھا مگر اس طرح نہیں کہ آپ کو بتلایا جاتا کہ فلاں کے بیٹے فلاں نے آپ پر درود پڑھا ۔ ..... اسی طرح بعداز وفات بھی آپ پر درود و سلام پہنچتا ہے مگر اس طرح نہیں کہ آپ کو نام لے کر بتایا جاتا ہو ۔

ایک اور واقعہ سُنیئے اسی طرح حدیث میں ایک اور واقعہ موجود ہے کہ مسجد نبوی میں جھاڑو دینے والی عورت یا مسجد نبوی کا خادم فوت ہو گیا ، صحابہ کرام نے معمولی واقعہ سمجھتے ہوئے جنازہ پڑھ کر دفن کر دیا .... نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب وہ جوان نظر نہ آیا تو صحابہ سے پوچھا ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ! اس کا انتقال ہو گیا تھا اور ہم نے دفن کر دیا ہے ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دُلُّوْنِیْ عَلٰی قَبْرِہٖ مجھے بتاؤ ! اس کی قبر کہاں ہے ؟ مَیں اس کا جنازہ پڑھنا چاہتا ہوں اور اس کی مغفرت کی دعا کرنا چاہتا ہوں ..... بتلایئے ! اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نام لے کر اطلاع دی جاتی ہوتی کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے تو جس رات اس عورت کا یا اس نوجوان کا انتقال ہوا تھا ، اسی صبح کو جب اس کا درود نہیں پہنچا تو آپ کو معلوم ہو جانا چاہیئے تھا کہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں ..... اگر موجود ہوتے تو یقیناً صبح کی نماز ادا کرتے اور صبح کی نماز ادا کرتے تو ان کا پڑھا ہوا سلام اور درود ضرور حضورؐ تک پہنچتا ۔ اس واقعہ سے بھی معلوم ہوا کہ درود و سلام پڑھنے والے کا نام لے کر آپؐ کو

اطلاع نہیں دی جاتی۔

ستر صحابہؓ کی شہادت کا واقعہ

ایک اور واقعہ سماعت فرمایئے امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس عرب کے بعض قبائل کے لوگ آئے اور کلمہ پڑھ لیا ... کہنے لگے کہ ہمارے ساتھ کچھ قراء اور علماء بھیجئے تاکہ وہ ہمارے قبیلے کے لوگوں میں تبلیغ کریں اور انہیں اسلام کے احکام سکھائیں۔ نبیؐ کریم نے انہیں مخلص مومن سمجھتے ہوتے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے ساتھ ستر صحابہ کرام کو روانہ فرمادیا ..... یہ لوگ جب بئر معونہ کے مقام پر پہنچے تو اُن ظالموں نے اِن بے گناہ مظلوموں کو انتہائی بے دردی اور سفاکی سے قتل کر دیا، صرف ایک صحابی کعب بن زید رضی اللہ عنہٗ زندہ بچے۔

ایک مہینہ تک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس المناک اور دردناک واقعہ اور حادثہ کا علم نہ ہو سکا۔ ایک مہینے کے بعد جبریلِ امین علیہ السلام نے آپ کو اس واقعہ کی اطلاع دی کہ آپ کے ساتھی جامِ شہادت نوش فرما کر اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش ہے (بخاری)

اس واقعہ سے جہاں یہ حقیقت واضح ہوئی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نہ عالم الغیب تھے اور نہ حاضر و ناظر ورنہ آپ ان غداروں کے دھوکہ میں کبھی نہ آتے اور جان سے پیارے صحابہ کو ان کے ساتھ نہ بھیجتے .... وہاں اس واقعہ سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ اگر نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی میں درود پڑھنے والے کا نام لے کر درود پیش کیا جاتا تھا تو ان ستر صحابہ کا جب درود نہیں پہنچ رہا تھا تو آپ کو معلوم ہو جانا چاہیئے تھا کہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں رہے اگر موجود ہوتے تو یقیناً نماز ادا کرتے

اور نماز پڑھتے تو اسمیں سلام بھی پڑھتے اور درود بھی . . . . . تو جب سلام اور درود نہیں پہنچا تو معلوم ہو جاتا کہ وہ اس دنیا میں موجود نہیں رہے ہیے ۔

خلاصۂ گفتگو ان واقعات سے معلوم ہوا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر زندگی میں بھی درود و سلام پہنچتا تھا مگر اس طرح نہیں کہ سلام پڑھنے اور درود پڑھنے والے کا نام لے کر آپ کو اطلاع دی جاتی ہو . . . . . ورنہ تاریخِ اسلام کے کئی اہم واقعات افسانہ اور ڈرامہ بن جائیں گے ۔

اب بھی درود و سلام پہنچتا ہے ۔ اب بعداز وفات بھی درود وسلام پہنچتا ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح عام لوگوں کا خیال ہے کہ جب بھی دنیا کے کسی حصہ اور کسی خطہ میں کوئی شخص درود پڑھتا ہے تو فرشتے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیتے ہیں کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود پڑھا ہے ۔

اس بات کو تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ ہر درود پڑھنے والے کا نام آپ کو بتایا جاتا ہو ، اس لیے کہ ایک منٹ میں لاکھوں انسان درود شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں ! اور دن رات میں کوئی منٹ ایسا نہیں گزرتا جسمیں درود نہ پڑھا جا رہا ہو ، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ان لاکھوں درود پڑھنے والوں میں سے ایک ایک کے نام کا تذکرہ آپ کے سامنے ہو اور آپ ایک ایک آدمی کا نام سن بھی لیں اور جواب بھی دے دیں . . . . . اگر یہ عقیدہ صحیح ہے تو پھر تسلیم کرو کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو دن رات میں سوائے درود پڑھنے والوں کے نام سننے کے اور کوئی کام اور مصروفیت نہیں ہے ۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ اس نظریہ کے قائل ہیں کہ آپ کو درود

پڑھنے والے کے متعلق اطلاع دی جاتی ہے وہ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ نبیؐ اکرم اپنی اسی زمینی قبر میں نماز بھی پڑھتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ تو آپؐ درود سُن رہے ہیں اور جواب دے رہے ہیں، پھر نماز کس وقت میں پڑھتے ہیں ..... آئیے اب میں بتاتا ہوں کہ درود و سلام پہنچنے کا مطلب اور مفہوم کیا ہے؟ میں کیا بتاؤں گا۔

درود و سلام پہنچنے کی حقیقت کیا ہے

..... میری حیثیت کیا ہے جو لب کشائی کروں۔

میں تو علماؒ کا خوشہ چین ہوں۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ (باب الاذکار وما یتعلق بہا) میں ایک طویل عبارت کے ساتھ ان احادیث کی (جن میں صلوٰۃ وسلام پہنچاتے جانے کا تذکرہ ہے) تاویل کی ہے کہ ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ:

درود پڑھنے والے کی دُعا امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں مقبول ہوتی ہے اور درود پڑھنے والے کو اجر وثواب ملتا ہے۔

عباد اللہ الصّالحین کو سلام کیسے پہنچتا ہے؟

جس طرح تشہد میں عباد اللہ الصالحین پر سلام پڑھا جاتا ہے ..... امامُ الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

قُولُوا السَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ فَاِنَّكُمْ اِذَا قُلْتُمْ ذٰلِكَ اَصَابَتْ كُلَّ عَبْدٍ صَالِحٍ فِي السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ۔

(نسائی صـ۱۹۱، بخاری، مسلم باب التشہد)

تشہد میں پڑھا کرو "السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین"، جب تم

اللہ کے نیک بندوں پر سلام پڑھو گے تو وہ ہر صالح بندے کو پہنچ جاتا ہے چاہے وہ زمین میں رہتا ہے یا آسمانوں میں۔

اب بتلایئے حدیث میں آتا ہے جب تشہد میں کوئی نمازی اَلسَّلَامُ علینا وعلیٰ عباداللہ الصالحین پڑھتا ہے تو اس کا یہ پڑھا ہوا سلام زمین و آسمان میں رہنے والے ہر صالح بندے کو پہنچتا ہے۔ اب اس سلام کے پہنچنے کا کیا مطلب ہے؟ ساتھ بیٹھے ہوئے نمازی کو بھی پتہ نہیں اور نہ کسی بندے کو بتایا جاتا ہے کہ فلاں بن فلاں نے تجھ پر سلام پڑھا ہے۔

اس سلام کے پہنچنے کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص تشہد میں سلام پڑھتا ہے تو دنیا کے سب صالح بندوں کے حق میں اس کی دعا مقبول ہو جاتی ہے

یہی مطلب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پہنچنے کا بھی ہے۔ کہ درود پڑھنے والے کی دعا نبیٔ اکرمؐ کے حق میں مقبول ہو جاتی ہے اور آپ کے درجات بلند سے بلند تر، اعلیٰ سے اعلیٰ ترین ہو جاتے ہیں اور درود پڑھنے والے کا دامن نیکیوں سے بھر جاتا ہے۔

اسی کے ساتھ اس روایت کے متعلق بھی گفتگو کرنا چاہتا ہوں کہ جس کے آخری حصہ میں کہا گیا ہے کہ دُور سے درود پڑھا جائے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے۔

مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ الخ کی حقیقت

دور سے درود پڑھا جائے تو مجھے پہنچایا جاتا ہے ..

اور اس کے پہلے حصہ میں کہا گیا مَنْ صَلَّی عَلَیَّ عِنْدَ قَبْرِیْ سَمِعْتُہٗ نبیٔ اکرم صلی اللہ عَلَیہِ وَسَلَّم نے فرمایا جس شخص نے میری قبر کے قریب درود پڑھا تو میں خود سنوں گا۔

اس حدیث کا نہ کوئی سر ہے نہ پیر . . . . تمام محدثین نے اس

روایت کو رد کیا ہے ۔ امام عقیلیؒ نے اس روایت کو تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے
لَا اَصْلَ لَہٗ کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں، یہ بے اصل اور بے بنیاد ہے
سنیئے اور غور سے سنیئے ۔ میری بات کو پلے باندھ لیجیے، جو میں کہہ رہا
ہوں اسے یاد کر لیجیے، پھر دنیا کا کوئی مُلاں تمھیں دھوکہ میں اور فریب میں
مبتلا نہیں کر سکے گا . . . . . اس روایت پر اپنے بودے عقیدے کی بنیاد
رکھتے ہو . . . . . کیا تم نہیں جانتے کہ اس روایت میں ایک راوی ہے
محمد بن مروان اور وہ اس کو روایت کرنے میں اکیلا ہے . . . . . اور اس
شریف آدمی کو تمام محدثین نے کذاب اور وضاع (حدیثیں گھڑنے والا)
کہا ہے ۔ امام نسائی نے فرمایا محمد بن مروان متروک الحدیث ہے ۔
صالح کہتے ہیں یہ وضّاع (حدیثیں گھڑنے والا) ہے ۔ ابنِ حبان
کہتے ہیں کہ محمد بن مروان ان لوگوں میں سے ہے جو موضوع روایات بیان
کرتے ہیں ۔ ابنِ نمیر کہتے ہیں محمد بن مروان کذاب ہے !

یہ محمد بن مروان وہی رافضی ہے جو کلبی کی شہرت سے مشہور
ہے، اسی نے تفسیر ابنِ عباس وضع کی ہے ۔

حضرات گرامی ! سُن لیا آپ نے . . . . . . اب جو لوگ اپنے
عقیدہ کی بنیاد ان روایات پر رکھتے ہیں جو قرآن و سنّت کے صریح
خلاف اور ان کے راوی کذاب بلکہ اکذب الناس، وضاع قسم کے
ہوں ایسے لوگوں کی قسمت کا ماتم ہی کیا جا سکتا ہے ۔ ایسے بودے
دلائل رکھنے والے لوگ اشاعت التوحید والوں پر طعن کریں کہ ان کے
عقائد توحید و سنّت کے مطابق نہیں ہیں . . . . . ایسے غلط عقائد رکھنے
والے لوگ ہمیں معتزلہ اور دیوبندیت سے خارج کے فتوے دیں . . .

تعجب کی بات ہے . . . . . حالانکہ ہمارے پاس اپنے موقف اور اپنے صحیح عقیدے پر مضبوط اور وزنی دلائل موجود ہیں۔ ہماری تائید اللہ کا قرآن کرتا ہے۔ ہمارے پاس اپنے موقف کے لیے احادیثِ مبارکہ ہیں، علماء کے اقوال ہیں، علماءِ دیوبند کے ارشادات ہیں . . . . .
ہم نے محمد بن مروان، زاذان اور ابوالبختری جیسے کذاب اور وضاع راویوں کا سہارا نہیں لیا ہوا۔ ہماری تائید میں ابوالبختری، محمد بن مروان اور زاذان نہیں، ربّ کا قرآن ہے . . . . یہ کذاب راوی اور یہ من گھڑت روایات تمھیں مبارک ہوں۔ ع

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم
چوں غلام آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم

یہ امت روایات میں کھو گئی
حقیقت خرافات میں کھو گئی

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ کی تفسیر

سامعینِ گرامی! دو باتیں آپ کے سامنے بیان کر چکا ہوں ایک درود کی فضیلت اور درود پڑھنے والے کو ملنے والا اجر و ثواب اور دوسری بات کہ درود پہنچتا ہے تو اس کی نوعیت اور حقیقت کیا ہے۔

اب اس آیت کی تفسیر اور ترجمہ کرنا چاہتا ہوں جو آیت میں نے خطبہ میں تلاوت کی ہے اور جس میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھنے کا حکم ہوا ہے۔

لیکن آیت کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے ذرا اس کا پس منظر بیان

کرنا چاہتا ہوں کہ کن حالات اور کس موقع پر یہ آیت اتری ہے ۔

نبیِؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام تھے زیدؓ بن حارثہ ۔ ۔ ۔ آپ نے انہیں اپنا بیٹا بنایا ہوا تھا ، ان کی شادی آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کے ساتھ کر دی ۔ ان کا نباہ نہ ہو سکا تو زیدؓ نے انہیں طلاق دے دی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ کا خیال تھا کہ زینبؓ کی دلجوئی اس میں ہے کہ میں اس کے ساتھ نکاح کر لوں اور وہ امہات المومنین کے زمرے میں شامل ہو جائے مگر رکاوٹ تھی کہ زید آپؐ کا منہ بولا بیٹا تھا اور اس معاشرہ میں منہ بولا بیٹا حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھا جاتا تھا ۔ جس طرح حقیقی بیٹے کی بیوی سے نکاح جائز نہیں تھا اسی طرح وہ لوگ منہ بولے بیٹے کی بیوی سے بھی نکاح کرنا حرام سمجھتے ۔ آپؐ دل میں خوف محسوس کرتے کہ اگر میں نے زینبؓ سے نکاح کر لیا تو مخالفین پروپیگنڈہ کریں گے کریں گے کہ دیکھو جی ! اپنے آپ کو پیغمبر کہلاتے ہیں اور اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے ۔ ۔ ۔ چنانچہ اللہ نے فرمایا کہ میرے پیغمبر یہ منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹوں کی طرح سمجھنا اور اس کی بیوی سے نکاح نہ کرنا رسمِ مشرکین ہے اور آپ کے بعد چونکہ پیغمبر کوئی نہیں آنا ، آپ خاتم النبیین ہیں اس لیے یہ بری رسم ہم نے آپ کے ہاتھ سے ختم کرنی ہے ۔

پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پوری جرأت و استقامت کے ساتھ اس بری رسم کو توڑتے ہوئے زینبؓ سے نکاح کر لیا ۔ ۔ ۔ ۔ مخالفین نے ، یہودیوں نے اور منافقین نے طوفان بدتمیزی کھڑا کیا ، مخالفانہ پروپیگنڈے شروع ہوتے مگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم پوری جرأت ، استقامت اور استقلال سے ڈٹے رہے ، رسمِ بد کو

2

توڑا، تبلیغ کا حق ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ... بیشک اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول پر ..... یعنی اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سامنے اپنے نبی کو خراجِ تحسین پیش کیا اور فرشتوں کے سامنے آپ کی مدح وثنا کی اور آپ کی عظمت کا اظہار فرمایا اور پھر آپ کی قدر و منزلت سے بندوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اے ایمان والو! اپنے نبی کی قدر و منزلت کو پہچانو اور ان کو خراجِ تحسین پیش کرو۔

یہ تفسیر رئیس المفسرین، امام الموحدین مولانا حسین علی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔

اس آیت میں درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف، پھر فرشتوں کی طرف اور آخر میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے نبی پر درود و سلام بھیجو۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عجیب انداز اپنایا ہے، پہلے اپنے درود بھیجنے کا تذکرہ کیا پھر ایمان والو کو حکم دیا ..... یہ بتانا چاہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے درود کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ ان پر تو پہلے ہی اللہ رب العزت رحمتیں نازل فرما رہا ہے۔ .....

ہاں درود پڑھنے میں تمھاری اپنی بھلائی اور اپنی بہتری ہے۔

دوسری بات جو اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہو رہی ہے وہ بڑی پرکیف اور عجیب ہے ..... دیکھئے قرآنِ مقدس نے بہت سے

احکام بیان فرماتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، قربانی وغیرہ مگر کسی عمل کے بارے میں یہ نہیں فرمایا کہ ایمان والو! میں بھی یہ عمل کرتا ہوں، تم بھی یہ عمل کرو۔

تمام عمل ہم بجالاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے کرنے سے پاک ہے ۔ ۔ ۔
نماز ہم پڑھتے ہیں، اللہ تعالیٰ نماز پڑھنے سے پاک ہے۔ سجدہ ہم کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سجدہ کرنے سے پاک ہے۔ زکوٰۃ ہم دیتے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے۔ ہمیں قربانی دینے کا حکم ہے، خود قربانی دینے سے پاک ہے ہمیں حج کرنے کا حکم ہے، خود حج کرنے سے پاک ہے۔

غرضیکہ تمام عبادتیں ہم کرتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسا کوئی عمل نہیں جس میں بندے کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی شامل اور شریک ہو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر یہ اعزاز اور یہ فضیلت، یہ شرف اور یہ مرتبہ اور یہ مقام صرف درود ہی کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے درود کی نسبت سب سے پہلے اپنی طرف کی کہ یہ عمل میں پہلے سے کر رہا ہوں، پھر مومنین کو حکم دیا کہ اللہ اور اس کے فرشتے آخری نبی پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو تم بھی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجو۔

اس سے بڑھ کر درود کی اور کیا فضیلت ہوگی کہ اس عمل میں ایمان والوں کے ساتھ اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے بھی شریک ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

عربی گرامر سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ آیت کو إِنَّ کے حرف کے ساتھ شروع کیا گیا ہے جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے ۔ ۔ ۔

پھر یُصَلُّوْنَ مضارع کا صیغہ استعمال کیا گیا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے . . . . . معنیٰ یہ ہوگا یہ یقینی اور پختہ بات ہے کہ اللہ رب العزت اور اس کے فرشتے ہمیشہ رحمتیں بھیجتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی پر . . . . ہاں رحمتیں برسانے کا یہ سلسلہ کبھی رکتا اور کبھی ختم نہیں ہوتا نہ ہوگا۔

آیت کے مفہوم کی مزید تشریح

اس آیت کریمہ میں درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوئی، پھر ملائکہ کی طرف اور آخر میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا کہ اپنے مشفق پیغمبر پر درود پڑھو . . . . سمجھانا یہ چاہتا ہوں کہ درود کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہوگا تو معنیٰ اور ہوگا . . . . فرشتوں کی طرف نسبت ہوگی تو معنیٰ اور ہوگا اور مومنین کی طرف نسبت ہوگی تو معنیٰ الگ ہوگا۔

جب نسبت درود کی اللہ کی طرف ہو

جب صلوٰۃ یعنی درود کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ ربّ العزت فرشتوں کی بھری محفل میں اپنے پیارے پیغمبر کی مدح و ثنا اور تعریف و توصیف کرتا ہے۔

بخاری میں ابو لبابہ کا قول موجود ہے۔

فَهِيَ مِنْهُ عَزَّ وَجَلَّ ثَنَاءٌ عَلَيْهِ عِنْدَ الْمَلَائِكَةِ وَتَعْظِيْمُهٗ

درود کی نسبت اللہ کی طرف ہو تو اس کا مطلب ہے فرشتوں کے سامنے اپنے پیغمبر کی ثنا تعریف اور عظمت کا اظہار کرنا۔

علامہ آلوسی نے مزید وضاحت کی

صاحبِ روح المعانی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسکی تشریح کرتے ہوتے فرمایا۔

وَتَعْظِيْمُهٗ تَعَالٰى اِيَّاهُ فِى الدُّنْيَا بِاِعْلَاءِ ذِكْرِهٖ ......

اللہ تعالیٰ کے درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعلان کرے، بایں طور کہ دنیا میں آپ کے ذکر کو بلند کردے۔ وَاِظْهَارُ دِيْنِهٖ آپ کے دین کو غلبہ عطا فرمائے وَاِبْقَاءُ الْعَمَلِ بِشَرِيْعَتِهٖ اور آپ کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے آپ کی عزت و شان اس دنیا میں بڑھاتا رہے اور آخرت میں عظمت کا اعلان اس طرح ہوگا کہ آپ کو مقامِ شفاعت عطا ہوگا اور آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مقامِ محمود پر فائز کرکے اولین و آخرین پر آپ کی بزرگی و فضیلت ظاہر کردی جائے گی۔

درود کی نسبت جب فرشتوں کی طرف ہوگی تو معنی ہوگا اَلدُّعَاءُ وَالْاِسْتِغْفَارُ کہ فرشتے اللہ کے دربار میں دعا کرتے ہیں کہ مولا اپنے پیارے پیغمبر کے درجات بلند فرما اور ان کو اعلیٰ ترین مقامات عطا فرما اور ان پر اپنی رحمتیں اتار۔

اسی طرح جب درود کی نسبت مومنین کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوگا اَلدُّعَاءُ وَالتَّعْظِيْمُ اپنے پیغمبر کی بلندیِ درجات کی دعا کیا کرو اور ان کی عظمت کا اظہار اور ان کی مدح و ثنا کیا کرو، اپنے پیغمبر کے کمالات کو بیان کیا کرو، اپنے پیغمبر کے لیے دعا کیا کرو کہ اللہ ان کے دین کو غالب کردے اور ان کی شریعت کو باقی رکھ کر ان کی شان بلند سے بلند تر

فرماتے۔ (لسان العرب ابن منظور)

اللہ رب العزت نے ہمیں حکم دیا کہ اے ایمان والو! تم اپنے پیغمبر پر درود بھیجو۔ ہم نے اس حکم کی تعمیل کرتے ہوئے جب درود بھیجا تو اس طرح نہیں کہا . . . . اُصَلِّیْ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہ میں درود بھیجتا ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر . . . . . بلکہ ہم نے کہا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اے مولا کریم! تیرے محبوب پیغمبر کی پاک ذات میں کوئی عیب نہیں ہے۔ آپ نے انہیں عیب اور ہر نقص سے پاک پیدا فرمایا ہے اور ہم سراپا عیب و نقائص ہیں . . . . . وہ معصوم اور ہم سراپا خطا کار . . . . .

پس جس شخص میں عیب ہی عیب ہوں اور جو گناہوں کی دلدل میں پھنسا ہوا ہو وہ ایسے شخص کی کیا مدحت کرے اور کیا ثنا کرے جو پاک ہے، مقدس ہے، معصوم ہے اور طاہر ہے . . . . . ہم نہ شانِ رسالت کو کما حقہ سمجھ سکتے ہیں اور نہ اس کا حق ادا کر سکتے ہیں اس لیے ہم اعترافِ عجز کرتے ہوئے تجھ ہی سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری طرف سے تو ہی ہمارے بے عیب پیغمبر پر درود بھیج کیونکہ تو ہی کما حقہ ان کے مقام و مرتبہ کو جانتا ہے۔

آیتِ کریمہ میں دو حکم صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

اے ایمان والو! اپنے پیغمبر پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔ دو حکم ہیں۔ درود اور سلام . . . . . . اہلِ بدعت کہتے ہیں کہ آیۃ میں دو حکم ہیں۔ صَلُّوْا وَسَلِّمُوْا . . . . . اور یہ دونوں باتیں ہمارے درود میں پائی جاتی ہیں۔ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَسَلَّمَ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اس لیے یہ درود جو ہم پڑھتے ہیں یہ افضل اور

قرآنی منشا کے مطابق ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا؟

آیئے دیکھتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو صحابہ کرام نے اس کا مفہوم کیا سمجھا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا سمجھایا۔ آیت کی جو تفسیر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیں اس کے بعد دوسری کسی تفسیر کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت صحابہ کرام نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ! اس آیت کریمہ میں اللہ رب العزت نے دو حکم دیتے ہیں۔۔۔ میرے نبی پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔۔۔ یارسول اللہ! فَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَلَّمَنَا كَيْفَ نُسَلِّمُ عَلَيْكَ بے شک اللہ تعالیٰ نے یہ تو ہم کو بتا دیا کہ ہم آپ پر سلام کس طرح پڑھیں (یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ نے ہمیں سکھا دیا کہ ہم ہر نماز کے تشہد میں اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ کہہ کر آپ پر سلام بھیجا کریں۔

كَيْفَ نُصَلِّيْ عَلَيْكَ اب آپ ہمیں یہ بھی بتا دیجئے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود) کیسے بھیجا کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے اس سوال کے جواب میں وہی درود سکھایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

(بخاری ومسلم)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درودِ ابراہیمی کو پسند فرمایا

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آیت میں جو دو حکم ہیں سلام اور درود ...... اس میں سلام سے مُراد وہ سلام ہے جو ہر نمازی تشہد میں پڑھتا ہے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ اور درود سے مراد وہ درود ہے جو نماز میں پڑھنے کا حکم ہے ...... دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے درودِ ابراہیمی کو پسند فرمایا جس میں آل کا تذکرہ بھی ہے اور برکات کا ذکر بھی اور سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ذکرِ خیر بھی۔ وہ الفاظ جو درود کی شکل میں اہلِ بدعت نے ایجاد کیے وہ درود نہیں ہے۔ نہ اسمیں اللہ سے درخواست، نہ آل کا ذکر نہ برکت کا تذکرہ ...... یہ درود مدینہ کی نہیں، لائل پور فیصل آباد کی ایجاد ہے۔ اگر اہلِ بدعت کے ایجاد کردہ الفاظ درود ہیں تو پھر نماز میں تشہد کے بعد پڑھ کے دکھائیں یہ درود جو تم پڑھتے ہو کیا اس کا ثبوت نبیؐ اکرمؐ سے ہے؟ امام الانبیاءؐ نے یہ درود پڑھنے کا حکم دیا؟ اصحابِ رسولؐ میں سے کس صحابی نے درود کے یہ الفاظ ادا کیے؟ کسی تابعی یا کسی امام سے اس کا ثبوت ہے؟ ... بھر اہلِ بدعت نے بناوٹی درود کو کورس کی شکل میں گا گا کر پڑھنا شروع کیا ...... سلام پڑھنے کے لیے حلقے بنائے جانے لگے، جمعہ کے دن نماز کے بعد حضورؐ کو حاضر ناظر جان کر ...... مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام پڑھنے کی بدعت ایجاد کی گئی ...... اصل سلام کی بجائے اردو کا بناوٹی سلام ایجاد کیا گیا اور اصل درود (جو نبیؐ اکرمؐ کے پسندیدہ الفاظ پر مشتمل ہے) کے بجائے اپنی طرف سے درود گھڑے گئے

درودتاج گھڑلیا، کسی نے درود لکھی گھڑلیا، پھران کے فضائل بھی خود گھڑلیے
حالاں کہ ان کے الفاظ حضور اکرمؐ سے منقول نہیں بلکہ بعض بنے ہوئے
درودوں میں تو شرکیہ الفاظ تک شامل ہیں۔

اذان کے اوّل و آخر درود و سلام

پھر ظلم بالائے ظلم یہ کہ اپنے ایجاد کردہ صلوٰۃ وسلام کو

اذان کا حصّہ بنادیا گیا اور اذان کے اوّل و آخر الصّلوٰۃ والسّلام علیک
یارسول اللہ کا پڑھنا لازمی قرار پایا ہے۔ اگر کوئی یہ طریقہ اختیار نہیں کرتا تو
اسے گستاخ رسول اور درود کا منکر کہا جاتا ہے، حالاں کہ یہ حقیقت
ناقابلِ تردید ہے کہ اذان کے اوّل و آخر درود کے بلند آواز سے پڑھنے کا رواج
نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نہ اصحابِ رسولؐ کے
مبارک عہد میں۔۔۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ تقریباً دس سال
تک نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے رہے بلالؓ سے
بڑا عاشقِ رسول کون ہے؟ ان کی اذان احادیث کی کتب میں موجود
ہے مگر یہ طریقہ کہیں نظر نہیں آتا کہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دینے
سے پہلے یا اذان دینے کے بعد الصّلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ پڑھا ہو
خلفائے راشدین کے دورِ حکومت میں اذان ہوتی رہی مگر اس نیکی کا انہیں
علم نہ ہوسکا کہ اذان سے اوّل و آخر درود شریف بھی پڑھنا ہے۔

ایک صدی تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام
زندہ رہے مگر دنیا کا کوئی مولوی ثابت نہیں کرسکتا کہ کسی ایک صحابی نے بھی
اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بلند آواز سے درود وسلام پڑھا ہو۔

تابعین کا مبارک دور گذرا، تبع تابعین کا زمانہ بیت گیا، آئمہ مجتہدین

دنیا میں رہے۔ ان کے زمانہ میں اذان ہوتی رہی مگر اس بدعت کا دور دور تک نشان نہیں ملتا۔

امام ابوحنیفہؒ ہیں۔ امام مالکؒ ہیں، امام شافعیؒ ہیں، امام احمد بن حنبلؒ ہیں۔ امام بخاریؒ ہیں، امام مسلمؒ ہیں، امام ترمذیؒ ہیں۔ امام ابوداؤدؒ ہیں، امام نسائیؒ ہیں، امام محمدؒ ہیں، امام ابویوسفؒ ہیں۔ امام زفرؒ ہیں۔ یہ بڑے بڑے امام اور محدث اپنے اپنے زمانہ کے رہبر اور قائد تھے مگر ان کی زندگیوں میں اور ان کی اذانوں میں یہ مروجہ صلوٰۃ و سلام کہیں نہیں ملتا۔

اذان کے ساتھ بلند آواز سے درود ۷۹۱ھ کی ایجاد ہے۔

سامعینِ گرامی! آپ سن کر یقیناً حیران ہونگے کہ قرونِ اولیٰ کی مبارک صدیاں بلکہ پوری آٹھ صدیاں اذان سے اوّل و آخر صلوٰۃ و سلام کی بدعت سے خالی نظر آتی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ اس بدعت کی ایجاد ۷۹۱ھ میں مصر میں ہوئی۔ اس وقت رافضیوں کی حکومت تھی۔ ایک جاہل صوفی نے یہ طریقہ خواب میں دیکھا اور مصر کے ایک ظالم اور جاہل حاکم کے سامنے خود بیان کیا۔ چنانچہ اس حاکم نے قانوناً یہ بدعت جاری کر دی۔ تفصیل کے لیے دیکھئے (درِ مختار، تاریخ الخلفاء، سیوطی ص ۴۹۸)

پاکستان میں اس بدعت کا آغاز

ہمارے ملک میں بھی کچھ عرصہ سے بعض مساجد میں اہل بدعت نے اپنی مساجد کی پہچان کے لیے اس بدعت کو اذان کا حصہ بنالیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ بڑی عمر کے لوگوں سے پوچھ کر دیکھ لیں کہ جب تک

لاؤڈ اسپیکر عام نہیں ہوا تھا یہ لوگ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام نہیں پڑھتے تھے ..... شنید ہے کہ اب بھی بجلی بند ہو یا لاؤڈ اسپیکر خراب ہو تو اذان بغیر صلوٰۃ وسلام کے دی جاتی ہے .... لاؤڈ اسپیکر ہو تو پڑھتے ہیں ، لاؤڈ اسپیکر نہ ہو تو نہیں پڑھتے ۔ معلوم ہوتا ہے یہ یہ صلوٰۃ وسلام لاؤڈ اسپیکری صلوٰۃ وسلام ہے ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں نبوی اذان اور نبوی درود پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے ۔

درود و سلام سے شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے

سامعینِ گرامی! درود کا پڑھنا ایک عظیم عمل ہے ، جس کے پڑھنے پر اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ درود و سلام کے پڑھنے میں ایک خاص حکمت اور راز یہ بھی ہے کہ اس سے شرک کی رگ اور جڑ کٹ جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات میں سے انسان اشرف المخلوقات ہے اور انسانوں میں سے حضرات انبیاءِ کرام علیہم السلام سب سے اعلیٰ اور افضل ترین ہستیاں ہیں اور انبیا میں اعلیٰ ، اولیٰ ، اشرف ، افضل اور بہترین شخصیت حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے جو صرف نبی نہیں نبی الانبیاء ہیں ، جو صرف رسول نہیں امام المرسلین ہیں ، جو صرف نبی نہیں خاتم النبیین ہیں ۔ جو صاحبِ معراج بھی ہیں اور صاحبِ قرآن بھی ہیں ، حوضِ کوثر کے ساقی بھی ہیں اور روزِ محشر کے شافع بھی ، .... جب کائنات کی اس عظیم ہستی کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ ان پر درود وسلام بھیجو .... یعنی ان کے لیے دعا مانگو ، کہو کہ مولا! ہمارے پیغمبر پر رحمتیں نازل فرما اور ان پر سلامتی کی برکھا برسا ....

تو معلوم ہوا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بھی رحمت اور سلامتی کے لیے اللہ رب العزت کے محتاج ہیں ...... اور ایک امتی کو چاہیئے کہ اپنے پیغمبر کے لیئے سلامتی اور رحمت کی دعائیں کرے ...... آپ باوجود محبوب خدا ہونے کے اللہ کی سلامتی اور رحمت کے محتاج ہیں۔ رحمت وسلامتی خود ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اور جب کسی کو سلامتی عطا کرنا سرتاج انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں تو پھر مخلوق میں اور کون ہے کہ رحمت وسلامتی اس کے ہاتھ میں ہو اور یہی شرک کی جڑ اور بنیاد ہے کہ خیر وبرکت اور سلامتی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے قبضہ اور اختیار میں سمجھی جائے۔

ایک اور بات ذرا غور سے سنیئے کہ امام الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجنے کے اس حکم نے ہمیں سرتاج کائنات کا دعاگو بنا دیا۔ اس حکم نے ہمیں شفیع المذنبین کا دعاگو بنا دیا، اس حکم نے ہمیں سید المرسلین کا دعاگو بنا دیا اور جو شخص امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا دعاگو ہو وہ کسی دوسری مخلوق کا پرستار اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنے والا کیسے ہو سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔

آمین وما علینا الا البلاغ

بدعت کیا ہے؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ. اَمَّا بَعْدُ. فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰهِ وَخَیْرَ الْهَدْیِ هَدْیُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا وَکُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَکُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَکُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱) اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا. (سورہ مائدہ پ۶)

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا، اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی، اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کیا۔

(۲) مَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔

جو چیز تم کو رسول دے اس کو لے لو۔ اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز آجاؤ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ (بخاری ومسلم)

جس نے ہمارے اس معاملے (دین) میں کوئی نئی چیز گھڑی تو وہ مردود ہوگی۔

(۲) عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ۔ (ترمذی ۹۲/۲۲)

تم پر لازم ہے کہ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ النَّبِیُّ الْاَمِیْنُ الْكَرِیْمُ

معزز سامعین وحاضرین! اللہ رب العزت کا ان گنت اور بے شمار مرتبہ شکر ہے کہ اس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، اور یہ بھی اس کا بے پایاں اور عظیم احسان اور انعام ہے کہ اس نے ہمیں ایمان اور اسلام کی دولت سے مالا مال فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور خداوند قدوس کا سب سے اعلیٰ اور بھاری احسان اور انعام یہ ہے کہ ہمیں افضل الانبیاء، امام المرسلین، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بنا کر كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ کا سہرا ہمارے سروں پر سجایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔

دین کی تکمیل خاتم الانبیاء پر ہوئی

جو دین اسلام لے کر حضرت آدمؑ آئے تھے، حضرت نوحؑ آئے تھے، حضرت ابراہیمؑ واسماعیلؑ آئے تھے، حضرت موسیٰؑ و ہارونؑ آئے تھے، حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ آئے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں جو دین حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک تمام انبیاء کا متفقہ دین تھا، اس دین کی تکمیل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی پر ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دین کو مسلسل تیئیس ۲۳ برس اپنے وجودِ مقدس کا لہو بہا کر، طرح طرح کی تکلیفیں سہہ کر، ایذائیں برداشت کر کے، مصائب و مظالم کے پہاڑ اٹھا کر، لوگوں کے طعنے اور گالیاں سُن کر مخلوقِ خدا تک پہنچایا۔

پھر سنہ ۹ھ میں حجۃ الوداع کے موقعہ پر جب آپؐ عرفات کے میدان میں ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ کے سامنے تاریخی خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، کہ لوگو! مجھ سے دین حاصل کر لو! لوگو! میری باتیں غور سے سنو! . . . .

لَعَلِّیْ لَا اَرَاکُمْ بَعْدَ عَامِیْ ھٰذَا . . . . ہو سکتا ہے میں آئندہ سال تمہیں نہ دیکھ سکوں۔

(جو لوگ نبی اکرمؐ کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں وہ اس ارشاد پر غور فرمائیں، نبی اکرمؐ کتنے واضح اور صاف الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ ہو سکتا ہے کہ میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں اور پھر تم کو نہ دیکھ سکوں نیز معلوم ہوا کہ قبر پر آنے والوں کو بھی نہیں دیکھتے)

اس موقع پر اللہ ربُّ العزت کی طرف سے اعلان ہوا۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ..

آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی، اور اسلام کو تمہارے لئے بطورِ دین پسند کیا ہے۔

اس آیت کریمہ سے واضح ہو گیا کہ اسلام دین کامل ہے۔ اور اسلام جامع دین ہے۔ دینِ اسلام نے زندگی گزارنے کے جتنے گوشے ممکن ہو سکتے تھے، ان سب کے لئے کچھ اصول، کچھ قوانین، اور کچھ ضابطے بیان کر کے انسان کو دوسرے طور طریقوں سے بے نیاز کر دیا۔

قرآنِ مقدس نازل کر کے اعلان فرمایا . . . . تِبْیَانًا لِّ

لِکُلِّ شَیءٍ کہ قرآن میں اصولِ دین کو کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ . . . .

. . . . . اور نبی اکرمؐ کو مبعوث فرما کے اعلان کیا

لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِی رَسُوْلِ اللہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ ۔

کہ تمہارے لئے اللہ کے رسول کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

تمام انبیاء اور امام الانبیاءؐ بشر تھے تاکہ اُمت کے لئے نمونہ بن سکیں،

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے تمام انبیاء کرام بشر اور آدمی تھے۔ اور وہ اس لئے کہ امت کے لئے نمونہ بن سکیں، اور اپنے عمل کو امت کے سامنے بطورِ نمونہ پیش کر سکیں . . . . آپ ذرا غور فرمائیں . . .

اگر پیغمبر نوری ہوتا تو نہ کھاتا نہ پیتا، نہ شادی نہ غمی، نہ اس کے گھر مَرن نہ پَرن، نہ وہ بیمار ہوتا نہ زخمی ہوتا، نہ اس کی بیوی ہوتی نہ بچے ہوتے، نہ وُہ کسی کا سُسر ہوتا نہ کسی کا داماد بنتا، نہ تجارت کرتا . . . . . پھر وُہ انسانوں کے لئے قابلِ تقلید نمونہ کس طرح بن سکتا تھا۔

وُہ لوگوں سے کہتا بیوی سے اچھا سلوک کرو . . . . لوگ کہتے تیرے گھر بیوی ہے جو نہیں، تب ہی ایسی باتیں کر رہے ہو، اگر تیری بیوی ہوتی تو تجھے آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہوتا۔

پیغمبر کہتا تجارت، امانت و دیانت سے کیا کرو، اس میں جھوٹ نہ بولو، کم تولنا نہ ہو، ملاوٹ نہ ہو . . . . لوگ کہتے، ہاں بھائی تم ٹھیک کہتے ہو، تیرا نہ کوئی کھانے والا نہ پہننے والا، نہ تجھے اولاد کی فکر، نہ اُن

کی شادیوں کے دھندے . . . . تمہیں کیا معلوم کہ تجارت کس طرح کی جاتی ہے۔

اسی حقیقت کے پیش نظر اللہ رب العزت نے انسان اور بشر کو نبی اور پیغمبر بنا کر بھیجا، تاکہ وہ شادی بھی کرے، اور ان کے گھر غم بھی ہو، . . . . مرنی بھی ہو اور پرنی بھی ہو . . . . اس کے گھر بیوی بھی ہو اور بچے بھی ہوں . . . . وہ کسی کا داماد بنے اور کسی کا سسر . . . . وہ تجارت بھی کرے اور عبادت بھی . . . . . . غرضیکہ انسانی زندگی کے تمام عوارضات اور لوازمات اس کو پیش آئیں، اور اس طرح عملی طور پر وہ اپنے آپ کو امت کے لئے بطور نمونہ پیش کرے، اور امت کے افراد اس نبی کے اسوہ حسنہ کو دیکھ کر زندگی گزار سکیں۔

امام الانبیاءؐ امت کیلئے اسوۂ حسنہ

سامعین گرامی قدر! اب آپ اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ فرمائیے، احادیث و سیرت کی کتابوں میں آپؐ کی سیرت طیبہ کا ایک ایک لمحہ محفوظ ہے . . . . امت کا ہر آدمی جو کام بھی کرنا چاہے آنحضرتؐ کی ذات گرامی میں اس کے لئے نمونہ موجود ہے . . . . شادی ہو یا غمی، صحت ہو یا بیماری، سفر ہو یا حضر، جنگ ہو یا صلح، سسر ہو یا داماد، والدین ہو یا اولاد، سربراہ مملکت ہو یا مزدور، مسجد ہو یا بازار، عبادت ہو یا تجارت، نماز ہو، روزہ ہو، اذان ہو، تکبیر ہو، جنازہ ہو، حج ہو، قربانی ہو عمرہ ہو . . . . غرضیکہ زندگی کے نشیب و فراز میں، اور زندگی کے ہر ہر موڑ پر آنحضرتؐ کی ذات اقدس ایک مسلمان کے لئے کامل نمونہ

ہے . . . . حتیٰ کہ اس شفیق و مہربان پیغمبرؐ نے قضائے حاجت کرنے اور تھوکنے تک کے طریقے اور آداب امت کو سکھا دیئے . . . . فرمایا کعبہ کی طرف منہ کر کے نہ تھوکنا . . . . . . کعبہ کی طرف منہ کر کے اور پیٹھ کر کے قضائے حاجت نہ کرنا . . . . راستے میں بیٹھ کر پیشاب نہ کرنا ، جس طرف سے ہوا آ رہی ہو اس طرف منہ کر کے پیشاب نہ کرنا .

جس شفیق پیغمبرؐ نے تھوکنے تک کے ، بال کٹوانے اور ناخن ترشوانے تک کے . . . . ہاں جس مشفق پیغمبرؐ نے پیشاب کرنے تک کے آداب اور طریقے امت کو سکھائے ، کیا اس پیغمبرؐ نے دین و دنیا کے دوسرے معاملات میں راہنمائی نہ کی ہو گی ؟ کیا اس پیغمبرؐ نے عبادت و تجارت ، شادی و غمی ، اذان و تکبیر ، نماز و روزہ کے آداب اور مسائل نہیں سکھائے ہونگے ؟ لازماً سکھائے ہونگے . اور زندگی گزارنے کے طور طریقے ، عبادت و تجارت کے آداب ضرور بتائے ہونگے .

جو کام آنحضرتؐ، خلفاء راشدین اور صحابہؓ سے ثابت نہیں وہ بدعت ہوگا،

اگر یہ بات صحیح ہے . اگر ہمارے رسول . . . . رسول کامل ہیں ، کہ ان پر دین کی تکمیل ہوئی .

. . . . اگر ہمارے پیغمبرؐ کی زندگی اور سیرت کا ایک ایک لحظہ محفوظ اور قابلِ عمل ہے . . . . اگر ان کی اتباع اور پیروی کا نام ہی دین ہے . . . . اگر سنتِ رسول سے اعراض بے دینی ہے .
تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنی ہو گی کہ زندگی گزارنے کا ہر ہر گوشہ اور ہر ہر شعبہ اسوۂ رسولؐ ! سنتِ پیغمبرؐ کے مطابق ہوگا ، تو وہی دین ہوگا .

اور اگر کوئی شخص عبادت و نیکی اور ثواب کا کوئی ایسا کام کرے گا جس کا وجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دَور میں نہیں تھا۔ . . . .
. . اور خلفاء راشدین کا سنہری دور بھی اس کام سے خالی نظر آتا ہے . . . . .
. . . . اور اصحاب رسول بھی وہ کام نہیں کرتے تھے ، آج کوئی شخص اس کام کو نیکی اور دین سمجھتا ہے تو وہ سراسر فریب اور دھوکہ اور غلط فہمی میں مبتلا ہے وہ کام ثواب اور دین نہیں ہوگا بلکہ بدعت ہوگا۔

حضرت حذیفہ بن یمان فرماتے ہیں

كُلُّ عِبَادَةٍ لَمْ يَتَعَبَّدْهَا اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَعَبَّدُوْهَا فَاِنَّ الْاَوَّلَ لَمْ يَدَعْ لِلْاٰخِرِ مَقَالًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِيْنَ وَخُذُوْا طَرِيْقَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ۔ (الاعتصام علامہ شاطبی صفحہ ۱۱ ج ۲)

عبادت کا جو کام اصحاب رسول نے نہیں کیا، وہ کام تم بھی نہ کرو کیونکہ پہلے لوگوں نے پچھلوں کے لئے کوئی کسر نہیں چھوڑی، جس کو یہ پچھلے پورا کریں۔ پس اللہ تعالٰے سے ڈرو اے مسلمانو! اور پہلے لوگوں کے طریقے اختیار کرو۔

بدعتی دین کو ناقص اور امام الانبیاء کو (معاذ اللہ) خائن تصور کرتا ہے

آج اگر کوئی شخص ایسا کام کرتا ہے جو کام آنحضورؐ اور صحابہ کرامؓ کے مبارک دَور میں نہیں تھا، اور پھر وہ شخص اس کام کو نیکی اور دین اور ثواب سمجھتا ہے وہ عملی طور پر اس بات کا دعویدار ہے کہ (معاذ اللہ) اللہ کا بھیجا ہوا دین ناقص ہے جس میں نیکی اور ثواب کا یہ کام بیان نہیں ہوا۔ جو آج میں نے سمجھا ہے۔

○ اس کے علاوہ وہ شخص اس بات کا بھی مدعی ہے کہ نیکی کی جس بات کا اور ثواب کے جس کام کا آج مجھے علم ہوا ہے۔ (معاذ اللہ) آنحضرت اور اصحاب رسول کی قدوسی جماعت کو بھی نیکی کے اس کام کا علم نہیں تھا۔ . . . .
. . . یا ان کو علم تو تھا، مگر امت کو بتانے میں بخل کر گئے۔ اور اللہ کے پیغام پہنچانے میں کوتاہی بھی کی اور خیانت بھی اور اس طرح کا گمان آنحضرتؐ کے بارے رکھنا واضح کفر ہے۔

حضرت امام مالکؒ نے اسی طرح فرمایا ہے

مَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً يَرَاهَا حَسَنَةً فَقَدْ زَعَمَ اَنَّ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَانَ الرِّسَالَةَ لِاَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ" فَمَا لَمْ يَكُنْ يَوْمَئِذٍ دِيْنًا لَا يَكُوْنُ الْيَوْمَ دِيْنًا۔ (الاعتصام علامہ شاطبی ص۴۸ ج۲)

جو شخص بدعت کا کام کرتا ہے، اور اسے نیکی سمجھتا ہے وہ گمان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی ہے پس جو کام اس زمانے میں دین نہیں تھا، وہ کام آج بھی دین نہیں ہوگا۔
اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا ہے۔

سامعین گرامی قدر! میری اس گفتگو کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ عبادت و نیکی اور دین کا ہر کام کرتے ہوئے پرکھنا ہوگا۔ . . . . اور دیکھنا ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب پیغمبر کا اس بارے کیا عمل تھا۔ اگر اس کا ثبوت آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ کے دور سے مل جائے تو وہ کام سنت ہوگا . . . . . . ثواب ہوگا، نیکی ہوگا، دین ہوگا، خدا کی رضا مندی کا موجب اور آنحضرتؐ کی خوشنودی کا سبب ہوگا، . . . . اگر اس کام کا

ثبوت اور نام ونشان آنحضرتؐ کی سیرت وسنت میں بھی نہ ہو ، اصحاب رسولؐ کے اعمال سے بھی نہ ہو ، تو پھر وہ کام بظاہر کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو . . . . بظاہر نیکی معلوم ہو وہ سنت اور دین نہیں ہوگا بلکہ بدعت ، ضلالت اور گمراہی ہوگا ، وہ کام غضب خداوندی کا موجب ہوگا ، رسول انورؐ کی ناراضگی کا سبب ہوگا ۔

بدعت ہمیشہ نیکی کے پردے میں ، جس طرح زہر پر سنہری کیپسول چڑھا دیا جائے

جب بھی بدعت کی تردید کی جائے ، جب بھی امور بدعات سے منع کیا جائے جب بھی بدعات کے خلاف آواز اٹھائی جائے ، اور لوگوں کو سمجھایا جائے ، تو اہل بدعت سادہ لوح عوام کو ورغلانے کے لئے بھڑکا دیتے ہیں ۔ کہ دیکھو جی ! یہ وہابی ہمیں نیکی سے روکتے ہیں . . . . لو جی ! یہ درود نہیں پڑھنے دیتے . . . . یہ سلام نہیں پڑھنے دیتے ، . . . . . . یہ وہابی ہمیں کلمہ طیبہ کا ورد نہیں کرنے دیتے . . . . دیکھو جی ہم کوئی بُرا کام کر رہے ہیں . . . . ہم کسی کو گالیاں دے رہے ہیں ہم نیکی کا کام ہی تو کر رہے ہیں . . . . جب یہ مسئلہ بیان کیا جائے کہ اذان سے اول آخر بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھنا بدعت ہے ، اس لئے کہ قرون اولیٰ سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے . . . . بلالؓ جو عاشق صادق تھا اس نے تقریباً دس سال آنحضرتؐ کے سامنے اذان دی . . . . مگر اس اذان میں اول آخر بلند آواز سے یہ صلوٰۃ وسلام نہیں ملے گا . . . پھر سیدنا ابوبکرؓ کا سنہری دور دیکھئے . . . . سیدنا فاروق اعظمؓ

کا مبارک زمانہ دیکھئے . . . . سیدنا عثمانؓ کی خلافت کا دور دیکھئے . . .
. . . . . . سیدنا علیؓ کا دورِ حکومت دیکھئے . . . . حسنین کریمینؓ
کا زمانہ دیکھئے . . . . سیدنا معاویہؓ کا دور دیکھئے . . . . باقی
اصحابِ رسول ہیں . . . . عشرہ مبشرہ ہیں . . . . اصحاب بدر
ہیں . . . . تابعین اور تبع تابعین ہیں ، ائمہ مجتہدین ہیں ، محدثین و مفسرین
ہیں ، امام بخاریؒ ہیں ، امام مسلمؒ ہیں ، امام ابوحنیفہؒ ہیں ، امام مالکؒ ہیں .
امام شافعیؒ ہیں ، امام احمد بن حنبلؒ ہیں ، امام محمدؒ ، ابو یوسفؒ اور امام زفرؒ
ہیں . . . . پھر اولیاء اللہ ہیں ، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ
ہیں ، بایزید بسطامیؒ ہیں ، علی ہجویریؒ ہیں ، بہاؤالحق ملتانیؒ ہیں ، سلطان باہوؒ
ہیں ، معین الدین چشتیؒ ہیں ، مگر ان میں سے کسی کے دور میں بھی آپ کو نہیں ملیگا
کہ اذان سے اول آخر بلند آواز سے صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہو . . . .

لوگو ! اتنا تو سوچو کہ اگر یہ کام ثواب اور نیکی ہوتا تو بلالؓ اسے کبھی نہ چھوڑتا . .
. . . . . . اگر یہ صلوٰۃ وسلام اذان سے اول و آخر دین ہوتا تو صحابہ اس
پر ضرور عمل کرتے ، تابعین اسے کبھی نہ چھوڑتے ، آئمہ اربعہ اس پر ضرور عامل
ہوتے ، . . . . . . اس لئے یہ کام اب دین اور ثواب نہیں بلکہ بدعت ہوگا ،

جب کوئی توحیدی اور اشاعت توحید و سنت کا کوئی مبلغ اس نکتے پر
گفتگو کرتا ہے ، اور بدعات سے روکتا ہے اور اہلِ بدعت اس مبلغ کے فولادی دلائل
کا جواب جب نہیں دے سکتے تو پھر اپنی بدعات کو ثابت کرنے کے لئے ان کے پاس
ایک ہی ہتھیار ہوتا ہے . کہ ہم درود ہی تو پڑھ رہے ہیں . اور درود پڑھنے کا اللہ نے
خود حکم دیا ہے . . . . دیکھو جی ! یہ وہابی ہمیں درود سے روکتے
ہیں ، یہ وہابی درود کے ہیں ہی منکر !

مَیں کہتا ہوں درود شریف کا پڑھنا کار ثواب ہے۔ ایک مرتبہ درود پڑھا جائے تو دس نیکیاں ملتی ہیں، دس گناہ معاف ہوتے ہیں، اور جنت میں دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ . . . . . . درود شریف پڑھنا نیکی ہے مگر جس جگہ اور جس مقام پر آنحضرتؐ نے درود نہیں پڑھا، اور نہ پڑھنے کا حکم دیا . . . . . . اور جس مقام پر اصحاب رسول نے درود نہیں پڑھا اور نہ پڑھنے کا حکم دیا اس جگہ اور اس مقام پر درود پڑھنا ثواب اور نیکی نہیں، بلکہ بدعت ہوگا،

○ مثال کے طور پر ایک شخص مرغی ذبح کرتا ہے، اور بسم اللہ اللہ اکبر کی جگہ درود شریف پڑھ کر چھری چلاتا ہے۔ . . . . بتایئے وہ مرغی حلال ہوگی یا حرام؟ یقیناً آپ کا جواب ہوگا، کہ مرغی حرام ہو جائے گی۔ . . . . . اگر مَیں کہوں کہ اس شخص نے درود شریف پڑھ کر مرغی ذبح کی ہے پھر حرام کیوں ہے؟ تم سب لوگ درود کے منکر ہو، گستاخ ہو،

آپ جواب میں کہیں گے کہ جناب! ہم درود کے منکر نہیں ہیں، مگر جس مقام پر اور جس جگہ پر اس شخص نے درود پڑھا ہے وہ مقام درود پڑھنے کا نہیں تھا، آنحضورؐ اور حضرات صحابہ کرامؓ نے اس مقام پر درود نہیں پڑھا۔

○ اسی طرح ایک شخص چار رکعت نماز کی نیت باندھتا ہے۔ دو رکعت کے بعد التحیات تشہد تک پڑھنے کے بعد اس نے تیسری رکعت کیلئے اٹھنا ہے مگر وہ شخص کہتا ہے کہ میرا دل نہیں کرتا کہ آنحضرتؐ پر درود پڑھے بغیر مَیں اٹھوں۔ اس لئے مَیں تو درود پڑھ کر اٹھوں گا۔

آپ بتائیں جس نے جان بوجھ کر یہاں درود پڑھ لیا، اس شخص کی نماز ہوئی یا نہیں؟ یقیناً آپ کا جواب ہوگا کہ نماز مکمل نہیں ہوئی۔ . . . . . . اور اگر

اس مقام پر اس نے بھول کر درود پڑھ لیا تو سجدہ سہو لازم آئے گا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں ؟

اس لئے کہ جس مقام پر اس شخص نے درود پڑھا ہے، اس مقام پر شریعت نے درود پڑھنے کا حکم نہیں دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور درود پڑھنا وہاں ثواب اور نیکی ہوگا جہاں شریعت نے حکم دیا ہے۔

اس لئے یاد رکھئے ! بدعت ہمیشہ نیکی کا روپ دھار کر آتی ہے ، بدعت ہمیشہ دین کے رنگ میں آتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بدعت بدترین اور گھناؤنا گناہ ہے مگر اس پر کیپسول سنہری چڑھا دیا جاتا ہے۔ اسی لئے بدعتی اس کام کو نیکی ، ثواب ، قرب خداوندی کا ذریعہ اور آنحضور کی خوشنودی کا سبب سمجھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب تک بدعت نیکی کا رنگ نہ اپنائے تو اس وقت تک لوگ اس میں ملوث کس طرح ہوں۔

بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی

اسی لئے ہر گنہگار کو توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے مگر بدعتی کو توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ ہر گنہگار گناہ کرتا ہے گناہ سمجھ کر ، زانی زنا کرتا ہے تو زنا کو گناہ سمجھتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چور چوری کرتا ہے گناہ سمجھ کر ، قاتل قتل کرتا ہے تو قتل کو گناہ سمجھتا ہے ، ڈاکو ڈاکہ مارتا ہے گناہ سمجھ کر ، ۔ ۔ ۔ جھوٹا شخص جھوٹ بولتا ہے ، کوئی غیبت کرتا ہے ، کوئی چغل خوری کرتا ہے ، تو اسے گناہ سمجھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرضیکہ ہر گناہ جو انسان کرتا ہے وہ اسے گناہ سمجھتا ہے ، اس لئے زندگی کے کسی موڑ پر اسے توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے ۔ مگر بدعتی شخص بدعت کا عظیم اور گھناؤنا گناہ کرتا ہے ، مگر اسے دین اور نیکی

سمجھتا ہے تو اب وہ نیکی سے توبہ کس طرح کرے، توبہ تو گناہوں سے ہوتی ہے
امام الانبیا، سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسی حقیقت کو بیان فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ حَجَبَ التَّوْبَۃَ عَنْ کُلِّ صَاحِبِ بِدْعَۃٍ (طبرانی)

بے شک اللہ تعالیٰ ہر بدعتی پر توبہ کا دروازہ بند کر دیتا ہے۔

دین وہ ہے جس پر آنحضرتؐ کی مُہر ہو

سامعین گرامی قدر! میرے عرض کرنے کا مقصد اور میری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر نیا کام نیکی نہیں ہو گا . . . . اور وہ کام بھی دین اور نیکی نہیں ہو گا جسے ہم نے از خود نیکی اور ثواب سمجھ لیا ہے، بلکہ نیکی وہ ہے جس پر آنحضرتؐ کی مُہر لگی ہو. جو اصحابِ رسُولؐ سے ثابت ہو۔

انسان کا ہر عمل اور ہر عبادت چاہے کتنا ہی خوبصورت کیوں نہ ہو، بظاہر وہ عمل کتنا ہی خوشنما کیوں نہ ہو، وہ کام اور وہ عمل اس وقت تک عبادت اور نیکی نہیں ہو گا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول سے ثابت نہیں ہو گا۔

تین (۳) صحابہؓ کا ایک نصیحت آموز واقعہ

تین صحابہؓ کا وہ مشہور واقعہ آپ کے ذہن میں ہو گا جو ازواج مطہراتؓ کے ہاں آئے تھے، اور پوچھا تھا!

کہ آنحضرتؐ رات کس طرح بسر کرتے تھے؟ کس طرح اور کتنی دیر عبادت کرتے تھے؟ روزے کس طرح رکھتے تھے؟ جب ازواج مطہراتؓ نے انہیں بتایا کہ آنحضرتؐ رات کے وقت سوتے بھی تھے، اور عبادت بھی کیا کرتے تھے، روزے بھی رکھتے تھے، مگر کئی کئی دن روزے ترک بھی کر دیتے تھے،

ان پوچھنے والے صحابہ نے آپس میں طے کیا کہ آنحضرتؐ اور ہماری آپس میں کیا نسبت ہے، وہ تو امام الانبیاء ہیں، محبوبِ خدا ہیں، لہذا ہمیں عبادت وریاضت زیادہ کرنی چاہیئے، ایک نے کہا! مَیں قسم اٹھاتا ہوں کہ ساری زندگی رات کو سویا نہیں کروں گا، بلکہ پوری رات عبادت میں گزار دوں گا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ دوسرے نے کہا! مَیں ساری زندگی شادی نہیں کروں گا تاکہ بال بچوں کا جھنجھٹ نہ ہو، اور میں یکسوئی سے اللہ کی عبادت کرتا رہوں۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ تیسرے نے کہا مَیں ہمیشہ روزے رکھوں گا، درمیان میں کبھی افطار نہیں کروں گا،

حضراتِ گرامی! دیکھیئے بظاہر ان تینوں کا ارادہ بھی نیک ہے، اور قسم بھی نیکی کے کام کے لئے اٹھا رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر جانتے ہیں آپ! کہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ان حضرات کے بارے معلوم ہوا تو آپ ناراض ہوئے اور فرمایا!

کیا تم مجھ سے بڑھ کر متقی اور پرہیزگار بنتے ہو۔۔۔۔۔۔۔ کیا تم مجھ سے زیادہ خوفِ خدا رکھتے ہو؟ مجھے دیکھو مَیں رات کو سوتا بھی ہوں، اور جاگ کر عبادت بھی کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ مَیں روزے بھی رکھتا ہوں اور درمیان میں افطار بھی کرتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔ مَیں نے شادیاں بھی کیں ہیں۔ اس لئے تم اپنی اپنی قسمیں توڑ کر ان کا کفارہ ادا کرو۔۔۔۔۔۔۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا نیکی کا ہر کام جو انسان خود تجویز کرتا ہے وہ نیکی نہیں بنتا، بلکہ وہی کام نیکی اور ثواب ہو گا جس پر نبی اکرمؐ کی مُہرِ تصدیق ثبت ہو گی۔

حضرت علیؓ نے کتنی خوبصورت بات کہی

بات کو سمجھنے کے لئے ایک اور واقعہ سُنئے، خلیفۂ رابع، دامادِ نبی حضرت

سیدنا علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک شخص نمازِ عید سے پہلے نفل پڑھ رہا ہے (اور یہ مسئلہ تو آپ کو معلوم ہی ہوگا کہ نمازِ عید سے پہلے گھر میں اور عید گاہ میں نفل نہیں پڑھے جا سکتے ہیں۔ ہاں عید کی نماز کے بعد عید گاہ میں نوافل ادا کرنا جائز نہیں البتہ گھر میں پڑھے جا سکتے ہیں۔)

حضرت سیدنا علیؓ نے اس شخص کو نوافل پڑھنے سے روکا۔ . . . . . .
تو اس شخص نے کہا!

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّ اللہَ تَعَالٰی لَا یُعَذِّبُ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ . . . . امیر المومنین آپ نماز پڑھنے سے روکتے ہیں! میں کوئی بُرائی کا کام کر رہا ہوں! میرا خیال ہے کہ اللہ رب العزت مجھے نماز پڑھنے پر سزا نہیں دے گا۔

(اس شخص کو وہی غلط فہمی تھی جو آج کل کے بدعتیوں کو ہے کہ میں نفل پڑھ رہا ہوں، نیکی کا کام کر رہا ہوں، آپ مجھے نیکی کے کام سے۔ . . . . نماز پڑھنے سے روکتے ہیں)

سیدنا علیؓ نے اس شخص کی یہ دلیل سُن کر کتنی خوبصورت اور گہری بات فرمائی۔ . . . . فرمایا

اِنِّیْ اَعْلَمُ لَا یُثِیْبُ عَلٰی فِعْلٍ حَتّٰی یَفْعَلَہٗ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْ یَحُثَّ عَلَیْہِ۔ . . . . تو کہتا ہے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں، اور نماز پڑھنے پر اللہ مجھے سزا نہیں دے گا۔ . . . .
کان کھول کے سُن! اللہ تعالےٰ کسی ایسے کام پر کبھی ثواب نہیں دے گا۔ جس کام کو آنحضرتؐ نے نہ کیا ہو یا اس کے کرنے کی ترغیب نہ دی ہو۔ . . . . .
. . . اس لئے فَتَکُوْنُ صَلٰوتُکَ عَبَثًا وَ الْعَبَثُ حَرَامٌ فَلَعَلَّہٗ

تَعَالٰی یُعَذِّبُکَ بِہٖ لِمُخَالِفَتِکَ لِرَسُوْلِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (تلم ابیلیں)
تیری نماز فضول فعل ہے، اور فضول فعل شریعت میں حرام ہے۔ . . . . . .
. . . . اللہ تعالیٰ تجھے اس نماز پر سزا دے گا، اس لئے کہ تونے رسول انور
کی مخالفت کی ہے۔ . . . . تو اس نماز کو نیکی اور ثواب سمجھ رہا
ہے۔ . . . . اس کا مطلب یہ ہوا کہ تم نیکی کے ایک ایسے کام پر مطلع ہو
گئے ہو جس کام پر آنحضور بھی مطلع نہیں ہوئے . . . . اللہ تعالیٰ
تجھے اس بدعت کے کرنے پر سزا دے گا۔ . . . . تم نے رسول اللہ
کی مخالفت کی ہے (بدعتی آنحضرتؐ کا مخالف اور دشمن ہوتا ہے) ایسے کام کو
نیکی اور ثواب سمجھ رہے ہو، جو آنحضرتؐ سے قولاً اور فعلاً ثابت نہیں ہے۔ . . .
. . . . . یاد رکھو! ہر نیکی کا کام دینی نہیں ہے، بلکہ دین اور نیکی کا کام وہ کام
ہے جس پر آنحضرتؐ اور اصحاب رسول کی مہر تصدیق ثبت ہوگی۔

حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے ملتا جلتا ایک
فرمان اور قول حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ جب
انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ عصر کی نماز کے بعد دو رکعت نماز نفل ادا
کرتا ہے۔ آپ نے اُسے روکا کہ تیرا یہ عمل درست نہیں ہے۔ . . . . . اس
شخص نے کہا۔ . . . . اَیُعَذِّبُنِیَ اللّٰہُ عَلَی الصَّلٰوۃِ . . . .
. . . . کیا اللہ تعالیٰ مجھے نماز پڑھنے پر سزا دے گا۔ (گویا کہ وہ شخص
آج کے اہل بدعت کی طرح یہ کہنا چاہتا ہے کہ نماز پڑھنے میں حرج ہی کیا ہے!
نفل پڑھنا کوئی گناہ تو نہیں! مَیں کوئی بُرائی کا عمل کر رہا ہوں کہ اللہ مجھے سزا
دے گا۔ . . . . . . آپ مجھے نیکی سے اور نوافل سے روکتے ہیں)

حضرت سعیدؒ نے اس شخص کے جواب میں فرمایا

لَا وَلٰکِنْ یُعَذِّبُکَ بِخِلَافِ السُّنَّۃِ (دارمی ص۱۲)

لا یہ میں مانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تجھے نماز پڑھنے پر سزا نہیں دے گا۔

وَلٰکِنْ یُعَذِّبُکَ بِخِلَافِ السُّنَّۃِ۔

لیکن اللہ تعالیٰ تجھے اپنے محبوب۔ پیغمبرؐ کی سنت کی مخالفت کی وجہ سے ضرور عذاب دے گا۔

(کہ تو نے ایک ایسا کام کیا ہے، اور اُسے نیکی سمجھ رہا ہے جو کام آنحضرتؐ سے ثابت نہیں۔ . . . . وہ کام اور وہ عمل ہرگز ہرگز نیکی نہیں ہو سکتا جو آنحضورؐ کی سنت سے ثابت نہ ہو)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان اور تقویٰ

سامعین گرامی قدر! میں قرون اولیٰ، خصوصاً اصحاب رسول کے واقعات پیش کر کے یہ ثابت کر رہا ہوں کہ بدعت ہمیشہ نیکی کا روپ دھار کر آتی ہے۔ . . . . اس لئے ہر کام اور ہر عمل جو بظاہر نیکی اور ثواب معلوم ہو رہا ہو، یہ ضروری نہیں کہ وہ دین بھی ہو۔ بلکہ وہ کام اور وہ عمل نیکی۔ ثواب اور دین ہو گا جس پر آنحضرتؐ کی مہر ہو گی۔ اور جو رحمت کائناتؐ کی سنت سے ثابت ہو گا! ورنہ وہ کام بدعت، ضلالت اور موجب عذاب خداوندی ہو گا!

آئیے مشہور صحابیؓ رسول، امیر المومنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے لائق ترین فرزند ارجمند حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چند ارشادات اور چند واقعات بھی سُن لیجئے۔ تاکہ مسئلہ ذرا اور نکھر جائے، اور بات واضح ہو جائے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے شاگرد حضرت مجاہد فرماتے ہیں
کہ میرے استاد ابن عمر زندگی کے آخری حصہ میں نابینا ہو گئے تھے۔ میں انہیں
پکڑ کر مسجد میں لے جاتا تھا۔ ایک دفعہ ہم ایک مسجد میں داخل ہوئے اذان ہو چکی
تھی کہ ایک شخص نے اذان کے بعد اَلصَّلٰوۃُ اَلصَّلٰوۃ کے ساتھ تثویب
شروع کر دی۔ یعنی وہ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دے رہا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ لوگوں کو نماز کی طرف بلا رہا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حضرت ابن عمرؓ نے سنا تو
اس شخص سے فرمایا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ارے تم پاگل ہو! تیری اذان میں نماز
کی جو دعوت تھی کیا وہ لوگوں کو بلانے کے لئے کافی نہیں تھی؟ حضرت مجاہد کہتے
ہیں پھر ابن عمرؓ نے مجھ سے فرمایا! اُخْرُجْ بِنَا فَاِنَّ هٰذِهٖ بِدْعَةٌ (ابو داؤد ص ۷۹)
مجھے اس مسجد سے لے چل اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔ (اور جہاں بدعت
کا ارتکاب ہو میں وہاں نماز نہیں پڑھنا چاہتا)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ فرمایا! اُخْرُجْ بِنَا مِنْ عِنْدِ هٰذَا
الْمُبْتَدِعِ وَلَمْ يُصَلِّ فِيْهِ۔ (ترمذی ص ۲۸ ج ۱)
مجھے اس بدعتی کے ہاں سے لے چل اور ابن عمرؓ نے اس مسجد میں نماز نہ پڑھی

سامعین کرام! دیکھا آپ نے جس شخص نے اذان کے بعد اَلصَّلٰوۃ
اَلصَّلٰوۃ کے ساتھ لوگوں کو نماز کی طرف بلایا تھا، اس نے کسی کو گالی تو
نہیں دی تھی! اس نے کسی کو برا بھلا نہیں کہا تھا! اس نے بظاہر کوئی برا
کام نہیں کیا تھا! نماز جیسی افضل ترین عبادت کے لئے لوگوں کو بلایا تھا
اور وہ اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ (کہ بھلائی کی دعوت دینے والا
بھلائی کرنے والے کی طرح اجر و ثواب پاتا ہے) کا مصداق تھا۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ دیکھنے میں اس کا یہ عمل نیکی اور ثواب کا لگ رہا ہے۔ ۔ ۔ مگر

حضرت ابن عمرؓ نے اس شخص کو بدعتی اور اس عمل کو بدعت فرمایا ! اور پھر اس مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے رُکے بھی نہیں !

(۲) یہی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں ایک روز مسجد نبوی میں آیا تو دیکھا کہ حضرت ابن عمرؓ حجرۂ عائشہؓ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے . . . . .

. . . وَالنَّاسُ يُصَلُّوْنَ الضُّحٰى فِي الْمَسْجِدِ . . . . . .

. . . اور کچھ لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے . . . .

ہم نے ابن عمرؓ سے ان لوگوں کی نماز کے بارے پوچھا ! (کہ چاشت کی نماز کے لئے مسجد میں اجتماعی ہیئت سے خاص اہتمام کے ساتھ جمع ہونا کیسا ہے)

ابن عمرؓ نے فرمایا ! "بِدْعَةٌ" . . . . یہ بدعت ہے .

(بخاری ص۲۳۸ ج۱، ومسلم ص۴۰۹)

حضرت ابن عمرؓ کے اس ارشاد اور فتویٰ کی تشریح کرتے ہوئے امام نووی نے فرمایا!

مُرَادُهٗ اَنَّ اِظْهَارَهَا فِي الْمَسْجِدِ وَالْاِجْتِمَاعَ لَهَا بِدْعَةٌ لَا اَنَّ اَصْلَ صَلٰوةِ الضُّحٰى بِدْعَةٌ". (نووی شرح مسلم ص۴۰۹)

ابن عمرؓ کی مراد یہ ہے کہ چاشت کی نماز کو مسجد میں ظاہر کر کے پڑھنا، اور اس کے لئے اجتماع اور اہتمام کرنا یہ بدعت ہے . . . . ابن عمرؓ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ چاشت کی نماز ہی بدعت ہے . .

(۳) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ایک شاگرد حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ابن عمرؓ کے پہلو میں چھینک ماری، اور کہا !

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ

حضرت ابن عمرؓ نے یہ جملہ سُنا تو فرمایا ! اَنَا اَقُوْلُ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ! یہ مبارک کلمات تو میں بھی کہتا ہوں ، . . . .

.. یہ کلمات خوبصورت بھی ہیں دلپذیر بھی، آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہیں۔ اور دل کا سرور بھی۔ . . . . لیکن لَیْسَ ھٰکَذَا عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

جس موقع پر تم نے یہ کلمات ادا کئے اس موقع پر آنحضرتؐ نے یہ کلمات نہیں سکھائے۔ . . . . . . بلکہ عَلَّمَنَا اَنْ نَّقُوْلَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ (ترمذی ص۹۸ ج۲)

ہمیں یہ سکھایا ہے کہ ہر حال میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہیں۔

حضرات گرامی! اندازہ کیجئے "وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" جیسا پاکیزہ اور پیارا جملہ، مگر چھینکنے کے بعد ابن عمرؓ نے یہ جملہ پسند نہیں فرمایا۔ . . . کیوں؟ صرف اس لئے کہ چھینک کے بعد صرف الحمد للہ کہنا، رسولِ اکرمؐ سے منقول ہے۔ اور اسی پر اکتفا کرنا دین کا تقاضا ہے۔ . . . . . . اب چھینکنے کے بعد کوئی جملہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ سے زائد کہنا ثواب اور نیکی نہیں بنے گا۔ بلکہ بدعت اور گمراہی ہوگا۔

معلوم ہوا کہ ہر کام اور ہر عمل نیکی اور دین نہیں ہوگا، بلکہ وہ کام اور وہ عمل دین اور نیکی ہوگا جس پر آنحضورؐ کی مہر تصدیق ثبت ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد اور فتویٰ!

آئیے آپ کو ایک اور واقعہ سناتا ہوں۔ اور یہ واقعہ مشہور صحابی رسول حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے متعلق ہے۔ ان کو کسی نے اطلاع دی کہ فلاں مسجد کے نمازی نماز کے بعد تسبیح و تہلیل اور تکبیر بلند آواز سے پڑھتے ہیں۔ . . . . . . اب دیکھئے کہ وہ لوگ سُبْحَانَ اللّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ پڑھتے تھے، اور آں

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد ان کلمات کے پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے . . . . یہ کلمات، ان کی تعداد، پڑھنے کا وقت سب شریعت اور سنتِ رسول سے ثابت ہے۔ مگر ان لوگوں نے زیادتی صرف اتنی کی تھی، کہ بجائے پست آواز کے بلند آواز سے پڑھنے لگے . . . .

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس مسجد میں پہنچے تو اتفاق سے وہ لوگ کنکریوں پر یہ کلمات بلند آواز سے پڑھ رہے تھے۔ (جس طرح آج بعض مساجد میں نماز کے بعد بلند آواز سے کلمۂ طیبہ کا ذکر ہوتا ہے)

ابن مسعودؓ نے پوچھا! تم ان سنگریزوں پر کیا پڑھ رہے ہو۔! انہوں نے کہا، خداوند قدوس کی تسبیح وتحمید اور تکبیر و تہلیل کرتے ہیں۔

ان کا یہ جواب سُن کر! عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَنْ عَرَفَنِیْ فَقَدْ عَرَفَنِیْ وَمَنْ لَمْ یَعْرِفْنِیْ فَاَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ۔

تم میں سے جو مجھ کو جانتا ہے، سو وہ تو جانتا ہے۔ اور جو نہیں جانتا تو سُن لے کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں۔

(محمد عربیؐ کا غلام ہوں، جب تک نبی اکرمؐ کے ساتھ رہا، مسواک اور وضو کا سامان اور مصلّٰی میرے پاس ہوتا تھا، میرے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا تھا کہ ابن مسعودؓ کی کمزور اور نحیف پنڈلیاں قیامت کے دن اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہونگی، میرے متعلق آقائے نامدارؐ نے فرمایا تھا کہ مَا حَدَّثَکُمْ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْہُ (ترمذی) جو بات ابن مسعودؓ کہے اس کی تصدیق کیا کرو)

اپنا تعارف کروانے کے بعد فرمایا!

وَیْحَکُمْ یَا اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ مَا اَسْرَعَ ھَلَکَتَکُمْ ھٰٓؤُلَآءِ صَحَابَۃُ

بَیْنَکُمْ مُتَوَافِرُوْنَ وَھٰذَا ثِیَابُہٗ لَمْ تَبْلَ وَاٰنِیَتُہٗ لَمْ تُکْسَرْ ۔ (مسند دارمی ص۲۸)

تعجب اور افسوس ہے تم پر اے امت محمدؐ! کتنی جلدی ہلاکت و بربادی کے کاموں میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تک تمہارے درمیان اصحابِ رسول کثرت کے ساتھ موجود ہیں۔ اور ابھی تک رسولِ رحمتؐ کے کپڑے پرانے نہیں ہوئے اور ابھی تک آپؐ کے برتن نہیں ٹوٹے۔ پھر فتویٰ لگاتے ہوئے فرمایا۔

فَوَالَّذِیْ لَآ اِلٰہَ غَیْرُہٗ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا معبود اور مشکل کشا کوئی نہیں۔ . . . . لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَۃٍ ظَلْمَاءَ! تم نے ایک تاریک اور سیاہ بدعت ایجاد کی ہے۔ (مجالس الابرار ص۱۳۳) تَعْلَمُوْنَ اَنَّکُمْ لَاَھْدٰی مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاَصْحَابِہٖ! تم نے یہ کام کر کے ثابت کیا ہے، کہ تم محمد عربیؐ اور ان کے صحابہ سے بڑھ کر ہدایت یافتہ ہو! پھر فرمایا! لَقَدْ جِئْتُمْ بِبِدْعَۃٍ عُظْمٰی! تم نے ایک بہت بڑی بدعت ایجاد کی ہے۔ . . . . وَلَقَدْ فَضَلْتُمْ اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عِلْمًا . . . . کیا تم علم میں آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ سے بڑھ گئے ہو! (احکام الاحکام ص۵۲ ج۱)

سامعین گرامی! اندازہ لگایا آپ نے! سُبْحَانَ اللّٰہ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ، اَللّٰہُ اَکْبَر اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کتنے فضائل ہیں، یہ کلمات کتنے بابرکت ہیں! ان کلمات کو پڑھنے پر کتنا اجر اور ثواب ملتا ہے۔ . . . . مگر جب اُن لوگوں نے ان کلمات کو پڑھنے کے لئے ایک مخصوص ہیئت اور مخصوص صورت، اور مخصوص شکل بنائی، اور بجائے پست آواز سے پڑھنے کے بلند آواز سے پڑھنا شروع کیا، تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ نے ان کے اس عمل اور فعل کو

گمراہی سمجھا، تاریک بدعت اور بدعت عظمیٰ کا فتویٰ لگایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں؟
اس لئے کہ کلمات کتنے ہی بابرکت اور مبارک کیوں نہ ہوں! فعل اور عمل کتنا
ہی خوشنما اور دیدہ زیب کیوں نہ ہو! لیکن جب تک اس کا ثبوت آنحضرتؐ
اور اصحاب رسول کی قدوسی جماعت سے نہیں ہوگا، وہ نیکی اور ثواب نہیں
ہوسکتا، بلکہ بدعت ہوگا، گمراہی ہوگی، ضلالت ہوگا، مخالفت رسولؐ پہ
مبنی ہوگا،

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے ایک اور روایت

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کو دیکھا جو مسجد میں بلند آواز
سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ابن مسعودؓ نے ان لوگوں پر فتویٰ لگایا! مَا اَرَاکُمْ اِلَّا مُبْتَدِعِیْنَ
میں تم کو بدعتی سمجھتا ہوں! پھر آپ نے ان بدعتیوں کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
مسجد سے نکال دیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ تم کلمہ کا ذکر اور درود شریف بلند
آواز سے کیوں پڑھتے ہو، جبکہ اس کا ثبوت آنحضرتؐ اور اصحاب رسول
سے نہیں ہے۔

ہمارے ملک میں گنگا اُلٹی بہتی ہے

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کلمے کا ذکر کرنیوالوں
کو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بلند آواز سے درود پڑھنے والوں کو بدعتی کہہ کر
مسجد سے نکال دیا تھا! اور آج جو شخص مسجد میں بلند آواز سے ذکر نہیں کرتا ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور بلند آواز سے درود نہیں پڑھتا، اُسے گستاخ کہہ کر مسجد
سے نکال دیتے ہیں۔

تمام واقعات کا خلاصہ

اصحاب رسول کے جتنے واقعات اور

جتنے فتوے میں نے بیان کئے ہیں ۔ ان سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ جو شخص بھی دین کا اور نیکی کا کوئی کام کرنا چاہتا ہے اُسے دیکھنا اور پرکھنا ہوگا کہ آیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحابِ رسول نے یہ کام کیا تھا ؟ یا اس کام کے کرنے کا حکم دیا تھا ؟ اگر آنحضرتؐ کی مبارک زندگی اور اصحاب رسول کی زندگیوں میں وہ کام ہوا ، انہوں نے وہ کام کیا ، یا کرنے کا حکم دیا تو پھر وہ کام دین بھی ہوگا ، ثواب بھی ہوگا اور باعث رحمت بھی ہوگا ۔

لیکن اگر وہ کام آنحضورؐ سے ثابت نہیں ! آپ نے اس کام کے کرنے حکم نہیں دیا ! اور اصحاب رسول کے زمانے میں بھی وہ کام نہیں ہوا ۔ حالانکہ سبب موجود تھا اور وہ یہ کام کر سکتے تھے مگر انہوں نے نہیں کیا ! تو وہ کام بظاہر کتنا ہی خوبصورت اور خوشنما کیوں نہ ہو ! وہ کام بظاہر نیکی اور ثواب کا کام لگ رہا ہو ، وہ نیکی اور ثواب نہیں ہوگا ، بلکہ بدعت اور ضلالت ہوگا !! باعث ذلت اور موجب عذاب ہوگا !

مذمت بدعت احادیث کی روشنی میں

حضرات گرامی قدر ! اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک کے بعد جس طرح اور جس قدر تردید اور مذمت بدعت اور اہل بدعت کی فرمائی ہے ، شاید ہی کسی دوسرے گناہ کی اتنی تردید فرمائی ہو . . . . اور بدعت کی شدید ترین تردید اور مذمت کی ضرورت بھی تھی ! کیونکہ بدعت سے دین کا اصلی حلیہ اور نقشہ بدل جاتا ہے اور اصل و نقل اور حق و باطل میں کوئی تمیز باقی نہیں رہتی . . . .

اور پھر بدعت سے یہ احساس اُبھرتا ہے کہ خداوند قدوس اور رسول اکرمؐ سے کچھ ایسی باتیں بیان کرنے سے رہ گئی ہیں جن کے کرنے سے بڑا اجر اور ثواب ملتا ہے

اور روحانیت میں ترقی ہوتی ہے ! یہ احساس کتنا گمراہ کن ہے اس کا اندازہ آپ خود فرمالیں۔

حدیثِ اوّل! آنحضرت خود وضاحت کرتے ہیں!

سب سے پہلے ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی مشہور حدیث سنئے ! اس حدیث سے بدعت کے متعلق بہت سے اشکال اور بہت سارے ابہام دور ہو جائیں گے۔

ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ سرتاجِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا !

مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ (بخاری ص۳۷۱ ج۱، و مسلم ص۷۷ ج۲)

جس کسی نے ہمارے اس معاملہ (یعنی دینِ اسلام) میں کوئی نئی بات نکالی وہ ناقابلِ قبول ہے۔

بعض روایات میں فِیْ اَمْرِنَا کی بجائے فِیْ دِیْنِنَا کا واضح لفظ موجود ہے ! اور فِیْ اَمْرِنَا کی تشریح تقریباً تمام محدثین نے فِیْ دِیْنِ الْاِسْلَامِ کے الفاظ کے ساتھ کی ہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے فتح الباری ص۲۳۱ ج۵، السراج المنیر ص۲۲ ج۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہر نیا کام اور ہر نیا عمل بدعت نہیں (جیسے لاؤڈ سپیکر، بسیں کاریں ٹیلیفون ریڈیو وغیرہ) اس لئے کہ ان چیزوں سے دین میں تغیر واقع نہیں ہوتا، اور پھر ان نئی چیزوں کا وجود دین میں اضافہ نہیں ہے، اور کوئی شخص ان چیزوں کو دین بھی نہیں سمجھتا، اس لئے یہ چیزیں بدعت اور مردود نہیں ہونگی۔ بلکہ ہر وہ نیا کام بدعت اور مردود ہو گا جو دینِ اسلام کے اندر دین سمجھ کر کیا جائے۔

حدیث دوم! آنحضرتؐ کے ارشاد سے بدعت کی مزید وضاحت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد سماعت فرمائیے! اس ارشاد سے بدعت کے متعلق کئی مغالطے اور اہلِ بدعت کی طرف سے پیدا کردہ اشکال دور ہو جائیں گے اور حقیقت نکھر جائے گی۔!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جمعۃ المبارک کے خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرماتے

إِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (مسلم ص۲۸۵ ج۱ و مشکوٰۃ ص۲۷)

بہترین کلام خداوند قدوس کی کتاب قرآن ہے، اور راستوں میں بہترین راستہ محمدؐ کا راستہ ہے۔ اور بدترین کام وہ ہیں جو نئے نئے گھڑے جائیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس ارشادِ نبوی پر غور فرمائیے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سیرت و سنت اور اپنے راستے کا بدعت سے تقابل کر کے یہ بات سمجھائی ہے کہ میری سنت میری سیرت اور میرے لائے ہوئے دین کے خلاف جو کچھ ایجاد ہو گا، وہ بدعت ہو گا اور ہر بدعت گمراہی ہے، اور گمراہی باعثِ دخولِ نار ہے۔ . . . . اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد ہر نیا کام بدعت نہیں ہو گا بلکہ وہ نیا کام بدعت اور مردود ہو گا جو کتاب اللہ اور اسوۂ رسول کے خلاف ہو۔ اور دین میں زیادتی ہو۔

اس حدیث سے تیسری بات یہ معلوم ہوئی کہ كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ۔

ہر بدعت گمراہی ہے ! اب بدعت کی تقسیم (بدعت حسنہ اور بدعت سیئہ) صحیح نہیں ہوگی . . . . بدعت جس کو ھدیٰ محمدؐ کے مقابلے میں ذکر کیا گیا اس سے مراد بدعت شرعی ہے اور اس کی کوئی قسم بھی حسنہ نہیں ہے . بلکہ ہر بدعت جس کو دین سمجھا جائے وہ ضلالت ہی ضلالت ہے .

حدیث سوم ! بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں !

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ، سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا !

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَلَا صَلٰوةً وَلَا صَدَقَةً وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ (ابن ماجہ ص۶)

اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے ! نہ نماز . . . . نہ اس کا صدقہ قبول کرتا ہے ، اور نہ حج نہ عمرہ ، اور نہ اس کا جہاد قبول کرتا ہے نہ بدعتی کی کوئی فرضی عبادت قبول کرتا ہے ، اور نہ اس کی کوئی نفلی عبادت قبول کرتا ہے . . . . بلکہ بدعت کرنے والا اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے .

حضرات گرامی قدر ! آپ اکثر اعتراض کرتے ہیں ! کہ مولوی تنگ دل ہوتے ہیں ! مولوی کہتے ہیں ! کہ فلاں لوگوں کے اعمال قبول نہیں ہو سکتے ! آپ اکثر کہتے ہیں کہ مولوی ذرا ذرا سی بات پر مخالفین کو کافر اور اسلام سے خارج ہونے کا فتوےٰ جاری کر دیتے ہیں . . . . آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور فرمایئے ! کہ بدعتی جو دین میں نئی نئی باتیں نکالتا ہے ،

(کبھی اذان سے اول و آخر صلوٰۃ و سلام ۔ کبھی قبروں پر عرس اور میلے ، کبھی بزرگوں کے ایام اور برسیاں منانا ، کبھی تیجے اور دسواں ، چہلم اور ختم ، کبھی میلاد کے جلوس ، قبروں کو پختہ بنانا ، ان پر قمقمے جلانا . . . . ان پر چادریں اور پھول چڑھانا ۔ قبروں کو غسل دینا)

اُس بدعتی کا کوئی عمل اللہ کے ہاں مقبول و منظور نہیں ہے ! اور بدعتی شخص اسلام کے دائرے سے اس طرح نکل جاتا ہے جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے . . . . اب فرمائیے اور فیصلہ کیجئے ! کہ بدعتی شخص پر یہ فتویٰ کس مولوی نے لگایا ہے . . . . بتائیے بدعتی پر یہ فتویٰ میں نے لگایا ہے . . . . کیا بدعتی پر یہ فتویٰ جمعیت اشاعت توحید و سنت کے مقررین اور خطباء نے لگایا ہے ؟ یا بدعتی پر یہ فتوٰے امام الانبیاء سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا ہے !

حدیث چہارم ! اہلِ بدعت کی تعظیم نہ کرو

امام الانبیاء رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا !

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَام (مشکوٰۃ)

جس شخص نے کسی بدعتی کی تعظیم و توقیر کی ، تو اُس نے اسلام کو گرانے پر مدد اور امداد کی !

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعتی کی تعظیم و توقیر سے بھی منع کیا بلکہ فرمایا ! کہ جس شخص نے بدعتی کی تعظیم کی اس نے اسلام کو گرانے میں تعاون کیا ۔

(وہ لوگ اس ارشادِ نبوی پر غور فرمائیں ۔ جو مصلحت پسندی کا شکار ہیں ۔ اور بدعتی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے . . . . کیا کسی کو امام بنانا اس کی تعظیم کرنا نہیں ہے ؟ اور آنحضرت ؐ نے بدعتی شخص کی تعظیم اور احترام

کرنے سے منع فرمایا ہے !

حدیث پنجم ! اہلِ بدعت جامِ کوثر سے محروم

ہر مسلمان یہ خواہش اور یہ تمنا رکھتا ہے کہ روزِ محشر رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے حوضِ کوثر سے ایک گھونٹ پانی نصیب ہو جائے .... مگر بدعتی اتنا بدقسمت اور بدبخت ہے کہ حوضِ کوثر سے محروم رہے گا۔ اور وہاں سے دھتکار دیا جائے گا !

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ! مَیں حوضِ کوثر پر تم سب سے پہلے پہنچوں گا .... جو میرا امتی حوضِ کوثر کی طرف آئے گا اور حوضِ کوثر سے جام پی لے گا لَمْ يَظْمَأْ اَبَدًا اُسے پھر کبھی پیاس محسوس نہیں ہوگی۔ پھر مَیں دیکھوں گا کہ کچھ لوگ حوضِ کوثر کی طرف آئیں گے۔ میرے اور ان کے درمیان پردہ حائل ہو جائے گا .... مَیں کہوں گا اُصَيْحَابِیْ ، اُصَيْحَابِیْ .... اِنَّهُمْ مِنِّیْ .... یہ تو میرے ہیں ! ان کی ظاہری شکل و صورت تو میرے صحابہ سے ملتی جلتی ہے .... یہ تو میرے امتی معلوم ہوتے ہیں ! ان کو آنے دو ! مَیں انہیں حوضِ کوثر سے جام پلاؤں ! فرشتے جواب میں کہیں گے ! اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ۔ (بخاری)

اے اللہ کے پاک پیغمبرؐ ! آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد آپ کے دین میں نئی نئی باتیں نکالی تھیں .... یارسول اللہ ! یہ بدعتی لوگ ہیں .... پھر نبی اکرمؐ نے فرمایا فرشتوں کا یہ جواب سُن کر مَیں کہوں گا !

سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ بَعْدِیْ .... لعنت اور پھٹکار ہو اس شخص کے لئے جس نے نئی باتیں گھڑ کر میرے مکمل شدہ دین کو بدل دیا۔

حدیث ششم! بدعت کا نقصان سنّت کا اٹھ جانا

بدعتی حوض کوثر سے محروم، رب کی رحمت سے دور، لعنتِ خداوندی کا مستحق ہوتا ہے۔ جہاں بدعت کی اور بہت سی خرابیاں اور نقصانات ہیں۔ ان میں سے ایک بہت بڑے نقصان اور بہت بڑی خرابی کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ (مسند احمد ص۱۰۵)

جو قوم بھی بدعت ایجاد کرے گی تو اس کے بدلے اسی مقدار میں سنت اس قوم سے اُٹھالی جائیگی، اس لئے سنت کو مضبوط پکڑنا بدعت ایجاد کرنے سے بہتر ہے۔

حضرات گرامی! ایک لمحہ کے لئے آپ اپنے ماحول کا جائزہ لیں۔ اور اپنے اِردگرد دینت نئی ایجاد ہونے والی بدعات کو دیکھیں تو آپ کو روزِ روشن کی طرح اس حدیث کا مفہوم اور مطلب سمجھ آجائے گا، کہ جہاں بدعت رائج ہوتی ہے۔ وہاں سے اللہ رب العزت سنت جیسی پیاری شئے کو اُٹھا لیتا ہے ....

ذرا غور کیجئے! اذان سے اوّل و آخر جب صلوٰۃ وسلام کی بدعت ایجاد ہوئی اور ہمارے ملک میں رواج پذیر ہوئی .... وہ صلوٰۃ وسلام کہ جس میں نہ آلِ محمدؐ کا ذکر ہو نہ اصحابِ محمدؐ کا تذکرہ ہو .... جب بدعت ایجاد ہوئی تو اذان کے بعد دعا پڑھنے کی سنت اہل بدعت سے اٹھا لی گئی۔

اسی طرح سنت یہ تھی کہ اذان میں جب آنحضرتؐ کا نام نامی اسم گرامی آئے تو درود پڑھو، مگر بدعتی آپ کا نام سن کر انگوٹھے چومنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔۔

۔۔۔ جب انگوٹھے چومنے والی بدعت رائج ہو تو درود پڑھنے والی سنت اٹھالی گئی۔۔

اسی طرح سنت یہ تھی کہ قبریں کچی رکھی جائیں، اور ایک بالشت سے اونچی قبر نہ ہو، مگر اہل بدعت نے قبروں کو پختہ اور چونا گچ بنانا شروع کیا جب بدعتی حضرات قبروں کو پختہ اور سنگِ مرمر سے بناتے ہیں تو کچی قبروں والی سنت رخصت ہو گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ (مسلم صہ ۳۱۲ ج ۱، مشکوٰۃ صہ ۱۴۸ ج ۱)

رسول انورؐ نے منع فرمایا ہے قبر کو پختہ بنانے سے اور اس پر عمارت بنانے سے اور قبر پر بیٹھنے سے!

حضرت ابوالہیاج اسدیؒ جو فوجی افسر تھے، اور سیدنا علیؓ کے معتمد علیہ شاگرد تھے، ایک موقع پر ان کو حضرت علیؓ نے فرمایا

اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ۔

کیا میں تجھ کو اس کام کے لئے نہ بھیجوں، جس کام کے لئے آنحضرتؐ نے مجھے بھیجا تھا، کہ ہر فوٹو اور مجسمے کو مٹا دوں، اور ہر اونچی قبر کو برابر کر دوں!

اسی طرح سنت یہ تھی کہ میت کو دفن کر چکنے کے بعد اور قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد اس کے سرہانے اور پاؤں کی جانب کھڑے ہو کر سورۂ بقرہ کا ابتدائی

رکوع اور آخری رکوع پڑھا جائے ۔ اور پھر میت کے لئے دعاءِ مغفرت کی جائے
. . . . مگر اہلِ بدعت نے قبر تیار ہونے کے بعد قبر پر اذان دینے
کی بدعت ایجاد کی اب جب سے یہ بدعت ایجاد ہوئی تو دعا والی سنت اور
سورۂ بقرہ کے پہلے اور آخری رکوع کے تلاوت کرنے والی سنت اُٹھ گئی ہے !
اسی طرح سنت طریقہ یہ تھا کہ قبرستان جاؤ اور وہاں جاکر عبرت حاصل
کرو اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرو . . . . مگر بدعتی شخص بزرگان
دین کے لئے دعاءِ بخشش مانگنے کا تصور بھی نہیں کرسکتا ! بدعتی ان کے لئے دعا نہیں
مانگتا بلکہ ان سے اپنے حق میں دعا کی درخواست کرتا ہے . . . . . . جب
سے یہ بدعت رائج ہوئی تو میت کے لئے دعا مانگنے والی سنت اٹھ گئی . . . .
. . . . حالانکہ نمازِ جنازہ میں ، چاہے وہ نمازِ جنازہ کسی ولی کا ہو ، یا
پیر کا ، چاہے کسی عالم کا یا زاہد کا ، چاہے کسی صالح کا ہو ، یا شہید کا ، چاہے کسی
امام کا ہو یا فقیر کا ، چاہے کسی تابعی کا ہو یا صحابی کا . . . . نمازِ جنازہ
کی نیت کرتے ہوئے کہا جاتا ہے ! چار تکبیر نمازِ جنازہ فرض کفایہ ! ثنا واسطے
اللہ تعالےٰ کے ! درود حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور دعا
واسطے حاضر اس میت کے ! جنازہ میں بھی دعا میت سے نہیں کروائی جاتی ۔
بلکہ میت کے لئے دعا کی جاتی ہے ! مگر بدعتی اس سنت کے قریب بھی نہیں
جاتا ، وہ اولیاء اللہ کے مزاروں پر جاتا ہی اس لئے ہے کہ ان سے اپنے حق میں دُعا
کروائے !

سامعین گرامی قدر ! اگر کلمہ پڑھنے والے کو حقیقی معنیٰ میں امام الانبیاءؐ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پیار ہے ، اور اگر واقعی اس کا عشق صادق ہے تو پھر
اس پر لازم ہے کہ عبادات و معاملات میں ، شادی و غمی میں ، اذان و تکبیر

میں ، نمازِ عید اور نمازِ جنازہ میں ، کفن ودفن میں ، تجہیز و تکفین میں ، تعزیت وتہنیت میں ، تجارت وحرفت میں ، بادشاہی وغلامی میں ، غرضیکہ زندگی کے ہر ہر موڑ پہ دین کا کام کرتے ہوئے سنتِ نبوی ، اسوۂ رسول کی اتباع اور فرمانبرداریٔ پیغمبر کرنا ہوگی ! اصحابِ رسول کی قدسی جماعت کے نقشِ قدم پہ چلنا ہوگا۔ . . . . جو کچھ انہوں نے کیا وہی دین ہے ۔ اور جس کام اور جس عمل اور جس فعل کا ثبوت آنحضرتؐ اور اصحابِ رسول سے نہیں ہوگا ، بظاہر وہ کام کتنا ہی خوبصورت ، خوشنما اور نیکی کا معلوم ہوتا ہو ، وہ دین نہیں ہوگا وہ باعثِ اجر وثواب نہیں ہوگا ، بلکہ بدعت ہوگا ، باعثِ عذاب اور موجبِ غضب خداوندی ہوگا ،

اللہ تعالےٰ ہم سب کو بدعات سے اجتناب کرنے اور سنت کی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین !

وَآخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۭ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۔

پاک ہے وہ ذات جو رات کے ایک حصے میں لے گیا اپنے بندے کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ۔ جس کے گرد اگرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں تاکہ ہم ان کو

کو اپنی قدرت کی چند نشانیاں دکھائیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہی ہے سننے دیکھنے والا۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ فِی مَقَامٍ آخَر

وَلَقَدْ رَاٰہُ نَزْلَةً اُخْرٰی۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَھٰی۔ عِنْدَ جَنَّةُ الْمَاوٰی۔ اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔ لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیَاتِ رَبِّہِ الْکُبْرٰی۔

اور بے شک دیکھا نبی پاک نے اس جبریل امین کو دوسری دفعہ سدرة المنتہیٰ کے پاس اس کے قریب ہی جنت الماویٰ ہے جب سدرة المنتہیٰ کو لپیٹ رہی تھیں جو چیزیں لپیٹ رہی تھیں۔ نگاہ نہ تو ہٹی اور نہ بڑھی۔ انہوں نے اپنے پروردگار کی قدرت کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

سامعینِ گرامی قدر! یہ مہینہ رجب المرجب کا مہینہ ہے۔ اکثر علماء کا خیال یہ ہے کہ معراج کا عجیب وغریب سفر اسی مہینے کی ۲۷ ویں شب کو پیش آیا تھا! معراج کا بے مثال واقعہ اور عدیم النظیر ولاجواب سفر کس سنہ میں پیش آیا، اس میں علماء امت کا اختلاف ہے۔

معراج کب ہوئی مشہور مؤرخ طبری کا خیال ہے کہ جس سال آپ کو نبوت عطا ہوئی، اسی سال واقعہ معراج بھی پیش آیا ...... مشہور محدث اور شارح مسلم امام نووی رح اور مشہور مفسر امام قرطبی رح نے اپنا وزن اس پلڑے میں ڈالا کہ معراج کا سفر نبوت ملنے کے پانچ سال بعد پیش آیا ...... مگر اکثر محدثین اور مؤرخین جن میں ابن سعد مسلم بن قتیبہ رح، قتادہ رح نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رض، سیدنا عبداللہ بن عباس رض

اور عبداللہ بن عمرو بن العاص رضؓ سے نقل کیا ہے کہ واقعۂ معراج ہجرت مدینہ سے تقریباً ایک سال پہلے یعنی ۱۲ سنہ نبوی میں پیش آیا۔

البتہ اس بات میں بھی تقریباً علماءِ امت کا اتفاق ہے کہ معراج سفرِ طائف سے واپسی اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور ابو طالب کی وفات کے بعد کسی مہینے میں پیش آیا......

مہینہ کون سا تھا

رہی یہ بات کہ یہ مہینہ کون سا تھا اس میں علماءِ امت کے پانچ اقوال ہیں۔

ابنِ جریر طبری اور بیہقی کا خیال ہے کہ یہ سفر رمضان المبارک کے آخر میں یا شوال کے آغاز میں پیش آیا۔ ابراہیم بن اسحاق الحربی ربیع الآخر کہتے ہیں۔ عمرو بن شعیب کا قول ربیع الاول کا ہے۔

مگر ابنِ قتیبہؒ، علامہ ابن عبدالبرؒ، اور شارح مسلم امام نوویؒ کا خیال یہ ہے کہ عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ اور سفر رجب المرجب کے مہینے میں پیش آیا اور یہی قول راجح ہے اور اسی کو اکثر علماء نے اختیار فرمایا ہے۔

سفرِ معراج کن حالات میں پیش آیا

نبوت کو عطا ہوتے تقریباً گیارہ سال گزر چکے تھے اور ان گیارہ سالوں میں آپ نے راہِ حق میں ہر مصیبت اور ہر دکھ ہر تکلیف اور ہر سختی، ہر ستم اور ہر زیادتی برداشت کی .... پہلے دن کو وہ صفا سے ظلم و ستم کا یہ سلسلہ شروع ہوا اور دن بدن بڑھتا ہی گیا .... آزمائش و امتحان اور ابتلا کی سب منزلیں طے ہو گئیں.... دکھ اور غم کی کوئی قسم ایسی نہ رہی جو آپ نے راہ خدا میں برداشت نہ کی ہو، اور یہ حقیقت ہے کہ راہِ خدا میں رسوائی کا انجام سوائے عزت و رفعت اور سوائے معراج اور بلندی کے

اور کیا ہو سکتا ہے؟

پھر ظلم اپنی انتہا کو پہنچا اور آپؐ کے ساتھ سوشل بائیکاٹ کر دیا گیا۔ آپؐ اور آپ کے ہم نوا تین سال تک شعب بنو ہاشم میں محصور کر دیئے گئے ..... طائف کے بازاروں میں آپ کو رسوا اور بے عزت کرنے کے لیے پورا زور صرف کیا گیا ..... پھر کیا ہوا؟ رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور مولائے کائنات نے آپ کو معراج کی عزت و عظمت سے سرفراز فرمایا ..... آپ کے مخالفین آپ کو رسوا کرنا چاہتے تھے، رب نے آپ کو سربلند کر دیا ..... آپ کے دشمن آپ کو پستی میں دھکیلنا چاہتے تھے، آپ کے مہربان مالک نے آپ کو بلندی کے اس مقام پر پہنچا دیا کہ سید الملائکہ جبریلِ امین بھی پیچھے اور نیچے رہ گئے ..... آپ کے مخالفین نے آپ کو دبانا چاہا مگر آپ کے رب نے آپ کو اٹھایا۔ اونچا کیا اور اونچا بھی اس مقام تک کہ جو کائنات کا منتہیٰ ہے .....

کبھی آپ نے سورۃ بنی اسرائیل سے پہلی سورت نحل کی آخری دو آیتوں پر غور کیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ۔

آپ صبر کریں اور آپ کا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجیے اور یہ جو کچھ تدبیریں کرتے ہیں ان سے آپ تنگدل بھی نہ ہوں۔

سورۃ نحل کی آخری آیتوں میں نبی اکرمؐ کو حکم دیا جا رہا ہے کہ مشرکین و کفار کی تکلیفوں، مصائب اور دکھوں پر صبر کریں اور دل میں تنگی محسوس نہ کریں ... معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک مشرکین کے ظلم و ستم، تدبیروں اور سازشوں سے پریشان

مغموم اور تنگ دل ہوتے تھے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ سورہ نحل کے آخر میں یہ کہہ کر بنی اسرائیل کی ابتدا میں معراج کا تذکرہ فرمایا۔ اس کا ربط اور سورۃ نحل کے اخیر اور بنی اسرائیل کے آغاز کا ربط اور تعلق جس طرح جمعیت اشاعت التوحید والسنہ کے نائب امیر شیخ الحدیث والتفسیر مولانا قاضی شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا ہے وہ آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔

(حضرت قاضی صاحب مرحومؒ حضرت کشمیریؒ اور حضرت مولانا حسین علی کے مایۂ ناز شاگرد، جامع المنقول والمعقول، لائق ترین مدرس اور مناظر، فنِ حدیث کے ماہر معلّم، حدیث کی کئی کتب کے شارح، مفسرِ قرآن اور فقیہ تھے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ طبیعت انتہائی سادہ، بذلہ سنج، سینکڑوں واقعات اور عربی، فارسی اور پنجابی کے شعر حفظ تھے، جس مجلس میں ہوتے میرِ مجلس ہوتے۔ تاحیات جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ کے نائب امیر رہے۔ مسئلہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور سماعِ موتیٰ کے موضوع پر کئی کتابیں اور رسالے تصنیف فرمائے۔ میں نے دورۂ حدیث ان ہی کے پاس کیا تھا۔ ۸۴ء میں انتقال فرمایا، اللہ تعالیٰ انہیں کروڑ کروڑ جنت نصیب فرمائے۔)

مولانا قاضی شمس الدین کیا فرماتے ہیں

قاضی صاحب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نحل کے آخر میں فرمایا۔ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ۔ میرے پیغمبر مشرکین کی تکذیبوں پر صبر کر اور غمگین نہ ہو اور دل میں تنگی بھی محسوس نہ کر۔ انسان کی عادت ہے کہ جب وہ تنگدل، پریشان اور مغموم ہوتا ہے تو سیر و سیاحت کے لیے باہر نکلتا ہے، اپنے پیاروں اور دوستوں سے ملاقات کرتا ہے تاکہ اس کا غم ہلکا ہو جائے، اللہ تعالیٰ نے

بھی غم میں ڈوبے ہوئے اپنے پیارے پیغمبر کو آسمانوں کی سیر بھی کروائی اور گزرے ہوئے پیغمبروں سے ملاقات بھی کروائی اس لیے بنی اسرائیل کی ابتدا میں سفرِ معراج کا تذکرہ فرمایا۔

سفرِ معراج کا اجمالی تذکرہ

معراج اور معراج کا سفر اور واقعہ، یہ بڑا طویل اور تفصیلی مضمون ہے، اس کے کئی حصے اور گوشے ہیں اور ہر ہر حصّہ ایک الگ مضمون کی حیثیت رکھتا ہے، میں کئی خطبوں میں اسے تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کروں گا مگر چاہتا ہوں کہ اس پورے واقعے کا اجمالی ذکر اور ایک خاکہ سا آپ کے سامنے رکھ دوں۔

اِسرا اور معراج میں فرق

علمأ کی اصطلاح میں مسجدِ حرام سے بیت المقدس تک سیر کو اِسراء اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک کے سفر کو معراج کہتے ہیں! اور بسا اوقات اوّل سے آخر تک کی سیر کو اِسرا اور معراج کے لفظ سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

اِسراء کہنے کی وجہ

اِسراء کے معنی رات میں لیجانے کے ہیں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم اور حیرت انگیز سفر جسمیں اللہ ربّ العزت نے اپنے محبوب پیغمبر کو بیت اللہ سے بیت المقدس تک اور وہاں سے ملاءِ اعلیٰ تک سیر کروائی چونکہ رات کے ایک حصے میں پیش آیا، اس لیے اس کو اِسرا کہتے ہیں۔

معراج کہنے کی وجہ

اور اس واقعہ کو معراج اس لیے کہتے ہیں کہ معراج عروج سے مشتق ہے جس کے معنی چڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں، اسی لیے معراج زینہ اور سیڑھی کو بھی کہتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ اس رات میں

ملاءِ اعلیٰ کے منازل طے کئے اور ساتوں آسمانوں سے پرواز کرتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ اور اس سے بھی آگے پہنچ کر آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ فرمایا اور ان واقعات کے ذکر میں نبیٔ اکرم نے "عُرِجَ بِی" کا جملہ استعمال فرمایا، اس لیے اس رفیع المرتبہ اور باعظمت واقعہ کو معراج کہتے ہیں۔

کچھ علماء نے اسکو معراج کہنے کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ معراج کے معنی سیڑھی کے ہیں۔ بیت المقدس میں انبیاء کی امامت بعد آپ کے لیے جنت سے ایک سیڑھی لائی گئی جس کے ذریعہ آپ آسمان پر تشریف لے گئے۔

اجمالی تذکرہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ جبریلِ امین علیہ السلام چند فرشتوں کے ہمراہ تشریف لائے۔ انہوں نے میرا پیٹ چاک کر کے سونے کے تھال میں رکھ کر زم زم کے پانی سے خوب دھو کر اور اسے ایمان و حکمت سے بھر کر اصلی جگہ پر رکھ دیا اور جنت سے لائی ہوئی سواری براق پیش کی گئی، جہاں تک انسان کی نگاہ پہنچتی ہے وہاں تک اس کا ایک قدم پڑتا تھا۔ آپ اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آئے اور تمام انبیاء کے امام بنے، پھر آپ نے ان تمام انبیاء سے ان کے مشن کے بارے میں دریافت فرمایا تو تمام انبیاء نے متفقہ جواب دیا بُعِثْنَا بِالتَّوْحِيْدِ ان کی بعثت کا مقصد توحید رہا ہے۔

(ابن سعد)

اسی رات آپ کو بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک لے جایا گیا۔ جبریلِ امین نے دروازہ کھلوایا۔ وہاں ابو البشر سیدنا آدمؑ سے ملاقات ہوئی ان کے دائیں سعادت مندوں کی روحیں اور بائیں جانب دوخیوں کی روحیں آپ کو دکھلائی گئیں .... دوسرے آسمان پر سیدنا عیسٰی اور سیدنا یحیٰ

سے ملاقات ہوئی، تیسرے آسمان پر سیدنا یوسفؑ سے دعا سلام اور ملاقات ہوئی، چوتھے آسمان پر سیّدنا ادریس علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر سیّدنا ہارونؑ سے اور چھٹے آسمان پر سیّدنا موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ اس موقع پر سیّدنا موسیٰؑ رو پڑے اور رشک کی بنا پر آنسو بہنے لگے۔ پوچھا گیا کہ موسیٰ رونے کا سبب کیا ہے۔ موسیٰؑ نے عرض کی مولا! میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث ہوا، اسکی امت کے لوگ میری امت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوں گے، اس کے بعد آپ کو ساتویں آسمان پر لیجایا گیا وہاں جدّ الانبیاء سیّدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا۔

مَرحَبَا بِابْنِ الصَّالِح وَالنَّبِیِّ الصَّالِح فنعم المجیٔ جاء ..... خوش آمدید اے فرزندِ صالح، اے پیغمبر صالح کہہ کر آپ کا استقبال کیا، وہ بیت المعمور سے ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔

ثُمَّ رُفِعتُ اِلیٰ سِدْرَةِ الْمُنْتَهیٰ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی کی طرف بلند کیا گیا۔ میں نے دیکھا غَشِیَهَا اَلْوَانٌ بیری کے اس درخت کو مختلف رنگوں نے ڈھانپ لیا تھا لَا اَدْرِی مَاهِیَ، میں نہیں جانتا کہ اس پر کیا چیز پڑ رہی تھی، تجلیاتِ الٰہیہ کی وجہ سے اس درخت پر ایسی رونق چھا گئی کہ کوئی زبان اس کو بیان نہیں کر سکتی۔ یہاں پہنچ کر جبریلِ امین اپنی اصلی صورت میں آپ کے سامنے ظاہر ہوئے سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہی آپ نے جنت کا مشاہدہ فرمایا، بعد ازاں آپ کو جہنم دکھائی گئی، جس میں آپ نے اللہ کے قہر و غضب کا مشاہدہ کیا، پھر جہاں تک اللہ لے گیا، وہاں تک پہنچے!

آپ کو ابتدائً پچاس نمازوں کا تحفہ ملا جو تخفیف کی درخواست پر پانچ نمازیں کر دی گئیں ، پھر آپ یہ انعامات اور خوشخبریاں لے کر راتوں رات واپس مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ مشرکین مکہ نے یہ عجیب و غریب واقعہ سُنا تو طوفانِ بدتمیزی مچا دیا !

یہ ایک خاکہ سا ہے جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا۔ یہ واقعۂ معراج ایک عجیب و غریب اور حیرت انگیز واقعہ ہے جس نے لوگوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا کہ ایک شخص اسی جسم کے ساتھ جیتے جاگتے بیت اللہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں تک اور آسمانوں سے اوپر سدرۃ المنتہٰی اور اس سے آگے جہاں تک اللہ لے گیا وہ پہنچا اور یہ طویل و عظیم سفر لیلاً رات کے ایک حصے میں طے ہو گیا۔ انسانی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ اتنے تھوڑے سے وقت میں اتنا طویل سفر اور اتنے بڑے بڑے واقعات کس طرح رونما ہوتے ! اسی لیے کئی فلسفیوں نے اور کئی عقل کے بچاریوں نے اس واقعہ کا انکار کیا ..... انہوں نے کہا راستہ میں کرۂ زمہریر اور کرۂ نار واقع ہے ، ایک بشر ان کے پار کیسے جا سکتا ہے ؟

مگر ان کا یہ اعتراض تو تب سنا جائے جب ہم یہ کہیں کہ آپ کا یہ سفر اور معراج پر جانا اپنی طاقت ، اپنے ارادہ اور اپنے عمل دخل سے تھا !

معراج — ایک معجزہ

ہم تو کہتے ہیں کہ معراج کا سفر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک عظیم معجزہ ہے اور معجزے میں عمل دخل اور ارادہ پیغمبر کا نہیں ہوتا بلکہ

ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ رب العزت کی ہوتی ہے[10]

عقائد کی کتابیں پڑھیے، سب نے لکھا ہے کہ

معجزہ نبی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اور اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

سفرِ معراج اور سفرِ ہجرت

نبی اکرمؐ جب خود گئے ..... اپنی قوت وطاقت سے سفر فرمایا تو مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک پانچ سو کلومیٹر کا نسبتاً قلیل سفر تقریباً ۱۲ یا چودہ دن میں طے ہوا، اور یہاں زمین سے آسمان اور پھر سدرۃ المنتہیٰ سے ماوراء کا سفر طے ہوا تو رات کا ایک حصہ بھی صرف نہ ہوا، معلوم ہوا کہ یہ سفرِ معراج آپ کا معجزہ ہے جو اللہ رب العزت نے آپ کے ہاتھ پر ظاہر فرمایا۔

لفظ "سُبحان" سے آغاز

اسی لیے سورۃ بنی اسرائیل میں جب اس واقعہ اور اس سفر کا تذکرہ فرمایا تو لفظ سبحان سے شروع کیا کہ سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ کہ اس محیر العقول اور ورطۂ حیرت میں ڈال دینے والے سفر اور واقعہ کا انکار نہ کرنا کہ بداللہ کا دُرِّ یتیم اور آمنہ کا نورِ نظر اسی جسدِ عنصری کے ساتھ چشم زدن میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر آسمانوں تک اور سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے کیسے پہنچ گیا ..... تم نے یہ نہیں دیکھنا کہ وہ کیسے گیا بلکہ یہ دیکھنا ہے کہ اسے لے کر کون گیا؟ جو اسے لے کر گیا ہے وہ سبحان ہے یعنی ہر عاجزی اور مجبوری سے پاک اور منزہ.. وہ ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے، وہ ہر بے بسی اور بے کسی سے پاک ہے..... وہ عیبوں اور کوتاہیوں، ناکامیوں اور عاجزیوں سے

پاک ہے۔

توجس واقعہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے سبحان ہونے کی دلیل قرار دیا ہے بلکہ دلیل کے طور پر اس کا ذکر فرمایا وہ کوئی معمولی واقعہ نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی اہم اور عظیم الشان اور محیر العقول واقعہ ہوگا، اس لیے اس واقعہ کا انکار کرنا گویا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور سبحان ہونے کا انکار کرنا ہے۔

لفظ سُبحَان کی دوسری حکمت

یہ واقعہ اور یہ سفر چونکہ بڑا عجیب اور حیرت انگیز تھا .... اور انسانی اور بشری تقاضوں سے ماورا تھا ...... امام الانبیاء کا زمین کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں تک جانا اور رات کے ایک قلیل حصہ میں جانا لوگوں کو اس وہم اور خیال میں مبتلا کر سکتا تھا کہ شاید آپ صفاتِ کارسازی سے متصف اور لازوال طاقتوں اور قوتوں کے مالک ہیں اس لیے اس واقعہ کو لفظ سبحان سے شروع فرمایا کہ میرے نبی کے اس عظیم سفر کو دیکھ کر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہونا میری ذات شریکوں، نائبوں، وزیروں اور مشیروں سے پاک ہے اور میری کسی صفت میں بھی مخلوق میں سے کوئی بھی شریک نہیں۔

لفظ سُبحَان کی تیسری حکمت

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ البدایہ والنہایہ (صفحہ ۱۱۴ جلد ۳) میں فرماتے ہیں کہ لفظ سُبحان اس وقت بولا جاتا ہے جب عجیب و غریب اور محیر العقول نشانیاں دیکھنے میں آتی ہوں ......

معراج جسمانی تھا بحالت بیداری

یہ لفظ سبحان اس بات کی دلیل ہے کہ رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمِ عنصری کے ساتھ حالت بیداری میں معراج کرائی گئی .... ورنہ

خواب کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر لفظ سبحان بولا جائے!

یاد رکھیے! تمام اصحاب رسولؐ، تابعین اور سلف صالحین کا عقیدہ اور نظریہ یہی ہے کہ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری کی حالت میں اسی جسدِ اقدس کے ساتھ معراج ہوئی۔

معراجِ جسمانی کی دوسری دلیل

سورۃ بنی اسرائیل کی ابتدا میں معراج کا تذکرہ فرماتے ہوئے

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو .....

عبد مجموعہ روح وجسد کا نام ہے، اس کا اطلاق صرف روح پر صحیح نہیں ہے۔ قرآنِ کریم میں جہاں جہاں لفظ 'عبد' استعمال ہوا ہر جگہ مراد روح مع الجسد ہے۔ مثلاً سورۃ علق جہاں ابوجہل کی طرف سے نبی اکرمؐ اور مومنین کو ستانے کا تذکرہ ہے وہاں فرمایا ..... اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی ..... کیا تو نے اس شخص (ابوجہل) کو نہیں دیکھا جو اس خاص بندے کو نماز پڑھنے سے روکتا ہے.... ظاہر اور واضح بات ہے یہاں عبد سے مراد نبیؐ اکرمؐ کی ذات مبارکہ ہے یعنی جسد مع روح مراد ہے نہ کہ صرف روح کیونکہ ابوجہل صرف روح کو نماز پڑھنے سے نہیں روکتا تھا۔

ایک جگہ پر اللہ ربّ العزت فرماتے ہیں۔

وَاَنَّہٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰہِ یَدْعُوْہُ ..... جب اللہ کا بندہ (محمد کریمؐ) نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہوتا ہے .... یہاں بھی عبد سے مراد صرف روح نہیں بلکہ روح مع الجسد ہے۔

ایک اور مقام پر فرمایا۔

تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ .... بڑی بابرکت ذات ہے وہ جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا... بتایئے یہاں عبد سے مراد صرف روح ہے یا روح اور جسم دونوں مراد ہیں۔

ایک جگہ پر فرمایا ذِكْرُ رَحْمَةِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا ..... یہاں روح سے مراد روح مع الجسد ہی ہے.... فرمایا، وَاذْكُرْ عَبْدَنَا اَیُّوْبَ ..... وَاذْكُرْ عِبَادَنَا اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْحَاقَ وَیَعْقُوْبَ .... یہاں عبد اور عبادنا سے مراد صرف روح نہیں بلکہ روح اور جسم کا مرکب وہ ذات مراد ہے۔

ان تمام مثالوں کے بیان سے میرا مقصد یہ ہے کہ معراج کے واقعہ میں لفظ "عبد" استعمال ہوا ہے اور اس سے مراد صرف روح نہیں بلکہ نبی اکرمؐ کی ذات مراد ہے، لہٰذا معراج خواب کا واقعہ نہیں۔

معراج جسمانی کی تیسری دلیل

مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کے سفر کو اللہ تعالیٰ نے لفظ اَسْرٰی سے تعبیر کیا ہے اور قرآن مقدس میں جہاں جہاں یہ لفظ استعمال ہوا ہے وہاں مراد رات کی سیر، رات کو جانا اور روح مع الجسد دونوں کے ساتھ جانا ہوتا ہے .... لفظ اَسْرٰی خواب یا کشف کے لیے مستعمل نہیں سیدنا لوطؑ کو حکم ہوتا ہے فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ (ہود) اور سیدنا موسیٰ کے واقعہ میں ہے وَاَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ (شعراء)

ان دونوں قصوں میں یہ تو قطعاً مراد نہیں کہ لوگوں کی ارواح کو لے

کر چلے جائیں اور جسم یہاں ہی رہ جائیں بلکہ یہاں اسرا سے مراد رات کے وقت بحالتِ بیداری لے جانا مراد ہے۔

چوتھی دلیل

ارشاد خداوندی ہے۔

وَجَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (بنی اسرائیل)

اور نہیں بنایا ہم نے وہ دکھلاوا جو ہم نے آپ کو دکھایا مگر لوگوں کے لیے آزمائش۔

یہ آیتِ کریمہ معراج سے تعلق رکھتی ہے اور رویا سے مراد عالمِ بیداری میں دیکھنا مراد ہے۔ نبیؐ اکرم کے چچا زاد بھائی اور مفسرِ قرآن سیدنا عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں۔

هِيَ رُؤْيَا عَيْنٍ أُرِيهَا رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِهٖ۔ (بخاری ص۶۸۶/۲)

یہاں رویا سے مراد آنکھوں کا دیکھنا ہے جو کہ نبی اکرمؐ کو معراج کی رات دکھایا گیا تھا۔

نیز اس واقعہ کو فِتْنَةً لِلنَّاسِ لوگوں کے لیے آزمائش قرار دیا گیا، اگر یہ واقعہ خواب یا نیند کا ہوتا تو آزمائش کس طرح ہوتا؟ نیند کے اندر، خواب میں تو کوئی بھی شخص آسمانوں کی سیر کر سکتا ہے چنانچہ حضرت سیدنا ابن عباسؓ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں لَوْ كَانَتْ رُؤْيَا مَنَامٍ مَا افْتُتِنَ بِهَا أَحَدٌ وَلَا أَنْكَرَهَا فَإِنَّهٗ لَا يُسْتَبْعَدُ عَلٰى أَحَدٍ أَنْ يَرٰى نَفْسَهٗ يَخْتَرِقُ السَّمٰوٰتِ وَيَجْلِسُ عَلَى الْكُرْسِيِّ وَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ۔

(احکام القرآن ابن عربی) ۳۶۲

اگر معراج عالمِ خواب کا واقعہ ہوتا تو کوئی شخص اس سے فتنہ میں مبتلا نہ ہوتا اور کوئی اس کا انکار نہ کرتا کیونکہ اگر کوئی شخص خواب میں اپنے آپ کو دیکھے کہ وہ آسمانوں کو چیرتا ہوا اوپر جا رہا ہے یہاں تک کہ کرسی پر جا کر بیٹھ گیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ گفتگو فرمائی تو ایسے خواب کو کوئی بھی خلاف عقل قرار دے کر اس کا انکار نہیں کرتا۔

پانچویں دلیل

مختلف احادیث میں ہے کہ مشرکین مکہ نے اس واقعہ کو سُنا تو آپ کی تکذیب کی، مذاق اُڑایا تمسخر کیا ..... انہوں نے آپ سے بیت المقدس کی علامات اور نشانیاں دریافت کیں ..... اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس آپ کے سامنے کر دیا، آپ نے دیکھ دیکھ کر مشرکین کی باتوں کا جواب دیا۔

آپ کا کیا خیال ہے اگر معراج کا سفر اور واقعہ کوئی خواب ہوتا تو مشرکین نہ اس طرح انکار کرتے، نہ مذاق بناتے نہ تمسخر اڑاتے اور نہ بیت المقدس کی علامات پوچھتے۔

معراجِ جسمانی پر چند اور دلائل

واقعاتِ معراج میں بیان کیا گیا ہے کہ آپ براق پر سوار ہوئے، آپ نے دودھ کا پیالہ نوش فرمایا ..... یہ سوار ہونا اور پینا یہ سب جسم کے خواص ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ معراج جسمانی تھا۔

نیز اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو نبی اکرمؐ کے معجزات میں شمار نہ ہوتا، اس لیے کہ خواب میں مسلمان تو مسلمان رہا ایک کافر بھی بیت اللہ اور بیت المقدس دیکھ سکتا ہے۔

پھر معراج کا واقعہ جب پیش آیا تو صبح آپ نے جن صحابہ کے سامنے اس واقعہ کا تذکرہ فرمایا وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہ سفر بحالت بیداری جسد عنصری کے ساتھ پیش آیا۔ جیسے سیدنا فاروق اعظمؓ اور سیدنا ابن مسعودؓ ..... صرف سیدہ عائشہؓ اور سیدنا معاویہؓ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ روحانی معراج کے قائل ہیں، مگر محدثین ان کی طرف اس نسبت کو مشکوک سمجھتے ہیں ...... اور اگر ان کی طرف اس قول کی نسبت صحیح بھی ہو، تب بھی ان کے قول پر جمہور صحابہ کے قول کو ہی ترجیح دی جائے گی، اس لیے کہ معراج کے وقوع کے وقت سیدہ عائشہؓ کمسن تھیں اور امیر معاویہؓ ابھی تک مشرف بہ اسلام ہی نہیں ہوتے تھے ...... نیز یہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے نبی اکرمؐ کا ارشاد نہیں - صاحب بحر محیط علامہ ابن حیان نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔

حضرات گرامی قدر! میں نے قرآن وحدیث کے دلائل سے آپ حضرات کو یہ حقیقت سمجھانے کی پوری کوشش کی ہے کہ معراج کا واقعہ روحانی یا خواب نہیں تھا بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں تک اور پھر سدرۃ المنتہیٰ تک بحالت بیداری اسی جسم کے ساتھ روح سمیت تشریف لے گئے تھے۔

بیت المقدس میں امام الانبیاء بنے

شب معراج آپ پوری شان وشوکت کے ساتھ بیت المقدس پہنچے ..... صحیح مسلم میں سیدنا انسؓ سے مروی ہے کہ آپ نے براق کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھتے تھے آپ نے فرمایا رَأَيْتُ الْاَنْبِيَاءَ جُمِعُوا لِيْ - میں نے دیکھا کہ وہاں

بیت المقدس میں میرے لیے تمام انبیاء کرام کو جمع کیا گیا ہے۔

میں نے خیال کیا کہ یہ تمام انبیاء آج یہاں جمع ہیں اور نماز کی تیاری بھی کر رہے ہیں لَا بُدَّ اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمْ اِمَامٌ لازماً ان کا کوئی امام بھی ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابھی میں یہ خیال کر ہی رہا تھا کہ جبریلِ امین نے مجھے آگے کر دیا فَاَقَمْتُ لَهُمْ میں نے ان سب کی امامت کروائی۔

میں کہتا ہوں کہ تمام انبیاءؑ سے یہ وعدہ لیا گیا تھا کہ تم میرے آخری نبی کا زمانہ پاؤ تو لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ اس پر ایمان لاؤ گے ۔ ۔ ۔ ۔ آج اللہ تعالیٰ نے اس وعدہ کا ایفاء کروا دیا اور تمام انبیاء نے مقتدی بن کر اس حقیقت کو مان لیا کہ امام الانبیاء اور نبیّ الانبیاءؑ ہیں تو وہ صرف عبداللہؓ کے دُرِ یتیم ہیں۔ یہ تو اللہ ربّ العزت نے آپ کے مقام و مرتبہ کی ایک جھلک دکھائی ہے، ورنہ آپ کے مقام و مرتبہ، آپ کی شان و منزلت اور آپ کی عظمت و رفعت کا اصل اظہار تو قیامت کے دن ہوگا جب لواء الحمد آپ کے ہاتھ میں ہوگا جس کے نیچے تمام انبیاءؑ اپنی امتوں سمیت کھڑے ہونگے جب حوضِ کوثر کے آپ ساقی بنیں گے ، جب مقامِ محمود پر آپ فائز ہوں گے ، جب آپ شفاعتِ کبریٰ اور پھر شفاعتِ صغریٰ کریں گے، جب سب سے پہلے آپ جنت کے دروازے کو کھولیں گے ۔

ابنِ سعد کی ایک روایت میں ہے کہ ۔ ۔ ۔ " میں نماز پڑھا کر پیچھے کی طرف پلٹا تو جبریلِ امین علیہ السلام نے کہا اَتَدْرِیْ مَنْ صَلّٰی خَلْفَكَ ۔ ۔ ۔ ۔ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ! آپ جانتے ہیں آج آپ کے مقتدی کون تھے ؟ اور آپ نے کن کی امامت فرمائی ؟ آپ نے فرمایا ۔ ۔ ۔ ۔ لَا اَدْرِیْ ۔ ۔ ۔ ۔ مجھے تو کوئی علم نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ پھر جبریل نے بتایا

صَلّٰی خَلْفَکَ کُلُّ نَبِیٍّ بَعَثَہُ اللّٰہُ ....

جتنے انبیاء آج تک مبعوث ہوئے وہ سب کے سب آپ کے مقتدی بنے، اور آپ کو امام الانبیاءؑ بنایا گیا .....

کیا بیت المقدّس میں انبیاءؑ کے اجسام آئے تھے

آپ پہلے سن چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف آسمانوں پر متعدد انبیاء کرام سے ملاقات فرمائی . . . اور بیت المقدس میں بھی انبیاءؑ سے ملاقات ہوئی اور ان کو نماز بھی پڑھائی اور اس سے قبل سیدنا موسیٰؑ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔

ذہن میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ انبیاء اپنے عنصری جسموں کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں سے نکل کر آئے تھے . . . . یا ان کی ارواح متمثل ہو کر آئی تھیں۔

پہلی بات یعنی عنصری جسموں کا قبروں سے نکل کر آنا، اس کے بارے میں کوئی مستند دلیل اور قول موجود نہیں، کوئی محقق عالم اور محدث اس کا قائل نہیں . . . . ویسے بھی یہ بات قرآن وسنّت کی نصوص کے خلاف ہے، جو بات قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور جمہور علماء امت جس کے قائل ہیں وہ یہ ہے کہ آپ کی ملاقات انبیاء کرام کے مثالی اجساد سے ہوئی تھی۔

علامہ بیضاوی نے اپنی شہرۂ آفاق تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۷۳ میں امام الانبیاءؑ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد نقل کیا ہے۔

مُثِّلَ لِیَ الْاَنْبِیَاءُ فَصَلَّیْتُ بِھِمْ نبیوں کو میرے لیے مثالی

جسموں میں حاضر کیا گیا تو میں نے ان کو نماز پڑھائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مُتَمثِّل پر ذرا غور فرمائیے،

کیا اس سے واضح نہیں ہو رہا کہ جن انبیا کرام سے بیت المقدس میں آپ کی ملاقات ہوئی اور جن کی آپ نے امامت فرمائی وہ انبیاء کرام وہاں مثالی جسموں میں تھے، اصلی اور عنصری بدنوں کے ساتھ تشریف نہیں لائے تھے!

علامہ ابن قیم اپنی کتاب کتاب الروح صہ ۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں۔

هٰذِهِ الرُّؤْيَةِ اِنَّمَا هِيَ لِاَرْوَاحِهِمْ دُوْنَ اَجْسَادِهِمْ وَالْاَجْسَادُ فِي الْاَرْضِ قَطْعًا اِنَّمَا تُبْعَثُ يَوْمَ بَعْثِ الْاَجْسَادُ وَلَمْ تُبْعَثْ قَبْلَ ذَالِكَ

آپ نے ان کی روحوں کو دیکھا تھا نہ کہ ان کے جسموں کو کیونکہ ان کے جسم تو یقیناً زمین میں تھے جو قیامت کے روز اٹھائے جائیں گے اور قیامت سے پہلے نہیں اٹھائے جائیں گے۔

حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کیا کہتے ہیں

حکیم الامۃ مولانا اشرف علی تھانویؒ اپنی کتاب نشر الطیب میں فرماتے ہیں۔

حضرت آدمؑ جمیع انبیاؑ میں اس سے قبل بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبریں میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموٰات میں جو انبیاء کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے، اسکی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تمثّل ہوا ہے یعنی غیر عنصری جسد سے (جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں) روح کا تعلق ہو گیا۔

مولانا محمد ادریس کاندھلوی فرماتے ہیں۔

اَلصَّحِیْحُ اَنَّہٗ رَاٰی فِیْہَا الْاَرْوَاحَ فِیْ مِثَالِ الْاَجْسَادِ

التعلیق الصبیح ص۲۲۹ ج۲

صحیح بات یہ ہے کہ وہاں آپؐ نے حضرات انبیاء کی روحوں کو مثالی بدنوں میں دیکھا۔

حضرت کاندھلوی نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب سیرت المصطفےٰ ص۲۷۷ میں معراج کے واقعات کا ذکر کرتے ہوئے سرخی جمائی ہے، ذرا اسے دیکھئے اور سنیئے فرماتے ہیں۔

"عجائب سفر اور عالم مثال کی بے مثال امثال"

اس عنوان کے تحت ذکر فرمایا کہ دنیا کو بوڑھی عورت کی مثال میں پیش گیا .... شیطان کو ایک بوڑھے شخص کی مثال میں پیش کیا گیا۔ فطرت کو دودھ کی صورت میں پیش کیا گیا .... وہاں آپ نے دیکھا کہ بے نمازوں کو عذاب ہو رہا ہے حالانکہ ابھی تو نماز فرض بھی نہیں ہوئی تھی .... یہ سب چیزیں مثالی تھیں ...... یاد رکھیے نبی اکرمؐ کا یہ سفر حالت بیداری میں حقیقی تھا مگر جو چیزیں آپ کو دکھائی گئیں وہ مثالی تھیں۔ اسی طرح سیدنا موسیٰؑ کا قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنا بھی مثالی جسم کے ساتھ تھا! جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سیدنا موسیٰؑ اسی دنیاوی قبر میں جسد مع روح زندہ تھے اور نماز پڑھتے ہیں تو پھر ہمارا سوال یہ ہے کہ سیدنا موسیٰ کو بیت المقدس میں دیکھا اور پھر چھٹے آسمان پر بھی دیکھا .... جسم اور روح دونوں تو زمین والی قبر میں تھے، پھر بیت المقدس اور چھٹے آسمان پر کیا تھا؟

اسی طرح نبی اکرم نے دیکھا کہ سیدنا یونس ایک اونٹنی پر سوار حج کے لیے

تلبیہ کہہ رہے ہیں تو یہاں بھی آپ نے ان کی روح کو مثالی جسم میں دیکھا، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سیدنا یونس اپنی قبر سے اسی جسم اور روح کے ساتھ باہر آ کر اونٹنی پر حج کے لیے جا رہے تھے، اگر کسی کو ضد ہو کہ اسی جسم کے ساتھ دیکھا تو پھر ہمارا سوال یہ ہے کہ جس اونٹنی پر وہ سوار تھے وہ کہاں سے آ گئی تھی۔ کیا اس وقت کے لوگوں نے اونٹنی کو بھی حضرت یونس علیہ کے ساتھ دفن کیا تھا؟ اگر نہیں تو ماننا پڑے گا جس طرح وہ اونٹنی مثالی تھی اسی طرح حضرت یونس کا وجود بھی مثالی تھا اور اسی طرح حضرت موسیٰ کا جسم بھی مثالی تھا۔

انبیاء کا مشن — توحید

سامعین گرامی قدر! بات بہت دور نکل گئی۔ میں عرض کر رہا تھا کہ بیت المقدس میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کرام کو نماز پڑھا چکے اور جبریل امین نے آپ کو بتلایا کہ تمام انبیاء آج آپ کے مقتدی ہیں تو آپ نے تمام انبیاء سے پوچھا کہ تمہاری بعثت کی غرض و غایت، مقصد اور مشن کیا تھا۔ انبیاء کرام نے جواب دیا بُعِثْنَا بِالتَّوْحِيْدِ (طبقات ابن سعد)

ہماری بعثت کی غرض و غایت اور ہمارا مشن مسئلہ توحید کی اشاعت تھا۔ ہم لوگوں کو یہ بتانے کے لیے بھیجے گئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا الٰہ کوئی نہیں، وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اسکی صفت ہے۔ وہ ہمہ دان بھی ہے اور ہمہ کن بھی۔ وہی متصرف فی الامور بھی ہے اور عالم الغیب بھی۔ وہی نافع و ضار ہے اور وہی معطی و مانع ہے۔ نذر و نیاز کے لائق صرف وہی ہے۔ ہم لوگوں کو یہ بتلانے کے لیے دنیا میں بھیجے گئے تھے کہ مسجود و معبود صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ قرآن مقدس نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا فَاعْبُدُوْن (انبیاء)

ہم نے آپ سے پہلے جتنے پیغمبر بھی مبعوث کیے، ان کی طرف ایک ہی وحی کی تھی کہ میرے سوا معبود کوئی نہیں لہٰذا عبادت صرف میری کرو۔

اشاعت التوحید والسنہ کا مشن ـــ پیغمبری مشن

مسئلہ توحید کی اشاعت اور شرک کے خلاف جدوجہد اور عملی کوشش تمام انبیاءؑ کا مشترکہ مشن ہے اور ہم خوش قسمت ہیں کہ جس جماعت سے ہمارا تعلق ہے وہ جماعت پیغمبری مشن کی امین ہے۔ اشاعتِ توحید کا مشن سب سے اعلیٰ اور عظیم مشن ہے۔ ..... توحید ہی دین اسلام کی بنیاد ہے، توحید ہی عمارتِ دین کی پہلی اینٹ ہے، توحید ہی باعثِ تخلیق کائنات ہے، توحید ہی قرآن کا مرکزی دعویٰ ہے، توحید ہی جن وانس کی پیدائش کا مقصد ہے، توحید پر ہی نجات کا دارومدار ہے.... مگر افسوس صد افسوس کہ آج اس اہم اور عظیم مسئلے کو ثانوی حیثیت دے دی گئی ہے، آج توحید کی جگہ شرک نے لے لی، قبر پرستی فیشن بن گئی، غیر اللہ کی نذر ونیاز نے دین کی صورت اختیار کر لی، یا علی مدد، یا رسول اللہ مدد اور یا پیر مدد نے نعروں کی صورت اختیار کر لی، جو تعظیم اللہ تعالیٰ کے لیے اور اللہ تعالیٰ کے گھر کے لیے ہونی چاہیئے تھی، ہر وہ تعظیم قبروں پر خرچ کی گئی، غیر اللہ کو داتا، غوث اعظم لجپال، دستگیر، کھوٹی قسمتیں کھری کرنے والا، جھولیاں بھرنے والا کہا گیا.... بتاؤ، یہ شرک نہیں تو پھر شرک کس کا نام ہے؟۔ دوستو! توحید بیان کرنا اور توحید کی دعوت دینا پیغمبری مشن ہے۔ معراج کی رات امام الانبیاءؐ کے پوچھنے پر تمام انبیاءؑ نے کہا بُعِثْنَا بِالتَّوْحِیْدِ ہماری

بعثت کا مقصد توحید تھا۔

قیامت کے وقوع کا علم کوئی نہیں جانتا

مشہور صحابی رسول سیدنا عبداللہ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَقِيتُ لَيلَةَ اُسْرِیَ بِیَ اِبْرَاهِيمَ وَمُوسٰی وَعِيسٰی ..... شب معراج میری ملاقات سیدنا ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ سے ہوئی فَتَذَاكَرُوا اَمْرَ السَّاعَةِ انہوں نے باہم قیامت کے وقوع کا ذکر چھیڑا .....

فَرَدُّوا اَمْرَهُمْ اِلَى اِبْرَاهِيمَ سب سے پہلے یہ معاملہ سیدنا ابراہیم کے سامنے پیش کیا گیا کہ آپ جدُّ الانبیاء بھی ہیں، امام الموحدین بھی اور خلیل ربُّ العالمین بھی ...... فَقَالَ لَا عِلْمَ لِی بِهَا ... انہوں نے کہا مجھے تو قیامت کے وقوع کے وقت کا علم نہیں ... فَرَدُّوا الْاَمْرَ اِلَى مُوسٰی ... پھر یہ معاملہ حضرت موسیٰ کے سامنے پیش ہوا کہ تم کلیم اللہ بھی ہو اور صاحب توریت بھی .... فَقَالَ لَا عِلْمَ لِی بِهَا انہوں نے کہا مجھے اس بارے میں کوئی معلومات نہیں ہیں .....

فَرَدُّوا الْاَمْرَ اِلَى عِيسٰی ..... پھر حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا گیا کہ آپ ہی بتلایئے قیامت کب آئے گی ...... آپ تو بن باپ پیدا ہوئے، پنگھوڑے میں بولے، روح اللہ کا خطاب ملا، انجیل جیسی کتاب عطا ہوئی۔ زندہ آسمانوں کی طرف اٹھائے گئے .... حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا فَلَا يَعْلَمُ بِهَا اَحَدٌ اِلَّا اللّٰهُ (ابن ماجہ ص۳۰۹) قیامت کے آنے کا ٹھیک وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کا جواب اتنا جامع ومانع اور مکمل تھا کہ پھر یہ معاملہ
یہ سوال امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھنے کی گنجائش ہی نہیں تھی
اور نبی پاک نے بھی سیدنا عیسٰی کا جواب سُن کر خاموشی اختیار فرمائی گویا کہ اُن
کے جواب کی توثیق وتصدیق فرمادی . . . . ورنہ اگر آپ کو بھی قیامت کے
وقوع کے ٹھیک وقت کا علم ہوتا تو خاموشی اختیار نہ فرماتے بلکہ کہتے کہ میں
جانتا ہوں . . . . . معلوم ہوتا ہے کہ امام الانبیا سمیت یہ اولوالعزم پیغمبر
بھی عالم الغیب نہیں ہیں ۔

بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک

بیت المقدس میں انبیاء کرام کی امامت کروانے کے بعد

آپ کو زمین کی پستیوں سے آسمان کی بلندیوں کی طرف اٹھایا گیا ، ہر آسمان
پر فرشتوں نے اور وہاں تشریف رکھنے والے پیغمبروں نے مرحبا مرحبا کے
کلمات سے آپ کا استقبال کیا . . . . . آپؐ فرماتے ہیں ثُمَّ رُفِعَتْ
اِلَی سِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف بلند کیا گیا . . . .
سدرہ بیری کے درخت کو کہتے ہیں ۔ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے ، وہ
سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک جاتی ہے اور پھر اوپر اٹھائی جاتی ہے اور اس طرح
ملاءِ اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر آکر کھڑی ہوجاتی ہے پھر
نیچے اترتی ہے اس لیے اس کو سدرۃ المنتہیٰ کہتے ہیں ۔ یہی جبریل امین کا
مستقر اور ٹھکانہ ہے اور یہی اس کی پرواز کی انتہا ہے اور اسی مقام پر آپ
نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے اور اسی کے
پاس جنت الماویٰ بھی ہے جو متقین کا مقام ہے ۔ اس سفر اور مشاہدہ کو
سورۃ النجم میں بیان فرمایا ۔

ہ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى اور تحقیق جبریل کو اس نے دیکھا ہے اترتے ہوئے ایک بار اور بھی . . . . شب معراج میں آپ نے جبریل امین کو سدرۃ المنتہٰی کے قریب ان کی اصلی صورت میں دیکھا، اس سے پہلے آپ غارِ حرا میں انہیں اصلی صورت میں دیکھ چکے تھے جس کا ذکر پہلی آیتوں میں ہو چکا ہے۔

وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى

اور وہ جبریل تھا اور پر کنارے پر آسمان کے، پھر وہ قریب آیا، پھر رہ گیا فرق دو کمان کے برابر بلکہ اس سے بھی کم پھر حکم بھیجا اللہ نے اپنے بندے پر جو حکم بھیجا۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى، اسی سدرۃ المنتہٰی کے قریب ہی جنّت ہے جو متقین کا ٹھکانہ ہے۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى جب ڈھانپ لیا تھا اس درخت کو جس چیز نے ڈھانپ لیا تھا! کس چیز نے ڈھانپ لیا . . . . . فَرَاشٌ مِّنْ ذَهَبٍ سونے کے پتنگے اور پروانے تھے جنہوں نے اس درخت کو گھیر رکھا تھا۔ (مسلم ص۹۷/۱)

غَشِيَهَا نُوْرُ الرَّبِّ اَوِ الْمَلَائِكَةُ تَقَعُ عَلَيْهَا كَمَا يَقَعُ الْفِرَاشُ عَلَى الشَّجَرَةِ (قرطبی)

ربُّ العزت کے نور نے . . . . . حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات نے اسے ڈھانپ رکھا تھا اور بے شمار فرشتے اس پر جگنو کی طرح چمک رہے تھے . . . . . اس وقت سدرۃ المنتہٰی نورِ ربّی اور تجلّیٔ الٰہی سے جگمگا رہا تھا اور اس پر فرشتوں کا اس قدر جھرمٹ تھا کہ درخت ان کے نیچے

چھپ گیا تھا۔

سدرۃ المنتہیٰ سے آگے

پھر سدرۃ المنتہیٰ سے آگے جہاں تک آپ کا ربّ آپؐ کو لے کر گیا، آپ تشریف لے گئے ...... سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ایک بال برابر جبریل امین جاتے تو اس کے پر جل جائیں۔ ع

اگر یک سر موئے برتر پرم — فروغ تجلی بسوزد پرم

ہاں .... جس جگہ نوریوں کے سردار کی منزل ختم ہو گئی وہاں سے محمد بشر کی منزل شروع ہو گئی۔ جہاں نوریوں کی پرواز کی انتہا ہے وہاں سید البشر کی ابتدا ہے۔

بشر ہو کے جائے تب کمال ہے

یہ غالی اور بدعتی کہتا ہے۔

ع بشر ہو کے عرشاں تے جا کوئی نہیں سکدا

.... کوئی اس کو سمجھائے ظالم! بشر ہو کے آسمانوں پر جاتے ہی تو نبوت کا کمال ہے۔ نور کا آسمانوں پر جانا، نوریوں کا سدرۃ المنتہیٰ پر جگنوؤں کی طرح جگمگانا کوئی کمال نہیں ..... نوری تو رہتے ہی آسمانوں پر اور سدرۃ المنتہیٰ پر ہیں ..... کمال یہ ہے عظمت یہ ہے اور مقام یہ ہے کہ عبداللہ کا دُرِ یتیم اور آمنہ کا جایا اسی وجود کے ساتھ عالمِ بیداری میں بلندی کے اس مقام پر پہنچ جائے جہاں سید الملائکہ جبریل امین کا خیال بھی کبھی نہیں پہنچا! جہاں جبریل کے پر جلیں وہاں میرے نبی کے پاؤں پہنچیں۔

اللہ تعالیٰ کو پتہ تھا کہ سفرِ معراج کا سن کے مشرکین کہیں گے بھلا

بشر ہو کے کوئی عرش پر جا سکتا ہے، اس لیے اس واقعہ کو شروع فرمایا تو کہا سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لوگو! کسی مغالطے میں مبتلا نہ ہو جانا، میرا نبی سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تک بھی گیا، تو تھا عبد ہی،۔۔۔۔ تھا میرا بندہ ہی!

اس لیے کمال یہ ہے کہ بشر ہو کے محمد عربی سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر چلا جائے۔۔۔۔۔۔ یہ بالکل ویسے ہی ہے کہ ہمارے دوست کہتے ہیں کہ انبیاء کی ارواح ان کے جسموں میں موجود ہیں اس لیے انہیں قبر میں مٹی نہیں کھاتی۔

روح جسم میں موجود نہیں مٹی پھر نہیں کھاتی

ہم کہتے ہیں روح جسم میں موجود ہو اور پھر مٹی نہ کھائے یہ کوئی کمال نہیں، اس لیے کہ روح جسم میں موجود ہو اور مٹی نہ کھاتے اس میں نبی کا کیا کمال ہے؟ کسی بھی زندہ شخص کو مٹی نہیں کھاتی! اصحابِ کہف تین سو نو سال سوتے رہے مگر مٹی نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔۔۔۔۔ نبی کا کمال یہ ہے کہ جسم میں روح موجود نہیں اور مٹی پھر بھی نہیں کھاتی۔۔۔۔ انبیاء کرام کی ارواح اعلیٰ علیین میں جنت کے اعلیٰ مقام پر ہیں اور ان کے اجساد قبروں میں قیامت تک محفوظ ہیں۔۔۔۔۔ انبیاء کرام کی حیات برزخی ہے اور ہم جمعیت اشاعت التوحید والسنہ سے تعلق رکھنے والے لوگ انبیاء کی اعلیٰ، اولیٰ، اشرف، اکمل، اجمل، اجدر حیات کے قائل ہیں۔ یعنی حیاتِ برزخی

معراج کے تحفے سدرۃ المنتہیٰ سے آگے پرواز کرتے ہوتے بارگاہِ اقدس اور مقامِ قرب میں پہنچے ، پھر خلوت گاہِ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیغام ادا ہوئے جن کی لطافت و نزاکت الفاظ کے سانچے میں نہیں ڈھل سکتی ۔

امام الانبیاء نے تین تحفے پیش کیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حضور جو تین تحفے پیش کیے ہم ہر نماز میں التحیات کے اندر اسے پڑھتے ہیں ۔ عرض کیا اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ مولا ! میری اور میری امت کی قولی اور زبانی عبادتیں صرف اور صرف تیرے لیے ہونگی ۔ دُعا صرف تجھ سے مانگیں گے ۔ پکار صرف تیری کریں گے ۔ اولاد کی درخواست اور مقدمے سے رہائی کے لیے دہائیاں دیں گے تو صرف تیرے نام کی ، مدد کے لیے صرف اور صرف تجھے پکاریں گے ، زبان سے وظیفے تیرے نام کے ادا کریں گے اور غیر اللہ کے وظیفے نہیں پڑھیں گے ۔

وَالصَّلَوٰتُ . . . . . . اے میرے پالن ہار مولا ! میری اور میری امت کی بدنی اور جسمانی عبادت بھی خالص تیرے لیے ہو گی . . . . . ہاتھ باندھ کر قیامِ غائبانہ صرف تیرے لیے ہوگا ۔ رکوع اور سجدے تیرے لیے ہوں گے ، طواف صرف تیرے گھر کے لیے ہوگا ۔

وَالطَّیِّبَاتُ . . . . . . میری اور میری امت کی مالی عبادتیں بھی صرف اللہ کے لیے ہوں گی ۔ نذر ، نیاز ، منت ، چڑھاوا صرف تیرے لیے ہوگا ، مال تو نے دیا ہے اس لیے خرچ بھی تیرے راستے میں کریں گے . . . . . . تیرے سوا کسی اور کے نام کی نذر و نیاز یا کسی اور کے نام کی منت نہیں مانیں گے ۔

غرضیکہ ہمارے مشفق و مہربان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات اپنے پروردگار سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ ہم بدنی، مالی اور قولی عبادت صرف اور صرف تیری کریں گے ...... آج معراج کی مجلس یا معراج کانفرنس کرنے کا حق صرف ان لوگوں کو ہے جو اپنی عملی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وعدے کی پاسداری کرتے ہوئے تینوں قسموں کی یہ عبادت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں اور شرک سے اپنے دامن بچاتے ہیں

ان لوگوں کو معراج کی محفلیں اور مجلسیں منعقد کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے؟ ان لوگوں کو معراج بیان کرنے کا کیا حق ہے جو غیر اللہ کو پکارتے ہیں یارسول اللہ مدد کے نعرے لگاتے ہیں، یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کے وظیفے پڑھتے ہیں، بری بری امام بری میری کھوٹی قسمت کردکھری کے نعرے لگاتے ہیں، بہاؤالحق بیڑا دھک اور یا معین الدین چشتی، لگادے پار کشتی کی دہائیاں دیتے ہیں ...... ان لوگوں کو معراج کا نام لینے کا کیا حق پہنچتا ہے، جن کی پیشانیاں کبھی قبروں پر کبھی شجروں پر، کبھی تابوتوں پر اور کبھی پتھروں پر جھکتی ہیں، جو بزرگوں کے مزاروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی جالیوں سے سینے چمٹاتے ہیں، جو قبروں کے کناروں کو بوسہ دیتے اور رخسار رگڑتے ہیں۔

انہیں معراج النبی سے کیا تعلق جو ماہ بہ ماہ غیر اللہ کی نیازیں دیتے نذریں چڑھاتے اور منتیں مانتے ہیں۔ سنیے اور غور سے سنیے معراج سے گہرا تعلق موحدین اور توحید پرستوں کا ہے مشرکین اور مبتدعین کا نہیں۔

اللہ کی طرف سے چھ تحفے

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے تین تحفوں کے جواب میں اللہ رب العزت

نے چھ تحفے عنایت فرمائے۔

۱۔ ا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ . . .

اے میرے نبی تجھ پر میری سلامتی اور مہربانیاں ہوں۔

۲۔ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ اے میرے نبی تجھ پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔

۳۔ وَبَرَکَاتُہٗ . . . . . اے میرے نبی تجھ پہ اللہ کی برکتیں اتریں۔

جب اللہ رب العزت نے یہ فرمایا کہ میرے نبی تجھ پر میری سلامتی تجھ پر میری رحمتیں اور تجھ پر میری برکتیں نازل ہوں تو اس موقع پر بھی رحمت کائنات، میرے مشفق وشفیق پیغمبرؐ نے امت کو فراموش نہیں کیا . . . . . اور عرض کیا۔ مولا! اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا یا اللہ! صرف مجھ پر سلامتی نہیں، اس سلامتی و رحمت میں میری امت کو بھی شامل فرما! ہم پر بھی سلامتی وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اور تیرے نیک اور صالح بندوں پر بھی سلامتی نازل ہو۔

فرشتوں نے یہ سُنا تو فوراً بول اٹھے اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

یہ تین تحفے تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خاص تھے۔ باقی کے تین تحفے امت کو عطا ہوتے۔ حدیث میں آتا ہے۔

فَاُعْطِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلٰثًا اُعْطِیَ الصَّلٰوتِ الْخَمْسَ وَاُعْطِیَ خَوَاتِیْمَ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ وَغُفِرَ لِمَنْ لَّا یُشْرِکُ بِاللّٰہِ مِنْ اُمَّتِہٖ شَیْئًا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں تین چیزیں عطا کی گئیں پانچ نمازیں، سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور جس نے آپ کی امت میں سے

شرک نہیں کیا ہوگا اس کے لیے بخشش و مغفرۃ (مشکوٰۃ ص۵۲۹)

پانچ نمازیں سامعین گرامی قدر! آپ سیرت وحدیث کی کتب میں پڑھتے رہتے ہیں اور علما حضرات سے سنتے رہتے ہیں کہ ابتدا میں اللہ رب العزت نے پچاس نمازیں فرض فرمائی تھیں واپسی پر سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انہوں نے پوچھا، حق تعالیٰ کی طرف سے کیا احکام عطا ہوتے؟ فرمایا، امت پر پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی ہیں۔

حضرت موسیٰ نے فرمایا۔ واپس جائیے اور تخفیف کی درخواست کیجیے، آپ کی امت سے یہ بوجھ نہ اٹھ سکے گا۔ . . . .

ابھی تو ہم پیدا بھی نہیں ہوتے تھے اور سیدنا موسیٰ کہتے ہیں کہ ہم پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکیں گے، کیا موسیٰ غیب کا علم رکھتے تھے؟ کچھ جاہلوں نے اس سے موسیٰؑ کا علمِ غیب ثابت بھی کیا ہے۔

سیدنا موسیٰ نے یہ کیوں کہا حالانکہ معراج کی روایات میں یہ وضاحت موجود ہے کہ موسیٰ نے کہا فَاِنِّیْ بَلَوْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ پس بے شک میں نے بنی اسرائیل کا تجربہ کیا ہے! قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ . . . . آپ واپس تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دیں! حضرت موسیٰؑ نے کہا تخفیف کروا لیجیے، آپ کی امت پنتالیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی . . . . آپ پھر واپس ہوتے تخفیف کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں اور کم فرما دیں . . . . حضرت موسیٰؑ نے کہا آپ کی امت چالیس نمازیں بھی نہیں پڑھ سکے گی . . . . اسی طرح آپ

بار بار تخفیف کی درخواست کرتے رہے اور اللہ رب العزت ہر بار پانچ پانچ نمازیں کم کرتے رہے، آخر کار پانچ نمازیں رہ گئیں، سیدنا موسیٰؑ نے کہا، پھر واپس جایئے اور تخفیف کی درخواست کیجیے، آپ کی امت پانچ نمازیں بھی ادا نہیں کرے گی، نبی اکرمؐ نے فرمایا۔ اب تخفیف کی درخواست کرتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے! یہ کیوں کہا؟

اس لیے کہ ہر بار تخفیف کی درخواست پر پانچ نمازیں کم ہو رہی تھیں، اب پانچ رہ گئیں تھیں اس دفعہ جانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ پانچ بھی معاف کی جائیں
. . . . . ابھی یہ بات ہو رہی تھی کہ اوپر سے آواز آئی . . . .

لَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ میرے محبوب پیغمبر! بات میری طرف سے نہیں بدلی، بات تمھاری طرف سے بدلی ہے۔

مولا! بات تیری طرف سے نہیں بدلی؟ پہلے پچاس پھر پینتالیس، پھر چالیس، پھر پینتیس، تیس اور آخر کار پانچ۔

فرمایا! ہاں بات تمھاری طرف سے بدل گئی ہے، میری طرف سے نہیں بدلی . . . . تمھارا کام اور تمھاری ذمہ داری تھی پچاس نمازوں کا پڑھنا اور میرے ذمہ تھا پچاس نمازوں کا بدلہ اور ثواب دینا . . . اب تمھاری طرف سے بات بدل گئی ہے، تم بجائے پچاس نمازوں کے پانچ پڑھو گے مگر مَیں اب بھی ثواب پچاس نمازوں کا عطا کروں گا . . . مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا

جو ایک نیکی کرتا ہے، ہم اس کو دس گنا بدلہ دیتے ہیں۔

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْن

نماز شب معراج میں امت محمدیہ کو بطور تحفہ عطا ہوئی۔ اسی لیے امام الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کو مومن کی معراج قرار دیا۔ ایک مومن کی معراج یہ ہے کہ وہ عاجزی و انکساری اور تفرّع و خشوع سے اپنا سَر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں رکھ دے اور شاعر کے اس تخیّل کا مصداق بن جائے۔ ؎

آقا تیری معراج کہ تو لوح و قلم تک پہنچا
اور میری معراج کہ میں ان کے قدم تک پہنچا

نماز کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْن ۔ نماز دین کا ستون ہے، اس کے ترک کر دینے سے اسلام کا ایک ستون گِر جاتا ہے۔

آج ہم اپنی غفلتوں، سُستیوں اور کوتاہیوں کی بنا پر یا تو سرے سے بے نماز ہیں اور اگر کچھ نمازی ہیں بھی سہی تو وہ نماز کو ایک بوجھ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ امام الانبیاءؑ نے فرمایا۔ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ لوگو! میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

نماز کو اسلام کا دوسرا رکن قرار دیا گیا بُنِیَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ الخ

اسی لیے قیامت کے روز عقائد کے سوال و جواب کے بعد اعمال میں سے پہلی پوچھ اور پہلا سوال نماز کے بارے ہوگا۔

کبھی آپ نے اس حقیقت پر غور فرمایا کہ تمام اعمال کی فرضیت اور اس کا حکم زمین پر ہُوا۔ روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی وغیرہ سب فرش پر فرض ہُوئے مگر نماز اس قدر عظیم، اعلیٰ اور بلند مرتبہ فریضہ ہے۔ امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس بُلا کر شبِ معراج بطور تحفہ عطا کی گئی۔

خواتیم سورۃ البقرہ

دوسرا انعام معراج کی رات سورۃ البقرہ کی آخری آیات ہیں، جن میں ایمان و عقائد کی تکمیل اور دورِ مصائب کے خاتمہ کی خوشخبری ہے . . . . . . جن میں رحمان نے انسان کو اپنے سے مانگنے کا طریقہ سکھایا . . . . . ایسا مہربان مولا اور ایسا مالک جو خود بتلائے کہ اگر تم سے کبھی کوئی غلطی یا قصور ہو جائے تو مجھے ان الفاظ سے یاد کرو اور بلاؤ، میں تمہارے سارے گناہ معاف کر دوں گا۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ	اے ہمارے پروردگار اگر ہم سے
نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا	بھول چوک ہو گئی ہو تو ہم سے
وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا	مواخذہ نہ فرما۔ اے ہمارے
كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ	رب ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جو
مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا	تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر
مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ	ڈالا تھا۔ اے ہمارے رب جو
عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا	بوجھ اٹھانے کی ہم میں طاقت
اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا	نہیں وہ ہمارے سر پر نہ رکھ
عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ	ہمارے گناہ معاف فرما اور

ہمارے گناہ معاف فرما دے۔ اے پالنہار مولا ہم پر رحم فرما!
تو ہی ہمارا کارساز ہے، پس ہم کو کافر قوم پر مدد عطا فرما۔

شرک کے علاوہ باقی گناہ کی بخشش

تیسرا انعام معراج کی رات میں اس خوشخبری کی صورت میں ہوا۔

غُفِرَ لِمَنْ لَّا يُشْرِكُ بِاللّٰهِ مِنْ اُمَّتِهٖ شَيْئًا . . . کہ آپ کی امت میں سے جو شخص شرک کی نجاست اور

شرک کی گندگی سے اپنے دامن کو بچا گیا اللہ تعالیٰ اس کی بخشش اور مغفرت فرمائے گا...... جو شرک سے بچ گیا اللہ تعالیٰ اس کے باقی گناہوں سے درگذر فرما کے اسے جنت کا مستحق بنادے گا۔

قرآنِ پاک میں ارشادِ باری ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ (النساء)

بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرمائے گا۔ شرک کے علاوہ جس گناہ کو چاہیں گے معاف کردیں گے۔

مشرک کی معافی کی صرف ایک صورت ہے اور وہ ہے اس دنیا میں بخشش مانگ لینا اور توبہ کرلینا، اگر بن توبہ کیے کوئی مشرک شخص مرگیا تو پھر معافی کی کوئی صورت نہیں، اب اس پر جنت کی ہوا بھی حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم ہے۔ شرک کرے نبی کا بیٹا، پھر بھی جہنمی ہے۔ شرک کرے نبی کی بیوی تب جہنمی ہے، شرک کرے نبی کا باپ تب جہنمی ہے اور شرک کرے نبی کا چچا تب جہنمی ہے......

اس لیے مشرک کے حق میں بخشش کی دعا مانگنے کی اجازت نہیں اور اس کا جنازہ پڑھنے سے قرآن نے روک دیا ہے۔

عجائباتِ سفر۔ امتِ محمدیہ سے متعلق مشاہدات

سفرِ معراج میں آپ کو بعض ایسے واقعات و حالات پیش آئے اور بعض ایسی مثالیں دکھائی گئیں جن کا تعلق آپ کی امت سے ہے اور ان واقعات میں امت کے لیے عبرت اور تنبیہہ موجود ہے۔

فرض نمازوں میں سستی کرنے والے

آپ کو ایک ایسی قوم دکھائی گئی جن کے سر پتھروں سے کچلے

جارہے تھے۔ ایک مرتبہ کچلے جانے کے بعد وہ سر پھر ویسے ہی ہو جاتے ہیں اسی طرح یہ سلسلہ جاری ہے کبھی ختم نہیں ہوتا۔ آپ نے جبرئیل امین سے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں تو آپ کو بتلایا گیا کہ یہ فرض نمازوں میں سستی اور کاہلی کرنے والے لوگ ہیں (ان لوگوں کے سر فرض نمازوں سے بوجھل ہو جاتے تھے اور یہ نماز خوشی سے ادا نہیں کرتے تھے)

اس سے اندازہ لگائیے کہ فرض نمازوں کی کس قدر اہمیت اور تاکید ہے کہ جو سستی اور غفلت سے ادا کریں ان کو شدید ترین سزا ہو رہی ہے جو بدنصیب بالکل پڑھتے ہی نہیں ہیں ان کو کتنا عذاب ہوگا۔

زکوٰۃ نہ دینے والے

پھر آپ نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھا جن کی شرمگاہوں پر چیتھڑے لپٹے ہوتے تھے اور وہ جانوروں کی طرح کھاتے تھے، ان کی خوراک زقوم اور کانٹے دار درخت تھے آپؐ نے پوچھا، یہ کون لوگ ہیں؟ جبرئیل امین نے جواب دیا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں دیتے

بدعمل واعظ و خطیب

پھر آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا جنکی زبانیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی ہیں۔ اور جب کاٹ دی جاتی ہیں تو پھر ویسی ہی ہو جاتی ہیں۔ آپ نے پوچھا جبرئیل یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے جواب دیا۔ یہ آپ کی امت کے وہ خطیب ہیں جو یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ کے مصداق ہیں یعنی دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں اور خود عمل نہیں کرتے۔

جو خطیب اور واعظ اس خصلت کے مالک ہیں اور جن کی تقریریں فتنہ پیدا کرتی ہیں جو امت میں افتراق و انتشار کا سبب بنتے ہیں، جن کی

زبانیں گمراہی پھیلاتی اور شرک و بدعات کے کانٹے بوتی ہیں ۔۔۔۔۔۔ جو واعظ دنیا کے لیے دین بیچتے ہوں ، توحید کو چھپاتے اور شرک کی تبلیغ کرتے ہوں ، بدعات و رسومات کی آبیاری کرتے ہوں ، ایسے بدعمل خطیبوں کی زبانیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جائیں گی ۔

زانی و بدکار

پھر آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سامنے پکا ہُوا مزیدار گوشت موجود ہے مگر وہ اس گوشت کو چھوڑ کر سڑا ہوا اور بدبودار گوشت کھا رہے ہیں ۔ جبریل امین نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی منکوحہ بیوی کے ہوتے ہوئے دوسری عورتوں سے منہ کالا کرتے ہیں ۔۔۔۔ پھر آپ نے زانیہ عورتوں کو دیکھا ، جو حرام کی اولاد اپنے شوہروں سے منسوب کر دیتی ہیں ، آپ نے ان کو دیکھا کہ ان کے سینوں میں بڑے بڑے ٹیڑھے کانٹے چبھو کر انہیں زمین و آسمان کے درمیان لٹکا دیا گیا ہے ۔

سود خوار

آپ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ان کے پیٹ اتنے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتے تھے ۔ جبریل نے کہا یہ سود خور ہیں ۔

یتیموں کا مال کھانے والے

یتیم کا مال کھانے والے کو دیکھا کہ اس کا ہونٹ اونٹ کے ہونٹ کے برابر ہے اور وہ اپنے منہ میں پتھروں کے ٹکڑوں جیسے انگارے ٹھونس رہا ہے جو دوسری طرف اس کے پاخانے کے راستے نکل رہے ہیں ۔

غیبت کرنے والے

آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں

کو ان ناخنوں سے چھیلتے تھے، جبریل امین نے کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے بھائیوں کی غیبت کرتے اور ان کی آبرو پر حرف گیری کرتے ہیں۔

کیا آپ نے معراج میں اللہ جل شانہ، کو دیکھا

سامعین محترم! واقعہ معراج کے بارے میں بہت سی اہم اور ضروری باتیں بیان ہو چکی ہیں اور آپ سماعت فرما چکے ہیں، اس سفر میں بڑے بڑے عجائب آپ نے دیکھے، قدرت کی کئی نشانیاں ملاحظہ فرمائیں اور کئی آیات کا مشاہدہ کیا مگر سوال یہ ہے کہ کیا آپ دیدار الٰہی سے بھی مشرف ہوئے؟ مشہور تابعی عبداللہ بن شفیق نے ایک دن مشہور صحابی سیدنا ابوذر غفاریؓ سے کہا، اگر میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہوتا تو آپ سے لازماً پوچھتا ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّہٗ کیا آپ نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا ہے؟ . . . تو یہ ایک ایسا سوال ہے کہ ہر امتی کے دل میں تجسس ڈال دیتا ہے۔ میں انتہائی اختصار کے ساتھ اس نازک اور اہم مسئلہ پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

علما کا خیال ہے کہ اصحاب رسول میں سے سیدنا عبداللہ بن عباسؓ رؤیت باری تعالیٰ کے قائل ہیں اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ، سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا ابو ہریرہؓ کا خیال یہ ہے کہ آپؐ نے اللہ کو نہیں دیکھا۔

سورۃ النجم کی آیات مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی! ان آیات کی بنا پر اختلاف پیدا ہوا۔ سیدنا ابن عباسؓ کا خیال یہ ہے کہ ان آیات میں رویت باری تعالیٰ کا ذکر ہے اور اکثر صحابہؓ کہتے ہیں کہ ان آیات میں جبریل امین کو دیکھنے کا تذکرہ ہو رہا ہے۔

ترمذی کی ایک روایت ہے کہ ایک جگہ پر سیدنا عبداللہ بن عباس رضؓ اور نو مسلم یہودی عالم کعب احبار کی ملاقات ہوئی ۔ کعب کہنے لگے ، اللہ رب العزت نے اپنے کلام اور اپنے دیدار کی سیدنا موسیٰؑ اور سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تقسیم فرما دی . . . . . . وہ اس طرح کہ سیدنا موسیٰ کو دو مرتبہ شرف کلام حاصل ہوا اور نبیؐ اکرمؐ دو دفعہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے فیض یاب ہوتے . . . . . . یہ گفتگو حضرت مسروقؒ سن رہے تھے انہوں نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جا کر اس گفتگو کا تذکرہ کیا . . . . . ام المومنین سن کر بے حد برہم ہوئیں اور قرآن مجید کی آیتوں سے اس خیال کی تردید فرمائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ۔ آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں . . . . . . سیدنا عبداللہ بن عباس کے شاگرد عکرمہ نے اس آیت کو اپنے استاد ابن عباسؓ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا ۔ ہاں یہ سچ ہے مگر آپ نے اللہ کو اس کے نور میں دو دفعہ دیکھا ہے ۔

سیدہ عائشہؓ، ابن مسعودؓ اور ابوہریرہؓ کا خیال

دوسری جانب سیدہ عائشہ صدیقہؓ سیدنا ابن مسعودؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ کا نظریہ اور خیال یہ ہے کہ نبیؐ اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں بلکہ جبریل امین کو دیکھا تھا . . . . . . صحیح بخاری میں سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریلؑ کو اس حالت میں دیکھا کہ ان کے چھ سو پر تھے ۔

صحیح مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی قسم کی روایت ہے ! . . . . اصحاب رسول میں سے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ

کو اس مسئلہ پر بے حد اصرار تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

صحیح بخاری کتاب التفسیر میں ہے کہ مسروق نے ایک دفعہ سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا . . . . . مادرِ من ! کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی رات اپنے اللہ کو دیکھا تھا ؟

سیدہ عائشہؓ نے فرمایا ، تیرا سوال سن کر تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں . . . . . سنو مسروق : جو شخص یہ کہتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی رات اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ (انعام)

اللہ تعالیٰ کو نگاہیں نہیں پا سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ باریک بین اور خبیر ہے۔

ایک اور جگہ پر اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ الْحِجَابِ (شوریٰ)

کسی آدمی میں یہ طاقت نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر بذریعہ وحی یا پردے کی آڑ سے۔

ان آیتوں کو پڑھ کر سیدہ عائشہ نے ثابت کیا کہ نبی اکرم ؐ نے اللہ کو نہیں دیکھا البتہ جبریل امین کو ان کی اصلی صورت میں دو بار دیکھا۔

امام نوویؒ نے جواب دیا

شارح مسلم امام نوویؒ نے کہا ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ کا یہ قول حجت نہیں ہو سکتا

کیونکہ انہوں نے قرآن مجید کی آیات سے صرف عقلی استدلال کیا ہے، نبی اکرمؐ سے کوئی روایت بیان نہیں کی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا۔

مگر مزے اور لطف کی بات یہ ہے کہ خود صحیح مسلم میں جس کی شرح میں امام نووی نے اپنا خیال ظاہر کیا ہے اسی مقام پر حضرت مسروقؒ سے روایت ہے کہ ایک روز سیدہ عائشہ صدیقہ نے مجھ سے فرمایا۔ مسروق جس شخص نے یہ کہا کہ محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج والی رات اللہ تعالےٰ کو دیکھا ہے اس نے اللہ پر بڑی تہمت باندھی ..... مسروق کہتے ہیں میں نے کہا۔ امّ المؤمنین جلدی نہ کیجیے ... کیا خود اللہ تعالے کا ارشاد گرامی نہیں ہے۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ اور اس نے اس کو افق المبین پر دیکھا۔

وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى اور اس نے اس کو دوسری مرتبہ اترتے ہوتے دیکھا ..... کیا ان دونوں آیتوں میں رویتِ باری تعالیٰ کا تذکرہ نہیں ہے ؟

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ مَیں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق اور ان آیتوں کے متعلق پوچھا تھا ..... نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ جبریلِ امین تھے میں نے ان دو مرتبہ کے علاوہ ان کو اصلی صورت میں کبھی نہیں دیکھا۔

سامعین گرامی ! بتلایئے ! اس سے زیادہ مستند روایت اور کیا ہو سکتی ہے؟

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے خیال (رویت باری تعالیٰ) کے متعلق کبھی یہ نہیں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ مَیں نے

اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے۔

علامہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے سورۃ بنی اسرائیل کی تفسیر میں لکھا ہے کہ:
اصحابِ رسول میں سے کوئی بھی سیدہ عائشہؓ اور ابنِ مسعودؓ کی تفسیر کا مخالف نہیں ہے۔

اصل حقیقت کیا ہے

علامہ ابنِ حجرؒ فرماتے ہیں کہ سیدنا ابنِ عباسؓ کے نظریہ کی تشریح میں بعض راویوں سے غلط فہمی ہوئی ہے . . . . . سیدنا ابنِ عباسؓ کا منشا ہرگز یہ نہیں کہ نبی اکرمؐ نے ان ظاہری آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا، بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل کی آنکھوں سے جلوۂ ربانی کا مشاہدہ فرمایا۔

چنانچہ ترمذی (تفسیر والنجم میں) اور صحیح مسلم میں ابنِ عباس کے الفاظ سماعت فرمائیے۔

رَاٰی بِقَلْبِہٖ رَاٰی بِفُؤَادِہٖ دل کی آنکھوں سے دیکھا اور چشم قلب سے مشاہدہ کیا۔

ایک روایت ان سے ان الفاظ کے ساتھ بھی ہے۔

لَمْ یَرَہُ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَیْنِہٖ اِنَّمَا رَاٰہُ بِقَلْبِہٖ فتح الباری ص ۴۶۸/۸ ج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا بلکہ اپنے دل سے دیکھا۔

اس تشریح کے بعد اس باب میں کوئی تنازع اور کوئی اختلاف باقی نہیں رہ جاتا۔

حضراتِ گرامی! میں نے بڑی تفصیل کے ساتھ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم الشان اور لاجواب و بے مثال معجزۂ معراج کے اہم اور ضروری واقعات کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا ہے۔ . . . . میں نے بڑی تفصیل سے بیان کیا کہ یہ سفر روحانی یا خواب کی صورت میں نہیں تھا۔ بلکہ یہ سفر اور یہ واقعہ بحالتِ بیداری اسی وجودِ مقدس کے ساتھ پیش آیا۔ . . . . . روئیتِ باری تعالیٰ جو ایک علمی عنوان تھا . . . . . میں نے کوشش کی ہے کہ آسان اور سہل طریقے سے آپ کے سامنے بیان کروں معراج کا عظیم تحفہ نماز ہے اس کے متعلق بھی گفتگو آپ نے سن لی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں معراج کے اس تحفے کی صحیح قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وما علینا الا البلاغ المبین

ہجرتِ مدینہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ اَوْفَوْا عَھْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

وَاِذْ یَمْکُرُ بِکَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْکَ اَوْ یَقْتُلُوْکَ اَوْ یُخْرِجُوْکَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ ط وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ ۔ (الانفال)

اور جب آپ کے خلاف کافر خفیہ تدبیریں کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو وطن سے نکال دیں وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ تعالیٰ بہترین تدبیر کرنے والا ہے ۔

وَقَالَ اللّٰہُ فِی مَقَامٍ آخَرَ

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (توبہ)

اگر تم میرے پیغمبر کی مدد نہیں کروگے (تو کیا ہوا) بے شک اللہ نے اس پیغمبر کی مدد اس وقت فرمائی جب کفار نے آپ کو مکہ سے نکال دیا تھا۔ اور آپ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے، جب پیغمبر نے اپنے ساتھی سے کہا غم نہ کرو یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس کے دل پر اپنی تسکین اتاری اور اسکو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم نے نہیں دیکھا اور اللہ تعالےٰ نے کافروں کی بات کو نیچا کر دیا اور اللہ کی بات وہی بلند و اعلیٰ ہے اور اللہ غالب ہے حکمت والا!

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ

سامعینِ گرامی قدر! امام الانبیاء، سید الثقلین، خاتم النبیین، حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ نبوت کے بعد پیغامِ رسالت پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا تھا۔ اجتماعِ عام میں، نجی محفلوں میں، بیت اللہ کے صحن میں، کوہِ صفا کی بلندی پر، مکہ کے بازاروں اور گلیوں میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی صدا لگاتے رہے۔ یہ آواز اور یہ صدا ابھی تک صرف اہلِ مکہ تک محدود تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دلی خواہش

تھی کہ باہر سے آنے والے لوگ خواہ بیت اللہ کے زائرین ہوں یا تجارت کی غرض سے مکہ مکرمہ آنے والے تاجر ہوں، ان تک اللہ تعالیٰ کا پیغام، قرآن کا اعلان اور توحید کا بیان پہنچایا جائے...... آپ شاید نہ جانتے ہوں کہ حج ایک ایسا فعل اور عمل ہے جو زمانہ جاہلیت میں بھی ادا کیا جاتا تھا... ہر علاقے کے لوگ حج کی غرض سے ہر سال موسم حج میں مکہ مکرمہ آیا کرتے تھے۔

امام الموحدین، جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا ہمیشہ کسی نہ کسی رنگ اور کسی نہ کسی ڈھب سے قبولیت کی دلیل بنتی رہی ہے

فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَیْهِمْ (ابراہیم)

پالنہار مولا! لوگوں کے دلوں کو مکہ والوں کی طرف مائل کر دے۔

جو لوگ حج اور عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ آتے تھے، امام الانبیاءؐ نے فیصلہ کیا کہ کسی طریقے سے قرآن اور توحید کی آواز ان تک پہنچائی جائے مگر آپ کے لیے مسئلہ اور مشکل یہ تھی کہ مشرکین مکہ نے پوری منصوبہ بندی سے یہ بندوبست اور یہ انتظام کر لیا تھا کہ باہر سے آنے والا کوئی اجنبی آپ تک نہ پہنچ سکے اور آپ کسی طرح بھی ان سے ملاقات نہ کر سکیں۔

مشرکین مکہ کی ایک جماعت اور ایک جتھہ مستقل اسی کام میں لگا ہوا تھا کہ اوّل تو ہر آنے والے کو نبی اکرمؐ کے خلاف کان بھر کر ان سے متنفر کر دو اور اگر کسی طرح یہ شخص اس اجنبی تک پہنچ جائے اور اپنی بات اور اپنی دعوت شروع کرے تو شور و غل، استہزا و ٹھٹھا، مذاق، تالیاں پیٹنے اور مخالفانہ نعرے بازی سے اس کا اثر زائل کر دیا جائے! ان حالات اور اس ماحول میں نبی کریمؐ کا اعلانیہ کسی شخص کو تبلیغ کرنا تقریباً ناممکن تھا۔

مدینہ کے چھ آدمی دامنِ اسلام میں

پھر قدرت نے اس مقصد کے لیے ایک موقع فراہم کیا کہ مدینہ کے چھ آدمی رات کی تاریکی میں آپ کو عقبہ کے مقام پر مل گئے اور آپ نے انہیں دعوتِ اسلام دی، قرآن سنایا، توحید کی دعوت دی، شرک اور بت پرستی کی نحوست سے آگاہ فرمایا..... آپ نے انہیں بتایا کہ میں سلسلۂ انبیاء کی آخری کڑی ہوں، مجھ پر وحی اترتی ہے، لہٰذا تم لوگ مجھ پر اور میری دعوت پر ایمان لاؤ تو اللہ تعالیٰ تمھیں دنیا میں اور آخرت میں سرخرو کردیں گے۔

اہلِ مدینہ یہودیوں سے اس نبی کے بارے میں سنتے رہتے تھے۔

مدینہ کے رہنے والے یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے مگر مدینہ اور اطراف مدینہ کے یہودیوں سے ان کی جنگ اور کبھی صلح کا سلسلہ جاری رہتا تھا..... یہودیوں کے ساتھ ان کا اٹھنا بیٹھنا بھی تھا، اسی وجہ سے ان کے کان بھی نبیٔ آخر الزمان کے تذکرے سے آشنا تھے اور یہودیوں کی طرح یہ لوگ بھی اس نبیٔ آخر الزمان کے منتظر تھے۔

یہودیوں کا خیال اور گمان یہ تھا کہ جس طرح پہلے انبیا بنی اسرائیل میں سے آئے ہیں اسی طرح وہ نبی بھی ہم میں سے ہوگا، چنانچہ وہ اکثر اوقات اپنے دشمنوں کو (مدینہ کے باشندوں کو) یہ کہہ کر ڈراتے اور دھمکیاں دیتے رہتے تھے کہ کچھ مدت ٹھہرو اور انتظار کرو، وہ نبی آخر الزمان جب آئے گا تو ہم اس کے ساتھی بن کر اور اس کے امتی بن کر تم سے ایک ایک ظلم کا بدلہ اور انتقام لیں گے...... مگر قدرتِ خداوندی دیکھئے

کہ معاملہ یکسر الٹ ہو گیا ۔ . . . . یہود کو ایمان کی توفیق نہ ملی ، اس ضد اور اس عناد کی وجہ سے کہ آخر الزماں نبی بنی اسرائیل کی بجائے بنی اسمٰعیل میں کیوں ؟ اور جن کو بنی اسرائیل اس نبی کا نام لے کر ڈراتے اور دھمکاتے تھے ، انہوں نے اس نبی کا پیغام سُنا ، قرآن سُنا تو یہود کے ڈرانے دھمکانے والی بات اور اس نبی کے بارے میں اُن کی گفتگو سب کچھ آنکھوں کے سامنے آ گیا تو ایک لمحہ ضائع کیے بغیر سب کے سب ایمان لے آئے ۔

میں کہتا ہوں کہ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رہبر خود بھٹک جاتا ہے اور مسافر منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے ۔ خزانے کا پتہ پانے والا خود اس سے محروم ہو جاتا ہے اور سننے والا وہ خزانہ دونوں سے سمیٹ لیتا ہے ۔ . . . . . ان انصار مدینہ کو نبیِ آخر الزماں کی اطلاع اور خبر یہودِ مدینہ نے ہی دی تھی مگر وہ خود اپنی بد بختی ، کج فہمی ، ضد ، عناد اور اسرائیلی و برادری عصبیّت کی وجہ سے اس نور سے محروم رہے اور ان ہی سے سننے والے انصار نے اس دولتِ کونین سے اپنے خزانے بھر لیے ۔

یہ چھ آدمی مسلمان ہونے کے بعد مدینہ طیبہ واپس پلٹے تو ہر ایک ملنے والے کو یہ خوشخبری سناتے تھے کہ وہ نبی آخر الزماں جن کا انتظار تھا اور جن کا تذکرہ یہود کی کتاب تورات میں ہوا ہے وہ آ گئے ہیں ہم ان کو مل کر آئے ہیں ۔ ہم نے ان کا پیغام سُنا اور ان کا کلام سُنا انہوں نے توحید کی دعوت دے کر ہماری آنکھیں کھول دی ہیں ۔ . . . . . بُت پرستی سے روک کر ہمیں شرک کی نحوست سے نجات دی . . . . . یہ چھ آدمی جہاں بیٹھتے وہیں آپ کا ذکر ، جس سے ملتے وہیں آپ کا تذکرہ ، اس طرح مدینہ کے گھر گھر آپ کا تذکرہ ہونے لگا ۔

پہلی بیعتِ عقبہ

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسرے سال یعنی سلہ نبوی میں بارہ شخص حج کے لیے آئے اور اسی مقام عقبہ (منیٰ اور مکہ کے درمیان ایک جگہ کا نام تھا) میں آپ سے ملاقات کی اور دولتِ ایمان سے اپنے دامن بھرے ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ نے ان شرائط پر اُن سے بیعت لی :

شرک نہیں کریں گے (سب سے پہلے یہ شرط لگائی ، اس لیے کہ شرک ظلم عظیم ہے ۔ شرک اکبر الکبائر ہے ۔ شرک صرف گناہ نہیں بغاوت ہے شرک کرنے والا ابدی جہنمی ہے ، شرک ناقابل معافی جرم ہے ، مشرک نجس اور پلید ہے ، مشرک پر جنت کی ہوا بھی حرام ہے ، شرک کے خلاف تمام انبیاء نے جدوجُہد کی ، اس لیے پہلی شرط لگائی کہ شرک نہیں کرو گے ۔

دوسری شرط چوری نہیں کریں گے ۔ تیسری شرط لگائی ... زنا نہیں کریں گے ... ۔ چوتھی شرط لگائی اپنی اولاد کو قتل نہیں کریں گے .... پانچویں شرط کہ کسی پر بہتان اور افترا پردازی نہیں کریں گے ۔ چھٹی شرط تھی ہر معروف اور بھلی بات میں نبی اکرمؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے ۔

یہ بات ذہن میں رکھیے کہ اس بیعت کے بہت بعد نبی اکرمؐ نے خواتین سے جو بیعتِ اسلام لی اور قرآن مقدس نے اس بیعت کو جن شرائط کے ساتھ ذکر فرمایا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ یُبَایِعْنَكَ عَلٰٓی اَنْ لَّا یُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَیْـًٔا وَّلَا یَسْرِقْنَ وَلَا یَزْنِیْنَ وَلَا یَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُهْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَهٗ بَیْنَ اَیْدِیْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا یَعْصِیْنَكَ فِیْ مَعْرُوْفٍ

آج انصارِ مدینہ سے آپ نے ان ہی شرائط پر بیعت لی ہے۔

مدینہ میں اسلام کا پہلا مبلغ
سیدنا مصعب بن عمیرؓ

یہ بارہ افراد مدینہ واپس پہنچے تو اشاعت اسلام اور تیز ہوگئی... اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تعلیم و تربیت کے لیے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کا سفیر اور مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔۔۔۔ ان کی حکیمانہ تبلیغ اور پرخلوص کوششوں سے اسلام کا پیغام گھر گھر پہنچنے لگا۔ کئی قبیلوں کے سردار اور سرآوردہ لوگ دامنِ اسلام سے وابستہ ہوگئے۔۔۔۔۔ اس طرح اگلے سال ۱۳ نبوی میں مدینہ منورہ سے مسلمانوں کا ایک قافلہ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مکہ مکرمہ پہنچا۔ ان میں بہتر مرد اور دو عورتیں تھیں۔۔۔۔ ان کے آنے کا اصل مقصد یہ تھا کہ نبی اکرم سے درخواست کی جائے کہ وہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائیں۔۔۔۔ مدینہ کے مسلمانوں کا یہ قافلہ اس مقام پر یعنی عقبہ پہنچ گیا۔۔۔۔ نبی اکرمؐ ان سے ملاقات کے لیے پہنچے۔ گفتگو ہوئی، انصار نے اپنی درخواست پیش خدمت کی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ میں تمھارے ساتھ تمھارے شہر جانے کے لیے تیار ہوں مگر اس شرط پر کہ تم جس طرح اپنے اہل و عیال کی حفاظت و حمایت اور خیال کرتے ہو اسی طرح میری حمایت بھی کرو گے۔ انصار کے ایک سردار براء بن معرور نے حضورِ اکرم کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا۔ یا رسول اللہ! ہم تلوار کے دھنی اور ماہر ہیں ہم وعدہ کرتے ہیں کہ جس طرح آپ چاہیں گے ہم اسی طرح آپ کی حمایت و حفاظت کریں گے۔

ایک اور انصاری کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! ہم آپ کو اپنے شہر لے

جا رہے ہیں۔ ہم آپ کی حمایت کے لیے ہر طاقت سے ٹکرائیں گے۔ ہر رشتہ آپ کی حمایت پر قربان کر دیں گے...... مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم آپ کے لیے ہر ایک سے کٹ جائیں اور جب اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا فرما دے تو آپ ہمیں چھوڑ کر اپنی قوم میں واپس آ جائیں۔

نبی اکرمؐ نے مسکرا کر اس شخص کی طرف دیکھا اور فرمایا۔ جو بات تمھارے دل میں کھٹک رہی ہے ویسا نہیں ہوگا۔ میری زندگی اور موت تمھارے ساتھ ہوگی، میرا مرنا اور جینا تمھارے ساتھ ہوگا، جس سے تمھاری جنگ ہوگی اس سے ہماری جنگ ہوگی اور جس سے تمھاری صلح ہوگی اس سے ہماری صلح ہوگی۔

ہجرتِ مدینہ
نئے دورِ زندگی کا آغاز

جب دوسری بیعتِ عقبہ مکمل ہو گئی اور اسلام کفر کے لق و دق صحرا میں اپنے لیے ایک وطن کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو گیا...... یقیناً یہ کامیابی سب سے اہم اور واحد کامیابی تھی جو اسلام نے آغازِ دعوت سے لے کر اب تک حاصل کی تھی...... نبی اکرمؐ اور مظلوم مسلمانوں کے لیے یہ خوشی و مسرت کی نوید اور پیغام تھا...... مگر مشرکین مکہ کو جب علم ہوا تو غصے سے ان کا خون کھولنے لگا...... ان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں مکہ کے یہ مسلمان اور مدینہ کے باسی مل کر ہمارے خلاف محاذ نہ بنا لیں! اس لیے انھوں نے ظلم کے نئے نئے طریقے مظلوم مسلمانوں پر آزمانے شروع کیے اور پہلے سے زیادہ ستانا، مارنا اور طرح طرح سے تنگ کرنا شروع کیا...... اب مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط پناہ گاہ موجود تھی، اس لیے نبی اکرمؐ نے مسلمانوں

کو مدینہ کی طرف، ہجرت کرنے کی اجازت فرما دی۔

حقیقت و فضیلتِ ہجرت

سامعینِ گرامی! اس سے پہلے کہ میں، ہجرت کے واقعات وحالات آپ کے سامنے بیان کروں، یہ بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ، ہجرت کی حقیقت کیا ہے؟ ہجرت کی تعریف کیا ہے، مہاجر کون ہوتا ہے اور، ہجرت و مہاجر کی اہمیت وفضیلت کیا ہے۔

یاد رکھیے! ہجرت محض ترکِ وطن کا نام نہیں۔ ظاہر بات ہے کہ کوئی ایسا شخص جو روزی کی تلاش میں ترکِ وطن کرتا ہے مہاجر نہیں کہلا سکتا۔ . . .

کوئی ایسا شخص جس نے آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے وطن چھوڑا ہو وہ مہاجر نہیں ہوتا . . . . . ، یا کسی رسوائی سے بچنے کے لیے یا کسی دنیاوی غرض سے وطن کو خیرباد کہنے والے کو مہاجر نہیں کہتے۔

اصل مہاجر کون ہے؟

بلکہ اصل مہاجر وہ ہوتا ہے جو آغاز اور شروع میں اپنے وطن میں اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے پوری کوشش کر چکا ہو اور اس راہ میں کسی قربانی کے پیش کرنے میں اس نے ذرہ برابر دریغ نہ کیا ہو . . . . . سب کچھ قربان کرنے کا عزم رکھتا ہو، اس کے بعد جب کفار و مشرکین اپنے وطن میں اس کا رہنا دوبھر کر دیں تو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لیے اور اعلائے کلمۃ اللہ ہی کے لیے اپنا وطن . . . . .

ہاں جان سے پیارا وطن چھوڑ کر کسی اور جگہ جا بسیرا کرے۔ اور وہاں بھی اپنی زندگی، زندگی کی متاع، اپنی جان اور اپنا مال، اپنی اولاد اور اپنا آرام غرضیکہ سب کچھ حق کی سربلندی کے لیے وقف رکھے۔

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہجرت کیلئے ایمان اور جہاد (کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے ہر ممکن کوشش اور سعی) ضروری ہے ...... اسی بات کی طرف قرآن نے اشارہ کیا آمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ جو لوگ ایمان لاتے اور ہجرت کی اور راہِ حق میں جہاد کیا!

یاد رکھیے! ہجرت صرف زمین کے ایک حصے اور ٹکڑے سے دوسرے حصے اور قطعے کی طرف جانے کا نام نہیں ہے بلکہ ہجرت نام ہے ہر غیر اللہ سے کٹ کر صرف ایک اللہ کی طرف رجوع کرنے کا ...... اسی حقیقت کی طرف سیدنا ابراہیمؑ اشارہ فرماتے ہیں۔

اِنِّيْ مُهَاجِرٌ اِلٰى رَبِّيْ میں اپنے رب کی طرف ہجرت کرنے والا ہوں۔ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ میں اپنے پالنہار کی طرف جانے والا ہوں، وہ مجھے راستہ دکھاتے گا۔

اور اس بات کو قرآن نے اس انداز سے بیان فرمایا۔

وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (نسا آیۃ ۱۰۰)

اور جو شخص اپنے گھر سے نکلا اس نیت سے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرے گا، پھر اس کو موت آپکڑے تب بھی اس کا اجر اور ثواب ثابت ہو گیا۔

جو لوگ کلمہ حق کی سربلندی کی خاطر اور اللہ اور اس کے رسول کی خوشنودی اور محبت میں اپنا وطن چھوڑتے ہیں ..... ہاں وطن چھوڑنا آسان نہیں ہوتا لوگ وطن پر جان قربان کر دیتے ہیں، وطن اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے وطن کی محبت مرتے دم تک انسان کے دل سے نہیں جاتی .... لاکھوں

اور کروڑوں کے منافع کے حصول کے لیے کچھ لوگ چند سالوں کے لیے وطن سے دور جاتے ہیں تو ان کا دل کڑھتا رہتا ہے، وہ پریشان ہوتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ انسانی فطرت ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر سوچئے کتنے عظیم ہیں وہ لوگ، کتنے دل گردے والے ہیں وہ لوگ جو محض اللہ کے لیے، محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے پہلے غیر اللہ سے منہ موڑتے ہیں، بتوں اور قبروں کی پوجا پاٹ سے منہ موڑتے ہیں سب سے کنارہ کش ہو کر حنیف بنتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہوتے ہیں اور پھر وطنیت کے بت کو پاش پاش کر دیتے ہیں، گویا کہ وہ کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے سب کچھ قربان کر دیتے ہیں

اس لیے ہجرت کی اہمیت و فضیلت کے متعلق تقریباً بیس آیات نازل کی گئیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مہاجرین کے درجات و عظمت کو بیان کیا گیا اور ہجرت کو ضروری قرار دیا گیا۔

پھر ہجرت کی اہمیت کا اندازہ آپ اس سے لگائیں کہ سیدنا فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں اسلامی سنہ مقرر کرنے کی تجویز سامنے آئی تو اسلامی سنہ کو نبی اکرمؐ کی ولادت اور نبوت کے ملنے سے نہیں شروع کیا گیا بلکہ تمام مہاجرین و انصار نے اسلامی سنہ کا آغاز ہجرت سے کرنے پر اتفاق کیا۔

ہجرت کے ہراول دستے

میں عرض کر چکا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد مکہ مکرمہ کے مسلمانوں کو ہجرت کی اجازت دے دی تھی۔ ۔ ۔ ۔ مصعب بن عمیرؓ کو تو آپ بحیثیتِ مبلغ مدینہ بھیج چکے تھے، باقی مسلمانوں میں سب سے پہلے

ابو سلمہؓ پہلا مہاجر

ابو سلمہؓ جن کا اسم گرامی عبداللہ ہے انہوں نے ہجرت کی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ نبی اکرمؐ کے دودھ شریک

بھائی بھی ہیں . . . . مگر ہجرت کرنا اس وقت آسان نہیں تھا، جو شخص بھی اس کا ارادہ کرتا، قریش راستے کی دیوار بن جاتے اور پوری قوت سے روک دیتے . . . . جب ابو سلمہؓ اپنی زوجہ محترمہ اُمّ سلمہؓ اور اپنے اکلوتے بچے سلمہ کے ساتھ ہجرت کے لیے روانہ ہونے لگے . . . . . اونٹنی پر سوار ہو گئے ، بیوی اور بچے کو بھی اپنے ساتھ بٹھا لیا کہ اتنے میں اُمّ سلمہؓ کے رشتے دار اور عزیز و اقارب سامنے آ گئے اور کہا " ابو سلمہ ! تم جانا چاہتے ہو تو جاؤ مگر تمھاری بیوی تو ہمارے قبیلے بنو مغیرہ سے تعلق رکھتی ہے وہ تمھارے ساتھ کیوں جائے ، چنانچہ انہوں نے اُمّ سلمہؓ کا ہاتھ پکڑا اور اپنی طرف کھینچ لیا . . . اوپر سے ابو سلمہؓ کے رشتے دار آن پہنچے اور کہا " سلمہ ہمارے خاندان سے تعلق رکھتا ہے ، تم بنی مغیرہ کون ہوتے ہو اسے اپنے ساتھ لے جانے والے ؟ اس طرح بچہ انہوں نے چھین لیا ۔ اب ماں الگ ، باپ الگ اور بیٹا الگ الگ ہو گئے ۔

تم سمجھ سکتے ہو، ابو سلمہؓ کے لیے یہ گھڑی کتنی کٹھن اور یہ امتحان کتنا سخت اور یہ آزمائش کتنی مشکل تھی ، اس آزمائش اور اس مصیبت اور اس دکھ اور اس غم کا اندازہ اور احساس وہی کر سکتا ہے جسے کبھی ایسی آزمائش اور ایسی کٹھن مشکل میں پڑنے کا اتفاق ہوا ہو ۔

تم احساس کر سکتے ہو ، رفیقۂ حیات صرف بیوی ہی نہیں مومنہ بھی ہے اور ایمان دار والدین کی آغوشِ تربیت میں پلنے والا بچہ ، مستقبل کا سہارا بھی ہے اور آنکھوں کا تارا بھی ، بیٹا دل کا سرور بھی ہے اور سینے کی ٹھنڈک بھی . . . . . . بیٹا جو لختِ جگر ہے اور محبوب ہے اور بیوی جو رفیقۂ حیات ہے ، آج یہ دونوں محبوب ابو سلمہؓ سے چھین لیے

جاتے ہیں مگر تحفظِ دین کے لیے ابوسلمہؓ اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے ۔
. . . . . اوران سے بڑا کمال اور بڑی قربانی امِّ سلمہؓ کی ہے کہ وہ بھی تحفظِ دین کا وہی جذبہ رکھتی ہیں اور اپنے شوہر کو روکنے کی قطعاً کوئی کوشش نہیں کرتیں . . . . . میاں بیوی دونوں مظلوم ایک دوسرے کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے رخصت کر دیتے ہیں اور بزبانِ حال کہتے ہیں ۔
اللہ کے دین کے لیے اور دین کی سربلندی کے لیے یہ قربانی تو کچھ بھی نہیں ہم تو اس سے بھی بڑی قربانی کے لیے تیار ہیں ۔ شوہر رخصت ہو گیا . . . .
اُمِّ سلمہؓ ہر روز اس جگہ پر آکر بیٹھ جاتی ہے جہاں شوہر جُدا ہوا تھا اور بچہ چھینا گیا تھا . . . . . صبح آتیں اور غم میں روتے روتے شام ہو جاتی . . . . . .
آپ سُن کر یقیناً حیران ہونگے کہ یہ سلسلہ اور یہ مشغلہ تقریباً ایک سال تک جاری رہا ۔

آخر ایک روز ان کے قبیلہ کے ایک شخص کو ان کے رونے اور فریاد کرنے پر ترس آگیا . . . . . اس نے ان کے قبیلہ والوں کو ملامت کر کے مدینہ جانے کی اجازت دلوا دی . . . . . . یہ اپنے بچے کو ابوسلمہ کے خاندان والوں سے لے کر ایک اونٹ کے ذریعے نکل کھڑی ہوئیں ۔ راستے میں تنعیم کے مقام پر عثمان بن طلحہ (بیت اللہ کے کنجی بردار ، مگر اس وقت مسلمان نہیں تھے) ملے اور بڑی شرافت و سنجیدگی سے انہیں قبا تک چھوڑ آئے ۔

(سیدہ امِّ سلمہؓ کا تذکرہ آپ نے سُنا ، بعد میں ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور امہات المومنین کے زمرہ میں شامل ہوئیں)

صہیب رومیؓ کی ہجرت

صہیب رومیؓ نے جب ، ہجرت کا ارادہ فرمایا تو قریشِ مکہ نے کہا ، تم ہجرت

کرنا چاہتے ہو اور مکہ چھوڑنا چاہتے ہو مگر تم جانتے ہو جب تم مکہ آئے تھے تو ایک مفلس اور نادار شخص تھے مگر اب تم مالدار اور دولت مند ہو، لہٰذا اگر جانا چاہتے ہو تو تمام کا تمام مال زندگی کی کمائی ہمارے حوالے کر دو۔ یہ مال ہم تمھیں لے جانے کی اجازت نہیں دیں گے ۔۔۔ پھر کیا ہوا؟ ایک لمحہ اور لحظہ ضائع کیے بغیر اپنا مال اور اسباب قریشِ مکہ کے حوالے کیا اور بزبانِ حال کہا، مکہ کے قریشیو! تم صرف مال و اسباب کی بات کرتے ہو، دین کے لیے اور دین لانے والے محمد کریمؐ کے لیے دنیا کی ہر چیز چھوڑی جا سکتی ہے۔

حضرت صہیب رومیؓ قبا میں جا کر نبی اکرمؐ کو ملے اور سارا ماجرا سنایا۔ ۔۔۔ آپؐ نے سب کچھ سننے کے بعد فرمایا صہیبؓ اپنا سارا مال دینے کے بعد بھی نفع میں رہا۔

سیدنا عمرؓ کی جرأت مندانہ ہجرت

تقریباً سب اصحاب پیغمبرؐ نے چھپ کر ہجرت کی، حتیٰ کہ خود امام الانبیاءؐ بھی سیدنا صدیقِ اکبرؓ کو لے کر چھپ کر نکلے مگر سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے چھپ کر نہیں بلکہ للکار کر ہجرت کی، کسی سے ڈرنا اور کسی سے خوف کھانا تو ان کی فطرت میں تھا ہی نہیں ہجرت کرنے سے پہلے بیت اللہ میں آئے اور ایک بلند جگہ پر کھڑے ہو گئے اور پوری جرأت اور قوت سے مشرکین کو للکارتے ہوئے فرمایا ۔۔۔۔

مکہ کے سردارو! خطاب کا بیٹا عمر ہجرت کر کے مدینہ جا رہا ہے ۔۔۔۔ یہ نہ سمجھنا کہ تم سے ڈر کر بھاگ کر جا رہا ہوں ۔۔۔۔ تم میں جو اپنے بچوں کو یتیم کروانا چاہتا ہو، تم میں سے جس کی خواہش ہو کہ اسکی ماں اس کی لاش پر روئے، وہ مجھے حرم سے باہر روک کر دکھائے ۔۔۔۔ پھر انہوں نے

اپنے خاندان اور قبیلے کے تقریباً بیس افراد کے ساتھ دن کے اُجالے میں ہجرت کا مبارک سفر کیا۔

دار الندوہ میں ۔ سازشِ قتل

آہستہ آہستہ تقریباً تمام مسلمان ہجرت کر چکے تھے۔ مکہ مکرمہ میں مشہور صحابہ میں سے صرف سیدنا صدیق اکبرؓ اور سیدنا علیؓ رہ گئے تھے ..... اب مشرکین مکہ کو احساس ہُوا کہ جس مشن اور جس دعوت کو روکنے کے لیے ہم نے تیرہ سال دن رات ایک کر دیا تھا۔ اس مشن کو اور اس مشن کے ماننے والوں کو ایک مضبوط ٹھکانہ اور خوبصورت پناہ گاہ میسر آگئی ہے۔

انہیں اصحابِ رسول کی جانثاری اور قربانی کا عملی تجربہ تھا اور وہ نبی اکرمؐ کی قائدانہ صلاحیتوں اور پُرتاثیر طاقت و قوت کو بھی جانتے تھے پھر وہ یہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج جو صدیوں سے دشمن چلے آ رہے تھے وہ اسلام کے دامن سے وابستہ ہو کر بھائی بھائی بن چکے ہیں ..... انہیں معلوم تھا کہ شام سے ہمارا تعلق مدینہ کے راستے سے ہے، اگر مسلمان مدینہ میں مستحکم پناہ لے لیتے ہیں تو وہاں سے ہمارے قافلوں کا گزرنا مشکل ہو جائے گا۔

ان تمام حالات کو سامنے رکھ کر رؤسائے قریش نے دار الندوہ میں ایک خفیہ اجلاس بلانے کا فیصلہ کیا جس میں مکہ کی مختلف برادریوں کے سربرآوردہ لوگ شریک ہُوئے۔ کہتے ہیں کہ اس اجلاس میں ابلیس ایک بوڑھے شخص شیخ نجدی کی صورت میں شریک ہوا۔ اس اجلاس میں ہر شخص نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا، ان کا غصہ دیدنی

تھا۔ ایک کہنے لگا۔

پہلی تجویز

محمد کو جلاوطن کر دو، شیخ نجدی نے اس تجویز سے اتفاق نہ کیا اور کہا..... تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ عمدہ اور نفیس گفتگو کرنے میں کتنی مہارت رکھتا ہے وہ سحر بیان خطیب ہے اور اس کی گفتگو انتہائی شیریں، میٹھی اور مؤثر ہوتی ہے جو دوسروں کو اپنا گرویدہ بنا لیتی ہے، اگر تم اسے جلاوطن کر دگے تو جس علاقے اور جس قبیلے میں بھی جائے گا ان کو اپنا مطیع اور گرویدہ بنالے گا اور پھر منظم ہو کر تم سب کو روند ڈالے گا اور تم سے اقتدار اور سلطنت چھین کر تمھیں اپنا غلام بنالے گا، لہٰذا یہ تجویز درست نہیں، کوئی اور تجویز سوچو۔

دوسری تجویز

دوسری تجویز یہ پیش کی گئی محمدؐ کو قید کر دیا جائے اور ایک کوٹھری میں بند کر کے باہر سے دیوار چن دی جائے تاکہ وہ خود اپنی موت آپ مر جائے۔

شیخ نجدی نے اس تجویز کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ یہ گرفتاری اور قید کی خبر مخفی نہیں رہے گی اور محمدؐ کے پیروکار دھاوا بول کر اسے چھڑا لیں گے اور اس طرح ہماری بدنامی ہو گی۔

تیسری اور متفقہ تجویز

یہ دونوں تجویزیں پارلیمنٹ رد کر چکی تو اب ایک تیسری تجویز پیش کی گئی اور یہ تجویز پیش کرنے والا مکے کا سب سے بڑا مجرم اور بڑا چوہدری ابوجہل تھا۔ اس نے کہا محمدؐ کو قتل کر دو اور اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ مکہ کے ہر قبیلے کا ایک بہادر اور پھرتیلا نوجوان منتخب کر لیں اور یہ سب نوجوان اس کے گھر کا محاصرہ کر کے یکبارگی حملہ کریں اور محمدؐ کو قتل کر دیں۔ اس طرح اس قتل

کی ذمّہ داری کسی ایک شخص پر یا ایک قبیلے پر نہیں آئے گی بلکہ تمام قبیلے اس میں ملوث ہوں گے ۔

شیخ نجدی اور دوسرے شرکاء نے اس تجویز کو سراہا اور اس کی تائید کی اور طے پایا کہ یہ معاملہ آج رات ہی نمٹا دیا جائے ۔

اُدھر ان کا اجلاس ختم ہوا اور اِدھر جبریل امین وحیٔ ربانی لیکر پہنچ گئے

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ

اور یاد کرو جس وقت کافر تدبیریں اور سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا وطن سے نکال دیں۔ وہ تدبیریں کرتے تھے اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے اور اللہ بہترین تدبیر کرنے والا ہے ۔

قرآن کہتا ہے ، مشرکین مکہ . . . . . مکہ کے قریشی ، چوہدری اور سردار جن کو اپنی طاقت ، قوت ، اپنے بازو اور اپنے زور پر بڑا گھمنڈ اور بڑا ناز تھا ، انہوں نے خفیہ تدبیر کی کہ محمدؐ کو قتل کر دیا جائے . . . . . اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کی اور فیصلہ کیا کہ میں اپنے نبی کا ایک بال بھی بیکا نہیں ہونے دوں گا۔

جبریل امین نے مشرکین کی تدبیر، سازش اور آنے والی رات کی کارروائی سے آگاہ فرمایا اور آپ تک اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام پہنچایا کہ مدینہ کی طرف ہجرت فرما جائیے اور یہ دعا پڑھتے جائیے ۔

رَبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ۔ بنی اسرائیل ۔

اے میرے پالنہار مجھ کو مدینہ میں داخل کر سچائی کے ساتھ اور مجھ کو مکہ سے نکال سچائی کے ساتھ اور خاص اپنی طرف سے مجھ کو ایک حکومت اور نصرت

ور غلبہ عطا فرما!

انسانی تدبیر اور الٰہی تدبیر

چنانچہ مشرکینِ مکہ اپنے طے شدہ منصوبہ اور تدبیر کے مطابق رات کی تاریکی میں نبی اکرمؐ کے مکان کا گھیراؤ کر لیتے ہیں کہ جونہی موقع ملتا ہے آج محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔

یہ کس کو قتل کرنا چاہتے ہیں؟ یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں، اس معصوم ہستی کے جس نے آج تک کسی ظالم سے ظالم دشمن پر ہاتھ تک نہیں اٹھایا اس شخصیت کو قتل کرنا چاہتے ہیں جس نے انسانی خون کے احترام کا سبق دیا۔

..... آج وہ ایک معصوم، بے گناہ، نرم خو، خوش رو اور مشفق و مہربان شخصیت کو مارنا چاہتے ہیں۔

ادھر جبریل امین نے آکر اطلاع دی کہ یارسول اللہ! کفار نے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ باہر تشریف لے جائیے اور کاشانہ ابوبکر سے اپنے باوفا ساتھی کو لے کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کیجیے۔

فرمایا۔ جبریل امین! ادھر کہتے ہو باہر کفار تلواریں لے کر قتل کے لیے تیار کھڑے ہیں اور پھر باہر نکلنے کا پیغام پہنچاتے ہو..... تلواروں کے سائے میں سے گزرنا، یہ سب کچھ کیسے ہو گا؟

جبریل امین نے عرض کی یارسول اللہ! ایک مٹھی خاک کی لے لیں اور سورۃ یاسین کی آیات فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ تک تلاوت فرمائیں اور وہ مشتِ خاک ان کی طرف پھینک دیں..... پھینکنا آپ کا کام ہو گا اور باہر کھڑے کفار کو اندھا کرنا میرا کام ہو گا۔

میرے پیغمبر! اب تک تو وہ بصیرت کے لحاظ سے فَهُمْ لَا

یُبۡصِرُوۡنَ کا مصداق تھے ۔ اب آپ مٹی پھینکیں تو تھوڑی دیر کے لیے ان کی بصارت پر بھی لَا یُبۡصِرُوۡنَ کا پردہ ڈال دیں گے ۔

سیدنا علیؓ بستر رسول پر

نبیٔ اکرمؐ نے گھر سے باہر جاتے ہوئے سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میرے پاس کفارِ مکہ کی کچھ امانتیں ہیں ، یہ تمام امانتیں مالکوں کو واپس کر کے تم بھی ہجرت کر کے مدینہ آجانا ۔

مقامِ غور و فکر

آگے بڑھنے سے قبل ایک لمحہ کے لیے ذرا اس بات پر غور و فکر فرمائیے کہ ایک نمونہ وہ تھا جو آپ سُن چکے کہ مشرکینِ مکہ نے صہیب رومیؓ سے ان کی پوری زندگی کی کمائی چھین لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابو سلمہ سے مال و دولت تو خیر کیا بال بچے بھی چھین لیے ، ان کو رفیقۂ حیات سے الگ کر دیا گیا اور اکلوتے بیٹے سے محروم کر دیا گیا ۔

اور ایک نمونہ یہ ہے جو ہجرت کی رات میں پیش کیا گیا اپنے چچا زاد بھائی کو اس پُر خطر ماحول میں صرف اس لیے چھوڑا جا رہا ہے کہ خون کے پیاسوں کی امانتیں واپس کر کے آنا ۔

اور یہ حقیقت بھی قابلِ غور ہے کہ ہزاروں عداوتوں اور دشمنیوں کے باوجود ۔ ۔ ۔ ۔ اور دشمنی بھی اس حد تک کہ قتل کرنے کی تجویز ہوئی اور گھر کا محاصرہ کر لیا گیا ۔ ۔ ۔ ۔ مگر ہزار دشمنیوں کے باوجود ان دشمنوں کو بھی یقین تھا کہ مکہ مکرمہ میں اگر کوئی شخصیت سب سے بڑھ کر امین اور امانت دار ہے تو وہ محمد کریم کی ہے ۔

مگر تعجب ہے کہ جو لوگ یہ حقیقت سمجھتے تھے کہ محمد دنیا کے معاملات میں خیانت نہیں کرتے وہ اس حقیقت کو کیوں نہ سمجھ سکے کہ بندوں کے معاملات کا امین

يُبْصِرُوْنَ کا مصداق تھے۔ اب آپ مٹی پھینکیں تو تھوڑی دیر کے لیے ان کی بصارت پر بھی لَا يُبْصِرُوْن کا پردہ ڈال دیں گے۔

سیدنا علیؓ بستر رسولؐ پر

نبیؐ اکرمؐ نے گھر سے باہر جاتے ہوئے سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ۔۔۔۔۔۔ میرے پاس کفار مکہ کی کچھ امانتیں ہیں، یہ تمام امانتیں مالکوں کو واپس کر کے تم بھی ہجرت کر کے مدینہ آ جانا۔

مقام غور و فکر

آگے بڑھنے سے قبل ایک لمحہ کے لیے ذرا اس بات پر غور و فکر فرمایئے کہ ایک نمونہ وہ تھا جو آپ سن چکے کہ مشرکین مکہ نے صہیب رومیؓ سے ان کی پوری زندگی کی کمائی چھین لی۔۔۔ ۔۔۔ ابو سلمہ سے، مال و دولت تو خیر کیا بال بچے بھی چھین لیے، ان کو رفیقہ حیات سے الگ کر دیا گیا اور اکلوتے بیٹے سے محروم کر دیا گیا۔

اور ایک نمونہ یہ ہے جو ہجرت کی رات میں پیش کیا گیا اپنے چچازاد بھائی کو اس پرخطر ماحول میں صرف اس لیے چھوڑا جا رہا ہے کہ خون کے پیاسوں کی امانتیں واپس کر کے آنا۔

اور یہ حقیقت بھی قابل غور ہے کہ ہزاروں عداوتوں اور دشمنیوں کے کے باوجود۔۔۔ ۔۔۔ اور دشمنی بھی اس حد تک کہ قتل کرنے کی تجویز ہوئی اور گھر کا محاصرہ کر لیا گیا۔۔۔۔ مگر ہزار دشمنیوں کے باوجود ان دشمنوں کو بھی یقین تھا کہ مکہ مکرمہ میں اگر کوئی شخصیت سب سے بڑھ کر امین اور امانت دار ہے تو وہ محمد کریمؐ کی ہے۔

مگر تعجب ہے کہ جو لوگ یہ حقیقت سمجھتے تھے کہ محمدؐ دنیا کے معاملات میں خیانت نہیں کرتے وہ اس حقیقت کو کیوں نہ سمجھ سکے کہ بندوں کے معاملات کا امین

پیغامِ الٰہی اور نبوت کے دعویٰ میں صادق اور امین ہی ہوگا۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ ایمان و شجاعت کا پیکر

نبی اکرمؐ نے شبِ ہجرت سیدنا علیؓ کو حکم دیا تھا کہ میرے بستر پہ میری چادر اوڑھ کر سو جاؤ اور ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنائی تھی کہ تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایسی بھیانک رات میں اور ایسے پُرخطر ماحول میں کہ جان سے پیارا محمدؐ جُدا ہو رہا ہے اور باہر تلواریں خون کی پیاس سے بے تاب ہو رہی ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گویا کہ اوپر تلوار کی نوکیں ہیں اور نیچے کانٹوں کا فرش ہے، مگر سیدنا علیؓ نبی اکرمؐ کے حکم کے آگے سر جھکا دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ صرف حکم کی تعمیل ہی نہیں کرتے بلکہ نبی اکرمؐ کی اس خوشخبری پر (کہ تمھیں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی) پر اتنا یقین ہے کہ بسترِ رسُول پر آرام کی نیند سو جاتے ہیں، ایسی خوشگوار اور میٹھی نیند کہ ایسی نیند کبھی زندگی میں نہیں آئی ہوگی۔ یہ سیدنا علیؓ کے ایمان کی پختگی، محبت رسُول کی وارفتگی اور اطاعتِ رسول کی مضبوطی کا کھلا ثبوت تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری اور جرأت و استقامت کی واضح دلیل تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ سیدنا علی کی عظمت و فضیلت اور مقام و مرتبہ کا واضح ثبوت تھا۔

لیکن بسترِ رسُول پر سونے کی بنا پر سیدنا علیؓ تمام صحابہ سے افضل و اعلیٰ نہیں ہو جاتے، کچھ نادان لوگ بسترِ رسول پر سونے کی بنا پر سیدنا علیؓ کو تمام اصحابِ پیغمبر پر فضیلت و اولیّت دیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ میں کہتا ہوں کہ جو بسترِ رسول پر سویا وہ بھی عظیم ہے مگر جس کی گود بسترِ رسول بن گئی وہ عظیم ترین ہے ۔ ۔ ۔ ۔ جو ایک رات بسترِ رسول پر سویا وہ بھی عظیم ہے مگر جو عائشہؓ نو سال تک بسترِ رسولؐ پر سوتی رہیں وہ بھی عظیم ترین ہیں۔

نبوت ــــ کاشانۂ ابوبکرؓ پر

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے گھر سے بعافیت و سلامت نکلنے میں کامیاب ہو گئے تو سیدھے اپنے دیرینہ اور مخلص رفیق اور غم گسار و ہمدرد و دمساز و رازدار سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے ...... سیدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ جب جبریلِ امین نے ہجرت کرنے کے لیے کہا تو آپ نے جبریلِ امین سے پوچھا تھا کہ اس سفر میں میرا ہمراہی اور ساتھی کون ہو گا ؟ تو جبریلِ امین نے جواب دیا " آج آپ کا ہمراہی اور ہم سفر صدیق اکبرؓ ہو گا۔

(مستدرک حاکم)

اہلِ تشیع کے گیارہویں امام اپنی تفسیر حسن عسکری میں کہتے ہیں ...

وَاَمَرَکَ اَنْ تَسْتَصْحِبَ اَبَا بَکْرٍ ..... جبریلِ امین نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ ابوبکر کو اپنا ساتھی اور ہم سفر بنالو۔

علامہ فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین میں آیتِ غار کے ضمن میں کہتے ہیں کہ خود نبی اکرمؐ سیدنا صدیق اکبرؓ کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں اپنے ہمراہ لیا اور غار کا قصد فرمایا۔

علامہ باذل اپنی شہرۂ آفاق تصنیف حملۂ حیدری میں ان تمام واقعات کو منظوم رنگ میں پیش کرتا ہے اور اس حقیقت کو بیان کرتا ہے نبی اکرمؐ شب ہجرت کاشانۂ ابوبکرؓ پر آتے اور ابوبکرؓ کو ہمراہ لیا۔

زہے نصیبِ ابوبکرؓ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم زندگی کی انتہائی مشکل گھڑی میں دشمنوں کے نرغے سے بچ کر سب سے زیادہ وفادار، جانثار اور سچے دوست کے گھر رونق افروز ہوئے! یہی تو صدیق اکبرؓ کی عظمت ہے کہ عمرؓ چلے تو نبوت کے دروازے

پر آئے، عثمانؓ چلے تو نبوت کے دروازے پر آئے، علیؓ آئیں تو نبوت کے دروازے پر آئیں نوریوں کا سردار جبریل چلے تو نبوت کے دروازے پر آئے اے ساری کائنات چل کر نبوت کے دروازے پر آئے اور نبوت چل کر صدیق اکبرؓ کے دروازے چلے گئے . . . . . . کبھی ہجرت کے سفر میں ہم سفر بنانے کے لیے اور اور کبھی ان کی بیٹی سیدہ عائشہؓ کی پاکدامنی کا اعلان کرنے کیلئے ابوبکر صدیقؓ نے سامان پہلے سے تیار کر رکھا تھا۔ نقد روپیہ انہوں نے ساتھ لے لیا، بوڑھے اور نابینا باپ اور پیاری بیٹیوں کو محبتِ نبوی پر قربان کر دیا اور باپ کے روکنے پر کہنے لگے . . . . . بابا جانتے ہو آج میرے دروازے پر کون آیا ہے؟ بابا! میرے دروازے پر آج وہ آیا ہے جس کے دروازے کا دربان جبریل بنتا ہے۔ بابا! آج مجھے مت روکو . . . . . اس لیے کہ

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا — پدر، مادر، برادر، جان، مال، اولاد سے پیارا
محمدؐ کی محبت دینِ حق کی شرطِ اول ہے — اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

گھر سے غار تک

مکہ مکرمہ سے نکلتے ہوئے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسرت بھری نگاہ سے مکہ کے درو دیوار کو دیکھا اور فرمایا۔ اے مکہ مکرمہ اور اے بیت اللہ! تو مجھے بہت محبوب ہے اور بہت عزیز ہے میرا دل تو نہیں کرتا کہ تجھے چھوڑ کر چلا جاؤں مگر تیرے فرزند مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

رات کی تاریکی اپنی سیاہ چادر تان چکی تھی اور یہ دونوں دوست اس تاریکی میں غارِ ثور کی طرف سفر کر رہے تھے، ان میں سے ایک سیدالانبیاء تھا، اور دوسرا افضل الناس بعد الانبیاء۔

سیّدنا ابوبکرؓ نے اس سفر میں حقِ رفاقت کا ایسا درخشندہ باب رقم کیا کہ تاریخ اسکی مثال پیش نہیں کر سکتی ..... قدم قدم پر سیدنا صدیق اکبرؓ دوستی کا حق ادا کر رہا ہے اور بڑے عجیب انداز سے ادا کر رہا ہے۔

آج اُسے نہ اپنا ہوش ہے نہ اپنی جان کی فکر نہ اپنا خیال ..... آج فکر ہے تو صرف ایک، آج خیال ہے تو صرف ایک کہ امام الانبیا کو کوئی تکلیف اور کوئی گزند نہیں پہنچنی چاہیئے .... آج رازدارِ نبوت اور رفیقِ نبوّت کی بے چینی اور اضطراب اور پروانگی قابلِ دید ہے۔

ابوبکر کبھی آگے ہو جاتے ہیں اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں آ جاتے ہیں اور کبھی بائیں .... یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک پروانہ ہے جو اپنی شمع کے گرد چکر لگا رہا ہے۔

نبی اکرمؐ اس گھومنے کی وجہ پوچھتے ہیں تو وہ عاشق صادق کہتا ہے کہ یا رسول اللہ! آگے ہوتا ہوں تو خیال آتا ہے کہیں دشمن پیچھے سے نہ آ جائے اور پیچھے ہوتا ہوں تو خیال آتا ہے کوئی حملہ آور سامنے سے حملہ نہ کر دے، بس جدھر سے خطرے کا وہم ہوتا ہے تو میں اس طرف ہو جاتا ہوں کہ کوئی وار کرے تو نبوّت سے پہلے ابوبکرؓ کا وجود اسے جھیلے۔

نبوّت دوشِ صدیقؓ پر

چلتے چلتے اور نوکیلے پتھروں پر سفر کرتے کرتے نبی اکرمؐ کے نازک تلوے زخمی ہو گئے۔ آپؐ چلنے میں دشواری محسوس کرنے لگے تو صدیقِ اکبرؓ نے نبی اکرمؐ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا .... اور پہلے سے زیادہ تیز اور چست ہو کر چلنے لگے .... سامعینِ گرامی قدر! یہاں ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ ذرا ذہن کے دریچے کھولیے، آج ابوبکر صدیقؓ نے بارِ نبوت کو اٹھایا یہ اس بات

کی طرف اشارہ ہے کہ کارِ نبوت (نبی اکرمؐ کی وفات کے بعد) کو وہی سنبھال سکتا ہے جو آج بارِ نبوت کو سنبھالے ہوئے ہے

یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ اس دوست نے اپنے دوست کو کندھوں پر اٹھا کر کتنی مسافت طے کی، کتنے نشیب و فراز سے گزرے مگر یہ حقیقت ناقابلِ تردید ہے کہ ابو بکرؓ کے اس رات کے ایک قدم پر زندگی بھر کی ساری عبادتیں قربان ہیں۔

غارِ ثور میں

مکہ مکرمہ سے تقریباً چار میل کے فاصلے پر دشوار ترین راستوں کے اختتام پر ایک غار ہے جس کو غارِ ثور کہا جاتا ہے۔ یہ دونوں دوست اس غار کے منہ تک پہنچ گئے . . . . سیدنا ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ یارسول اللہؐ! آپ باہر ٹھہریے، مَیں غار میں جا کر اس کی صفائی کرتا ہوں، دیکھتا ہوں کوئی موذی جانور نہ ہو . . . . غار کو صاف کیا، تمام سوراخ اپنے کپڑے کو پھاڑ کر بند کیے، پھر نبی اکرمؐ کو اندر بلا لیا . . . . آپؐ انتہائی تھک چکے تھے اور پھر ساری رات کا رتجگا بھی تھا، اس لیے صدیقِ اکبرؓ کی جھولی میں سر رکھ کر سو گئے . . . . نبوت کا مبارک سر ابو بکرؓ کی خوبصورت گود میں تھا۔ گویا ؎

رکھی ہوئی رحل پہ خدا کی کتاب ہے۔

پھر دور ایک سایہ سا نظر آیا۔ رحمتِ کائناتؐ پوچھتے ہیں! ابو بکرؓ! دیکھ رہے ہو، کوئی ادھر آرہا ہے ۔ سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے عرض کیا یارسول اللہؐ! گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں، یہ میری بیٹی اسماءؓ ہے جو آپ کو کھانا کھلانے آرہی ہے . . . . اسماءؓ پہنچی تو اس کے رخسار پر انگلیوں کے نشان تھے۔ ابو بکرؓ نے پوچھا ۔ بیٹیا تمھیں کیا ہوا؟ کہنے لگیں ۔ صبح کے وقت ابو جہل

آیا تھا۔ آپکا اور رحمتِ کائناتؐ کا پوچھ رہا تھا۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو اس نے اس زور سے طمانچہ میرے منہ پر مارا کہ میرے کان کی بالی گر گئی ۔ ۔ ۔ ۔ 'بابا' میں مار کھاتی رہی مگر آپ کا راز فاش نہیں کیا۔

رات کے وقت پھر ایک شخص غار کے قریب پہنچا۔ رحمتِ کائنات پریشان ہوئے تو سیدنا ابوبکرؓ نے کہا 'یارسول اللہ! پریشانی کی کوئی بات نہیں، یہ میرا بیٹا عبداللہ ہے جو پورے دن کی مکہ کی ڈائری پہنچانے آیا ہے۔

ادھر سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے غلام عامرؓ بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک حصہ گزر جاتا تو بکریوں کا تازہ دودھ لے کر غار میں پہنچ جاتے، اور نبی اکرم کو تازہ دودھ پلاتے۔ ۔ ۔ ۔

(اسی لیے تو میں کہتا ہوں ۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکرؓ تیری رلیاں ہی کوئی نئیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ابوبکرؓ تیرا پورا گھرانہ اس مشکل گھڑی میں محمدؐ کی خدمت میں مصروف نظر آتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ خود نبوت کا ہم سفر، بیٹا ڈائری پہنچانے کی خدمت پر مامور، بیٹی کھانا پہنچانے کی پابند اور غلام دودھ پلانے میں مصروف ہے)

قریش کی تلاش کیلئے تگ و دو

ادھر قریش کی حالت یہ تھی کہ منصوبۂ قتل کی رات گزر گئی۔ صبح کے وقت معلوم ہوا کہ ساری رات جس سونے والے شخص کو ہم محمد سمجھتے رہے وہ محمد نہیں بلکہ علی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ جب محسوس کیا کہ رسول اللہ ان کے ہاتھ سے نکل چکے ہیں تو وہ غصے سے پاگل ہو گئے۔ ۔ ۔ ۔ پہلے تو سیدنا علی پر تشدد کیا، گھسیٹتے کر بیت اللہ تک لے گئے اور پھر سیدھے ابوبکرؓ کے گھر جا پہنچے۔

(کفارِ مکہ کو بھی یقین تھا کہ نبوت کا رفیق اور سب سے قریبی رازدار ابوبکرؓ ہی ہے اور مشکل کی اس گھڑی میں محمدؐ اپنے گھر کے علاوہ اگر کہیں مل سکتے ہیں

تو وہ صرف ابو بکرؓ کا گھر ہو سکتا ہے۔

قریشِ مکہ کا انعامی اعلان

قریشِ مکہ نے طے کیا کہ پوری طرح سے منصوبہ بندی کر کے ان دونوں کو تلاش کرنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ تلاش کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے انہوں نے اعلان کیا کہ محمدؐ اور ابو بکرؓ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو زندہ یا مُردہ پکڑنے والے کو ہر ایک کے بدلے سو اونٹوں کا بھاری انعام ملے گا (بخاری ج ۱ ص ۵۵۴)

نہے نصیب ابو بکر کہ آج تیرے سر کی قیمت بھی نبوت کے سر کے قیمت کے برابر ہو گئی)

اس انعامی اعلان کے لالچ میں مکہ مکرمہ کے نوجوان پیدل اور سواریوں پر پورے علاقے میں بکھر گئے . . . . . ان تلاش کرنے والوں میں نشاناتِ قدم کے ماہر کھوجی بھی تھے اور طاقت ور پہلوان بھی . . . . . یہ تلاش کرنے والے غارِ ثور کے دہانے تک جا پہنچے . . . . . سیدنا صدیقِ اکبرؓ نے کفار کو دیکھا اور فرطِ غم کی وجہ سے رونے لگے . . . . . یاد رکھیے، سیّدنا ابو بکرؓ کو اپنی فکر نہیں تھی جو کچھ فکر تھی نبیِ اکرمؐ کی تھی۔

نبی اور غیر نبی میں فرق

کفار غار کے منہ پر پہنچ گئے اگر وہ نیچے دیکھ لیں تو غار میں چھپے ہوئے دونوں دوستوں کو دیکھ لیں گے . . . . . ذرا تصور کیجیے، معاملے کی نزاکت اپنے انتہائی عروج پر پہنچ گئی ہے، گویا موت اپنا بھیانک جبڑا کھولے آگے بڑھ رہی ہے۔ جان کے دشمن اور قتل کی سازش کرنے والے سر پہ پہنچ گئے ہیں سیّدنا ابو بکرؓ اتنا بڑا حوصلہ اور ظرف رکھنے کے باوجود (اتنا بڑا ظرف اور حوصلہ کہ وفاتِ نبوی کے بعد صرف یہی شخص تھا جس نے اتنے بڑے صدمے

کے باوجود اپنے ہوش وحواس کو قابو میں رکھا) اس وقت وہ بھی بتقاضائے بشریت گھبرا گئے اور آنکھوں سے آنسو نکل پڑے ..... لوگو یہی وہ اہم مقام ہے جہاں ایک نبی اور غیر نبی کے حوصلے اور ظرف میں واضح فرق کا پتا چلتا ہے ..... جہاں ابو بکر جیسا حوصلہ مند بھی گھبرا گیا اور یہ گھبراہٹ اپنے لیے نہیں تھی، حضورِ اکرم کے لیے تھی ..... مگر پیغمبر کا اطمینان حوصلہ اور ظرف دیکھیے کہ دشمن غار کے منہ پر ..... دشمن مسلح اور یہ نہتّے ..... وہ بہت سارے اور یہ صرف دو ..... مگر اس وقت بھی وہ پیغمبر اپنے رفیق سے کہتا ہے ..... گھبراؤ نہیں، تم کیا سمجھتے ہو کہ غار میں صرف میں اور تم دو ہیں؟ نہیں نہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا بلکہ اللہ بھی ہمارے ساتھ ہے ۔ اور بخاری کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

مَاظَنُّكَ يَا اَبَا بَكْرٍ بِاثْنَيْنِ اللّٰهُ ثَالِثُهُمَا ... ایسے دو آدمیوں کے بارے تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہے!

جب یہ حقیقت ہے کہ اللہ کی مدد ہمارے ساتھ ہے تو پھر لَا تَحْزَنْ غم نہ کر۔

سیدنا ابوبکرؓ کا غم اور حزن اور رنجیدہ ہونا اور دشمنوں کو دیکھ کر رونا یہ سب نبی اکرمؐ کے عشق اور محبت میں تھا، اس لیے فرمایا لَا تَحْزَنْ غم نہ کر.... اگر ابوبکر کو اپنی جان کا ڈر ہوتا تو پھر لَا تَحْزَنْ کی بجائے لَا تَخَفْ ہوتا یہی قرآنِ مقدس کی اِصطلاح ہے۔

سامانِ محافظت

سامعین محترم! تھوڑی دیر کے لیے تصوراتی دنیا میں جائیے اور ذرا اس منظر کو آنکھوں کے سامنے لائیے کہ دہانۂ غار سے چند قدم کے فاصلے پر خون کے پیاسے

کھڑے ہیں جن کو یہ دونوں غار کے اندر سے دیکھ رہے ہیں . . . . . اس نازک مرحلے پر اللہ رب العزت نے حفاظت اور بچاؤ کا کتنا عمدہ اور خوبصورت انتظام کر دیا . . . . . کہ مکڑی نے غار کے دہانے پر جالا تن دیا . . (مسند احمد) کفار نے سوچا کہ اگر اس غار میں کوئی داخل ہوتا تو جالا سلامت نہ رہتا . . . . . . سبحان اللہ اَوْهَنُ الْبُيُوت کے ذریعہ اللہ نے کفار کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا اور اس نے کمزور ترین مخلوق اور اس کے گھر سے وہ کام لیا جو بڑی سے بڑی قوت بھی نہیں کر سکتی ۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا پہرہ لگا دیا

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا . حب میرے محبوب نے اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کہہ کے اس مشکل گھڑی میں مجھے پکارا تو میں نے اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا اپنے پیغمبر کی مدد کی ایسے لشکروں کے ساتھ جن کو تم نے نہیں دیکھا . . . صاحب مدارک کہتے ہیں ، هُمُ الْمَلَائِكَةُ صَرَفُوْا وُجُوْهَ الْكُفَّارِ وَاَبْصَارَهُمْ عَنْ اَنْ يَّرَوْهُ . . . . . اللہ تعالیٰ نے غار ثور کے منہ پر فرشتوں کا پہرہ لگا دیا جنہوں نے تعاقب کرنے والے مشرکین کی آنکھیں اور چہرے پھیر دیئے !

ابن حجرؒ نے فتح الباری صفحہ ۱۸۷ میں تحریر کیا ہے کہ نبی اکرمؐ نے سیدنا ابوبکرؓ سے فرمایا کہ ابوبکر! یہ تعاقب کرنے والے ہم کو نہیں دیکھ سکتے اس لیے کہ فرشتے اپنے نورانی پروں سے ہم کو چھپائے ہوتے ہیں ۔ (روح المعانی صفحہ ۸۸/۱۰)

حقیقت یہ ہے کہ یہ ایک معجزہ تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو مشرف اور سرفراز فرمایا . . . . چنانچہ تلاش کرنے والے ناکامی کے بعد واپس ہو گئے اور آفتاب نبوت ، کوکب ولایت کے ساتھ تین دن اسی

برجِ ثور میں مقیم رہا جہاں سیّدنا ابوبکرؓ کے انتظام کے مطابق کھانا اور دودھ وغیرہ بھی ملتا رہا اور مکہ کی ضروری خبریں بھی پہنچتی رہیں۔

تین دن رات کے بعد جب پوری طرح اطمینان ہو گیا کہ اب مشرکینِ مکہ تلاش کے لیے اس راستے پر نہیں آئیں گے تو نبی اکرمؐ اور صدیقِ اکبرؓ مدینہ کے راستے پر چل نکلے . . . . سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ بھی ساتھ تھے

مدینہ کی راہ پر

سیّدنا ابوبکر صدیقؓ نے ایک کافر عبداللہ بن اریقط کے ذمے لگایا تھا کہ وہ دو سواریاں لے کر غارِ ثور پہنچ جائے گا۔ وہ بھی حسبِ وعدہ دو اونٹنیاں لے کر پہنچ گیا، اسے راستہ دکھلانے کے لیے بطورِ رہبر ساتھ رکھا گیا . . . . نبی اکرمؐ نے ایک اونٹنی سفر کے لیے پسند فرمائی مگر آپ نے اس کی قیمت ابوبکرؓ کو ادا فرمائی۔ آپ چاہتے تھے کہ ہجرت کا مقدس سفر اپنے خرچے پر کریں۔

صدیقؓ کا جواب صداقت کی لاج

اس سفرِ ہجرت میں ایک بڑا دلچسپ واقعہ پیش آیا کہ چلتے چلتے ایک جگہ پر ایک شخص جو حضرت ابوبکر کا واقف تھا مگر نبی اکرمؐ کو نہیں پہچانتا تھا . . . . اس نے سیدنا ابوبکرؓ سے پوچھا . . مَنْ مَعَکَ آپ کے ساتھ یہ دوسرے صاحب کون ہیں . . . . ذرا سوچیے اور غور کیجیے کہ سیدنا صدیقؓ کا کتنا کڑا امتحان اور کتنی کٹھن آزمائش تھی . . . . اگر سچ بولیں تو نبوّت کی جان کو خطرہ ہے، یہ پوچھنے والا تعاقب کرنے والوں کو مطلع کر دے گا . . . اور ابوبکر اگر آج جھوٹ بولے تو وہ صدیق نہیں رہتا۔ ایسے نازک موقعوں پر جب کہ دو قدروں میں کشمکش ہو رہی ہو حواس کو قائم رکھنا دشوار ہوتا ہے اور ایک انسان اس کشمکش سے نکلنے کے لیے سوچ میں

پڑھا جاتا ہے مگر سیدنا صدیق اکبرؓ ایک لحظہ اور ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس شخص کو برجستہ جواب دیتے ہیں هٰذا رَجُل يَهْدِيْنِي السَّبِيْل ..... یہ ایک آدمی ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے ..... یہ ایک آدمی ہے کہاں ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں پیغمبر کو بشر، انسان اور آدمی کہنا بے ادبی اور گستاخی ہے ..... یہاں سیدنا صدیق اکبرؓ نبی اکرمؐ کو رَجُل یعنی مرد اور آدمی کہہ رہے ہیں۔ سیدنا صدیق اکبرؓ کے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ یہ شخص مجھے ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور سائل نے یہ سمجھا کہ ابو بکرؓ نے اس سفر کے لیے رہنما ساتھ رکھ لیا ہے .... اس طرح کے کلام کو "توریہ" کہتے ہیں۔

تلاش مزید

کسی شخص نے مکہ والوں کو اطلاع دی کہ جن کی تمہیں تلاش ہے ان کو ساحلی راستے پر مدینہ کی جانب جاتے ہوئے دیکھا گیا ہے، چنانچہ سراقہ بن مالک ایک تیز رو گھوڑے پر ہتھیار سجائے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا ..... چلتے چلتے نبی اکرمؐ کے قریب جا پہنچا ..... سیدنا ابو بکرؓ نے دیکھا تو گھبرائے کہ یا رسول اللہ ہم پکڑے گئے مگر نبی اکرمؐ تلاوتِ قرآن میں اس طرح مصروف اور مشغول تھے کہ سراقہ کی جانب رخ بھی نہیں کیا۔ سراقہ جب بالکل قریب آ پہنچا تو آپ نے بددعا کرتے ہوئے کہا ... اَللّٰهُمَّ اَصْرَعْهُ۔ اے اللہ! اس کو پچھاڑ دے (بخاری)

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ فرمایا ... اَللّٰهُمَّ اكْفِنَا بِمَا شِئْتَ اے اللہ! تو ہم کو کفالت فرما جس طرح تو چاہے (فتح الباری ص ۱۸۷)

یہ کہنا تھا کہ سراقہ کے گھوڑے کے اگلے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے ..... سراقہ کہتا ہے، مجھے یقین ہے کہ آپ کی بددعا سے ایسا ہوا ہے آپ میرے لیے دعا کریں۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ خود بھی واپس چلا جاؤں گا اور جو

شخص راستے میں آپ کا تعاقب کرنے والا ملا اسے بھی واپس کر دوں گا۔
سراقہ کہتا ہے جونہی آپ نے دعا فرمائی زمین نے میرے گھوڑے کے پاؤں چھوڑ دیے ...... یہ منظر دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ میری کوشش رائیگاں جائے گی اور اللہ تعالیٰ ضرور آپ کو غلبہ عطا فرمائے گا۔

سراقہ نے امان کی درخواست کی تو آپ نے اسے امان نامہ لکھوا کر دیا۔ اس امان نامے کی کتابت سیدنا صدیق اکبرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ نے کی۔

(نبیؐ اکرم کی بد دعا سے سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا اور آپ کا اس کے شر سے محفوظ رہنا اور پھر آپ کی دعا سے اس کا اور گھوڑے کا آزاد ہو جانا آپؐ کا معجزہ ہے اور معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔)

سراقہ اور کسریٰ کے کنگن

ایک روایت میں آتا ہے اس موقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سراقہ ..... کَیۡفَ بِکَ اِذَا لَبِسۡتَ سَوَارَ کِسۡرٰی ...... اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب کسریٰ شہنشاہِ عجم کے کنگن تو پہنے گا ...... سراقہ سن کر حیران ضرور ہوا ہوگا کہ کہاں کسریٰ اور کہاں میں ...... کہاں کسریٰ کے کنگن اور کہاں میرے بازو... مگر یہ بشارت اور پیش گوئی کسی عام آدمی کی نہیں تھی، امام الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔

چنانچہ خلیفہ ثانی لاثانی امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت میں جب مدائن فتح ہوا تو مالِ غنیمت میں دیگر زیورات کے

کسریٰ کے کنگن بھی موجود تھے . . . . . . اس وقت سراقہ بیمار تھے اور اپنے گھر میں آرام فرما تھے . . . . . سیدنا فاروقِ اعظمؓ نے کسریٰ کے کنگن دیکھے تو فرمایا بلاؤ سراقہ کو . . . . . سراقہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو سیدنا فاروق اعظمؓ نے وہ کنگن سراقہ کے ہاتھ میں پہنا کر نبی اکرمؐ کی پیشین گوئی پوری کر دی۔ سیدنا فاروق اعظمؓ نے سراقہ کو کنگن پہناتے ہوئے کہا۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ سَلَبَھُمَا کِسْرٰی بِنْ ھُرْمُزَ وَاَلْبَسَھُمَا سُرَاقَۃَ الْاَعْرَابِیْ۔

اللہ اکبر۔ حمد و تعریف اور ستائش و خوبیاں اس ذات کے لیے ہیں جس نے یہ کنگن کسریٰ سے چھین لیے اور ایک دیہاتی سراقہ کو پہنا دیے۔

(یہ پیشین گوئی اور غیب کی خبر کی اطلاع نبی اکرمؐ کا معجزہ ہے، کچھ جاہل اور ہٹ دھرم اس واقعہ کو بیان کر کے نبی اکرمؐ کے لیے، علمِ غیب ثابت کرتے ہیں . . . . ان جاہلوں کو اتنا علم نہیں کہ علمِ غیب اور چیز ہے اور اطلاع علی الغیب دوسری چیز ہے . . . . . علمِ غیب خاصہ خداوندی ہے اور غیب کی سینکڑوں اور ہزاروں خبروں پر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو اطلاع دی ہے . . . . . اور غیب کی خبروں پر مطلع ہونا نبی اکرمؐ کا معجزہ ہے اور معجزے کا فاعل اللہ تعالیٰ ہوتا ہے اس میں پیغمبر کا اختیار اور قدرت نہیں ہوتی۔

اُمِّ معبدؓ کے خیمے میں

یہ مختصر سا قافلہ جو چار آدمیوں پر مشتمل تھا اور مدینہ کے راستے پر رواں دواں تھا، ایک خیمے کے قریب سے گزرا . . . . . یہ خیمہ اُمِّ معبد کا تھا جو سر راہ تھا اور یہ لوگ مسافروں کی ہر ممکن خدمت بھی کرتے اور تواضع بھی . . .

. . . . . نبی اکرمؐ بھی اس خیمے کے پاس پہنچے اور امِ معبد سے کہا ۔
تمھارے ہاں کچھ کھجوریں یا دودھ ہوگا جسے ہم خرید لیں ۔ امِ معبد نے
کہا . . . . . تم جیسا مسافر تو میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا ، لیکن
افسوس ہے کہ آج ہی گھر میں بوریا نہ ہُوا . . . . . . میرے ہاں آج
نہ کھلانے کو کچھ ہے نہ پلانے کو . . . . . . میرا خاوند بکریوں کا ریوڑ چرانے
لے گیا ہے ، اس لیے تمھیں دودھ بھی نہیں پلا سکتی . . . . . رحمتِ
کائنات کی نظر کونے میں بندھی ایک بکری . . . . . بالکل مریل اور کمزور
سی بکری پر پڑی . . . . . . پوچھا ۔ یہ بکری کھڑی ہے ، یہ دودھ نہیں
دیتی . . . . . ام معبد کہنے لگیں ، یہ بکری تو اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ
ریوڑ کے ساتھ چلنے کی طاقت وسکت نہیں رکھتی ، مدتوں سے اس کا
دودھ خشک ہو چکا ہے ۔

آپ نے فرمایا ماں ! اگر تم کہو تو میں تجربہ کر کے دیکھ لوں . . . . .
امِ معبد تعجب کے رنگ میں مسکرائیں پھر ایک چھوٹا سا برتن لے آئیں ۔
نبی اکرمؐ نے صدیق اکبرؓ کو دیکھا اور صدیقؓ نے اپنے آقا کو دیکھا اور
مسکرائے . . . . . نبی اکرمؐ نے برتن پکڑا ، بکری کے نیچے بیٹھے . . . . .
تھنوں کو ہاتھ لگایا تو دودھ اس طرح بہنے لگا جس طرح ساون کے
مہینے میں بارش برستی ہے ! برتن بھر گیا اور دودھ اچھل کر زمین پر
گرنے لگا ، آپ کے ساتھیوں نے سیراب ہو کے پیا . . . . . . دوبارہ
دودھ دوھنا شروع کیا ، برتن پھر بھر گیا ، دوبارہ ہمراہیوں نے اور
آپ نے سیر ہو کر پیا . . . . تیسری مرتبہ پھر برتن بھر گیا ، یہ امِ معبد
کو دے دیا گیا ۔

(یہ بھی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اس طرح کے بے شمار معجزات آپ کے دست مبارک پر ظاہر ہوئے ...... کئی مواقع پر تھوڑا سا کھانا پورے لشکر پر کافی ہو گیا، معمولی سا پانی، ایک جماعت نے اس سے وضو بھی کیا اور سیراب بھی ہوئے، دودھ کا ایک پیالہ اصحاب صفہ نے سیر ہو کر پیا..... لیکن یاد رکھیے معجزہ فعل پیغمبر کا نہیں ہوتا بلکہ معجزہ میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے)

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ام معبد کے گھر سے رخصت ہو گئے شام کے وقت ام معبد کا شوہر ابو معبد گھر آیا تو دیکھا کہ برتن دودھ سے لبالب ہے اور گھر میں رونق ہی رونق ہے، اس نے انوارات کی بارش دیکھی، رحمتوں کی برکھا دیکھی تو ام معبد سے پوچھا، یہ دودھ کہاں سے آیا؟ اور یہ گھر میں آج خوشبو کیسی ہے؟

ام معبد نے بتایا۔ آج ایک مسافر تھوڑی دیر کے لیے ہمارے گھر ٹھہرا.... کیا پوچھتے ہو اس کے ہاتھوں میں کتنی تاثیر اور لذت تھی.... اس لاغر اور بیمار بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا تو دودھ کی دھاریں بہنے لگیں! ابو معبد نے اپنی بیوی سے اس گزرنے والے شخص کے مزید حالات، اس کے اوصاف پوچھنے شروع کیے۔ ام معبد نے اس وقت جو حضورِ اکرم کا سراپا، حسن و جمال، خداداد عظمت و جلال، ہیبت و وقار، اوصاف و خصائل اور اخلاق کا نقشہ کھینچا، وہ ایسی نعتِ نبوی ہے کہ اس کی مثال پیش نہیں کی جا سکتی، ذرا آپ بھی سنیے اور سر دھنیے۔

امّ معبد نے کیا کہا

کہتی ہیں۔

رَأَيْتُ رَجُلاً ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ
مَیں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ جسکی نظافت نمایاں۔ اَبْلَجَ الْوَجْهِ
جس کا چہرہ روشن . . . . . حُسْنَ الْخُلُقِ . . . جس کے اخلاق
میں بھی حسن تھا۔ وَسِيمٌ قَسِيمٌ خوش رُو اور صاحب جمال
فِي عَيْنَيْهِ دَعَجٌ آنکھیں سیاہ اور کشادہ وَفِي أَشْعَارِهِ
وَطَفٌ . . . . . اس کے بال لمبے اور گھنے، وَفِي صَوْتِهِ
صَحَلٌ آواز میں کھنک . . . فِي عُنُقِهِ سَطَحٌ گردن صراحی دار
وَفِي لِحْيَتِهِ كَثَافَةٌ . . . داڑھی گھنی تھی . . . إِنْ صَمَتَ
فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ . . . خاموشی میں وقار کا مجسمہ . . . وَإِنْ تَكَلَّمَ
سَمَا وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ . . . گفتگو میں صفائی اور دلکشی، گویا کہ بولتا
نہیں موتی رولتا ہے . . . اَجْمَلُ النَّاسِ . . . حسن وجمال کا پیکر
وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيدٍ وَأَحْلَاهُ وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيبٍ . . .
دور سے دیکھو تو حسین ترین، قریب سے دیکھو تو شیریں ترین . . . . .
حُلْوُ الْمَنْطِقِ گفتگو میں مٹھاس . . . لَا هَذْرٌ وَلَا نَذْرٌ
نہ فضول گفتگو کرتا تھا اور نہ ضرورت کے وقت خاموش رہتا تھا . . . . .
كَأَنَّ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتُ نَظْمٍ . . . . . گفتگو اتنی مربوط جیسے
پروتے ہوئے موتی . . . . . ابومعبد! میں تجھے کیا بتاؤں؟ اس
شخص کی کس کس ادا کا ذکر کروں، اس کا قد کاٹھ، اس کا رنگ و روپ
تجھے کون کون سی بات بتاؤں . . . . . مجھے کچھ معلوم نہیں، یوں معلوم
ہوتا تھا، آسمان کا چاند زمین پر اتر آیا ہے . . . . . اس کے ساتھ اس

کے کچھ جاں نثار تھے جو اس کو گھیرے ہوئے تھے . . . . وہ جاں نثار اور
ساتھی بھی ایسے کہ جب وہ بولتا تو سب خاموش ہو جاتے اور جب کوئی
حکم دیتا تو سب اس کی تعمیل کرتے . . . . . ابو معبد وہ شخص سب کا
مطاع تھا ، سب کا مخدوم تھا ، اس کا چہرہ ترش روئی سے پاک تھا . .
خدا کی قسم اس میں کوئی ایسی بات نہیں تھی جو قابلِ گرفت ہو۔

قبا میں تشریف آوری

صفر کے آخر میں نبی اکرمؐ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے تھے اور ۸ ربیع الاوّل کو آپ مدینہ سے تین چار میل دُور ایک آبادی قبا میں پہنچے۔
مدینہ کے لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع ہو چکی تھی ، وہ روزانہ
آپ کے انتظار میں کھڑے ہوتے ، اس دن بھی انصار آپ کا انتظار کر
کے واپس چلے گئے ۔ نبی اکرمؐ کی آمد دوپہر کو ہوئی ، آپ ایک درخت
کے نیچے آرام فرما ہوتے . . . . . پھر قبا میں ایک انصاری سردار کلثوم
ہدم کے گھر رونق افروز ہوئے اور انہیں شرفِ میزبانی سے نوازا . . . . .
مدینہ کے لوگ خاص کر یہود آپ کو دیکھنے کے لیے آتے تو کبھی کبھی اسطرح
ہوتا کہ لوگوں کو معلوم نہ ہوتا کہ نبیٔ اکرمؐ اور ابوبکرؓ میں سے نبی کون ہے
اور امتی کون ، ان میں مخدوم کون ہے اور خادم کون ، ان میں امام کون
ہے اور مقتدی کون ؟

(معلوم ہوتا ہے محفل میں نبی اکرمؐ کے لیے کوئی مخصوص جگہ نہیں
ہوتی تھی کہ آپؐ صحابہؓ سے ممتاز ہو کر بیٹھتے ہوں یا آپ کے لیے کوئی تخت
یا الگ گاؤ تکیہ رکھا جاتا ہو . . . . . یا آپ کسی تخت پر اور دوسرے لوگ
نیچے بیٹھتے ہوں . . . . . ایسی بات نبی اکرمؐ میں موجود نہیں تھی . . . . .

آج کبھی آپ کو نام نہاد پیروں کی محفل اور مجلس دیکھنے کا موقع ملا ہو
مجال ہے کہ مرید اپنے پیر کے ساتھ چارپائی پر بیٹھے بلکہ پیر صاحب کے برتن اور
چائے پینے کی پیالی تک الگ ہے ..... پیر فرعون بن کر تخت پر بیٹھتا
ہے اور مرید ہاتھ باندھ کر اس کے سامنے غلاموں کی طرح کھڑے ہوتے ہیں اور
پیر کی طرف پیٹھ کرنا گناہ سمجھتے ہیں)

سیّدنا ابوبکرؓ کی حساس اور زیرک طبیعت کو یہ اشتباہ گوارا نہ ہوا تو
وہ نبی اکرمؐ پر چادر تان کر کھڑے ہو جاتے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خادم
کون ہے اور مخدوم کون۔

مسجد قبا کی تعمیر

قبا میں تشریف آوری کے بعد آپ نے سب سے
پہلے جو کام کیا وہ مسجد قبا کی تعمیر کا آغاز تھا۔
آپ نے خود پتھر اٹھا کر بنیاد رکھی، دوسرا پتھر ابوبکرؓ نے رکھا اور تیسرا پتھر
فاروقِ اعظمؓ کو رکھنے کی سعادت نصیب ہوئی! اس کے بعد دوسرے صحابہ
نے پتھر رکھنے شروع کیے اور تعمیر کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ اصحابِ پیغمبر بھی مزدور بنے
ہوتے ہیں اور خود نبی اکرمؐ بھی بھاری بھاری پتھر اٹھانے میں مصروف ہیں کوئی
پتھر بہت زیادہ وزنی ہوتا اور آپ اٹھاتے ہوئے تکلیف محسوس کرتے تو صحابہ کرام
عرض کرتے یارسول اللہ! آپ رہنے دیں یہ کام ہم کر لیں گے مگر نبی اکرمؐ صاف
انکار فرما دیتے کہ اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے اور میں اس کی تعمیر میں ضرور حصّہ لوں گا۔

لمحۂ فکریہ

مسجد قبا کی تعمیر میں نبیؐ کریم کا مزدور کی حیثیت سے حصّہ
لینا ایک لیڈر اور رہنما کے عمل کی خوبصورت مثال ہے
ورنہ دنیا کے لیڈر اور رہنما تو سب کام نمود و نمائش کے لیے کرتے ہیں، وہ
زیادہ سے زیادہ ایک پتھر رکھ کر اپنے نام کی تختی لگوا لیتے ہیں۔ کام غریب اور

مزدور کرتے ہیں اور کریڈٹ لیڈر لیتے ہیں۔ مگر دنیا نے آج تک ایسا لیڈر اور ایسا رہنما کبھی نہیں دیکھا جو ملی اور اجتماعی کاموں میں دوسرے لوگوں کے ساتھ شانہ بشانہ کام کرتا ہے، مٹی اٹھاتا ہوا اور پتھر اٹھا اٹھا کر لاتا ہو، اس کا جسم، کپڑے اور چہرہ مٹی سے اٹ گیا ہو۔ . . . یہی وہ شخصیت ہے جس نے عملی طور پر شاہ و گدا، آقا و غلام، اعلیٰ و ادنیٰ، اسود و احمر اور عربی و عجمی کا فرق و امتیاز مٹا دیا۔

مسجد قبا کی عظمت

مسجد قبا کی رفعت و بلندی کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ بظاہر دیکھنے میں تو یہ ایک سادہ سی اور معمولی سی مسجد تھی مگر اس کی عظمت و بلندی . . . . اللہ اللہ، جس کے معمار اور مزدور وہ ہیں جن کو قرآن اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ کہتا ہے . . . . . جس مسجد کی تعمیر میں لگنے والے پتھر نبی اکرمؐ کے ہاتھ سے چھو کر آئے ہوں وہ مسجد کتنی عظیم ہو گی۔

مسجد قبا کی عظمت و رفعت کی گواہی تو آج تک قرآن میں موجود ہے۔

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ . . . . . . اسلام کی اس پہلی مسجد ہی کو مسجد تقویٰ قرار دیا گیا۔

سرتاجِ کائناتؐ مدینہ میں

قبا میں کچھ روز قیام کے بعد امام الانبیاءؑ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کا رُخ فرمایا۔

مدینہ کا پہلا نام "یثرب" تھا۔ آپ کے آنے سے وہ "مدینۃ الرسول" یعنی شہرِ رسول کہلایا . . . . نبی اکرم کا یہ داخلہ بڑا نرالا، عجیب پُرکیف اور روح پرور تھا . . . . اس فقیرانہ استقبال کو ہزاروں شاہانہ استقبال ہمیشہ رشک کی نگاہوں سے دیکھتے رہیں گے . . . . اس دنیا میں استقبال کے

ہزاروں نظارے دنیا نے دیکھے ہیں اور آگے دیکھتی بھی رہے گی مگر شیفتگی، عقیدت، الفت، عظمت، پروانگی اور مخلصانہ پیار و عشق کا جو وجد آفریں نظارہ مدینہ کے داخلے کے وقت نظر آیا اسے چشم کائنات نے نہ کبھی پہلے دیکھا تھا، نہ اس کے بعد کبھی دیکھا اور نہ آئندہ دیکھ سکے گی!

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونٹنی پر جلوہ افروز تھے، پروانوں کا ہجوم شمع رسالت کو گھیرے ہوئے تھا۔ تمام کا تمام مدینہ آج گھروں سے نکل کر گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہو گیا تھا، خواتین چہرۂ پُر انوار کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے اپنے مکانوں کی چھتوں پر جمع ہو گئی تھیں۔

نبی اکرمؐ کے آگے آگے کچھ حبشی نوجوان ہتھیار سجائے چل رہے تھے، وہ نیزے لہراتے اور بیک زبان ہو کر کہتے مُحَمَّدٌ نَبِیٌّ عَبْدٌ صَالِحٌ محمد کریم اللہ کے نبی اور صالح بندے ہیں۔

انصار کی بچیاں استقبالی گیت گاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ

ان پہاڑوں سے جو ہیں سوئے جنوب، چودھویں کا چاند ہے ہم پر چڑھا۔

وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

کیسا عمدہ دین اور تعلیم ہے، شکر واجب ہے ہمیں اللہ کا۔

اَیُّھَا الْمَبْعُوْثُ فِیْنَا جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

ہے اطاعت فرض تیرے حکم کی، بھیجنے والا ہے تیرا کبریا۔

یہودیوں کے مشہور عالم عبداللہ بن سلام

مدینہ میں اور مدینہ کے گرد و نواح میں یہود بھی آباد تھے۔ آج استقبال کا یہ منظر دیکھنے کے لیے وہ بھی آئے

تھے۔ ان میں یہود کا ایک مشہور عالم عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے، انہوں نے نبی اکرم کے چہرے کو دیکھا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔ مسلمانوں نے نعرۂ تکبیر بلند کیا تو عبداللہ بن سلام نے بھی زور سے اللہ اکبر کہا۔ ان کی والدہ یا پھوپھی خالدہ بنت حارث قریب کھڑی تھی، کہنے لگی عبداللہ! نعرے تو اس طرح لگا رہے ہو جیسے موسیٰ کلیم اللہ آ گئے ہوں.... عبداللہ بن سلام نے کہا "ہاں ہاں موسیٰ کے رب کی قسم یہ وہی پیغمبر ہے جس کی خبر موسیٰ کلیم اللہ نے دی تھی،.... خدا کی قسم یہ چہرہ جھوٹے نبی کا نہیں ہو سکتا۔

ابو ایوب انصاریؓ کی قسمت جاگ اٹھی

نبی اکرمؐ کی سواری اسی درویشانہ کروفر کے ساتھ جا رہی تھی، ہر انصاری کی یہ خواہش اور تمنا تھی کہ نبی اکرمؐ میرے گھر میں رونق افروز ہوں۔ ہر طرف سے یہی استدعا اور والہانہ التجا ہو رہی تھی، کہ میرے غریب خانے پر رکیں مگر نبی اکرمؐ فرماتے، اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کے حکم سے چلتی ہے اور اللہ ہی کے حکم سے رکتی ہے، یہ اونٹنی اللہ کی طرف سے مامور ہے جہاں اونٹنی بیٹھ جائے گی میں اسی جگہ قیام کروں گا پھر آپ نے لگام کو ڈھیلا چھوڑ دیا۔ وہ اونٹنی چلتے چلتے سیدنا ابو ایوبؓ کے گھر کے سامنے بیٹھ گئی اور اس طرح انہیں میزبانِ رسول ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

ابو ایوب انصاریؓ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے عرض کی.... یارسول اللہ! آپ بالا خانے میں قیام فرمائیں اور ہم نچلی منزل پر رہیں گے مگر رحمتِ کائناتؐ نے اس خیال سے کہ میرے پاس ہر وقت لوگوں کی آمد و رفت رہے گی اور لوگوں کے آنے سے صاحب خانہ کو تکلیف ہوگی، اس

تجویز کو پسند نہیں فرمایا۔

بیہقی کی روایت ہے کہ ابو ایوب انصاریؓ نے پہلی رات کمرے کے کونے میں بیٹھ کر گزاری کہ اوپر رہنے سے نبی کریمؐ کی بے ادبی اور گستاخی نہ ہو اور دوسرے دن اصرار کر کے نبی اکرمؐ کو بالاخانے میں پہنچا دیا۔

حق میزبانی

دنیا نے آج تک ایسا عظیم مہمان اور ایسا جاں نثار میزبان نہیں دیکھا ہوگا ..... ابو ایوب انصاریؓ دونوں وقت حضور اکرمؐ کو کھانا کھلاتے اور اس وقت تک ان کے ہاں کوئی کھانا نہ کھاتا جب تک حضور نہ کھا لیتے۔ جب حضور کھا لیتے تو ابو ایوب انصاری اور ان کی بیوی وہ بچا ہوا کھاتے..... کھانے میں جس جگہ حضور انورؐ کی مبارک انگلیاں لگی ہوتیں، یہ بھی وہیں انگلیاں لگا کر کھاتے... جو شخص نشانِ انگشت کا اتنا خیال رکھتا ہو، وہ نقشِ قدم کا کتنا خیال رکھتا ہوگا۔

سیدنا ابو ایوب انصاری کے گھر آپؐ نے تقریباً سات ماہ قیام فرمایا۔ مدینہ منورہ کی آب و ہوا شروع میں مہاجرین کی طبیعت کے ناموافق تھی، خود نبی اکرمؐ بھی بیمار ہو گئے۔ سیدنا ابو بکرؓ اور سیدنا بلالؓ تو بہت زیادہ تکلیف میں مبتلا ہو گئے، پھر نبی اکرمؐ نے دعا فرمائی کہ مولا! ہمارے لیے مدینہ کو اس طرح محبوب کر دے جس طرح مکہ محبوب تھا یا مکہ سے بھی زیادہ محبوب کر دے اور اے میرے مولا! مدینہ کی فضا، ہوا اور ماحول صحت بخش فرما دے اور مدینہ کے غلے کے پیمانوں میں برکت عطا فرما، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا سن کر مدینہ کی آب و ہوا کو مہاجرین کے لیے صحت بخش بنا دیا۔

وما علینا الا البلاغ المبین۔

معجزات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الرُّسُلِ وَخَاتِمِ الْاَنْبِیَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَخَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰہِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ۔ اَوَلَمْ یَکْفِہِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْہِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَرَحْمَۃً وَّذِکْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (عنکبوت ع ۵)

اور مشرکین کہتے ہیں کہ اس پیغمبر پر پروردگار کی طرف سے نشانیاں کیوں نازل نہیں ہوئیں۔ آپ جواب دیں کہ نشانیاں تو اللہ کے قبضے میں ہیں اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ ان مشرکین

کو یہ نشانی کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل فرمائی جو ان کو سنائی جاتی ہے۔ بے شک اس کتاب میں ایمان والوں کے لیے بڑی رحمت اور نصیحت ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی مَقَامٍ اٰخَرَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِکَ وَجَعَلْنَا لَھُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّۃً وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (رعد ع ٦)

اور یقیناً ہم نے آپ سے پہلے بہت سے رسول بھیجے اور ہم نے ان کو بیویاں اور بچے بھی عطا فرمائے اور کسی پیغمبر کے اختیار میں یہ بات نہیں کہ وہ کوئی نشانی بغیر حکمِ ربانی کے لا سکے۔

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

سامعینِ گرامی قدر! اللہ رب العزت نے اولادِ آدم کی ہدایت و رہنمائی اور رہبری کے لیے انبیاءِ کرام بھیجنے کا سنہری سلسلہ شروع فرمایا..... یہ تمام انبیاء انسان اور بشر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ اپنے احکام بندوں تک پہنچائے..... وہ انبیاء کرام اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ والا وعدہ لوگوں کو یاد دلاتے رہے۔

انبیاءِ کرام چونکہ انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں، وہ اسی قوم میں بچپن، لڑکپن اور جوانی گزارتے، تجارت کرتے، بازاروں میں چلتے پھرتے، کھاتے پیتے اور شادی و غمی گزارتے ہیں وہ جب اپنی قوم کے سامنے نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کے فرستادہ اور اسکے سفیر ہیں

ہم اس کے احکام اور اوامر و نواہی لے کر آئے ہیں لہٰذا ہماری نبوت و رسالت کا اقرار کرو......

چنانچہ انبیاء کی صداقت اور سچائی ثابت کرنے کے لیے غیبی طور پر ایسے امور اور ایسی باتوں کا ظہور ضروری ہے جس کے مثل لانے سے ساری مخلوق معذور، مجبور اور عاجز ہو! ان ہی خلافِ عادت اور خرقِ عادت اور مافوق العادت امور کا نام معجزہ ہے۔

قرآن و حدیث نے معجزے کا لفظ استعمال نہیں کیا

ایک بات ذہن میں رکھیے کہ قرآن مقدس میں اور پورے ذخیرۂ احادیث میں ایسے خلافِ عادت امور و افعال پر "معجزہ" کا لفظ مستعمل نہیں بلکہ قرآن و حدیث اس کی جگہ آیت (نشانی) برہان "دلیل" اور بینات کے الفاظ استعمال کرتے ہیں.... مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر چیز اور ہر شے کی شناخت اور پہچان کے لیے کچھ مخصوص علامات اور نشانیاں ہوتی ہیں جن کے ذریعے وہ چیز بہت جلد اور بڑی آسانی کے ساتھ پہچان لی جاتی ہے اسی طرح انبیاء کرام کے ساتھ بھی کچھ ایسی علامات اور کچھ ایسی نشانیاں ہوتی ہیں جن کو دیکھ کر بآسانی ان کی نبوت و رسالت کا یقین حاصل ہو سکتا ہے

پھر یہ نشانیاں اور یہ آیات ان کے نبی اور پیغمبر ہونے کی اور ان کی نبوت و رسالت کی دلیل اور بین ثبوت ہوتی ہیں، اسی بنا پر قرآن نے کہیں کہیں اُن کو برہان بھی کہا ہے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ید بیضا اور عصا دو معجزے عطا ہوئے تو اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ .....

یہ دونوں تیرے پروردگار کی طرف سے تیری رسالت و نبوّت
کی دو دلیلیں ہیں !

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قرآن نے انبیاء کرام کے ہاتھ پر ما فوق العادت امور و افعال کو آیت اور برہان سے تعبیر کیا ہے . . . . .
فرمانِ مصطفےٰ میں بھی ان امور کو آیت ہی کہا گیا . . . . . چنانچہ صحیح بخاری میں ہے

مَا مِنْ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ اِلَّا اُعْطِیَ مِنَ الْاٰیَاتِ

کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کو کچھ نہ کچھ نشانیاں نہ دی گئی ہوں

البتہ محدثین نے ایسے امور و افعال کو دلائلِ نبوّت کا نام دیا ہے . . .
حکما اور متکلمین اپنی اصطلاح میں ایسے امور کو معجزہ کہتے ہیں ۔

پیغمبر کا اصلی معجزہ خود ان کا وجود ہے

اگرچہ ہر نبی کی صداقت کے لیے کچھ آیات ، کچھ علامات کچھ نشانیاں ظاہر ہوتی رہیں اور نشانیاں بھی ایسی کہ مخلوق مِل کر بھی ان کی مثل لانے سے قاصر اور عاجز ہے اس لیے ان آیات کو متکلمین اپنی اصطلاح میں معجزہ کہتے ہیں اور آج ہمارے ہاں بھی یہی لفظ استعمال ہوتا ہے ۔

لیکن میں کہوں گا کہ اگر پیغمبر کے ساتھ کوئی ایسی نشانی موجود نہ ہو، کچھ ایسے خلافِ عادت افعال اس کے ہاتھ پر سرزد نہ بھی ہوں تو اس پیغمبر کی ذات اور اس کا وجود سرتاپا معجزہ اور آیتِ نبوّت ہوتا ہے . . . . . اُسکی صورت، اس کی سیرت ، اس کی گزری ہوئی زندگی کی پاکیزگی ، اس کا بے داغ کردار اس کے خوبصورت اعمال اور رشکِ ملکوت افعال ، اسکی صداقت، اسکی امانت ، اس کی دیانت ، اس کی شرافت، اس کے اخلاقِ حسنہ ، اسکے

اوصافِ طیبہ، اسکی گفتار اور اس کی رفتار گویا کہ پیغمبر کی پوری زندگی کا ایک ایک دن، ایک ایک رات، پیغمبر کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور لحظہ معجزہ ہی معجزہ ہے اور دیکھنے والوں کے لیے دلیل اور برہان بھی ہے اور اس کی نبوت کی پہچان بھی ہے۔

امام الانبیاء نے پہلے دن کوئی معجزہ پیش نہیں فرمایا

آپ علماءِ کرام سے سنتے رہتے ہیں اور تاریخ وسیرت کی کتابوں میں پڑھتے رہتے ہیں کہ امام الانبیاء خاتم النبیین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اعلانِ نبوت کے پہلے دن اور پیغامِ نبوت سنانے والے دن کوئی معجزہ پیش نہیں کیا، کوئی نشانی نہیں دکھلائی...... بلکہ اس دن آپ نے مشرکینِ مکہ کے سامنے اپنی گزری ہوئی زندگی کو بطورِ دلیل پیش فرمایا...... کہا۔

فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ....

.... اے مکہ کے رہنے والو! میں نے تم میں اپنی زندگی کے چالیس سال گزارے ہیں۔ ..... ان چالیس سالوں میں میرا بچپن، میرا لڑکپن، ... میری جوانی، میری تجارت، میرا سفر، میرا حضر، میری شادی، میری غمی، میری گفتار، میری رفتار، میرا کردار، میری خلوت، میری جلوت، میری صداقت وامانت، میری دیانت وشرافت سب کچھ تمہارے سامنے ہے..... تمہارے اندر میرے بچپن کے یار موجود ہیں اور جوانی کے دوست موجود ہیں۔ بچپن کے یاروں اور جوانی کے دوستوں سے دوستوں کی زندگی چھپی ہوئی نہیں ہوتی.... بتاؤ ان چالیس سالوں میں تم نے مجھے کیسا پایا؟.... میری زندگی کی سفید چادر پر کوئی داغ، دھبہ

دکھا سکتے ہو؟

غرضیکہ آپ نے اپنے دعویٰ کی صداقت کے لیے کوئی معجزہ پیش نہیں کیا بلکہ اپنی گزری ہوئی زندگی کو بطورِ دلیل پیش فرمایا اور پوری قوم نے بیک زبان اس حقیقت کا اعتراف کیا جَرَّبْنَاكَ مِرَارًا مَارَأَيْنَا فِيكَ اِلَّا صِدْقًا کہ ہم نے بارہا تجھے آزمایا اور تیری پرکھ کی۔ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے تجھے ہمیشہ سچا پایا۔ تیری زندگی کا ایک ایک ورق ہر قسم کے اخلاقی داغ سے پاک ہے۔

سیّدنا صالحؑ کی قوم نے کیا کہا

سیدنا صالح علیہ السلام نے جب نبوت کا اعلان فرمایا اور پیغامِ باری سنایا تو مخالفین نے کہا: يَا صَالِحُ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَا اے نبوت و رسالت کے مدعی صالح ہمیں تو اس سے پہلے تم سے بڑی امیدیں تھیں۔

سیّدنا شعیبؑ کے بارے قوم کا اقرار

اسی طرح سیدنا شعیب علیہ السلام نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو شدید مخالفت کے باوجود قوم کو اقرار کرنا پڑا کہ وہ بڑے عبادت گزار ہیں کہنے لگے۔

يَاشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَأْمُرُكَ اَنْ نَتْرُكَ مَايَعْبُدُ اٰبَاءُ نَا . . . (ہود) اے شعیب کیا تمہاری نماز تم کو یہی سکھاتی ہے کہ ہم ان کی پوجا پاٹ چھوڑ دیں جن کی پوجا پاٹ ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔

قیصرِ روم نے معجزے کے بارے میں سوال نہیں کیا

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے جب

قیصرِ روم کو خط لکھا کہ مجھ پر ایمان لاؤ تو قیصرِ روم نے ابوسفیان کو بُلا کر نبیؐ اکرمؐ کے بارے چند سوالات کیے۔ سیرت، تاریخ اور احادیث کی کتب میں یہ سوالات اور ابوسفیان کے جوابات موجود ہیں۔ (یاد رہے کہ اس وقت تک ابوسفیانؓ دشمنِ اسلام تھے بعد میں اللہ تعالیٰ نے خادمِ اسلام بنا دیا) قیصرِ روم پوچھتا ہے اس مدعیٔ نبوّت کا خاندان کیسا ہے ؟ ، اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے ؟ ، اس کے خاندان میں کسی اور نے بھی نبوّت کا دعویٰ کیا ہے ؟ ، اس کے ماننے والے کمزور لوگ ہیں یا صاحبِ حیثیت ؟ ، اس کے ماننے والے دن بدن بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں ؟ ، کبھی اس نے جھوٹ بھی بولا ہے ؟ ، کبھی اس نے عہد کی خلاف ورزی بھی کی ہے ؟ ، وہ تعلیم کیا دیتا ہے ؟

قیصرِ روم کے ان تمام سوالوں میں معجزے کے بارے میں سوال موجود نہیں کہ اس نے کوئی معجزہ بھی آج تک پیش کیا ہے یا نہیں۔ اگر معجزہ ہی نبوّت کی حقیقی علامت ہوتا تو قیصرِ روم کو سب سے پہلے اس کے بارے میں سوال پوچھنا چاہیئے تھا۔

وفدِ نجران اور دوسرے علما اہلِ کتاب نے کبھی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا

آپ نے کبھی اس حقیقت پر غور فرمایا کہ یہود و نصاریٰ کے علما آپ کی خدمت میں آئے ..... امتحانات لیے ..... تجربات کیے ..... اپنی کتابوں کو سامنے رکھ کر طرح طرح کے سوالات کیے ..... یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِ ، یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ..... نجران کے عیسائی احبار و رہبان کا وفد مدینہ منورہ میں آیا ..... مناظرے کی کیفیت پیدا ہوئی بلکہ بات مباہلے تک پہنچی مگر ان میں سے کسی نے بھی نبی اکرمؐ سے

معجزے کا مطالبہ نہیں کیا۔ . . . کسی نے بھی ظاہری نشان نہیں مانگا۔ ان میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ اپنی نبوت کی صداقت کے لیے کوئی خلاف عادت چیز دکھاؤ!

حضرات گرامی قدر! بیان کا مقصد یہ ہے کہ خلاف عادت امور اور خرقِ عادت افعال جن کو ہم معجزہ کہتے ہیں مخالفین کے مطالبے کے جواب میں پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں . . . . . یا کبھی کبھی مومنین کی تشفی قلوب کے لیے پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں . . . . . مومنین کبھی مشکلات کی گھڑیوں میں گھر جاتیں وہ بے سروسامان ہو جاتیں، اضطراب و پریشانی انہیں گھیر لے تو معجزات کا صدور ہوتا ہے اور اس طرح مومنین کے دل سکون پاتے ہیں اور دولت ایمان کا سرمایہ ترقی کرتا ہے۔

ورنہ اگر کوئی ضدی نہ ہو، اس کے دل میں عناد نہ ہو تو اس کے لیے پیغمبر کی صورت و سیرت، آپ کے بے مثال اخلاق، اعمالِ حسنہ، افعالِ لاجواب، آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ اور آپ کی زندگی کی پاکیزگی، ہاں گزری ہوئی زندگی کی صداقت، دیانت، شرافت، امانت، ہی اسکی نبوت کی دلیل ہے . . . . . ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا عورتوں میں سب سے ایمان لائیں مگر چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھ کر نہیں بلکہ یہ جان کر کہ آپ غریبوں کے دست و بازو ہیں، مقروضوں کا قرض اتارتے ہیں اور صلہ رحمی کرتے ہیں . . . . . سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کسی معجزے کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ ان کے لیے یہ بات دلیل بن گئی کہ جو شخص دنیا کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہے . . . . . یہود کے بہت بڑے عالم حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کسی معجزے اور کسی نشانی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ نبی اکرم

کا چہرہ دیکھا اور یہ کہہ کر کلمہ پڑھ لیا کہ یہ چہرہ جھوٹے کا نہیں ہو سکتا ۔

قرآن نے بھی آپ کے وجود کو بطورِ نشانی پیش کیا !

کفار و مشرکین نے جب آنحضرت سے مطالبہ کیا کہ خود خدا ہم سے باتیں کرے ہم پھر مانیں گے ، یا جو معجزہ اور نشانی ہم مانگتے ہیں آپ وہ کیوں نہیں دکھاتے ..... ان کے اس مطالبے کے جواب میں قرآن نے کہا ... اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا بے شک ہم نے اپنے پیغمبر کو بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے .....

یعنی میرے نبی کی صداقت کی روشنی اور نور اور دلیل اور برہان تو اس کا سراپا وجود ہے ۔

معجزے کا فاعل اللہ ہے اور اسمیں پیغمبر کے ارادے کا کوئی دخل نہیں

ہمارے ہاں مذہبی طبقہ جات میں سے ایک طبقہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کے معجزات کو اس طرح بیان کرتا ہے ... اور معجزات کے بیان کو ایسا رنگ دیتا ہے کہ سادہ لوح عوام کے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو جاتے کہ انبیائے کرام مختار کل ہوتے ہیں اور تمام کائنات ان کے قبضہ قدرت میں ہے ۔

صرف سادہ لوح عوام ہی نہیں ، عبادالبطن مولوی اور منبر و محراب کا غدار طبقہ اپنے شرکیہ عقائد اور فاسد خیالات پر معجزات کو بطورِ دلیل پیش کرتا ہے

وہ بیان کرتا ہے کہ نبی اکرمؐ نے لعابِ دہن سیدنا علیؓ کی آنکھ پر لگایا تو وہ شفایاب ہو گئی ! دیکھو نبی اکرمؐ کے اختیار میں ہے کسی کو شفا دینا اور دکھتی ہوئی آنکھ کو درست کرنا ۔

وہ بیان کرتا ہے کہ جابرؓ کے گھر معمولی کھانے کو پورے لشکر پر تقسیم کر دیا

.... پھر ثابت کرتا ہے کہ چیزوں کو بڑھانا اور برکت دینا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہے۔

وہ سیدنا عیسیٰؑ کے معجزات بیان کر کے ثابت کرتا ہے کہ مردوں کو زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینا کرنا، پرندے بنانا حضرت عیسیٰ کے اختیار میں تھا

بدعتی ملاں انبیا کے معجزات بیان کر کے سادہ لوح عوام کو دھوکہ اور فریب دیتا ہے کہ نبی مختارِ کل ہوتا ہے اور وہ جو چاہے کر لیتا ہے۔

اس لیے معجزات کے بیان میں اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے اور عوام الناس کو یہ حقیقت سمجھانا انتہائی اہم ہے کہ معجزات برحق ہیں مگر معجزے میں ارادہ اور قوت و اختیار پیغمبر کا نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیئت سے معجزہ ظاہر ہوتا ہے ..... ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

معجزہ نبوّت کی طرح عطیۂ الٰہی ہوتا ہے انبیا کا کسب نہیں ہوتا

آپ قرآنِ پاک کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی انبیا کرام کو آیات و براہین یعنی معجزات اللہ کی طرف سے عطا ہوتے ہیں ..... جب نبوت و رسالت وہی عطا کرتا ہے تو اس دعوے پر بطور دلیل معجزات بھی وہی عطا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ..... لوگو! ہم نے نشانیاں (معجزات) بھیجنی اس لیے موقوف کیں کہ پہلوں نے ان کو جھٹلایا۔

قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً .....

میرے پیغمبر کہہ دیجیے اللہ اس بات پر قادر ہے کہ نشانی اتارے

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ (انعام)

ان کے پاس ان کے رب کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی پہنچتی ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے ہیں۔

ان آیات میں اس حقیقت کو کھول کر بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کو ملنے والی نشانیاں اور معجزات اللہ تعالیٰ کے ارادے اور مشیت سے اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور قدرت سے صادر ہوتے ہیں۔

کفار کا بھی یہی خیال ہے

انبیاءِ کرامؑ نے بھی وقت کے نبی سے معجزے کی فرمائش کی تو اس حقیقت کو سامنے رکھ کر کی ۔ ۔ ۔ ۔ کہنے لگے جس طرح پہلے انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے کچھ نشانیاں ملیں، آپ بھی ہمیں اپنے رب کی طرف سے کچھ نشانیاں اور معجزات دکھایئے۔

قرآن مقدس نے کفار کے اس مطالبہ کو اس طرح بیان کیا۔

لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ (عنکبوت)

اس نبی پر اس کے ربّ کی طرف سے نشانیاں (یعنی معجزات) کیوں نہیں اتاری گئیں۔

لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ (یونس)

اس نبی پر اس کے ربّ کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟

ان آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار کے نزدیک بھی معجزہ پیغمبر کا اپنا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ یہ نشانیاں اور معجزات ان کو اپنی طرف سے عطا کرتا ہے۔

آیئے آپ کو قرآن پاک کی ایک ایسی آیۃ سناتا ہوں جس میں وضاحت اور صراحت سے یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ معجزہ اور نشانی پیش کرنا پیغمبر کے قدرت و اختیار میں نہیں ہوتا ..... فرمایا۔

وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّأْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ۔

کسی رسول میں یہ قدرت وطاقت نہیں کہ وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کوئی نشانی لائے۔ (رعد)

سیّدنا عیسیٰؑ باذن اللہ کہتے تھے

قرآن پاک سیدنا عیسیٰ علیہ السّلام کے معجزات کو کئی جگہوں پر بیان کرتا ہے مگر ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کرتا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی قدرت اجازت اور اختیار سے تھا اور اسمیں عیسیٰ علیہ السلام کا کوئی اختیار نہیں تھا۔

اِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ اَنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ (آل عمران)

سیدنا عیسیٰ اپنی قوم کو تبلیغ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ..... لوگو! میں تمھارے پاس تمہارے ربّ کیطرف سے ایک نشانی لے کر آیا ہوں ..... یعنی یہ نشانی میرا ذاتی فعل نہیں اور اس میں میرا کوئی اختیار نہیں ... بلکہ یہ تو میرے رب کی دین اور عطا ہے ،جس طرح میری نبوت و رسالت عطیہ خداوندی ہے اسی طرح یہ نشانی بھی عطیہ الٰہی ہے۔

وہ نشانی کیا ہے ... اِنِّيْ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ

كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَانْفُخُ فِيهِ فَيَكُونُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ . . . . .

لوگو دیکھو توسہی! مَیں مٹی سے ایک پرندے کی صورت بناتا ہوں، پھر اسمیں پھونک مارتا ہوں تو وہ مٹی کا پرندہ سچ مچ کا پرندہ بن جاتا ہے . . . . . .

وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ . . . . . .

ہاں میں مادر زاد نابینا کو بینا کر دیتا ہوں . . . . . میں کوڑھ کے مرض والے کو درست کر دیتا ہوں . . . . . مَیں مردہ کو زندہ کر دیتا ہوں اللہ کے حکم سے۔

دیکھا آپ نے سیدنا عیسیٰ باذن اللہ باذن اللہ کہہ کر اس حقیقت کو واضح کر رہے ہیں کہ میرے ہاتھ پر صادر ہونے والے معجزات میں ارادہ، مشیت، قوت اور طاقت اور حکم میرے اللہ کا چلتا ہے اس میں میرا کوئی عمل دخل نہیں۔

معجزے میں پیغمبر کا اختیار اور ارادہ یا عمل دخل تو بہت دور کی بات ہے کبھی کبھی تو پیغمبر کو اس بات کا علم تک نہیں ہوتا کہ قدرت ابھی ابھی اس کے ہاتھ سے کیا معجزہ دکھانے والی ہے . . . . . بلکہ بعض اوقات تو پیغمبر کے ہاتھ پر معجزہ صادر ہوتا ہے اور اسے اس کی حقیقت تک کا علم نہیں ہوتا۔

سیدنا موسیٰ کے ہاتھ سے معجزہ صادر ہوا مگر انہیں اسکی حقیقت کا علم نہیں تھا۔

چنانچہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر کھڑے ہیں۔ ابھی ابھی تاجِ نبوۃ ان کے سر پر سجایا گیا ہے۔ پھر ارشاد ہوا وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يٰمُوسٰى تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ جو عالم الغیب ہے اس سے یہ سوال کیوں فرمایا؟ کیا اسے علم نہیں تھا کہ موسیٰ کے ہاتھ میں کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کو یقیناً علم تھا مگر سوال اس لیے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد اس لاٹھی کی ہیئت اور اس کی شکل وصورت کو بدلنا تھا، اس لیے سیدنا موسیٰ علیہ السلام

کی زبان سے کہلوانا چاہتے تھے کہ یہ لاٹھی ہے۔

ارشاد ہوا اَلْقِهَا يَا مُوسٰى ! اس لاٹھی کو جو آپ کے اختیار و قدرت سے استعمال ہو تو ٹیک لگانے کے کام آتی ہے .... آپ کے ارادے سے استعمال ہو تو بکریوں کے لیے پتے جھاڑنے کے کام آتی ہے .... آپکی طاقت و مشیت سے استعمال ہو تو کسی موذی جانور کو مارنے کے کام آتی ہے .... اسے زمین پر ڈالو، اب اختیار تیرا نہیں میرا چلے گا .... اب ارادہ تیرا نہیں میرا ہوگا .... اب قوت و طاقت تیری نہیں بلکہ میری استعمال ہوگی تو یہ سانپ اور اژدہا کی صورت اختیار کر لے گی .... فَاَلْقٰهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ....
سیدنا موسیٰ علیہ السّلام نے لاٹھی ڈالی تو اس نے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور سانپ زمین پر دوڑنے لگا

سیّدنا موسیٰؑ نے یہ منظر دیکھا کہ لاٹھی سانپ کی صورت میں ڈھل چکی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام خوفزدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ قرآن کہتا ہے وَلَمْ يُعَقِّبْ میرا پیغمبر پیچھے مڑ کے بھی نہیں دیکھتا ہے .... ڈرے، دل میں خوف کی کیفیت پیدا ہوئی۔ تب ہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لَا تَخَفْ سَنُعِيْدُهَا سِيْرَتَهَا الْاُوْلٰى .... میرے کلیم ڈرتے نہیں، خوف نہ کھاتیے، اسے پکڑیئے ہم اسے پہلی صورت پر لوٹا دینگے؛ ہم اسے دوبارہ لاٹھی بنا دینگے۔

سامعینِ گرامی! موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ پر ذرا ایک نظر ڈالیے .... کیا اس واقعے نے اس مسئلے کو واضح نہیں کر دیا کہ معجزہ جو پیغمبر کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے اس میں ذرہ برابر بھی اختیار پیغمبر کا نہیں ہوتا بلکہ بعض

اوقات تو پیغمبر کے ہاتھ پر معجزہ صادر ہوتا ہے مگر اسے اسکی حقیقت کا علم تک نہیں ہوتا . . . . . اگر معجزہ پیغمبر کے اختیار میں ہوتا تو سیدنا موسیٰ کو اپنا معجزہ دیکھ کر خوف زدہ ہونے کیا ضرورت تھی ۔

میں آپ کو یہ حقیقت سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ معجزے کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے اور اس میں پیغمبر کے ارادے اور طاقت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا . . . . ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ رب العزت کی ہوتی ہے ۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ

آپ نے علماءِ کرام سے بارہا سُنا ہو گا اور تاریخ و سیرت کی کتب میں پڑھا ہو گا کہ میدانِ بدر میں لشکرِ اسلام انتہائی تنگ دستی کا شکار تھا، انتہائی بے سروسامان، نہتے لوگ مقابلے میں ایک ہزار کا مسلح اور تجربہ کار افراد پر مشتمل لشکر تھا ۔ اچانک امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خاک کی ایک مٹھی اٹھائی اور لشکرِ کفار کی طرف پھینک دی . . . . وہ ایک مٹھی مٹی تمام کافروں کی آنکھوں میں جا پڑی اس طرح ان کے قدم اکھڑ گئے اور میدانِ جنگ سے بھاگ گئے . . . . . اس کرشمے کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح بیان کیا . . . . . فرمایا ۔ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی . . . . . خاک کی وہ ایک مٹھی جس وقت کہ آپ نے پھینکی تھی وہ آپ نے نہیں پھینکی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کو پھینکا تھا ۔

معلوم ہوا کہ اس ایک مٹھی خاک کا ہر ہر کافر کی آنکھ میں پہنچ جانا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا جس میں ہاتھ تو آپ کا تھا مگر یہ اعجازی کرشمہ آپ کی قدرت و طاقت سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی قوت و طاقت اور اور ارادے سے تھا ۔

امام الانبیاء نے معجزات طلب کرنے والوں کو کیا جواب دیا؟

مشرکینِ مکہ نے اپنی ضد، ہٹ دھرمی کی عادت کے مطابق امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ معجزات دکھانے کی فرمائش کی۔ زمین سے چشمے جاری کر دے، تیرے لیے کھجور اور انگوروں کے باغات لگ جائیں، آسمان کے ٹکڑے ہم پر گرا دے، اللہ اور اسکے فرشتے ہمارے سامنے لے آ، تیرا گھر سونے کا بن جائے یا تو آسمان پر ہمارے سامنے چڑھ جائے اور وہاں سے ایک کتاب لے کر ہمارے سامنے نازل ہو، یہ کرشمے اور یہ نشانیاں اور یہ معجزات دکھا دے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ . . . . اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو جواب سکھایا۔

. . . . . هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا . . . . . میں اللہ کے اختیارات میں شریک نہیں ہوں . . . . . یہ معجزات دکھانا میرے اختیار اور میرے بس میں نہیں ہے۔ میری حیثیت تو یہ ہے کہ میں ایک بشر ہوں، انسان ہوں جس کو اللہ تعالیٰ نے رسالت و نبوّت کے عظیم منصب پر فائز فرمایا ہے!

اسی طرح جب نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ جذبہ اُبھرا کہ اگر ان مخالفین کو ان کے حسبِ فرمائش معجزات دکھا دیئے جائیں تو ہو سکتا ہے کہ یہ ایمان قبول کر لیں . . . . اللہ رب العزت نے بڑے پیارے انداز اور تلطف آمیز لہجہ میں آپ کو تنبیہہ فرمائی کہ

فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَآءِ فَتَاْتِيَهُمْ بِاٰيَةٍ (انعام)

میرے پیغمبر اگر تجھ سے ہو سکے کہ کوئی سرنگ زمین میں ڈھونڈ

لے یا کوئی سیڑھی آسمان میں ڈھونڈ نکالے پھر ان کے پاس ایک معجزہ لائے۔

اس تنبیہہ سے بھی معلوم ہوا معجزہ کا پیش کرنا نبئ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں نہیں ہوتا . . . . . بدر کے میدان میں ایک مٹھی مٹی پھینکی تو تمام لشکر کے فوجیوں کی آنکھوں میں اس کے ذرات پہنچے۔ یہ آپ کا معجزہ تھا۔ اگر یہ معجزہ آپ کے اختیار اور قبضے میں ہوتا اور یہ سب کچھ آپ کے ارادے اور اختیار سے ہوتا تو احد کے میدان میں عارضی شکست کیوں ہوتی ؟ بلکہ جنگ کی ضرورت ہی کیا رہتی . . . . . جب بھی فوجیں آمنے سامنے ہوتیں آپ دشمنوں پر ایک مٹھی خاک پھینک کر ہمیشہ کامیاب اور فاتح رہتے . . . .

معراج اور ہجرت معراج کے سفر میں بیت اللہ سے بیت المقدس تک اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک اور وہاں سے اس جگہ تک جہاں تک اللہ تعالیٰ آپ کو لے کر گیا، بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کروائی، آسمانوں پر مختلف انبیاءؑ سے ملاقاتیں ہوئیں جنت کا نظارہ فرمایا، دوزخ کو دیکھا، ربّ سے ہمکلام ہوئے، اس تمام سفر میں کتنے دن لگے ؟ کتنی راتیں صرف ہوئیں ؟ رات کا کتنا حصہ صرف ہوا . . . . . قرآن کہتا ہے " لَيْلًا " التنوین للتقلیل رات کا معمولی سا حصہ خرچ ہوا . . . . . . یہ معراج کا سفر آپ کا معجزہ ہے . . . .

اگر یہ آپ کے اختیار میں ہوتا، اگر آپ اپنی قوت و طاقت اور اپنے ارادے سے گئے تھے تو پھر معراج کے واقعہ سے صرف ایک سال بعد ہجرت کے سفر میں جو مکہ سے مدینہ تک طے کیا اس میں چودہ یا پندرہ دن کیوں صرف ہوتے ؟ ہجرت کے سفر میں چونکہ اپنی طاقت و قوت سے گئے تھے

اور اپنے ارادے و اختیار سے گئے تھے اس لیے سفر میں کتنی دن صرف
ہو گئے ، معلوم ہوا کہ معجزہ پیغمبر کے ارادے اور اختیار میں نہیں ہوتا ۔

طعام کی کثرت و قلت

ہم امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک معجزہ نظر آتا ہے

جو غزوۂ خندق کے موقع پر پیش آیا جہاں اصحابِ رسول ؐ نے دن رات کی
مسلسل محنت سے خندق کھودی تھی . . . . . خندق کی اس کھُدائی میں
امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس شریک ہوتے تھے ۔ بھوک کی بنا پر
اصحابِ رسول نے پیٹ پر پتھر باندھ لیے تھے ۔ حضورِ انور بھی کتنی روز
سے بھوکے تھے ! سیّدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ، مَیں نے رسولِ انور
کی یہ حالت دیکھی تو مجھ سے برداشت نہ ہو سکا ۔ میں فوراً اپنے گھر آیا اور اپنی
بیوی کو تمام تر صورتِ احوال سے آگاہ کیا اور کہا اللہ کی بندی ! تیرے پاس
کھانے کو کچھ ہے ؟ اس نے کہا صرف ایک صاع جَو یعنی تقریباً چار سیر
جَو ہیں اور ایک بکری کا بچہ ہے اور بس . . . . . حضرت جابر کہتے ہیں ۔
مَیں نے بکری کے بچے کو ذبح کیا اس کی بوٹیاں بنائیں ، میری بیوی نے جَو
پیسے اور ان کا آٹا گوندھا . . . . . مَیں دوڑا دوڑا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں پہنچا اور کہا یا رسول اللہ ! آپ کی بھوک کی حالت مجھ سے
برداشت نہ ہو سکی ۔ ہم نے بکری کا ایک بچہّ ذبح کر کے سالن بنایا ہے اور
ایک صاع جَو کا آٹا ہے . . . آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر میرے غریب خانے
پر تشریف لائیں اور میری دعوت قبول فرمائیں . . . . . . جابرؓ کہتے ہیں مَیں
نے تو آہستہ سے کہا لیکن امام الانبیاؐ نے عام اعلان فرما دیا کہ اِنَّ جَابِرًا
قَدْ صَنَعَ سُوْرًا ۔ لوگو! جابر نے تم سب کی دعوت کی ہے تم سب

لوگ جلدی سے پہنچو۔

جابر کہتے ہیں میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ میں بھاگم بھاگ گھر پہنچا اور بیوی سے کہا: نیک بخت آج خیر نہیں۔ کیوں کیا ہوا؟ فرمایا: میں نے چپکے سے حضورِ اکرمؐ سے کہا کہ آپ چند احباب کے ساتھ میرے گھر تشریف لائیں، آپ کی دعوت ہے مگر آپؐ نے پورے لشکر میں اعلان فرما دیا کہ تم سب کی جابر کے گھر دعوت ہے..... اب وہ سارا لشکر کھانا کھانے آرہا..... ان کا انتظام کیسے ہوگا..... یہ معمولی سا کھانا پورے لشکر پر کیسے پورا ہوگا؟

اس دور کی عورتیں بھی کتنی عظیم اور دانا اور معاملہ فہم ہوتی تھیں۔ کہنے لگی سارے لشکر کی دعوت تم نے کی ہے؟ کہنے لگے، میں نے تو چند افراد کے کھانے کے لیے عرض کیا تھا..... تو پھر پورے لشکر کی دعوت کا اعلان کس نے کیا.... حضرت جابر کہتے ہیں پورے لشکر کی دعوت کا اعلان تو امام الانبیاء نے فرمایا ہے..... اس نے کہا پھر تمہیں فکر اور پریشانی کیوں ہے؟ جتنے آدمیوں کی دعوت تم نے کی ہے، ان کا انتظام تم کرو، باقی رہا پورا لشکر تو جنہوں نے ان کو بلایا ہے وہ جانیں اور لشکر جانے!

لشکر پہنچا اور نبیِ اکرمؐ بھی تشریف لے آئے تو میں نے آٹا نکال کر آپ کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی..... پھر فرمایا ایک عورت روٹیاں پکانے والی بلاؤ جو روٹیاں پکاتی رہے اور اے جابر کی گھر والی! تم ہانڈی سے سالن نکال کر دیتی رہو۔

جابر کہتے ہیں، کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، وہ سب کے سب پیٹ بھر کھانا کھا کر چلے گئے.... مجھے کعبہ کے رب کی قسم ہے ہمارا سالن اور

آٹا جتنا تھا اس میں رائی برابر کمی نہیں آئی (بخاری و مسلم)

سامعینِ گرامی! سُنا آپ نے چند آدمیوں کا کھانا ایک ہزار کا لشکر کھا گیا اور پھر بھی کھانے میں کمی واقع نہیں ہوتی۔

تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے

یہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ آج کا بدعتی مُلاں یہ واقعہ بیان کر کے ثابت کرتا ہے کہ کھانے میں برکت ڈالنا نبی اکرمؐ کے اختیار اور قبضہ میں ہے اور نبیٔ اکرم مختارِ کل ہیں مگر اس ظالم نے تصویر کا دوسرا رُخ کبھی نہیں دیکھا کہ اگر یہ سب کچھ آپ کے اختیار اور آپ کے قبضہ میں ہوتا تو پھر آپ کے گھر کے چولہوں میں ایک ایک مہینہ تک آگ کیوں نہیں جلتی تھی؟ پھر عائشہ صدیقہ کیوں کہتی ہیں کہ ہم نے ایک رات دن کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا ..... کیا نبی اکرمؐ جان بوجھ کر اپنی ازواج اور اہلبیت کو بھوکا رکھتے تھے؟ ایک مومن اس کا تصوّر بھی نہیں کر سکتا تو پھر ماننا پڑے گا کہ جابر کی دعوت کے موقع پر جو چند آدمیوں کا کھانا ایک ہزار کے لشکر پر پُورا ہو گیا تو یہ نبیٔ اکرم کا معجزہ ہے اور معجزہ نبی کے اختیار میں نہیں ہوتا، معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی ذات اللہ ربّ العزت کی ہوتی ہے

بدر میں مقتلِ مشرکین کی پیشگوئی

میدانِ بدر میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جنگ سے ایک دن پہلے آپ نے کچھ دائرے کھینچ کر فرمایا۔ فلاں کافر اس دائرے میں مرے گا اور فلاں مشرک اس دائرے میں قتل ہوگا..... دیکھنے والے کہتے ہیں کہ جو جگہ جس مشرک کے لیے مقرر فرمائی تھی وہ مشرک عین اسی جگہ پر قتل ہُوا..... اس واقعہ کو بیان کر کے اور تصویر کا یہ رُخ دکھا کے بدعتی

فلاں عوام الناس کے سامنے یہ ثابت کرتا ہے کہ دیکھو جی! وہابی دیوبندی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے علمِ غیب کے قائل نہیں حالانکہ آپ کو کفار کے مرنے کا بھی علم تھا اور مرنے والی جگہ کا بھی پتہ تھا۔۔۔۔ نبی جو ہوتا ہے وہ غیب جانتا ہے، کل کی باتیں جانتا ہے۔ لوگوں کے مرنے کے وقت اور جگہ تک کو جانتا ہے۔۔۔۔۔ سادہ لوح عوام اس کی یہ دلیل سن کر متاثر ہوتے ہیں۔۔۔۔ لیکن انہیں کون سمجھائے کہ یہ آئندہ کی خبر دینا اور چند ایک کفار کی موت کا وقت اور جگہ کا پتہ چل جانا یہ علمِ غیب نہیں بلکہ اطلاع علی الغیب ہے اور نبی اکرم کا معجزہ ہے اور معجزہ نبی کے اختیار اور قدرت میں نہیں ہوتا۔۔۔۔ معجزہ میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے مگر ارادہ، مشیئت، قدرت اور طاقت اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ

اگر اس واقعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ ہر ایک شخص کے مرنے کی جگہ اور وقت کو جانتے ہیں تو پھر آؤ! میں تمہیں تصویر کا دوسرا رُخ دکھاؤں تاکہ مسئلہ واضح ہو جائے۔۔۔۔ قبائلِ عرب کے چند لوگ مدینہ منورہ میں آئے اور اسلام قبول کیا، پھر کہا، ہمارے قبیلے میں اسلام کی تبلیغ و تعلیم کے لیے کچھ عالم اور قاری عنایت فرمایئے۔۔۔۔۔ آپ نے ان لوگوں کو مخلص اور دردمند مومن سمجھتے ہوئے ان کی درخواست کو قبول فرمالیا اور اپنے صحابہ میں سے چن کر ستر بلند مرتبہ قاری اور بہترین عالم ان کے ساتھ روانہ فرما دیے وہ لوگ مدینہ سے رخصت ہو کر بئرِ معونہ کے مقام پہ پہنچے تو ان بدمعاشوں اور ظالموں نے چاروں طرف سے گھیر کر ان بے گناہ مظلوموں کو انتہائی بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا۔۔۔۔ نبیِّ اکرم کو ایک مہینے

کے بعد جبریل امین علیہ السلام نے اس واقعہ کی اطلاع دی ......

بخاری صفحہ ۳۹۳ جلد ۱ میں روایت ہے ۔

فَاَخْبَرَ جِبْرَائِیْلُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ اِنَّهُمْ قَدْ لَقُوا رَبَّهُمْ فَرَضِیَ عَنْهُمْ

پس جبریل علیہ السلام نے نبی اکرمؐ کو اس واقعہ کی اطلاع دیتے ہوتے کہا۔ آپ کے وہ دوست اور صحابہ اپنے رب سے ملاقات کر چکے ہیں اور اللہ ان سے خوش اور راضی ہے ۔

نبی اکرمؐ اس اطلاع کو سن کر انتہائی غمگین ہوئے حتیٰ کہ ان ظالموں کے لیے ایک مہینے تک بد دعا کرتے رہے ۔

سامعین گرامی! کیا خیال ہے آپ کا ؟ ...... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ یہ لوگ میرے صحابہ کو شہید کر دیں گے ...؟ کیا آپؐ کو ان صحابہ کی موت کا وقت اور جگہ کا علم تھا .... ؟ حدیث میں تو آتا ہے کہ جبریل امین نے آپ کو اطلاع دی تب آپ کو ان کی شہادت کا علم ہوا ...... اس واقعہ کو دیکھ کر ..... اور تصویر کا یہ دوسرا رخ سامنے رکھ کر یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ بدر کے میدان میں چند کفار کے مرنے کی جگہ کی اطلاع دینا امام الانبیاؐ کا معجزہ ہے اور معجزہ پیغمبر کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ معجزے میں پیغمبر کا عمل دخل نہیں ہوتا بلکہ معجزے میں ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور قدرت و طاقت اور اختیار و ارادہ اللہ تعالیٰ کا ہوتا ہے ۔

تعداد معجزات اور اقسام معجزات

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے بیشمار معجزات عطا فرماتے ۔ امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم میں تحریر فرمایا ہے کہ

انّ مُعجزَاتِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ تَزِیْدُ عَلیٰ اَلْفٍ وَّمِائَتَیْنِ ..... نبی اکرمؐ کے معجزات کی تعداد بارہ سو کے قریب ہے!

کچھ علماء کا خیال ہے کہ آپؐ کے معجزات کی تعداد تین ہزار کے قریب ہے..... امام ابنِ تیمیہؒ نے اور امام جلال الدین سیوطی نے معجزات کے موضوع پر مستقل کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔

اقسامِ معجزات

یہ ایک حقیقت ہے کہ صرف آپؐ کے معجزات تمام انبیاءؑ کے کل معجزات سے زیادہ ہیں ..... اور یہ معجزات دو طرح کے ہیں..... ایک معنوی معجزات اور دوسرے حسّی معجزات۔

معنوی معجزات

معنوی معجزات سے مُراد مدعیٔ نبوّت کے وہ نمایاں اوصاف وعادات ہیں جو قدرت شروع ہی سے اسے ودلیعت کرتی ہے مثلاً مدعیٔ نبوت کی صداقت وامانت، اسکی سیرت وصُورت، اسکی دیانت وشرافت، اسکے اخلاقِ حسنہ اور افعالِ طیّبہ، اسکی زندگی کی پاکیزگی وطہارت ..... اسی طرح مدعیٔ نبوّت کو ملنے والی لاریب کتاب، اور ایسی فصیح وبلیغ اور لاجواب و بے مثال کتاب کا ایک اُمّی کی زبان سے پڑھا جانا، مدعی نبوّت کی تعلیم وتزکیہ، بلند ہمتی یہ سب آپ کے معنوی، روحانی اور باطنی معجزے ہیں مگر ان تک پہنچنے کے لیے اور ان تک رسائی کے لیے عقل وفہم کی بہت زیادہ ضرورت ہوتی ہے اس لیے ان کو عقلی معجزات بھی کہتے ہیں۔

حسّی معجزات

معجزات کی دوسری قسم وہ ہے جو دعویٔ نبوّت کی تصدیق کے لیے انبیاء کے ہاتھ پر صادر ہوتے ہیں۔

ان کو حسّی اس لیے کہا جاتا ہے کہ ان کا سمجھنا اور ان کا ادراک کرنا کِسی
بڑی عقل اور فہم کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ادنی سی حِس اور شعور بھی اس کے لیے
کافی ہے ۔ اسی طرح کے بے شمار معجزات امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے
ہاتھ پر صادر ہُوتے، ان میں سے کچھ کا تذکرہ قرآنِ مقدس میں اور کچھ کا
ذکر احادیثِ مُبارکہ میں ہُوا ہے

وہ معجزات جن کا تذکرہ قرآن میں ہُوا

مَیں سب سے پہلے ان معجزات
کا تذکرہ کرنا چاہتا ہُوں
جن معجزات کو قرآنِ مقدس نے اپنے اوراق میں جگہ دی ہے اور پھر قرآنی

معراج

معجزات میں بھی سب سے اعلیٰ اور ارفع، سب سے عظیم
اور بہترین معجزہ وہ ہے جسے قرآنِ مقدس نے
"اُسراء" کے نام سے بیان فرمایا ۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا
مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا

یعنی رات کے قلیل حصّہ میں بیت الحرام سے بیت المقدس تک
سیر اور پھر وہاں سے سدرۃ المنتہٰی اور اس سے آگے جہاں تک لے جانے
والا لے گیا ..... جہاں سید الملائکہ کے پر جلنے لگے، جہاں نوریوں
کے سرداروں کی پرواز کی انتہا ہو گئی جسے سفرِ معراج کہا جاتا ہے ۔ صرف معراج
معجزہ نہیں بلکہ سفرِ معراج کا ایک ایک واقعہ اور اس رات کا ایک ایک
واقعہ اور اس رات کا ایک ایک لمحہ معجزہ ہی معجزہ ہے ۔

بیت المقدس سامنے کر دیا گیا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ معراج سے واپسی پر میں

حطیم میں کھڑا تھا، میں نے قریشِ مکہ کے سامنے رات کا سارا واقعہ بیان کیا تو انہوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوال کیے (مثلاً بیت المقدس کے دروازے کتنے ہیں؟ اسکی کھڑکیاں اور روشندان کتنے ہیں؟ اسکی چھت کیسی ہے اور اس میں شہتیر اور کڑیاں کتنی ہیں ...... جو شخص کہیں جاتا ہے کیا وہ اس جگہ کے دروازے، کھڑکیاں اور روشندان گنتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو آیات ربانی کے نظارے کے لیے گئے تھے بھلا انہیں بیت المقدس کی چھت اور کڑیوں سے کیا غرض اور مطلب تھا) انہوں نے بہت سی چیزوں کے متعلق کرید کرنی شروع کی جو مجھے یاد نہیں تھیں ...... فَكُرِبْتُ كَرْبًا مَا كُرِبْتُ مِثْلَهٗ ......
ان کے سوالات سن کر مجھے ایسی پریشانی اور ایسی بے چینی پیش آئی کہ ایسی بے چینی اس سے پہلے کبھی پیش نہیں آئی۔

(میں کہتا ہوں! بیت المقدس کے متعلق کرید کرنے اور سوالات پوچھنے سے آپ بے چین ہوتے اور پریشان ہوئے ..... آخر کیوں؟ جو عالم الغیب ہوتا وہ ایسے سوالوں سے پریشان ہوتا ہے؟ جو ہر جگہ حاضر و ناظر ہوتا ہے وہ ایسی کریدوں سے پریشان ہوتا ہے؟ جس کی نظروں سے دنیا کی کوئی چیز اوجھل نہ ہو وہ ایسے اعتراضات سے پریشان ہوتا ہے؟ ارے یہ واقعہ تو آپ کی زندگی کا ہے اور نیند کا بھی نہیں جاگنے کا ہے، ..... آج بدبختی ملاں کہتا ہے کہ نبی اکرم عالم الغیب بھی ہیں اور حاضر و ناظر بھی ...... وہ کہتا ہے آپ کی نظروں سے دنیا کی کوئی شئے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہے۔

اگر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم عالم الغیب اور حاضر و ناظر ہوتے تو

بیت المقدّس کی نشانیاں پوچھے جانے پر آپ کو پریشان اور بے چین ہونے کی ضرورت نہیں تھی ۔)

آپ کی اس پریشانی اور بے چینی کو عالم الغیب نے دور کر دیا . .

. . . . . آپ فرماتے ہیں فَرَفَعَهُ اللّٰهُ لِیْ اَنْظُرُ اِلَیْهِ . . . . .
فَجَلَّی اللّٰهُ لِیْ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ . . . . . اللہ تعالیٰ نے پردے ہٹا دیے اور بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا . . . . . اس طرح سامنے کر دیا کہ میں اسے دیکھ دیکھ کر مشرکین کے سوالوں کے جواب دیتا رہا۔

شقِّ قمر

دوسرا عظیم معجزہ جس کا تذکرہ قرآنِ مقدس میں ہُوا وہ معجزہ شقِّ قمر (یعنی چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا) ہے . . . . . یہُود کے سکھانے سے مشرکینِ مکّہ نے آپ سے اس معجزے کا مطالبہ کیا تھا ۔ یہُود کا خیال یہ تھا کہ جادو کا اثر زمین تک محدود رہتا ہے لہٰذا اس پیغمبر سے مطالبہ کرو کہ آسمان پر چمکنے والے چاند کو دو ٹکڑے کر دے

سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ جو شقِّ قمر کے چشم دید گواہ ہیں اور جنہوں نے یہ واقعہ اور کرشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ، وہ راوی ہیں کہ . . .

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰی عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَیْنِ . . . . . نبی اکرم کے زمانہ اور عہدِ مبارک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۔ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهٗ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے فَقَالَ اِشْهَدُوْا . . . . .

آپ نے اپنے پاس کھڑے ہوئے صحابہ سے فرمایا ۔ دیکھو

گواہ رہنا (بخاری فی باب علامات النبوۃ)

اس عظیم معجزے کو قرآن نے اس طرح بیان فرمایا۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔ ۔ ۔ ۔ قیامت نزدیک آگئی اور چاند پھٹ گیا ۔ یعنی چاند کے دو ٹکڑے ہونا قیامت کے قریب ہونے کی اطلاع ہے جس طرح اللہ تعالیٰ چاند کے دو ٹکڑے کر کے پھر جوڑ سکتا ہے اسی طرح وہ قبروں میں مدفون مُردوں کے ذرات اکٹھا کر سکتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ لوگو! چاند پھٹ سکتا ہے تو ایک دن آسمان بھی پھٹ جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ یہ معجزہ ایک طرف آپ کی رسالت کی دلیل تھا تو دوسری طرف قیامت کی دلیل بھی تھا ۔ ۔ ۔ یا اَلسَّاعَةُ سے مُراد وہ وقت ہے جو علمِ الٰہی میں واقعۂ شقِ قمر کے لیے مقرر ہوا تھا ۔

دیگر قرآنی معجزات

ان کے علاوہ بھی بیسیوں معجزات اور آیات ہیں جن کا تذکرہ قرآن مجید میں اللہ ربّ العزت نے فرمایا ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ان میں سے ایک معجزہ شرح صدر یعنی سینے کا کھول دینا ہے ۔

شرحِ صدر

یہ شرحِ صدر یا تو ظاہری طور پر ہوا کہ آپ کا سینہ مُبارک چاک کر کے اسے ایمان و حکمت کے نور سے معمور کر دیا گیا ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ یا باطنی لحاظ سے شرح صدر مراد ہے کہ علم و حکمت اور نور و معرفت اور تسکین و اطمینان کے ساتھ فراخ کیا گیا!

ہجرت کے موقع پر معجزات کا ظہور

مشرکینِ مکہ نے دارالندوہ میں یہ مشورہ کیا کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا جائے ۔ قرآن کہتا ہے کفار نے میرے پیغمبر کے خلاف داؤ اور تدبیر چلی کہ قتل کر دیا جائے ، قید کر دیا جائے یا گھر سے نکال دیا جائے ۔

انہوں نے باہمی مشورہ اور تدبیر کرلی وَیَمْکُرُاللّٰہ اور اللہ تعالیٰ نے بھی ایک تدبیر کرلی کہ مَیں اپنے پیغمبر کا بال بھی بیکا نہیں ہونے دوں گا۔ کفار نے آپ کے گھر کو گھیر لیا اور آپ اللہ کے حکم سے ان کے گھیرے سے صاف نکل گئے! پھر غارِ ثور میں کفار کی نگاہوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچایا۔ وہ بن دیکھے واپس پلٹ گئے..... جو لوگ آپ کے تعاقب میں نکلے تھے ان میں سے سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کے قریب پہنچ گیا۔ وار کرنا چاہتا تھا کہ اچانک گھوڑے کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ ان تمام واقعات اور معجزات کا تفصیلی تذکرہ احادیث کی کتب میں موجود ہے، مگر قرآن نے اس کا اجمالی تذکرہ اس طرح فرمایا ہے۔

وَاِذْ یَمْکُرُبِكَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِیُثْبِتُوْكَ اَوْ یَقْتُلُوْكَ اَوْ یُخْرِجُوْكَ وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ (الانفال)

اس وقت کو یاد کرو جب کفار آپ کے خلاف تدبیر اور سازش کر رہے تھے کہ آپ کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا گھر سے نکال دیں۔ وہ کفار بھی تدبیر کر رہے تھے اور اللہ بھی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ ہی بہترین تدبیر کرنے والا ہے۔

اِلَّا تَنْصُرُوْہُ فَقَدْ نَصَرَہُ اللّٰہُ اِذْ اَخْرَجَہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا (توبہ)

اگر تم میرے نبی کی مدد نہیں کرو گے تو کیا ہوا - اس کی مدد تو اللہ نے اس وقت کی تھی جب اس کو کافروں نے مکہ سے نکال دیا تھا جب وہ دو میں سے دوسرا تھا جب وہ دونوں غار میں تھے - جب پیغمبر اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی تسکین نازل فرمائی اور ایسی فوجوں سے اس کی مدد فرمائی جن کو تم نے نہیں دیکھا۔

غزوۂ بدر کے موقع پر معجزانہ نشانیاں

ہجرت کے بعد سب سے پہلا معرکہ جو کفر و اسلام کے مابین پیش آیا، حق و باطل کی لڑائی جو بدر کے مقام پر لڑی گئی غزوۂ بدر کے نام سے مشہور ہے - اس جنگ میں کفار کا لشکر ایک ہزار جنگجو، تجربہ کار اور مسلح افراد پر مشتمل تھا . . . . . مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ جو نہتے اور غیر مسلح تھے . . . . . اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کو اس میدان میں ایک ہزار لشکر پر غالب کر دیا . . . . . قدرت نے وہاں عجیب و غریب نشانیاں مسلمانوں کو دکھائیں اور ان ہی نشانیوں سے حق کو باطل پہ غالب کر دیا اور کفار کو شکستِ فاش دے دی۔

قرآن نے میدانِ بدر میں ظاہر ہونے والی نشانیوں اور معجزات کو اجمالی طور پر بیان فرمایا ہے . . . . پہلا کرشمہ تو یہ دکھایا کہ کافروں کی تعداد مسلمانوں کی نظر میں تھوڑی دکھائی تاکہ مسلمان ان کی کثرتِ تعداد سے مرعوب اور بد دل نہ ہو جائیں۔

اسی طرح مسلمانوں کی قلیل تعداد کافروں کی نگاہوں میں اور زیادہ قلیل دکھائی تاکہ وہ آگے بڑھیں، حوصلہ کریں اور آج ان کی قوت و طاقت

کی کمر توڑ دی جائے۔

پھر کیا ہوا؟ پہلے تو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی نگاہ میں مسلمانوں کا لشکر کم کر کے دکھایا تاکہ کفار بے پروا ہو کر لڑ پڑیں مگر جب دونوں صفیں گتھم گتھا ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ نشانی ظاہر فرمائی کہ کافر مسلمانوں کی تعداد کو اپنی تعداد سے دوگنا دیکھتے تھے۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ان کی ہمتیں ٹوٹ گئیں اور حوصلے پست ہو گئے۔

قرآن کریم نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ (آل عمران)

اے لوگو! تمہارے لیے نشانی موجود ہے ان دونوں فوجوں میں جو آپس میں لڑی تھیں۔ ایک فوج اللہ کی راہ میں لڑی تھی اور دوسری اللہ کی منکر تھی۔ کافروں کا لشکر آنکھوں دیکھتے مسلمانوں کی فوج کو اپنے سے دوگنا دیکھ رہا تھا اور اللہ تعالیٰ جسکو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے۔ اس واقعہ میں چشمِ بینا رکھنے والوں کے لیے بڑی عبرت ہے۔

دوسری نشانی یہ دکھائی کہ آسمان سے ایک ہزار فرشتے اتار کر مسلمانوں کے دل کو تسکین اور سینے کو اطمینان بخشا۔

تیسری نشانی یہ ظاہر فرمائی کہ عین لڑائی کے موقع پر بارش اتاری اس طرح

ریتلے علاقے میں ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کے قدم جم گئے اور وضو و طہارت اور پینے کے لیے پانی کی کمی کا کوئی مسئلہ اور پریشانی باقی نہ رہی۔

ایک اور معجزہ یہ ظاہر ہوا کہ آپؐ نے ایک مٹھی خاک لیکر کفار کی طرف پھینکی تو اللہ تعالیٰ نے لشکرِ کفار میں شامل ہر ہر شخص کی آنکھ تک پہنچا دیا۔

قرآنِ مجید میں ان کے علاوہ بھی کئی ایک معجزات کا تذکرہ ہوا ..... میں ان تمام کا تذکرہ وقت کی قلت کی بنا پر نہیں کر سکتا ..... آیئے چند ایک ان معجزات کا ذکر بھی کریں جو صحیح اور مستند روایات سے احادیث کی کتب میں موجود ہیں۔

وہ معجزات جن کا تذکرہ احادیث میں ہوا

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی میں خطبہ ارشاد فرماتے تو منبر نہیں ہوتا تھا اور آپؐ کھجور کے ایک درخت کے تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ..... ایک انصاری عورت نے عرض کی یا رسول اللہ! میرا غلام ترکھانوں والا کام کرتا ہے۔ آپ کے لیے کوئی ایسی چیز (یعنی منبر) تیار کروا دوں جس پر بیٹھ کر آپ خطبہ ارشاد فرمایا کریں ..... چنانچہ منبر تیار ہوا تو اب بیٹھنا بھی اسی پر تھا اور اسی پر کھڑے ہو کر خطبہ دینا تھا۔ جب آپ منبر پر تشریف لائے تو درخت کے اس تنے سے رونے کی آوازیں آنے لگیں ... آواز بڑھتی گئی، چیخیں بلند ہوتی گئیں حَتّٰی کَادَتْ اَنْ تَنْشَقَّ قریب تھا کہ فرطِ غم کی وجہ سے پھٹ جائے گا ..... نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جُدائی اس سے برداشت نہ ہو سکی، چنانچہ نبیؐ کریم منبر سے اترے ....

فَضَمَّهَا إِلَيْهِ آپ نے تنے کو سینے کے ساتھ لگایا فَجَعَلَتْ تَئِنُّ أَنِينَ الصَّبِيِّ الَّذِي يُسَكَّتُ حَتَّى اسْتَقَرَّتْ (بخاری و مسلم) جب آپ نے شفقت بھرا ہاتھ اس تنے پر رکھا اور شفقت و محبّت سے اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ اس طرح ڈسکورے (سسکیاں) بھرنے لگا جیسے روتے ہوئے بچے کو چُپ کرائیں تو وہ ڈسکورے بھرتا ہے یہاں تک کہ بالکل خاموش ہوگیا۔

بعض روایات میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ نے اس تنے کو خطاب کر کے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جنت میں میرے ساتھ رہے .... اس نے اسے منظور کیا تو اسے ریاض الجنت میں دفن کر دیا گیا۔

لکڑی کے تنے سے کلام کرنا اور تنے کا کلام سن کر خاموش ہو جانا نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اور معجزہ اپنے مورد میں بند ہوتا ہے .... معجزہ سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔ اب اگر یہ معجزہ بیان کرکے کوئی کم فہم یہ ثابت کرے کہ لکڑی کے تنے نے آپ کے کلام کو سُنا لہٰذا دنیا جہان کی لکڑیاں ہماری آواز کو سنتی ہیں تو سب لوگ اسے احمق اور بے وقوف کہیں گے کہ پاگل! یہ نبیؐ اکرم کا معجزہ تھا اور معجزہ اپنے مورد میں بند ہوتا ہے اس پر دوسری چیزوں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا .... اگر یہ بات درست ہے تو آیئے! آج ایک مسئلہ حل کرلیں کہ بدر کے میدان میں مرنے والے کفار کو ایک کنویں میں جمع کرکے نبی اکرم نے ان سے کلام فرمائی تو یہ بھی آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ اپنے مورد میں بند ہوتا ہے اس سے یہ بات ثابت کرنا کہ تمام مُردے سنتے ہیں اسی طرح غلط ہے جس طرح لکڑی کے تنے سے کوئی یہ ثابت کرے کہ تمام لکڑیاں سنتی ہیں!

ایک پیالہ دودھ میں برکت

مشہور صحابیٔ رسول سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم پرناداری اور بھوک و افلاس کا ایک زمانہ گزرا ہے کہ بھوک کی وجہ سے ہم اپنا کلیجہ زمین کے ساتھ لگا لیا کرتے تھے ...... اور کبھی کبھی بھوک کے مارے اپنے پیٹ پر پتھر باندھ لیتا تھا..... ایک دن میں بھوک کا ستایا ہوا اس راستے پر جا کر بیٹھ گیا جہاں سے مسلمان گزرتے تھے ..... سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ گزرے ، میں نے بجائے کھانے کا سوال کرنے کے ایک آیت کے معنی پوچھے کہ شاید انہیں میری حالت کا علم ہو جائے اور کوئی بندوبست کر دیں مگر وہ جواب دے کر چلے گئے ! پھر اس راستے پر اچانک رحمتِ کائنات تشریف لائے .

فَتَبَسَّمَ حِيْنَ رَآنِيْ وَعَرَفَ مَا فِيْ وَجْهِيْ وَمَا فِيْ نَفْسِيْ

..... مجھے دیکھا تو مسکرائے اور میرے چہرے کی کیفیت و آثار اور میرے نفس میں جو کچھ خواہش تھی اسے پہچان گئے ، پھر مجھے اپنے ساتھ لے گئے .. گھر پہنچے تو ایک پیالہ دودھ کا گھر میں موجود تھا پوچھا ! مِنْ اَيْنَ هٰذَا اللَّبَنُ .... یہ دودھ کہاں سے آیا ہے ؟ انہوں نے بتایا کہ فلاں آدمی نے آپ کے لیے ہدیہ بھیجا ہے.... آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ ! جاؤ اور اصحابِ صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ ...... ابوہریرہ کہتے ہیں ....

اَهْلُ صُفَّه اَضْيَافُ الْاِسْلَام اصحابِ صفہ صرف اسلامی مہمان تھے ان کا نہ گھر بار تھا نہ کاروبار تھا ..... جب نبیٔ اکرم نے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو بلا لاؤ تو مجھے یہ بات شاق گزری کہ دودھ کا ایک پیالہ اور اصحابِ صفہ بیسیوں تھے اُن کے پینے کے بعد مجھے کیا ملے گا لیکن کیا کرتا ؟ ....

وَلَمْ يَكُنْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ وَطَاعَةِ رَسُوْلِهٖ بُدٌّ ......

اللہ اور اسکے رسول کے حکم کو خوشی سے ماننے کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا !

جب اصحاب صفہ آپ کے ہاں پہنچ گئے تو نبیؐ کریم نے مجھے حکم دیا کہ باری باری یہ دودھ سب کو پلاؤ۔ . . . . . اب میری رہتی آس بھی ٹوٹ گئی کہ میرے لیے تو ایک گھونٹ بچنا بھی مشکل ہے مگر میری حیرت اور میرے تعجب کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ ہر صحابی سیر ہو کر اور خوب پیٹ بھر کر پیتا تھا مگر پیالے میں ایک گھونٹ بھی کم نہ ہوتا تھا . . . . غرضیکہ سب صحابہ سیر ہو کر پی گئے اور پیالہ اسی طرح بھرا رہا۔ میں نے پیالہ واپس نبیؐ کریم کے ہاتھ پر رکھا فَنَظَرَ اِلَیَّ فَتَبَسَّمَ میری طرف دیکھا اور مسکراتے اور فرمایا۔ ابوہریرہ! اب صرف تم اور میں باقی رہ گئے ہیں لو پینا شروع کرو۔ میں بیٹھ گیا اور پینا شروع کیا . . . . . . نبی اکرم بار بار فرماتے اور پیو اور پیو . . . . آخر میں نے کہا یا رسول اللہ! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو دینِ حق دیکر بھیجا ہے میں اپنے پیٹ میں ذرا بھی گنجائش نہیں پاتا۔ آپ نے فرمایا اچھا لاؤ مجھے پلاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ نے بسم اللہ پڑھ کر بقیہ دودھ پی لیا۔ (بخاری)

استجابتِ دُعا

بعض اوقات انبیاء کرام کے معجزات دعاؤں کی قبولیت کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ نبیؐ اکرمؐ نے بعض اوقات دعائیں مانگیں تو وہ عرش کا سینہ چیر کر دربارِ الٰہی میں شرفِ قبولیت پا گئیں۔ ان تمام دعاؤں کا تذکرہ کرنا تو اس مختصر سے وقت میں صرف مشکل ہی نہیں ناممکن بھی ہے۔ ہاں چند ایک دعاؤں کا تذکرہ کروں گا۔ . .

سیّدنا ابوہریرہؓ کی والدہ کے لیے دُعا

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ابھی تک اسلام

کی نعمت سے محروم تھیں اور ابوہریرہؓ انھیں بڑے پیار اور محبت سے دعوتِ اسلام دیتے رہتے تھے۔ ایک روز دعوتِ اسلام کے جواب میں انکی والدہ نے نبی اکرمؐ کی شان میں کچھ زیادہ ہی گستاخی کی۔۔۔۔ سیدنا ابوہریرہؓ باقی سب کچھ برداشت کر سکتے تھے مگر حضورِ انورؐ کی گستاخی اور توہین کیسے برداشت کرتے۔ وہ روتے ہوتے انتہائی پریشانی کے عالم میں دربارِ نبوی میں تشریف لائے اور اس واقعہ کا تذکرہ بھی کیا اور ساتھ ہی یہ عرض اور درخواست بھی کی کہ آپ میری والدہ کی ہدایت کے لیے دعا فرمائیں (معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ابوہریرہؓ کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ ہدایت دینا یا ہدایت کا کسی کے دل میں ڈالنا نبیِ اکرمؐ کے اختیار میں نہیں ہے۔ ہاں آپؐ ربُّ العزت کے دربار میں کسی کی ہدایت کے لیے دعا کر سکتے ہیں تب ہی تو والدہ کی ہدایت کے لیے دعا کی درخواست کر رہے ہیں۔

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اللہ کے دربار میں اٹھائے اَللّٰھُمَّ اھْدِ اُمَّ اَبِی ھُرَیْرَۃَ اے میرے اللہ ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت نصیب فرما۔۔۔۔۔ ابوہریرہؓ کو نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مقدس سے نکلی ہوئی دعا کی قبولیت کا اتنا یقین تھا کہ وہ وہاں سے اپنے گھر کی طرف بھاگے۔۔۔۔۔ کسی نے بھاگنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا ۔۔۔۔ آج میں جلدی گھر پہنچنا چاہتا ہوں اور دیکھنا چاہتا ہوں کہ میں پہلے گھر پہنچتا ہوں کہ محمدؐ کی دعا پہلے پہنچتی ہے۔۔۔۔ فرماتے ہیں میں دوڑتا دوڑتا دروازے پر آیا تو وہ بند تھا، پانی کے گرنے کی آواز آرہی تھی۔ میں نے دستک دی تو ماں کی شفقت و محبت میں ڈوبی ہوئی آواز آئی۔ بیٹا! کچھ دیر انتظار کرو، میں غسل کر رہی ہوں۔۔۔ پھر انہوں نے دروازہ کھولا، میں نے

دیکھا کہ پانی کے قطرے موتیوں کی طرح ان کے سر سے ٹپک رہے تھے! کہنے لگیں، میں نے غسل کر کے ظاہری جسم تو پاک کر لیا ہے اب مجھے محمد عربیؐ کے ہاں لے چل تاکہ میرا باطن بھی پاک ہو جائے۔

آپ کی دعا اور بارش کا برسنا

نبی اکرمؐ کی دعا سے بارش کا برسنا اور حیرت انگیز طریقے سے برسنا

اس کا ذکر حدیث کی کتب میں موجود ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ایک دفعہ مدینہ منورہ اور مدینہ کے ارد گرد قحط پڑ گیا اور بارشیں بند ہو گئیں۔ نبیؐ اکرمؐ جمعۃ المبارک کا خطبہ دے رہے تھے کہ دورانِ خطبہ ایک صحابی نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ! بارشیں بند ہو چکی ہیں، مویشی اور جانور ہلاک ہو رہے ہیں، لوگ بھوک سے مرنے کے قریب ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے دربار میں دعا کیجیے کہ وہ بارش برسا کر ہمیں سیراب کر دے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپؐ نے دورانِ خطبہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور عرض کی اَللّٰھُمَّ اَغِثْنَا غَیْثًا مُغِیْثًا اے اللہ! خوشگوار بارش عطا فرما۔ صحابہ کرام کہتے ہیں دعا مانگنے سے پہلے آسمان آئینے کی طرح صاف اور سورج پوری تمازت سے چمک رہا تھا۔ ابھی آپ نے ہاتھ اپنے منہ پر نہیں پھیرے کہ تیز ہوا چلی، اچانک بادل امڈ آئے اور دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کا دہانہ کھل گیا[۱] ۔ ۔ ۔ لوگ مسجد سے نکلے تو بھیگے

---

[۱] سیدنا انسؓ جو حدیث کے راوی ہیں کہتے ہیں لَمْ یَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِہٖ حَتّٰی رَأَیْتُ الْمَطَرَ یَتَحَادَرُ عَنْ لِحْیَتِہٖ۔ (بخاری)
ابھی نبیؐ اکرمؐ منبر سے خطبہ دے کر نہیں اترے کہ میں نے دیکھا کہ بارش کے قطرے آپ کی داڑھی سے ٹپکنے لگے۔

ہوئے اپنے اپنے گھروں کو پہنچے . . . . . پھر ایک ہفتہ تک مسلسل بارش برستی رہی یہاں تک کہ لوگ گھبرا اُٹھے۔ دوسرے جمعہ پر اسی شخص نے یا کسی دوسرے صحابی نے کہا یا رسول اللہ! اب تو مکان گرنے لگے اور زمین پانی سے بھر گئی اور جانوروں کے باندھنے کے لیے جگہ تک نہیں۔ کاروبارِ زندگی مفلوج ہو کر رہ گیا ہے . . . . . دعا کیجیے اللہ تعالیٰ بارش کو بند فرما دے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کرتے ہوئے کہا۔ اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اے اللہ! اب بارش ہماری بستی پر نہ ہو، اس بارش کو اردگرد لے جا . . . . . اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَبُطُوْنِ الْاَوْدِیَۃِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ . . . . . اے میرے اللہ! اب یہ بارش پہاڑوں پر، ٹیلوں پر، وادیوں اور جنگلوں میں برسا . . . . .
حدیث میں آتا ہے نبی اکرم اپنے ہاتھ سے جس طرف بھی اشارہ کرتے جاتے اس جانب سے بادل پھٹتا جاتا یہاں تک کہ بادل چاروں طرف سے پھٹ گیا اور مدینہ درمیان سے اس طرح نظر آنے لگا جیسے تاج ہوتا ہے۔

سیّدنا فاروقِ اعظمؓ کے لیے دُعا

آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمرؓ شروع میں اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں شمار ہوتے تھے، بڑے طاقتور اور بہادر اور دلیر لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ ایک روز نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ اور اپنا دامن پھیلا کر اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ ھِشَامٍ یا اللہ! اگر اسلام کو عزت و رفعت اور سر بلندی و سرخروئی دینا چاہتا ہے تو پھر مکہ کی دو شخصیتوں میں سے ایک کو اسلام کے دامن سے وابستہ کر دے . . . . . یا تو خطّاب

کے بہادر بیٹے عمر کو ایمان کی توفیق دے دے یا مکہ کے چوہدری عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے دل میں ایمان کی شمع روشن کر دے۔

ابھی اس دعا کو کچھ ہی دن گزرے تھے کہ عمرؓ مسلمان ہو کر اسلام کی قوت وطاقت کا سبب بن گئے اور امام الانبیاءؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سو فیصد درست ثابت ہوئی۔

کسریٰ پرویز کے لیے بددعا

سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کسریٰ خسرو پرویز نے نبیؐ اکرم کے فرمانِ مبارک کو پڑھ کر چاک کر دیا تھا، جب نبیؐ اکرمؐ کو اسکی اطلاع ملی تو بددعا کرتے ہوئے فرمایا۔۔۔۔ مُزِّقُوا کُلَّ مُمَزَّقٍ وہ خود ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔۔۔۔ جس طرح اس نے میرے خط کے ٹکڑے کیے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ اسکی مملکت کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ چنانچہ بہت جلد اس کی مملکت کے حصے بخرے ہو گئے! خسرو بن پرویز کے بیٹے نے اسے قتل کر دیا بعد میں وہ خود بھی ہلاک ہو گیا۔

سامعینِ گرامی! نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس کس دُعا کا تذکرہ کروں جو بطورِ معجزہ آپ کی زبان سے نکلی اور عرش کا سینہ چیر کر قبولیت سے مشرف ہو گئی۔

سیدنا ابنِ عباسؓ (جو آپ کے چچازاد بھائی ہیں) ابھی بچے ہیں کہ ان کے لیے علم وحکمت اور تفقہ کی دعا مانگی اور سیدنا ابنِ عباس صاحبِ علم و حکمت ہو گئے۔

سیدنا سعد بن ابی وقاص (ایکے از عشرہ مبشرہ) کے لیے دعا فرمائی کہ مولا سعد کو مستجاب الدعوات بنا دے۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ سعد جو دعا مانگتے تھے

وہ قبول ہوتی تھی ۔

سیدنا ابوہریرہؓ نے کمزوریٔ حافظہ کی شکایت کی، آپ نے ابوہریرہ کے حافظہ کی دعا فرمائی، پھر اس کے بعد ابوہریرہ کبھی کوئی چیز نہیں بھولے ۔

سیدنا انس بن مالک کو نبی اکرم نے ان الفاظ میں دعا دی اَللّٰھُمَّ اَکْثِرْ مَالَهٗ وَوَلَدَهٗ، وَبَارِکْ لَهٗ فِیْ مَا رَزَقْتَهٗ ..... مولا انس کے مال اور اولاد کو بڑھا اور جو کچھ تو انس کو عطا کرے اس میں برکت دے ....
اس دعا کا اثر اور نتیجہ یہ ہوا کہ سیدنا انس خود فرماتے ہیں ۔ مجھے رب کی قسم ہے میرے ہاں مال بہت کثرت سے ہے اور میرے بیٹوں اور پوتوں کی تعداد ایک سو کے قریب ہے ۔

سیدنا انس کے پاس ایک باغ تھا جس کے درخت ایک سال میں دو دفعہ پھل دیا کرتے تھے ..... اور اس باغ میں ایک پھول ایسا تھا جس کی خوشبو کستوری کی طرح تھی ۔

لُعابِ دہن اور دستِ مُبارک کے معجزے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ان کی آنکھ میں زخم لگا اور آنکھ اپنی جگہ سے باہر نکل کر رخسار پر لٹکنے لگی ... ساتھیوں نے چاہا کہ کاٹ کر پھینک دیں مگر نبی اکرمؐ نے منع فرمایا اور مجھے اپنے قریب بُلایا اور اپنی ہتھیلی سے آنکھ کے حلقہ کو ذرا دبایا ...... آنکھ اپنی جگہ پر فٹ ہو گئی ۔ قتادہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی ...... ایک روایت میں آتا ہے کہ آنکھ کے ڈھیلے کو آنکھ کے حلقہ میں فٹ کر دیا اور پھر دعا مانگی اے اللہ! اس کو خوبصورتی اور جمال عطا فرما .... حضرت قتادہ کے انتقال تک یہ

یہ حال رہا کہ ان سے جو بھی ملتا اسکو معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کس آنکھ میں زخم لگا تھا . . . . . کہتے ہیں کہ وہ زخمی آنکھ جب نبیِّ اکرم نے اپنے دستِ مبارک سے آنکھ کے حلقے میں فٹ کی تو پھر یہ آنکھ دوسری آنکھ سے خوبصورت بھی ہوگئی اور آنکھ کی نظر بھی تیز ہوگئی۔

سیّدنا علیؓ کی آنکھیں

غزوۂ خیبر میں ایک روز امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مَیں کل جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا اور وہ شخص بھی ایسا ہوگا کہ یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ وَ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وہ اللہ اور اسکے رسولؐ سے پیار کرتا ہوگا اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص سے محبت کرتے ہوں گے . . . . . یہ خوشخبری اور یہ بشارت سن کر تمام لوگ رات بھر بے چین رہے کہ دیکھیں کل جھنڈا کس خوش نصیب کو عطا ہوتا ہے۔ دوسرا دن ہُوا تو امام الانبیاؐ نے فرمایا۔ اَیْنَ عَلِیٌّ ؟ میرا چچازاد بھائی علیؓ کہاں ہے ؟ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں اور خیمے میں آرام کر رہے ہیں فرمایا اسے بلاؤ . . . . . سیّدنا علی آئے . . . . . فَبَصَقَ فِیْ عَیْنَیْہِ وَدَعَا لَہٗ آپ نے ان کی آنکھوں میں لعابِ دہن لگایا اور ان کی صحت کے لیے دعا فرمائی فَبَرَأَ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِہٖ وَجَعٌ (بخاری) اسی وقت وہ آنکھیں صحیح اور درست ہوگئیں اور درست بھی ایسی کہ معلوم ہوتا تھا یہ کبھی خراب ہوتی ہی نہیں۔ پھر جھنڈا آپؐ نے سیّدنا علیؓ کے حوالے فرمایا۔

حضراتِ گرامی کہاں تک بیان کروں . . . . . آپ نے لعابِ دہن سیّدنا صدیقِ اکبر کی ایڑھی پر لگایا تو سانپ کے ڈسنے کا اثر ختم ہوگیا۔

عبداللہ بن عتیک سیڑھی سے گرے اور ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آپ نے اپنا مبارک ہاتھ پھیرا ایسی درست ہوگئی گویا کبھی ٹوٹی ہی نہیں تھی!

محمد بن حاطب بچپن میں ایک روز والدہ کی گود سے آگ میں گر پڑے اور کچھ جل گئے، زخم آ گئے۔ آپ نے زخموں پر لعابِ دہن لگایا تو فوراً ٹھیک ہوگئے۔

حجۃ الوداع کے موقع پر ایک عورت اپنے بچے کو اٹھاتے ہوئے آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا یہ بولتا نہیں گونگا ہے، آپ نے ہاتھ دھوئے اور کلی کی، فرمایا، یہ پانی اس کو پلا دو اور کچھ اس کے اوپر چھڑک دو، اس طرح وہ بچہ بولنے پر قادر ہوگیا۔

دیگر معجزات

میں نے آپ کو بتایا ہے ناکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ ربّ العزت نے بے شمار معجزات اور نشانیاں عطا فرمائی ہیں ...... آپ کی نبوت چونکہ سب کے لیے ہے، تمام عالم کے لیے آپ نبی ہیں اور یہ نبوّت قیامت تک کے لیے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہان کی اکثر اقسام سے معجزات اور نشانیاں عطا فرمائیں تاکہ جہان کی ہر شے آپ کی نبوّت و رسالت کے لیے دلیل اور برہان بن جاتے ......

یہ معجزات جانوروں سے، پتھروں سے، پہاڑوں سے، کنوؤں سے، طعام سے، پانی سے، دودھ سے، انسانوں سے، انسانوں کے مختلف اجزاء اور اعضائے سے، کنکریوں سے، چاند ستاروں سے، آسمان سے، سدرۃ المنتہیٰ سے، زمین سے اور زمین کی پستیوں سے، درختوں سے، کھجور کے تنوں سے، زندوں اور مُردوں سے، اندھیروں سے، رات کی تاریکیوں سے، دعاؤں کی قبولیّت سے ظاہر ہوتے رہے ہیں اور اس وقت کے لوگ دیکھتے رہے ہیں ...... اور کبھی آپ نے آئندہ ہونے والے واقعات

کی خبر دی اور پیشین گوئیاں کیں تو بعد میں آنے والے لوگوں نے ان کی صداقت اپنی آنکھوں سے دیکھی۔

لوگوں نے دیکھا کہ حدیبیہ کے مقام پر کنوئیں میں ایک قطرہ پانی نہیں تھا۔ آپ آئے، کنوئیں کے کنارے بیٹھ گئے اور کلی کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا کنوئیں میں پانی اس طرح آیا کہ تمام صحابہ اور ان کی سواریاں سیر ہو گئیں۔ (بخاری)

صلح حدیبیہ کے دن اصحاب رسول پیاس سے پریشان تھے۔ نہ انسانوں کے پینے اور وضو کے لیے پانی اور نہ ہی سواریوں کے لیے ..... چمڑے کے برتن میں کچھ پانی تھا، آپ نے اس کے اندر اپنا ہاتھ ڈالا .... پھر کیا ہوا؟ نبوت کی انگلیوں سے پانی کے چشمے بہہ نکلے۔ چودہ سو صحابہ نے سیر ہو کر پیا بھی اور وضو بھی کیا (بخاری)

تبوک کے چشمے میں پانی سوکھ گیا۔ نبی اکرمؐ نے اپنے وضو کا پانی اس میں ڈال دیا تو وہ چشمہ اس طرح ابلنے لگا کہ ہزاروں کی تعداد میں لشکر والوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور وضو کیا (مسلم)

ایک دن امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ تھا جو چلا رہا تھا جوں ہی اس نے آپ کو دیکھا۔ وہ بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ نے قریب جا کر اس کے سر اور گردن پر دست مبارک پھیرا تو وہ خاموش ہو گیا۔ آپ نے پوچھا یہ اونٹ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا، فلاں انصاری کا ہے .... مالک کو بلوایا اور فرمایا تم ان جانوروں پر جن کو تمھارا محکوم اور مطیع بنایا گیا ہے رحم کیا کرو۔ اس اونٹ نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو۔ اور کام لیتے ہوئے اسے تکلیف دیتے ہو۔ (ابوداؤد ص۲۵۴)

مسند دارمی میں روایت ہے کہ ایک شخص پر آپ نے اسلام پیش کیا اس نے کہا کہ آپ کی صداقت کی گواہی کون دے گا؟ آپ نے فرمایا سامنے کا وہ درخت . . . . . پھر درخت چل کر قریب آیا اور آپ نے اس سے تین بار کلمہ شہادت کا اقرار کروایا پھر وہ درخت اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔

جو بکری دودھ دینے کے قابل نہیں تھی آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ رکھا تو دودھ کی دھاریں بہنے لگیں۔ (ابو داؤد)

کھانے سے تسبیحات کی آوازیں قریب بیٹھے ہوئے لوگوں نے سنیں۔ درختوں اور پہاڑوں نے آپ کو سلام کیے۔ پہاڑ پر آئے تو وہ حرکت کرنے لگا (بخاری / ترمذی)

غیب کی خبروں پر اطلاع . . . عظیم معجزہ

اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے نبیوں کو غیب کی خبروں پر اطلاع دیتے ہیں . . . اور بعض اوقات مستقبل میں ہونے واقعات وحادثات کی اطلاع اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو دیتے ہیں . . . . . امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سینکڑوں ایسے واقعات کی اطلاع دی گئی۔ مثلاً مدینہ منورہ سے کوسوں دور شام کی سرحد پر غزوۂ موتہ پیش آیا۔

غزوۂ موتہ آپ کو دکھایا گیا

نبی اکرم مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے۔ اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور فرما رہے تھے میرے پیارے صحابی زیدؓ شہید ہو گئے۔ پھر علم میرے چچازاد بھائی جعفر طیارؓ نے سنبھالا وہ بھی جام شہادت پی گئے، پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا۔ اور انہوں نے بھی شہادت کا درجہ پایا اور اب جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے سنبھالا اور ان کو فتح دی گئی۔ (بخاری)

حاطب بن بلتعہ نے مشرکینِ مکہ کو مسلمانوں کے ایک راز کی اطلاع دی۔
ان کا ایک خط ایک عورت سر کے بالوں میں گوندھ کر لے جا رہی تھی۔ نبیؐ
اکرمؐ نے سیّدنا علیؓ کو فرمایا کہ یہ عورت فلاں مقام پر آپ کو ملے گی، اس سے
یہ خط چھین لو۔ سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اس کی تلاش میں نکلا اور مجھے وہ
عورت عین اُسی مقام پر ملی جہاں رحمتِ کائنات نے نشاندہی فرمائی تھی۔

بحری جہاد کی پیشین گوئی

نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی دوپہر کے وقت رشتے کی خالہ اُمِّ حرامؓ کے
گھر تشریف لے جاتے تھے۔ ایک روز آپؐ ان کے گھر سو گئے .....
اُٹھے تو مسکرا رہے تھے۔ امِ حرام نے خوشی اور مسکراہٹ کی وجہ پوچھی، تو فرمایا
مجھے خواب میں میری امّت کے کچھ لوگ دکھائے گئے جو سمندر میں جہاد کے
لیے سفر کر رہے ہیں ..... وہ جہازوں پر ایسے بیٹھے ہیں جیسے بادشاہ
تخت پر بیٹھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری سُنائی کہ ان پہلے بحری
مجاہدین پر اللہ تعالیٰ نے جنّت واجب کر دی ہے ..... یہ کہہ کر آپ دوبارہ
سو گئے، پھر مسکراتے ہوئے بیدار ہوئے اور فرمایا اَوَّلُ جَیْشٍ مِنْ
اُمَّتِیْ یَغْزُوْنَ عَلٰی مَدِیْنَۃِ قَیْصَرَ مَغْفُوْرٌ لَّھُمْ .....
مجھے کچھ لوگ دکھائے گئے جو بحری جہاد کے لیے قسطنطنیہ پر حملہ آور ہیں
ان لوگوں کے تمام گناہوں کو اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہے اور وہ بخشے
بخشائے لوگ ہیں۔

پہلا بحری لشکر جب تیار ہُوا تو اس کی کمان اور قیادت سیدنا معاویہؓ
کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا لشکر جو قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا اور جس میں بڑے
بڑے صحابہ (ابو ایوب انصاریؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ،

عبداللہ بن جعفر طیار، عبداللہ بن زبیر، حسنین کریمین) شامل تھے اس لشکر کی قیادت سیدنا معاویہ کے فرزند یزید کے ہاتھ میں تھی ۔ (بخاری)

ایک اور پیشین گوئی جو سو فیصد سچ ثابت ہوئی

مشہور صحابی حضرت عدی بن حاتم کہتے ہیں کہ میں ایک دن امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے فاقہ کی شکایت کی ۔ ۔
. . . ایک اور شخص آیا تو اس نے چوری اور رہزنی کی شکایت کی ۔ ۔ !
آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوتے فرمایا ۔ حاتم طائی کے بیٹے عدی! اگر تم نے طویل اور لمبی عمر پائی تو تم دیکھ لوگے کہ ایک عورت (حیرہ) ایک جگہ کا نام ہے) سے اکیلی چلے گی اور بیت اللہ کا طواف کرنے کے لیے مکہ مکرمہ پہنچے گی ۔ اللہ تعالیٰ کے سوا اسے کسی کا ڈر اور خوف نہیں ہو گا ۔ ۔
. . . عدی کہتے ہیں کہ یہ سُن کر میں نے دل میں کہا ۔ میرے قبیلے "طے" کے راہزن اور ڈاکو اس موقع پر کدھر جائیں گے جنہوں نے بستیوں میں اودھم مچا رکھا ہے ۔

نبی اکرمؐ نے پھر فرمایا عدی ! اگر تم نے طویل عمر پائی تو تم لوگ کسریٰ کے خزانوں کے مالک بنو گے . . . . . میں نے تعجب کے رنگ میں پوچھا !
کسریٰ بن ہرمز . . . . . آپ نے فرمایا ۔ ہاں عدی کسریٰ بن ہرمز . . .
پھر فرمایا ۔ عدی ! اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو تم دیکھ لوگے کہ ایک شخص زکوٰۃ کی رقم لے کر نکلے گا مگر اسے پورے معاشرہ میں کوئی زکوٰۃ لینے والا نہیں ملے گا ۔

عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایسی عورت کو حج کرتے ہوئے دیکھا ہے جو کوفہ سے اکیلی حج کرنے آئی تھی اور اللہ ربُّ العزت کے سوا اسے

کسی کا ڈر اور خوف نہیں تھا . . . . کسریٰ کے خزانوں کی فتح میں اور لوٹنے میں تو میں خود شامل تھا . . . . . رہی تیسری بات لوگو! وہ بھی تم یقیناً دیکھ لوگے۔ امام بیہقیؒ فرماتے ہیں کہ تیسری بات مشہور عادل خلیفہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت میں پوری ہوگئی کہ زکوٰۃ دینے والے کو فقیر نہیں ملتا تھا۔

کچھ اور پیشین گوئیاں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا معاویہؓ کے متعلق فرمایا کہ ان کو ایک دن اقتدار ضرور ملے گا . . . . اپنے پیارے نواسے سیدنا حسن رضی اللہ عنہٗ کے متعلق فرمایا

اِنَّ ابْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یہ حسن میرا بیٹا! سردار ہے اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مومنین کی دو عظیم جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا! پھر ۴۱ھ میں سیدنا حسنؓ نے امیر معاویہؓ سے صلح کر کے اور خلافت ان کے سپرد کر کے اپنے نانا کی پیشین گوئی کو پورا فرما دیا۔

مرضِ وفات میں آپ نے سیدہ فاطمہؓ کو خبر دی کہ میرے اہل و عیال میں سے تم سب سے پہلے آکر مجھے ملو گی۔

سیدنا عمرؓ، سیدنا عثمان اور سیدنا علی کی شہادت کی خبر دی۔

قیصر و کسریٰ کی بربادی، شکست اور تباہی کی خبر دی۔

شام، عراق، مصر اور یمن کی فتوحات کی خبریں سنائیں۔

قیامت کی علامات اور نشانیاں آپ نے وضاحت کے ساتھ ذکر فرمائیں . . . . میدانِ محشر کا نقشہ بتلایا، حوضِ کوثر، مقامِ محمود کی تفصیلات ذکر کیں . . . . لواء الحمد کے بارے بیان فرمایا، میزان،

پل صراط اور جنت و دوزخ کے حالات و واقعات بیان کیے ...... یہ
سب پیش گوئیاں ہیں ...... یہ سب آنے والے واقعات کی اطلاع تھے
یہ سب نبی اکرمؐ کے معجزات میں شامل ہیں۔ یاد رکھیے، ذہن، دماغ اور
دل کی لوح پر نقش کر لیجیے کہ یہ غیب کا علم نہیں ہے، اس لیے کہ عالم الغیب
صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ بلکہ یہ غیب کی خبروں اور واقعات پر اطلاع
ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے پیغمبر کو دی ہے۔

ایک بات ذہن میں رکھیے

میں نے معجزات کی ایک کثیر تعداد
آپ کے سامنے بیان کر دی ہے

...... ان معجزات کو سن کر کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہو جانا کہ نبی اکرمؐ
مختارِ کل ہیں ...... آپ شفا دے سکتے ہیں ...... آپ معمولی
اناج کو بڑھا سکتے ہیں ...... یاد رکھیے، یہی معجزات بیان کر کے
باطل پرست مولوی اور عباد البطن واعظ قوم کو گمراہ کرتا ہے اور نبی اکرم
کو مختارِ کل ثابت کرتا ہے ...... آپ جو چاہیں کر سکتے ہیں ......
آپ کو کلی اختیار حاصل ہے ...... اس لیے اس حقیقت کو ذہن
میں بٹھائیے کہ یہ سب واقعات جو میں نے بیان کیے ہیں یہ نبی اکرمؐ کے
معجزات ہیں اور معجزہ نبی کے اختیار اور قدرت میں نہیں ہوتا بلکہ معجزے میں
ہاتھ پیغمبر کا ہوتا ہے اور کام کرنے والی طاقت اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے ...
معجزے میں ارادہ اور منشا اور قوت پیغمبر کی نہیں ہوتی۔ پیغمبر کے اختیارات
میں معجزے کا دکھانا نہیں ہوتا۔ ہاں ہاں پیغمبر کے بس میں معجزہ کو ظاہر کرنا
نہیں ہوتا بلکہ ارادہ، منشا اور اختیارات و طاقت صرف اور صرف اللہ
تعالیٰ کی ہوتی ہے۔

ہر نبی کو معجزہ زمانے کے رواج کے مطابق مِلا

معجزے کے بیان میں دوسری بات یہ ذہن میں رکھیے کہ مختلف انبیاءِ کرام کو اپنے اپنے وقت میں جو معجزات عطا ہوئے ان میں اُن کے دور اور ان کے زمانے کے ذوق، حالات اور رواج کو مدِنظر رکھا گیا ہے . . . . . یعنی جس چیز کا اس نبی کے دَور میں رواج اور ذوق تھا، معجزہ بھی اسی کے مطابق دیا گیا . . . . سیدنا موسیٰ علیہ السّلام کے زمانے میں جادو کا بہت زور اور بہت شور تھا . . . . مصریوں کو اس فن میں کمال حاصل تھا . . . . . اس لیے سیّدنا موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ بھی اس کے مطابق دیا گیا۔ یعنی لاٹھی کا سانپ بننا اور ہاتھ کا اچانک چمکدار اور روشن ہو جانا . . . . سیدنا موسیٰ علیہ السّلام نے مصر کے جادوگروں کے مقابلے میں جب معجزہ پیش کیا تو تمام جادوگر اس کو دیکھ کر مبہوت اور حیران رہ گئے اور بیک زبان پکار اٹھے کہ یقیناً یہ جادو اور سحر نہیں ہے۔

سیدنا عیسٰی علیہ السّلام کے دور میں طبّ، حکمت اور ڈاکٹری کا بہت چرچا تھا، ان کی قوم میں بڑے بڑے ماہر طبیب اور حاذق حکیم موجود تھے جن کو اپنے علم، اپنے فن اور اپنے کمال پر ناز تھا، وہ ایسے نسخے تیار کرتے کہ دیرینہ بیماریاں دُور ہو جاتیں۔

اس دَور میں اللہ ربُّ العزت نے سیدنا عیسٰی علیہ السّلام کو پیغمبری و نبوّت کے لیے چنا تو ایک جانب انہیں حجۃ و برہان یعنی انجیل عطا فرمائی اور دوسری جانب انہیں اس زمانہ کے مطابق ایسے معجزات عطا فرمائے کہ دنیائے طب کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا۔

نبیؐ اکرم کو معجزہ قرآن کی صُورت میں وقت کے مطابق مِلا

اسی طرح امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم

جن لوگوں میں، جس زمانے میں اور جس علاقے میں تشریف لائے ان لوگوں کو اپنی زبان پر، اپنے کلام پر، اپنی فصاحت و بلاغت اور اپنی شاعری پر بڑا ناز تھا۔ . . . . ان کے ناز اور فخر کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ وہ اپنے سوا دوسرے تمام لوگوں کو عجمی یعنی گونگے کہتے تھے . . . . . . انہیں اپنی قادر الکلامی پر، اپنی فصاحت پر بڑا غرور تھا۔ اسی لیے اللہ رب العزت نے نبی کریم کو قرآنِ مجید کی شکل میں فصاحت و بلاغت اور عجیب و غریب کلام کا ایک نسخہ اور شاہکار عطا فرمایا کہ زبان دانی کا دعویٰ کرنے والوں کی زبانیں خاموش ہو گئیں، فصاحت و بلاغت کی ڈینگیں مارنے والوں کے چہرے لٹک گئے۔ اپنے آپ کو قادر الکلام کہنے والوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

قرآن سب سے اعلیٰ معجزہ

سامعین گرامی! امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے سب سے بڑا اور سب سے درخشاں معجزہ قرآنِ حکیم ہے . . . . . . کہ ایک اُمّی شخص جس نے کسی مکتب کا منہ تک نہیں دیکھا . . . . جس نے قلم دوات کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا وہ ایسی کتاب لوگوں کو سناتا ہے کہ اس کا مثل لانے سے ساری دنیا عاجز تھی، وہ بار بار تحدّی کے طور پر چیلنج کرتا ہے کہ تم شاعر ہو، زبان دان ہو، قادر الکلام ہو فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ ، قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ ۔
اگر تمام انسان اور جن جمع ہو کر چاہیں کہ اس جیسا قرآن بنا لائیں تو نہیں بنا سکتے۔

کفارِ مکہ نے نبی اکرم سے نشانی اور معجزے کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے معجزہ مانگنے والوں کو جواب دیتے ہوئے فرمایا۔ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ (عنکبوت)

میرے پیغمبر! کیا معجزہ مانگنے والوں کو یہ نشانی کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب (قرآن) اتاری جوان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہے! نبیؐ اکرم نے بھی انبیاءِ کرام کے مقابلے میں قرآنِ پاک کو سب سے بڑا معجزہ قرار دیا ہے۔

یہ معجزہ ہمیشہ باقی رہے گا۔

اور یہ معجزہ سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل کیوں نہ ہو کہ جس طرح ہر پیغمبر کی نبوت خاص زمانے اور خاص وقت کے لیے ہوتی ہے اسی طرح ان کو عطا ہونے والا معجزہ بھی خاص وقت اور زمانے کے لیے تھا .... پیغمبر دنیا سے رخصت ہُوا تو معجزہ بھی ختم ہو گیا .... لیکن امام الانبیاؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت چونکہ ایک علاقے اور ایک زمانے کے لیے نہیں تھی بلکہ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا آپ کا اعلان ہے اور وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ آپ کا مقام تھا اور چونکہ آپ کی نبوت قیامت تک کے لیے تھی اس لیے آپ کو جو معجزہ قرآنِ مجید کی صورت میں عطا ہُوا وہ بھی دائمی اور ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس میں تغیّر و تبدل نہیں ہو سکتا، اس کا کوئی لفظ اور کوئی حرف تبدیل نہیں کیا جا سکتا، اس کے بارے میں اعلانِ باری ہے۔

.... اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ ..

اس قرآن کو اتارنے والے بھی ہم ہیں اور اسکی حفاظت بھی ہم خود کریں گے۔

قرآنِ پاک علمی معجزہ ہے اور علم کا مقام عمل سے زیادہ ہوتا ہے ....

یہ معجزہ آپ کے تمام معجزات میں عمدہ ترین اور بہترین بھی ہے، ایسا معجزہ کسی نبی کو عطا نہیں ہُوا، اس معجزے کو کبھی زوال نہیں، جب سے اترا اس دن سے لیکر آج تک اسی طرح باقی اور محفوظ ہے اور قیامت تک نبیؐ اکرم کا یہ معجزہ اسی طرح جگمگاتا رہے گا۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

جو کہا وہ کر کے دکھایا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُوا اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ ○ (احزاب ۲۱)

وَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی فِیْ مَقَامٍ اٰخَرَ: یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰہِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (صف ۲۰۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○

سامعینِ گرامی قدر! ______ ویسے تو پورا سال کہیں نہ کہیں امام الانبیاء خاتم النبیین، شفیع المذنبین سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ضرور ہو رہا ہوتا ہے۔ سال کا کوئی مہینہ اور مہینے کا کوئی ہفتہ ایسا نہیں گزرتا، ہفتے کا کوئی دن اور دن کا کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا جس میں ان کا ذکرِ خیر نہ ہوتا ہو۔

کہتے ہیں کہ بارش آسمانِ دُنیا سے زمین پر ہمیشہ برستی رہتی ہے اور کوئی لمحہ ایسا نہیں گزرتا کہ جس میں بارش زمین کے کسی نہ کسی حصہ پر نہ برس رہی ہو۔ جس طرح بارش کے برسنے کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے اسی طرح ہر وقت کسی نہ کسی جگہ اور کسی نہ کسی مقام پر رسُولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک تذکرہ بھی لازماً ہو رہا ہوتا ہے۔

مساجد میں، مدارس میں، خانقاہوں میں، درسگاہوں میں، کالجوں میں، سکولوں میں، بازاروں اور چوراہوں میں سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عنوان پر بڑے بڑے جلسے، عظیم الشان کانفرنسیں، خوبصورت سیمینار منعقد ہوتے ہیں ____ اُن کا تذکرہ کبھی مقررین کی تقریروں میں،

کبھی ادیبوں کی تحریروں میں، کبھی مصنفین کی تصنیفات میں ـــــ ہاں انؐ کا ذکر کبھی شاعروں کے اشعار میں، کبھی مؤرخین کی تاریخ میں، کبھی قرآن کی تفسیروں میں اور کبھی محدثین کی تشریحات میں ـــــ انؐ کا تذکرہ کبھی یورپ کے کلیساؤں میں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں ـــــ ہاں ان کا ذکر کبھی مسجد کے میناروں میں، کبھی مؤذن کی اذانوں میں، کبھی مکبّر کی تکبیروں میں، کبھی قرآن کی تلاوت میں ـــــ انؐ کا تذکرہ مدارس میں، تعلیم وتعلم میں اور درس وتدریس میں ـــــ غرضیکہ یہ دنیا کبھی بھی انؐ کے ذکرِ خیر سے اور انؐ کے مبارک تذکرے سے خالی نہیں رہی۔

ربیع الاول میں نبیِ اکرم ﷺ کا تذکرہ اپنے جوبن پر

لیکن ربیع الاول کے مہینے میں امام الانبیاء ﷺ کا تذکرہ اور ذکرِ خیر پورے جوبن پر ہوتا ہے ـــــ اس لیے کہ اس مہینے کی نو تاریخ کو آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور اتفاق کی بات ہے کہ اسی مہینے کی بارہ تاریخ کو آپ ﷺ اپنی زندگی کی تریسٹھ بہاریں گزار کر اس دنیا سے عالمِ برزخ کی جانب تشریف لے گئے۔

اسی مناسبت سے ربیع الاول کے مبارک مہینے میں ان کا تذکرہ اپنے جوبن پر ہوتا ہے ـــــ ہر مکتبۂ فکر کے علماء اور عوام بلکہ ہر طبقہ کے لوگ اپنے اپنے طور پر ان کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے بڑے بڑے پروگرام منعقد کرتے ہیں ـــــ عظیم الشان کانفرنسوں اور جلسوں کا انعقاد ہوتا ہے ـــــ اور ان کانفرنسوں سے خطاب کرنے کے لیے بڑے بڑے علمائے کرام اور پیرانِ عظام تشریف لاتے ہیں ـــــ بڑے بڑے نعت خوان اور شاعر اپنے اپنے انداز میں مافی الضمیر کا اظہار کرتے ہیں ـــــ ہمارے معاشرے کے ایک عنصر نے سیرت النبی ﷺ کے بجائے میلاد النبی ﷺ کا عنوان پسند کیا اور میلاد کے نام پر جلسے اور کانفرنسیں منعقد کیں اور میلاد النبی ﷺ کے نام پر لمبے لمبے جلوس نکالے۔

اور پھر ترقی کے اس دور میں جتنی تشہیر اور جتنی مشہوری سیرت کی ہوئی پہلے کبھی نہیں ہوئی ـــــ ترقی کے اس زمانے میں پریس ہے، اخبارات ہیں، ریڈیو ہے، ٹیلی ویژن

ہے، رسائل و جرائد ہیں، لاؤڈ سپیکر ہے۔ جس کے ذریعہ آواز کہیں سے کہیں تک پہنچ سکتی ہے ـــ پریس کی وجہ سے سیرت النبی ﷺ کی بات، اسوۂ رسول ﷺ کی بات، سنّتِ رسُول کی بات دور دور تک جاسکتی ہے۔

سیرتُ النّبی ﷺ کی تشہیر اور ہماری سیرتیں

مگر ایک بات کی آج تک ہمیں کچھ نہیں آسکی کہ امام الانبیاء، رحمتِ کائنات سیدنا محمد رسُول اللہ ﷺ کی سیرتِ مقدسہ کی تشہیر اور اشاعت جتنی زیادہ ہورہی ہے اتنی ہی ہماری سیرتیں خراب ہوتی جارہی ہیں ـــ میلاد کے نام پر جلوس جتنے طویل اور لمبے ہورہے ہیں ہماری سیرتیں اتنی ہی مختصر ہوتی جارہی ہیں۔ ـــ سیرت کے نام پر جتنے جلسے اور کانفرنسیں پُر رونق ہورہی ہیں، ہماری سیرتیں اتنی ہی بے رونق ہورہی ہیں۔ سیرت کے موضوع پر روز بروز تحریریں اور مضامین جتنے خوبصورت شائع ہورہے ہیں، ہماری سیرتیں اتنی ہی بدصورت ہورہی ہیں۔

آج ہمارے معاشرے کا ہر طبقہ سیرت کا نام لیتا ہے، سیرت کے موضوع پر ہونے والے جلسے سنتا ہے، سیرت کے حوالے سے چھپنے والے مضامین پڑھتا ہے مگر اُس کی عملی زندگی سیرت النبی ﷺ کے اثرات سے خالی ہے۔ ـــ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ آخر اس کا کیا سبب ہے؟

پہلے لوگوں کی سیرتیں اعلیٰ تھیں

سامعین گرامی قدر! آج سے کچھ زمانہ اور کچھ وقت پیچھے چلے جائیے، جب ترقی کا یہ دور اور یہ زمانہ نہیں تھا، پریس نے اس قدر ترقی نہیں کی تھی ـــ ٹیلی ویژن نہیں تھا ـــ نہ اس تعداد میں جلسے ہوتے تھے، نہ آج جیسی عظیم الشان کانفرنسیں، نہ سیرت کے عنوان سے اس قدر کتابیں، پمفلٹ اور رسائل چھپتے تھے، نہ میلاد کے نام پر لمبے لمبے جلوس نکلتے تھے ـــ مگر ان لوگوں کی سیرتیں اور عملی زندگی اتنی اعلیٰ، پاکیزہ اور ستھری تھی کہ دامن نچوڑ دیں

تو فرشتے وضو کریں ـــــ اُن کا کردار بے مثال تھا ـــــ اُن کی گفتار شریعت کے مطابق تھی ـــــ ان کے اعمال وافعال دین کے تابع تھے، ـــــ ان کے دل میں خوفِ خدا اور باطن خشیتِ الٰہی کے نور سے منّور تھا۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ

ابھی پچھلی صدی کی بات ہے دارالعلوم دیوبند کے ایک عظیم اور مایۂ ناز سپوت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ تعالیٰ ریل گاڑی میں سفر کر رہے ہیں۔ راستے میں ایک مرید نے آپ کو تحفہ کے طور پر گنوں کا ایک گٹھہ دیا۔ آپ نے اپنے خادم سے فرمایا: جاؤ! ان گنوں کا وزن کروا کے کرایہ ادا کرو۔

ریلوے کے افیسر اور ذمہ دار افراد میں سے کچھ لوگ آپ کے عقیدت مند تھے ـــــ انھوں نے عرض کی: جناب آپ کو کرایہ ادا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ اطمینان سے سفر فرمائیں راستے میں آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ گاڑی کا گاڈ اور ٹی ٹی بھی آپ کے مریدوں میں سے تھے انھوں نے بھی زور دیکر کہا کہ ہم اس گاڑی پر آپ کے ساتھ ہیں آپ کو فکر مند ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔

حضرت تھانویؒ نے ان سب کی باتیں سن کر فرمایا ـــــ مجھے آگے جانا ہے ـــــ انھوں نے سمجھا شاید حضرت نے اس گاڑی کی آخری منزل سے آگے جانا ہے۔ انھوں نے کہا ہم اگلی گاڑی کے ٹی ٹی سے کہہ دیں گے وہ بھی کرایہ نہیں لے گا ـــــ حضرت تھانویؒ نے فرمایا میں نے اس سے بھی آگے جانا ہے۔ انھوں نے کہا اس سے آگے تو کوئی اسٹیشن نہیں ہے آپ نے آگے کہاں جانا ہے۔

حضرت تھانویؒ نے فرمایا میں نے وہاں جانا ہے جہاں کوئی ٹی ٹی اور کوئی گاڈ کام نہیں آئے گا اس لیے میں اپنے سامان کا وزن کروا کے کرایہ ادا کروں گا۔

شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ

اس سے کچھ پہلے چلے جائیے جب ترقی کا یہ دور دورہ نہیں تھا ہمیں بالاکوٹ کی وادیوں میں ایک مرد جرنیل نظر آتا ہے۔ جس کا نام سید محمد اسماعیل دہلویؒ ہے۔ دہلی سے چلا

ہے اور بالاکوٹ پہنچا ہے۔ سکھوں سے لڑائی جاری ہے گھمسان کا رَن پڑ رہا ہے' دست بدست جنگ ہورہی ہے کہ ساتھیوں نے دیکھا دوپہر کا وقت ہے اور شاہ اسماعیلؒ چادر تانے آرام کررہے ہیں۔

ساتھیوں نے کہا: حضرت گھمسان کی جنگ جاری ہے اور آپ آرام فرمارہے ہیں ـــــ سیّد نے کہا اگرچہ میں گزشتہ کئی راتوں سے آرام نہیں کرسکا نیند بھی ستارہی ہے مگر اس وقت میں نیند کرنے کے لیے نہیں لیٹا ہوں' صرف قیلولہ کرنے کی نیت سے چند لمحے لیٹنا چاہتا ہوں اور یہ صرف اس لیے کہ دوپہر کے وقت قیلولہ کرنا میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہے اور جب سے میں نے بلوغت میں قدم رکھا ہے اس روز سے لے کر آج تک مجھ سے یہ سنت کبھی نہیں چھوٹی۔ مَیں چاہتا تھا کہ آج کے مُشکل وقت اور شدید ترین دن میں بھی اس سنت پر عمل کرلوں۔ ـــــ اندازہ لگایا آپ نے سیرت کے جلسوں کا زور نہیں۔ مگر ان کی سیرتیں کتنی پاکیزہ اور ستھری تھیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ

اس سے کچھ زمانہ اور دور چلے جائیے آپ کو ہندوستان کا ایک مرد درویش حضرت مجدد الف ثانیؒ نظر آئے گا۔ وہ ایک روز دُور دراز کے سفر سے تھک کر اور نڈھال ہوکر گھر تشریف لاتے ہیں۔ تھکاوٹ سے بدن چُور چُور ہے' آتے ہی سونے کے لیے لیٹے تو تھکاوٹ کی وجہ سے یاد نہ رہا کہ آج میں سُنّت کے مطابق (دائیں کروٹ پر قبلہ رُخ) سو نہیں سکا ـــــ کچھ دیر کے بعد جو غلطی کا احساس ہوا تو اللہ تعالیٰ کا یہ بندہ اس طرح نہیں کرتا کہ لیٹے لیٹے کروٹ تبدیل کرکے قبلہ رُخ ہوجائیں بلکہ بستر سے اٹھتے ہیں کچھ دیر چہل قدمی کرتے ہیں پھر آکر لیٹتے ہیں اور سنت کے مطابق سوتے ہیں۔

یہی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ ہیں جب وضو کرتے ہیں تو سنت کے مطابق دائیں جانب سے ابتدا کرتے ہیں۔ پہلے دایاں ہاتھ پھر بایاں ہاتھ ـــــ پہلے دایاں پاؤں پھر بایاں پاؤں ـــــ مگر جب چہرہ دھونے لگتے ہیں تو چہرہ ایک ایسا عضو ہے کہ جس میں دائیں بائیں کا لحاظ نہیں رکھا جاسکتا۔ لیکن مجدد الف ثانیؒ کوشش کرتے ہیں کہ جب چہرے پر پانی ڈالیں تو پہلا

قطرہ دائیں جانب پڑے تا کہ اَلتَّیَامُنَ والی سنت پر عمل ہو جائے۔
سنا آپ نے یہ وہ لوگ تھے جن کے زمانہ میں سیرت کی تشہیر اتنی زیادہ نہیں تھی لیکن ان کی اپنی سیرتیں قابلِ رشک حد تک بلند اور اعلیٰ تھیں۔

امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ

آج سے بہت پہلے قرونِ اولیٰ میں جب سیرتِ نبوی کی تشہیر کے اتنے وسائل نہیں تھے ـــــ پریس نہیں تھا، اخبارات و رسائل نہیں تھے ـــــ یہ جلسوں کا زور و شور اور جلوسوں کی گہما گہمی نہیں تھی ـــــ مادی ترقی سے معدوم زمانہ میں مجھے ایک مردِ خدا نظر آتا ہے جس کو دنیا امام ابو حنیفہؒ کے نام سے یاد کرتی ہے ـــــ امام صاحبؒ کپڑے کے بہت بڑے تاجر ہیں ایک دن کسی کام کی غرض سے کہیں تشریف لے جانا چاہتے ہیں تو اپنے سیلز مین سے کہتے ہیں کہ دیکھو فلاں تھان میں عیب ہے اگر کوئی خریدار اس تھان کو خریدنا چاہے تو اسے اس کپڑے کے نقص اور عیب سے مطلع کرنا اور قیمت بھی کم وصول کرنا ـــــ یہ ہدایت دی اور تشریف لے گئے، واپس آکر سب سے پہلا سوال اپنے سیلز مین سے اس عیب دار تھان کے بارے فرمایا کہ کیا وہ بِک گیا ہے؟

سیلز مین نے کہا تھان تو بِک گیا ہے، مگر گاہک کو عیب سے مطلع کرنا مجھے یاد نہیں رہا، اور میں نے وہ عیب دار تھان پوری قیمت پر فروخت کر دیا ہے ـــــ پھر امام ابو حنیفہؒ کا کیا ردِ عمل تھا؟ ان کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی کہ عیب دار کپڑا خریدار کو مطلع کیے بغیر پوری قیمت پر بیچ دیا ـــــ (ذرا سوچیے کہ اگر امام اعظمؒ کی جگہ آپ ہوتے تو آپ کا ردِ عمل کیا ہوتا یقیناً آپ اپنے سیلز مین کو شاباش دیتے کہ تم بڑے ہوشیار اور بڑے سمجھدار ہو کہ ناقص اور عیب دار چیز ہاتھ کی صفائی سے پوری قیمت پر بیچ دی ـــــ سیلز مین تو تم جیسا چالاک اور ہوشیار ہونا چاہیے)

مگر امام اعظمؒ نے سیلز مین کی بات سنی تو پریشان ہو گئے ـــــ جس طرح آج سائیکل کرایہ پر ملتے ہیں اس زمانے میں گھوڑے کرایہ پر ملتے تھے۔ امام صاحبؒ نے گھوڑا کرایہ پر لیا اور اس قافلے کا پیچھا کیا جس قافلے میں اس تھان کا خریدار موجود تھا، تھوڑی دور

قافلے کو جالیا، اور فرمایا: رک جاؤ تم ایک تھان لے کر آئے ہو۔۔۔ قافلے والوں نے سمجھا شاید یہ شخص ہمیں چور سمجھ رہا ہے۔۔۔ انھوں نے کہا: واللہ ہم چور نہیں ہیں، قیمت دے کر تھان خریدا ہے۔

امام اعظمؒ نے فرمایا میں تمھیں چور سمجھ کر نہیں آیا بلکہ جو تھان تم لے کر آئے ہو وہ عیب دار ہے اور اس قیمت کا نہیں جتنی رقم تم ادا کر کے آئے ہو۔ میں تو تمھاری قیمت تمھیں واپس کرنے کے لیے آیا ہوں۔

(امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کی زندگی کے اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد مجھے کہنے دو اور مجھے یہ کہنے کا حق بھی ہے کہ جو ابو حنیفہؒ کپڑے کے ایک تھان کے معاملے میں امانت و دیانت کے تقاضے پورے کرتا ہے اور خیانت نہیں کرتا، وہ ابو حنیفہؒ دین کے معاملے میں اور احادیثِ نبویہ کے سلسلہ میں بھی خیانت نہیں کرسکتا۔)

آئیے سبب تلاش کریں

سامعینِ گرامی قدر! میں نے وقت کی قلت کے مدِ نظر صرف چند حضرات کا تذکرہ کیا ہے اِن حضرات کے واقعات اور سیرت کی پاکیزگی سے آپنے محسوس کیا ہوگا کہ جس دور میں اِن حضرات نے اپنی زندگیاں گزاریں اُس دَور میں ترقی کا یہ دَور دَورہ نہیں تھا۔۔۔ سیرت کی اتنی تشہیر نہیں تھی، اتنے جلسے اور کانفرنسیں نہیں تھیں۔۔۔ جلوسِ میلاد کا دُور دُور تک نام و نشان نہیں تھا، یہ نعت خوانی نہیں تھی یہ قوالی نہیں تھی۔۔۔ تحریر و تصنیف کا اتنا شعور نہیں تھا، ذرائع ابلاغ نہیں تھے، مگر باوجود اس کے ان لوگوں کی اپنی سیرتیں اور عادات، ان کے اعمال و افعال، ان کی گفتار و کردار، ان کا رہن سہن، ان کا چال چلن اتنا عظیم بلکہ عظیمُ الشان تھا، اتنا اعلیٰ و اولیٰ تھا، اتنا افضل و عالیشان تھا کہ فرشتے بھی رشک کریں۔ اُن کی سیرتیں اُجلی بھی تھیں اور اُجلا بھی۔۔۔ پاکیزہ بھی تھیں اور مقدس بھی۔

اور آج میلوں لمبے جلوس نکلتے ہیں، بڑی بڑی کانفرنسیں ہوتی ہیں، سیرت کے عنوان سے پمفلٹ اور رسائل شائع ہوتے ہیں، بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوتی ہیں، ذرائع ابلاغ کے ذریعہ سیرت کے مختلف پہلو بیان ہوتے ہیں اور لاکھوں لوگ سنتے ہیں

سکیں ہماری سیرتیں دِن بدن خستہ اور خراب ہو رہی ہیں۔ ہماری عادتیں دِن بدن بگڑ رہی ہیں، ہاں ہمارے اخلاق دِن بدن تباہ ہو رہے ہیں۔ ہمارے اعمال اور ہمارے افعال روز روز سیاہ ہو رہے ہیں۔

ہمارے عقائد گندے، اعمال خراب، معاشرہ ابتر، ماحول پراگندہ، رہن سہن قابلِ حسرت، آج پورا معاشرہ اور معاشرے کا تقریباً ہر فرد ـــ عالم ہو یا جاہل، امام ہو یا مقتدی، پیر ہو یا اس کا مُرید، شہری ہو یا دیہاتی، اُستاد ہو یا شاگرد، مِل اونر ہو یا مزدور، مالک ہو یا مزارع امیر ہو یا غریب، تاجر ہو یا کسان اس لپیٹ میں اور اس گرداب میں پھنسا ہوا ہے۔

بنیادی سبب قول و فعل میں تضاد

اور اس کی بنیادی وجہ میری ناقص سمجھ کے مطابق یہ ہے کہ پہلے لوگوں کی سیرتیں اس لیے بہتر اور اعلیٰ تھیں کہ وہ جو کچھ کہتے تھے اس پر عمل کرتے تھے بلکہ کہتے کم تھے اور عمل زیادہ کرتے تھے اور ہماری سیرتیں اس لیے برباد ہو رہی ہیں کہ ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے ـــ جو کچھ ایک خطیب اور ایک واعظ کہتا ہے اس کا اپنا عمل اس پر نہیں ہوتا ـــ جو کچھ ایک مُصنّف اور ایک مؤلف تحریر کرتا ہے اس کا اپنا عمل اس پر نہیں ہوتا ـــ جو کچھ ایک شاعر کہتا ہے اس کا اپنا عمل اس کے خلاف ہوتا ہے ـــ اور جو کچھ لوگ سنتے اور پڑھتے ہیں ان کا ارادہ بھی عمل کرنے کا نہیں ہوتا۔

ہم میں عمل کا فقدان ہے

آج ہم سیرت النبی ﷺ کے پروگراموں میں سنتے ہیں کہ رحمتِ کائنات ﷺ دنیا والوں کو یکجائی بنانے آئے تھے۔ مگر ہم ہرجائی بنے ہوئے ہیں ـــ ہم سیرت کے جلسوں میں سنتے ہیں کہ انھوں نے توحید کی دعوت دی مگر ہم شرک کے دلدادہ ہو گئے ہیں ـــ ہم سنتے ہیں کہ انھوں نے بدعات و رسومات سے سختی کے ساتھ روکا ہے مگر ہم بدعات و رسومات کے خوگر ہو چکے ہیں ـــ ہم سنتے ہیں کہ انھوں نے نماز ادا کرنے کا سختی کے ساتھ حکم دیا مگر سیرت کے جلسوں کے انتظام کرنے اور جلوسوں کے اہتمام میں کتنے لوگوں کی نمازیں رہ جاتی ہیں ـــ ہم سنتے ہیں کہ انھوں نے ملاوٹ کرنے سے روکا اور فرمایا:

مَنْ غَشَّ فَلَيْسَ مِنَّا جس نے ملاوٹ کی اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ مگر اس کے باوجود ہم ملاوٹ کرنے سے باز نہیں آتے۔

ہم سنتے پڑھتے ہیں کہ آپؐ نے کم تولنے اور کم ماپنے سے روکا، مگر ہم کم تولنے ہی کو تجارت کی کامیابی کا پہلا زینہ سمجھتے ہیں۔

ہم سنتے ہیں کہ ہمارے پیارے پیغمبر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا تھا: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ جو شخص اپنے وعدے کو پورا نہیں کرتا اس کا ایمان کامل نہیں ہے۔ مگر ہم میں کتنے ہیں جو اپنے عہد اور وعدوں کو پورا کرتے ہیں! ہم سنتے ہیں کہ انھوں نے سچ بولنے کا حکم دیا ـــــ جھوٹ بولنے سے روکا ـــــ غیبت کرنے سے منع کیا ـــــ بہتان باندھنے سے روکا ـــــ زنا، بدکاری اور بے پردگی سے منع کیا ـــــ پڑوسی کے حقوق کی بات کی، حقوق العباد پورے کرنے پر زور دیا، زکوٰۃ ادا کرنے، روزہ رکھنے، قربانی دینے اور حج کرنے کا ارشاد فرمایا ـــــ ہم سنتے اور پڑھتے ہیں کہ انھوں نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ـــــ سود خوری کو بہت بڑا جرم قرار دیا ـــــ جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم اٹھانے سے منع فرمایا ـــــ ہم سنتے ہیں کہ آپؐ نے یتیم کے ساتھ احسان کرنے اور اس کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم دیا ـــــ کس کس حکم کا ذکر کروں کس کس بات کا تذکرہ کروں ـــــ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہم سیرت کے حوالے سے جو کچھ سنتے ہیں وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دیتے ہیں۔ ہمارا اس پر عمل کرنے کا ارادہ ہی نہیں ہوتا۔ اور یہی سبب اور یہی وجہ ہے ہماری سیرتوں کی بربادی کی اور خستہ حالی کی!

سیرتِ نبویؐ کا سب سے اہم پہلو

میں سمجھتا ہوں کہ امام الانبیاء خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی سیرت کا سب سے اہم، سب سے نمایاں اور سب سے انوکھا حصہ اور پہلو بھی یہی ہے کہ آپ جو کچھ کہتے ـــــ اور آپؐ جو حکم امت کو دیتے تھے پہلے خود عمل کر کے دکھاتے تھے۔

مگر افسوس اور حیرت اس بات پر ہے کہ آج کا خطیب اور واعظ ـــــ آج کا

مقرر اور مبلغ ــــــ آج کا مصنف اور مؤلف ــــــ آج کا شاعر اور معلم سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر کرتا ہے، رضاعت کا تذکرہ ہوتا ہے مگر سیرت کے سب سے نمایاں اور ضروری پہلو کا ذکر نہیں کرتا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے تھے اس پر عمل کر کے دکھاتے تھے۔

میرے کہنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت و رضاعت کا ذکر نہیں ہونا چاہیے۔ آپ ﷺ کے بچپن و جوانی کا تذکرہ نہیں ہونا چاہیے۔ یا آپ ﷺ کے حسن و جمال کا بیان نہیں ہونا چاہیے یا آپ ﷺ کے معجزات کی بات نہیں ہونی چاہیے ــــــ کون کافر اس سے منع کر سکتا ہے۔ آپ کے حسن و جمال کا تذکرہ ضرور ہونا چاہیے خود رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے آپ کے حسن و جمال اور کمالات کا تذکرہ کیا تھا۔

وَ اَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَ اَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَآءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اہم اور ضروری بلکہ نہایت ضروری پہلو جسے آج کے خطیب اور واعظ نے پس پشت ڈال رکھا ہے ــــــ جسے آج کے مصنف اور دانشور نے نظر انداز کر رکھا ہے وہ یہ ہے کہ رسولِ انور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اُمت کو حکم دیتے تھے اس پر بلکہ اس سے بڑھ کر عمل کر کے دکھاتے تھے اور آج اسی چیز اور اسی بات کی ہم میں کمی پیدا ہو گئی ہے اس لیے ہمارا معاشرہ دن بدن ابتر سے ابتر ہوتا جا رہا ہے!

سیرت کے اس اہم پہلو کی چند مثالیں

آئیے سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہم اور نمایاں پہلو کی چند مثالیں سنیے تا کہ بات واضح ہو جائے اور سمجھنے میں آسانی رہے!

پہلی مثال نماز

امت کو نماز پڑھنے کا حکم دیا کہ تم پر پانچ وقت کی نماز فرض ہے اسے ادا کرو۔ مگر آپ ﷺ نے خود چھ وقت کی نمازیں پڑھ کر دکھائیں تہجد کی نماز عام مسلمانوں سے معاف ہو گئی تھی مگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز بھی تمام عمر ادا فرماتے رہے۔ وَمِنَ الَّيۡلِ فَتَهَجَّدۡ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ۔ اور پھر نماز بھی کیسی؟ کہ رات بھر کھڑے ہیں اور کھڑے کھڑے پاؤں مبارک میں ورم آگیا ہے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتی ہیں یارسول اللہ! اللہ رب العزت نے تو آپ ﷺ کو ہر طرح معاف کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو امام الانبیاء بنایا ہے، خاتم النبیین بنایا ہے، شفیع المذنبین بنایا ہے، حوض کوثر کا ساقی بنایا ہے، روزِ محشر کا شافع بنایا ہے، تمام انبیاء سے اعلیٰ و افضل مقام عطا فرمایا ہے، صاحبِ معراج کے درجے سے سرفراز فرمایا، صاحبِ قرآن کا مقام عطا فرمایا، یارسول اللہ! آپ ﷺ تو سب سے اعلیٰ ہیں، سب سے اولیٰ ہیں، سب سے افضل ہیں، ہاں آپ ﷺ ہی تو ملائکہ جنات اور انسانوں کے سردار ہیں، محبوبِ خدا بھی ہیں، مجتبیٰ بھی، مرتضیٰ بھی اور مصطفیٰ بھی ہیں۔

پھر آپ ﷺ عبادتِ خداوندی میں اس قدر تکلیف کیوں اٹھاتے ہیں؟ ——— اتنی مشقت اتنی محنت کس لیے؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات کو سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُوۡنَ عَبۡدًا شَكُوۡرًا ——— عائشہؓ! جس معبود و مسجود نے اتنے مرتبے سے نوازا، اتنا مقام عطا فرمایا، سر پر ختمِ نبوت کا تاج سجایا، بیت المقدس میں امام الانبیاء بنایا، نبی الانبیاء کے شرف سے مالا مال کیا، کیا میں اس مولا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں!

مرض الوفات میں نماز کا اہتمام

آپ ﷺ نے آخری نماز جس کی امامت فرمائی وہ وفات سے چار دن پہلے جمعرات کے دن مغرب کی نماز تھی عشاء کے وقت آپ ﷺ پر غنودگی طاری تھی کچھ افاقہ ہوا تو پوچھا: اَصَلَّى النَّاسُ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ وہاں پر بیٹھے ہوئے لوگوں نے جواب دیا ——— لَا يَا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَهُمۡ يَنۡتَظِرُوۡنَكَ ——— یارسول اللہ! آپ ﷺ کے جانثار صحابہؓ آپ ﷺ کا انتظار

کررہے ہیں آپؐ نے فرمایا پانی لاؤ اور مجھے وضو کراؤ تاکہ میں لوگوں کو نماز پڑھا سکوں ـــــ پانی کے آنے سے پہلے آپؐ پر دوبارہ غشی طاری ہوئی افاقہ ہونے پر پھر وہی سوال زبان پر آیا ـــــ اَصَلَّى النَّاسُ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ غرضیکہ بار بار تیاری کرتے اور ارادہ فرماتے کہ باوجود مرض کی شدت و تکلیف کے میں مسجد میں جاکر لوگوں کو نماز پڑھاؤں ـــــ جب یقین ہوگیا کہ میں مسجد میں جانے کی ہمت نہیں رکھتا، تب فرمایا:

مُرُوْا اَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ ابوبکرؓ سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں!

ایک دن سیدنا ابوبکرؓ مصلائے امامت پر اور تمام صحابۂ کرامؓ ان کے مقتدی کہ آپؐ کی طبیعت سنبھل گئی۔ فرمایا مجھے مسجد لے چلو میں نماز باجماعت ادا کرنا چاہتا ہوں ـــــ قوت جواب دے چکی تھی اور ضعف و کمزوری نے اپنے پنجے پوری طرح گاڑ لیے تھے مگر آپؐ دو صحابیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر مسجد تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔

کہنا یہ چاہتا ہوں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے اہم اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپؐ نے امت کو جس کام کا حکم دیا وہ کام پہلے خود کر کے دکھایا!

دوسری مثال زکوٰۃ

آپؐ نے لوگوں کو زکوٰۃ و خیرات کا حکم دیا تو پہلے خود اس پر بلکہ اس سے زیادہ پر عمل کر کے دکھایا ـــــ آپؐ نے امت کو یہ حکم نہیں دیا کہ تم سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کردو ـــــ یہ بھی نہیں فرمایا کہ گھربار لٹادو ـــــ بلکہ حکم دیا کہ اپنی کمائی میں سے کچھ دوسروں پر بھی خرچ کرو وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ کہ ہمارے دیے ہوئے رزق میں سے کچھ خرچ کرو ـــــ امت سے کہا اپنی دولت میں سے سال کے بعد چالیسواں حصہ راہِ خدا میں خرچ کرو مگر خود آپؐ کا عمل ساری زندگی یہ رہا کہ جو کچھ آیا راہِ خدا میں لٹا دیا ـــــ سیدنا ابوذرؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ رات کے وقت میں آپؐ کے ساتھ ایک راستہ سے گذر رہا تھا کہ آپؐ نے فرمایا ابوذرؓ اگر احد پہاڑ میرے لیے سونا ہوجائے تو میں کبھی پسند نہ کروں گا کہ تین راتیں گذر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس رہ جائے۔

ایک دفعہ عصر کی نماز کے لیے تشریف لائے اور فوراً واپس گھر تشریف لے گئے کچھ

دیر کے بعد باہر آئے لوگوں کو تعجب ہوا' انھوں نے پوچھا کیا ماجرا ہے؟ فرمایا مجھ کو یاد آیا کہ سونے کا ایک معمولی سا ٹکڑا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ پیغمبرِ خدا کے گھر میں سونے کا ٹکڑا موجود ہو تو رب پیغمبر کی نماز قبول نہیں کرتا ـــــ اس سے بھی بڑھ کر ایک اور واقعہ سنیے۔ آپ ﷺ مرض الوفات میں ہیں بیماری کی بے چینی' تکلیف کی بے حد شدت ہے۔ مگر یاد آتا ہے کہ کچھ اشرفیاں گھر میں پڑی ہیں لوگوں کو حکم دیا کہ انھیں خیرات کردو۔ کیا محمد ﷺ اپنے رب سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کے پیچھے اس کے گھر میں اشرفیاں پڑی ہوں! غرضیکہ آپ ﷺ نے کبھی مال جمع نہیں فرمایا جو کچھ کہیں سے وصول ہوا اسے راہِ خدا میں خرچ کر دیا۔

تیسری مثال روزہ

آپ نے امت کو روزوں کا حکم دیا۔ اور ارشاد ہوا کہ رمضان المبارک کے روزے تم پر فرض کیے گئے ہیں یعنی پورے سال میں صرف ایک مہینہ ـــــ مگر خود آپ ﷺ کی کیفیت کیا تھی ـــــ خود آپ نے کس قدر عمل کر کے دکھایا ـــــ کوئی مہینہ بلکہ کوئی ہفتہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا ـــــ لوگوں سے کہا دن بھر سے زیادہ روزہ مت رکھو مگر خود آپ ﷺ کا یہ حال تھا کہ کبھی دو دو تین تین دن لگاتار درمیان میں کچھ کھائے پیے بغیر روزہ رکھتے تھے۔ کچھ صحابہؓ نے بھی ایسا کرنا چاہا تو فرمایا تم میں سے کون میری مانند ہے؟ مجھ کو تو میرا مولا کھلاتا پلاتا ہے۔

ام المومنینؓ سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ روزے رکھنے پر آجاتے تو معلوم ہوتا تھا کہ اب کبھی افطار نہیں کریں گے!

اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل

آپ نے اللہ تعالیٰ پر بھرپور اعتماد' اس کی ذات پر مکمل توکل اور بھروسہ کی تعلیم دی' لیکن اس راہ میں آپ ﷺ کا اپنا طرزِ عمل اور شان کیا ہے؟

مشرکینِ مکہ نے مکہ کی تیرہ سالہ زندگی میں آپ ﷺ کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا' جسمانی مار دی' ذہنی اذیت پہنچائی' طرح طرح کے فتوے لگائے' نوع بہ نوع شوشے چھوڑے' گالیاں دیں' پتھر مارے' گلے میں رسیاں ڈالیں' راستے میں کانٹے بچھائے' جسم اقدس پر سگین حرم کے

اندر نجاست ڈالی۔ مگر آپ ﷺ کے قدم راہِ حق سے ذرہ برابر بھی نہ ڈگمگائے، ابوطالب کے ذریعے دولت، عورت اور حکومت کے لالچ دیے گئے مگر آپ کے قدم پہاڑ کی طرح اپنے موقف پر جمے رہے ــــــ ابوطالب آپ ﷺ کا چچا تھا اور معاون بھی ــــــ جب ابوطالب نے اپنی حمایت و تائید سے پیچھے ہٹنے کا اشارہ دیا تو آپؐ نے کتنے حوصلے اور عزم سے فرمایا کہ چچا! آپ کو کب سے غلط فہمی ہو گئی ہے کہ میں تیرے سہارے مسئلۂ توحید بیان کرتا ہوں ــــــ کل نہیں، آج چھوڑ جائیے مجھے کوئی پرواہ نہیں، اس لیے کہ میرا بھروسہ زمین و آسمان کے خالق پر ہے۔

دولت، عورت اور حکومت کو ٹھکرا دیا

مشرکینِ مکہ نے ابوطالب کے ذریعہ پیش کش کی کہ اپنے بھتیجے سے کہہ دولت، عورت اور حکومت جو چاہتا ہے ہم دینے کے لیے تیار ہیں۔ وہ یہ سب کچھ لے لے اور توحید کے مسئلے میں کچھ نرمی اختیار کرے آپؐ نے فرمایا:

چچا! اگر قریشِ مکہ میرے دائیں ہاتھ پر آفتاب اور بائیں ہاتھ پر ماہتاب بھی رکھ دیں تب بھی میں تبلیغِ توحید سے باز نہیں آؤں گا۔

غارِ ثور میں توکل کا مظاہرہ

سفرِ ہجرت میں آپ ﷺ سیدنا صدیقِ اکبرؓ کے ہمراہ غارِ ثور میں پناہ لیے ہوئے ہیں کفارِ مکہ آپ ﷺ کا تعاقب کرتے ہوئے غار کے دہانے پر پہنچ جاتے ہیں۔۔۔۔ نہتے اور بے بس محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلح قریش کے درمیان چند گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو گھبرا گئے مگر عزم و استقلال کا پیکر بولتا ہے کہ ابوبکرؓ تم کیا سمجھتے ہو کہ غار میں ہم دو ہیں۔ نہیں تیسرا خدا بھی ہمارے ساتھ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

غزوۂ نجد سے واپسی پر آپ ﷺ ایک درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں ــــ مسلمان اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے ایک دشمن آپ کے سرہانے آ کھڑا ہوتا ہے، آپ ﷺ کی آنکھ کھلتی ہے تو دیکھتے ہیں کہ ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے وہ کہتا ہے بتاؤ اے محمد ﷺ! اب کون ہے جو تم کو میرے ہاتھ سے بچا سکتا ہے؟

اطمینان و تسلی اور توکل و جرأت سے بھری ہوئی آواز آتی ہے کہ "اللہ" اس پُراثر

اور اطمینان و توکل سے لبریز جواب سے دشمن کے اوسان خطا ہو جاتے ہیں اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے اور رحمۃ للعالمین اس دشمن کے اس قصور کو معاف فرما دیتے ہیں۔

احد و حنین میں ثابت قدمی

آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا کہ میدانِ جنگ میں دشمن کو پیٹھ نہ دکھانا یہ بہت بڑا گناہ ہے اس سے باقی ماندہ فوج بھی بزدل ہو جاتی ہے۔

پھر اس ثابت قدمی کی شان دیکھنی ہو تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں دیکھو۔

میدانِ اُحد میں ایک وقت ایسا آیا کہ مسلمانوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے مگر بہادری و شجاعت کا وہ پیکر اپنی جگہ پر ڈٹا رہا ——— پتھروں کی بارش ہو رہی ہے مگر وہ جما ہوا ہے۔۔۔۔ تیروں' نیزوں اور تلواروں کے حملے ہو رہے ہیں مگر وہ پہاڑ کی طرح قائم ہے ——— خود کی کڑیاں سر مبارک میں دھنس گئیں مگر اس کی ثابت قدمی میں فرق نہیں آیا ——— دندانِ مبارک شہید ہو گئے' چہرۂ اقدس لہولہان ہو گیا مگر ان کے پائے استقلال میں بال برابر لغزش نہیں آئی۔

غزوۂ حنین

غزوۂ حنین میں مسلمانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی اور دشمن کی تعداد تقریباً چار ہزار تھی۔ مسلمانوں کے ذہنوں میں یہ بات مچلنے لگی کہ آج فتح یقینی ہے اس لیے کہ ہماری تعداد دشمن سے کئی گنا ہے ——— کل بدر میں ہماری تعداد صرف ۳۱۳ تھی مقابلہ میں ایک ہزار کا مسلح لشکر تھا مگر ہم نے انہیں عبرت ناک شکست سے دوچار کر دیا۔ آج تو ہماری تعداد بھی زیادہ ہے اور اسلحہ بھی وافر ہے۔ لہٰذا فتح اور جیت یقینی ہے اس قسم کی سرگوشیاں لشکر میں ہو رہی تھیں اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہنس رہی تھی کہ تمہیں مناسب نہیں تھا کہ میری ذات کی بجائے تعداد کی کثرت پر نازاں ہوتے۔

چنانچہ دشمن جو ایک گھاٹی میں چھپا ہوا تھا اس نے یکدم لشکرِ اسلام پر تیروں کی بارش کر دی ——— مسلمان ابھی راستے میں تھے اور جنگ کے لیے تیار بھی نہیں تھے۔ ان کے تیر ترکش میں اور تلواریں نیاموں میں تھیں دشمن نے انہیں سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا اور ان

کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ پیچھے ہٹنے لگے ــــــ مگر ایسے سخت موقع پر امام الانبیاء ﷺ نے اپنے سفید خچر کا منہ اس طرف پھیر دیا جس طرف سے تیر آرہے تھے ــــــ بڑے اطمینان اور استقلال سے آپ ﷺ یہ کلمات پڑھ رہے تھے۔

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ

اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں اللہ کا سچا پیغمبر ہوں اس میں کوئی جھوٹ نہیں ہے ــــــ میں عبد المطلب کی اولاد میں سے ہوں۔ (اور بہادری و شجاعت ہمارا شیوہ اور زیور ہے)

فتح و شکست کس کے اختیار میں

غزوۂ حنین کے اس واقعہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ فتح و شکست کا دار و مدار تعداد کی قلت و کثرت پر نہیں، فتح و شکست کا دار و مدار اسلحہ کی کمی و زیادتی پر بھی نہیں بلکہ فوج اور اسلحہ تو وسائل و ذرائع اور اسباب ہیں فتح تک پہنچنے کے لیے۔ فتح و شکست تو صرف اللہ رب العزت کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو کمزور لشکر کو کثیر جماعت پر غلبہ عطا فرمائے ــــــ وہ چاہے تو ۳۱۳ نہتے اور بے سرو سامان، جن کے پاس وسائل نہیں، ذرائع نہیں، اسباب موجود نہیں، تلواریں موجود نہیں، تیر نہیں، نیزوں سے خالی لشکر ــــــ اور مقابلہ میں ایک ہزار کا جنگجو اور اسلحہ سے لیس لشکر ــــــ مگر جب امام الانبیاء ﷺ اور اصحابِ پیغمبر نے بھروسہ اور اعتماد نیلی چھت والے پر کیا تو اس نے آسمان سے فرشتے اتار کر ان کی مدد کی اور فتح سے ہمکنار کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مسلمانو! فرشتوں کے نازل ہونے سے یہ نہ سمجھ لینا کہ فتح و مدد ان کے ہاتھ میں ہے ــــــ نہیں نہیں! فرشتے تو صرف تمہارے اطمینانِ قلب اور تسلی کے لیے اتارے ہیں ــــــ یاد رکھنا! وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ مدد اور فتح تو صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ و قدرت میں ہے۔

سامعینِ گرامی قدر! میں بیان یہ کر رہا تھا کہ امام الانبیاء ﷺ کی سیرت کا سب سے نمایاں اور ممتاز پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے لوگوں کو جس بات کا حکم دیا اس پر خود عمل کر کے دکھایا۔

دشمن کو معاف کرنا اور عفو و درگذر سے کام لینا

لوگوں سے کہتا آپس میں ایک دوسرے پر رحم کیا کرو، قصور واروں کے قصور معاف کر دیا کرو، دشمنوں پر قابو پانے کے بعد بھی رحم دلی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو، دشمنوں سے بھی پیار کرو یہ سب کچھ کہا اور پھر خود عملی طور پر کر کے دکھایا اور عمل بھی اس طرح کر کے دکھایا کہ انسان تو انسان آسمان کے فرشتے بھی عفو و درگذر کا یہ نمونہ دیکھ کر حیران و ششدر رہ گئے۔

عکرمہ کو جانتے ہیں آپ؟ یہ ابو جہل کا بیٹا ہے جو اسلام، مسلمانوں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن ہے، جس نے آپ ﷺ کو سب سے زیادہ تکالیف پہنچائی تھیں، عکرمہ خود بھی اسلام کو مٹانے کے لیے کئی دفعہ میدانِ جنگ میں کود چکے تھے۔

فتح مکہ کے دن عکرمہ بھاگ کر یمن چلے گئے ان کی بیوی مسلمان ہو کر اپنے خاوند کے لیے پناہ طلب کرتی ہے آپ ﷺ ابو جہل کی بہو کی سفارش مان کر عکرمہ کو پناہ دینے کا وعدہ فرما لیتے ہیں اور جب عکرمہ یمن سے واپس آپ ﷺ کی خدمت میں آتا ہے تو آپ ﷺ اس کے استقبال کے لیے اس تیزی سے اٹھتے ہیں کہ کندھے سے چادر گر جاتی ہے آپ ﷺ جوشِ مسرت میں فرماتے ہیں: مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ ــــ اے مہاجر سوار تیرا آنا مبارک ہو، میں تم کو خوش آمدید کہتا ہوں!

سامعینِ گرامی قدر! ذرا غور فرمائیے یہ خوشی و مسرت کس کے آنے پر ہے؟ بتلائیے یہ استقبال کس کا ہو رہا ہے؟ یہ مبارک باد کے الفاظ کس کے لیے ادا ہو رہے ہیں؟ یہ معافی کس کو عطا ہو رہی ہے؟ یہ عفو و درگذر کا معاملہ کس کے ساتھ ہو رہا ہے؟ اس عکرمہ کے ساتھ جس کے باپ نے تاک تاک کے پتھر مارے، جس نے راستے میں کانٹے بچھائے، جس نے گلے میں چادر ڈال کر مار دینا چاہا، جس نے آپ ﷺ کی معصوم بیٹی کے منہ پر تھپڑ مارے، جس نے دار الندوہ میں آپ ﷺ کے قتل کا فیصلہ کیا، جس نے بدر کا معرکہ برپا کیا ــــ آج میرا نبی صلی اللہ علیہ وسلم، رحمۃ للعالمین پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اس ابو جہل کی جسمانی یادگار کے آنے پر خوشی و مسرت کا اظہار کر رہا ہے۔ آسمان نے عفو و درگذر اور دشمن سے پیار کرنے

کا یہ منظر اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہوگا!

فتح مکہ کے موقع پر عفو و درگذر کا بے مثال مظاہرہ

فتح مکہ کے دن جب آپ ﷺ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو مکہ مکرمہ کے مفتوح اور شکست خوردہ سردار اور وڈیرے ہاتھ باندھے صحن حرم میں کھڑے تھے جس صحنِ حرم میں آپ ﷺ پر نجاستیں پھینکی جاتی تھیں، جس صحن حرم میں آپ ﷺ کو گالیاں دی جاتی تھیں، جس صحن حرم میں آپ ﷺ کو زدو کوب کیا جاتا اور لہولہان کر دیا جاتا۔

ان سرداروں میں وہ بھی تھے جو آپ ﷺ کا تمسخر اڑاتے اور گالیاں بکتے تھے، وہ بھی تھے جو مجنون اور دیوانہ کہہ کر مخول کرتے، وہ بھی تھے جو پتھر برساتے اور بے عزتی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے، ان سرداروں میں وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کی بیٹی زینبؓ کو نیزے مارے، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو شعب بنی ہاشم میں تین سال تک محبوس رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ ﷺ کو وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا، وہ بھی تھے جو بلالؓ کے تپتے ہوئے کوئلوں پر لیٹ کر تڑپنے پر خوش ہوتے تھے، ان سرداروں میں وہ بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کرتے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے ابو فکیہہؓ کی پسلیاں توڑ دی تھیں، آج آپ ﷺ کے سامنے وہ لوگ بھی دست بستہ تھے جنھوں نے آپ ﷺ کے ساتھیوں کو قتل کیا تھا ان کے سینے چاک کر دیے تھے اور ان کے دل و جگر کے ٹکڑے کیے تھے ـــــ آج یہ سب مجرم سرنگوں سامنے تھے، آج یہ عاجز درماندہ اور محتاج و لاچار اس فکر میں تھے کہ آج مکہ کا فاتح ہمارے ساتھ خدا معلوم کیا سلوک کرے گا ـــــ دس ہزار خون آشام تلواریں آپ ﷺ کے اشارۂ ابرو کی منتظر تھیں کہ حکم ہو تو ان کی بوٹیاں فضائے آسمانی میں اڑا دی جائیں ـــــ کہ یکایک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز فضا میں بلند ہوئی اور کائنات کو حیران کر گئی، فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو، میں نے تم سب کو معاف کر دیا ہے۔ امیہ (سیدنا بلالؓ کا مالک جو انھیں ہر طرح کی اذیتیں دیتا تھا) کے بیٹے

صفوان کو معاف کر دیا، جس صفوان نے عمیر بن وھب کو زہر میں تلوار بجھا کر دی تھی کہ مدینہ جا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دو ـــــ ہبار بن الاسود کو معافی دے دی، جس نے زینبؓ کو نیزے مارے تھے ـــــ وحشی، سیدنا حمزہؓ کے قاتل سے درگذر فرما لیا، طائف کے سرداروں کو معافی عطا ہوئی ـــــ ابوسفیان جو احد اور جنگِ خندق میں لشکرِ کفار کا سردار تھا اسے نہ صرف معافی دی بلکہ اس کے گھر کو دارِ امن قرار دیا۔

حاضرینِ گرامی قدر! بیان یہ حقیقت کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے نمایاں اور خوبصورت پہلو اور حصہ یہ ہے کہ آپؐ نے جو کچھ کہا اس پر خود عمل کر کے دکھایا اور آج ہماری حالت یہ ہے کہ ہم جو کچھ کہتے اور جو کچھ سنتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر صحابۂ کرامؓ خندق کھودتے ہیں تو آپؐ بھی خندق کھودتے ہیں اصحابِ رسولؐ بھوک سے نڈھال ہو کر پیٹ پر پتھر باندھتے ہیں تو آپؐ دو پتھر باندھتے ہیں! مسجدِ نبویؐ کی تعمیر میں صحابۂ کرامؓ مٹی اٹھاتے، گارا بناتے ہیں تو آپؐ بھی اس کام میں ان کے ساتھ شریک ہیں! لوگوں سے فرمایا: لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا عَھْدَ لَہٗ جو شخص وعدے اور عہد کا پختہ نہیں ہے اس کا ایمان کامل نہیں ہے ـــــ پھر کئی مواقع پر اپنے اس قول پر عمل کر کے دکھایا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر شرائط لکھی جا رہی تھیں کہ مکہ سے بھاگ کر اگر کوئی شخص مدینہ جائے گا تو واپس کرنا پڑے گا ابھی اس تحریر پر دستخط نہیں ہوئے کہ ایک مظلوم صحابی ابوجندلؓ بن سہیل پابہ جولاں مکہ سے بھاگ کر وہاں پہنچ گیا وہ بڑی مشکل سے مشرکین کی قید سے بھاگا تھا۔ آنکھوں میں آنسو اور بے بسی سے کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھتا ہے ـــــ مگر آپؐ فرماتے ہیں ابوجندلؓ بیٹا! میں تحریر میں معاہدہ کر چکا ہوں تم واپس پلٹ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے کوئی سبیل ضرور پیدا کرے گا!

غرضیکہ جو کہا اس پر عمل کر کے دکھایا ـــــ لوگوں سے کہا اللہ کے نزدیک امیر و غریب، کالے اور گورے، مالک اور غلام بحیثیت انسان سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز، مکرم، محبوب اور پسندیدہ وہ ہے جو دل میں خوفِ خدا رکھتا ہے ـــــ پھر

آپؐ نے خود اس پر عمل کر کے دکھایا کہ آزاد کردہ غلام سیدنا زیدؓ کے ساتھ اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا نکاح کر دیا۔ حجۃ الوداع کا موقع ہے آپؐ کے گرد ایک لاکھ سے زائد جانثار جمع ہیں انھیں اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام سنایا جا رہا ہے ـــــ عرب کے باطل رسوم اور نہ ختم ہونے والی لڑائیوں کا سلسلہ آج توڑا جا رہا ہے ـــــ لوگوں کو تلقین کی جا رہی ہے کہ دشمنوں کے ساتھ عفو و درگذر اور معافی کا معاملہ کرو ـــــ مگر تعلیم و تلقین اور تبلیغ کے ساتھ ساتھ اپنی ذاتی مثال اور اپنے عمل کو بھی ہر قدم پر پیش کیا جا رہا ہے ارشاد ہوتا ہے۔

"آج عرب کے تمام انتقامی خون باطل کر دیے گئے یعنی تم سب ایک دوسرے کے قاتلوں کو معاف کر دو اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا خون اپنے بھتیجے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں!" پھر فرمایا:

"جاہلیت کے تمام سودی لین دین اور کاروبار آج باطل کیے جاتے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباسؓ کا سودی کاروبار ختم کرتا ہوں!"

حضراتِ گرامی! یہ ہے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا عملی پہلو اور عملی نمونہ جو صرف تبلیغ اور خوش بیانیوں تک محدود نہیں بلکہ آپؐ نے جو فرمایا، آپؐ نے جو کہا، آپؐ نے جو حکم دیا پہلے کر کے دکھایا اور اپنے آپ کو عملی نمونہ کے طور پر پیش کیا اسی لیے اللہ رب العزت قرآنِ مقدس کے ساتھ ساتھ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی بھی دعوت دیتا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو اسوۂ حسنہ قرار دیتا ہے ـــــ فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (لوگو!) بیشک تمھارے لیے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

پیغمبر بشر کیوں ہوتے ہیں

چونکہ پیغمبر کی زندگی کو لوگوں کے لیے عملی نمونہ بنایا جاتا ہے اسی لیے پیغمبر انسان اور بشر ہی ہوتے ہیں تاکہ وہ لوگوں کے سامنے زندگی کے ایک ایک موڑ اور ایک ایک مرحلے میں عملی نمونہ پیش کریں ـــــ ان کے ساتھ بشری تقاضے اور بشری لوازمات موجود ہوتے ہیں۔ پھر وہ زندگی کے ایک ایک قدم پر لوگوں کے سامنے عملی نمونہ پیش کرتے ہیں

اور لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ جس طرح زندگی کے نشیب و فراز ہم گذار رہے ہیں تم بھی زندگی اس طرح گذارنے کی کوشش کرو ــــــ اگر کسی نوری کو نبی بنا کر بھیجا جاتا تو وہ زندگی کے مختلف مراحل میں عملی نمونہ نہ پیش کر سکتا' وہ صرف حکم دیتا خود وہ کام کر کے نہ دکھا سکتا ــــــ نہ وہ کھاتا نہ پیتا' نہ شادی کرتا نہ بچے ہوتے' نہ ماں باپ نہ سسرال ہوتے' نہ تجارت کرتا نہ بکریاں چراتا' نہ سوتا نہ جاگتا' نہ برادری' نہ کنبہ' نہ قبیلہ ــــــ پھر وہ انسانوں کے لیے عملی نمونہ کس طرح بنتا۔

اس لیے نبوت و رسالت صرف بشر کو عطا ہوئی کہ اس کے ساتھ تمام بشری تقاضے اور لوازمات ہوں ــــــ اس کے گھر خوشی بھی ہو اور غمی بھی' شادی بھی ہو اور مرگ بھی' لڑکے بھی ہوں اور لڑکیاں بھی' اس کی بیوی بھی ہو' والدین بھی ہوں' سسرال بھی ہوں اور داماد بھی' وہ کھاتا بھی ہو اور پیتا بھی' وہ سوتا بھی ہو اور جاگتا بھی' وہ مسجد میں بھی آتا ہو اور ضروریاتِ زندگی کے حصول کے لیے بازار بھی جاتا ہو ــــــ وہ تجارت بھی کرتا ہو اور عبادت بھی' اس کے چچا بھی ہوں اور پھوپھیاں بھی ــــــ تاکہ زندگی کے ایک ایک قدم پر اور زندگی کے ایک ایک موڑ پر وہ لوگوں کے لیے عملی نمونہ بن سکے اور اس کی زندگی میں لوگوں کے لیے اسوہ اور نمونہ موجود ہو تاکہ وہ اس کی پیروی اور اطاعت کر کے اور اس کے نقشِ قدم پر چل کر اللہ تعالیٰ کے محبوب بن سکیں۔

میری پوری تقریر اور بیان کا خلاصہ اور نچوڑ یہ ہے کہ میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا سب سے خوبصورت اور نمایاں حصہ اور پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ نے جس کام کا حکم دیا اس پر عمل کر کے دکھایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

کمپوزنگ بخطِ واسطی: گلستانِ کتابت چوک بلاک نمبر ۱۱ سرگودھا

اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ وَخَاتَمِ النَّبِیّٖنَ ۔ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ ۔ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سامعین گرامی ! امام الانبیاء رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا نام آپ کے دادا عبدالمطلب نے "محمّد" رکھا تھا ، اور یہ نام الہامی ہے یعنی عبدالمطلب کے ذہن میں اللہ تعالیٰ نے ڈالا تھا ، کہ اپنے نومولود یتیم پوتے کا نام "محمّد" رکھو . . . . . . پھر واقعی آپ اسم بامسمیٰ ہوئے . کہ جو معنیٰ اور جو مطلب آپ کے نام کا بنتا تھا . آپ کی ذات اور آپ کی شخصیت ویسی ہی تھی (لفظ محمّدؐ اور احمدؐ کے مفہوم پر مشتمل تقریر آپ اسی کتاب میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں) .

"محمّد" بابِ تفعیل کا اسم مفعول ہے . اور اس باب کا ایک خاصہ یہ ہے کہ کسی کام کا وجود میں آنا اس طور پر مانا جائے کہ گویا کسی مخفی یا ظاہر طاقت نے اس کو وجود

میں آنے کے لئے مجبور کیا ہے۔ جیسے صَرَّفَ پھیر دیا۔ یعنی کسی طاقت نے بے اختیار کر کے پھیر دیا۔۔۔۔۔۔۔

اِسی طرح "محمد" کا معنیٰ ہوگا۔ وہ ذات جس کی تعریف بے اختیار کی گئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔ "محمدؐ" کا معنیٰ ہے وہ ذات جس کی تعریف کرنے پر اپنے اور بیگانے مجبور ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ جس کی تعریف انسان بھی کریں اور جنات بھی۔۔۔۔۔۔۔ جس کی تعریف نوری بھی کریں اور خاکی بھی۔۔ ۔۔۔۔۔ جس کی تعریف آسمانوں میں بھی ہو اور زمین پر بھی۔۔۔۔۔۔

ہاں ہاں محمدؐ وہ ہے جس کی تعریف دوست بھی کریں، مگر دشمن بھی اس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔ اور حقیقتاً تعریف وثنا ہوتی بھی وہی ہے جو دشمن کرے اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ۔۔۔۔۔۔

اپنوں نے اور دوستوں نے تو تعریف کرنی ہی ہے۔۔۔۔۔ عاشق اور مُحب کو تو محبوب کے عیب بھی ہُنر دکھائی دیتے ہیں۔ مگر مزہ تو تب ہے کہ دشمن فضیلت وعظمت کی گواہی دے۔ شاعر کہتا ہے ؎

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے ٭ مزہ تو تب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

میرے آقا اور محبوب پیغمبر کی ذات وہ ذات ہے کہ دوست تو دوست رہے دشمن بھی آپ کی تعریف کرنے پر مجبور ہے۔۔۔۔۔۔ اپنے تو اپنے رہے بیگانے اور جان کے وَیری بھی آپ کی فضیلت اور عظمت کی گواہی دینے پر مجبور ہوں۔

فرعونِ اُمت ابوجہل کی گواہی

وہ دیکھو ابوجہل کعبہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور کون نہیں جانتا کہ ابوجہل سب سے بڑا دشمن اسلام ہے۔ رحمتِ کائنات صلی

اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن ہے۔ ہر روز نئی نئی تدبیریں کر کے آپ کو بدنام اور ناکام بنانے کی کوشش کرتا ہے۔۔۔ گالیاں بکتا ہے۔۔۔۔۔۔ پتھر برساتا ہے۔۔۔۔۔۔ آوازے کستا ہے۔۔۔۔۔ گستاخیاں کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ تدبیریں سوچتا میٹنگیں کرتا، اور اسلام اور بانیٔ اسلام کے خلاف مشوروں میں مصروف رہتا ہے۔

اس ابوجہل سے کسی شخص نے بیت اللہ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ کر پوچھا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔ مکہ کے چوہدری! یہاں ایک تو ہے اور دوسرا میں، ہمیں نہ کوئی دیکھنے والا ہے، اور نہ کوئی ہماری گفتگو کو سننے والا ہے۔۔۔۔۔۔۔ سچ سچ بتا "محمدؐ" کے بارے تیرا کیا خیال ہے۔۔۔۔۔۔۔ تم اور تمہاری پارٹی جو اُسے کذاب، ساحر، مجنون، اور نہ جانے کیا کچھ کہتے رہتے ہو کیا "محمدؐ" واقعی ایسا ہی ہے۔

ابوجہل سوال سن کے چکرا گیا، کہتا ہے تم نے بڑی عجیب جگہ پر سوال پوچھا ہے تو سنو! سچ پوچھتے ہو تو مجھے کعبے کے رب کی قسم ہے کہ آسمان کی نیلی چھت کے نیچے، اور اس دھرتی کے سینے پر میں نے "محمدؐ" سے سچا کوئی نہیں دیکھا۔

پوچھنے والے نے سُنا تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، کہ ابوجہل ہمارا لیڈر ہے، اور لیڈر کی خلوت کی گفتگو اور جلوت کی سرگرمیوں میں واضح تضاد۔۔۔۔۔۔۔ لوگوں کے روبرو ہمارا لیڈر کہتا ہے "محمدؐ" کے نزدیک نہ جانا یہ کذاب ہے۔۔۔۔۔۔۔ محمدؐ کی بات نہ سننا یہ شاعر اور ساحر ہے اور تنہائی میں بیت اللہ کے سائے میں بیٹھ کر اور قسم اٹھا کر کہتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں محمدؐ سے سچا کسی کو پایا ہی نہیں! پوچھنے والے نے

کہا کتے کے چوہدری ! اگر "محمدؐ" سے سچا کوئی نہیں تو پھر تُو اس کی مخالفت کیوں کرتا ہے ؟ پھر تُو اس کے ساتھ لڑتا کیوں ہے ؟ پھر تُو اس کا راستہ کیوں روکتا ہے ؟ پھر تُو نے اس کے خلاف محاذ کیوں بنا رکھا ہے ؟ . . . . آؤ بجائے مخالفت کرنے کے اُس سچے کا کلمہ پڑھ لیں، اور اس کے پیروکار بن کر جنت کے وارث ٹھہریں، تاکہ مکہ کی آبادی اور مکہ کا ماحول پُرامن اور پُرسکون ہو جائے .

ابوجہل کا جواب

ابوجہل اس شخص کی یہ بات سُن کر کہتا ہے ، تم بھی پاگل ہو ! تم نے کبھی محمدؐ کی مجلس اور محفل نہیں دیکھی کہ جو شخص بھی اس کا پیروکار بنتا ہے وہ اس کا دیوانہ اور پروانہ ہو جاتا ہے . . . . وہ اس کی جوتیاں اٹھاتا ہے . . . . . . وہ پسینہ پونچھتا ہے تو اُسے شیشیوں میں بھر لیتا ہے . . . . محمدؐ تھوکتا ہے تو اسے زمین پر نہیں گرنے دیتے ، بلکہ ہاتھ پہ لے کر جسم پر مَل لیتے ہیں . . . . وہ محمدؐ کے اس طرح غلام بن جاتے ہیں کہ اس کے اشارۂ ابرو کے منتظر رہتے ہیں ، وہ حکم بعد میں دیتا ہے لیکن وہ اس کی تعمیل پہلے کرتے ہیں . . . . وہ اس کے کہنے پر جان و مال تک کی قربانی دینے کا جذبہ اور ولولہ رکھتے ہیں . . . . تیرا کیا خیال ہے کہ مَیں مکے کا چوہدری اور سردار محمدؐ کا کلمہ پڑھ کر اس کی جُوتیاں اٹھاتا پھروں . . . . وہ مجھ سے چھوٹا ہے کیا مَیں اس کی خدمت کروں ، اور اس کا پیروکار بن جاؤں ، اسے اپنا سردار اور امام مان لوں ، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ، جتنی مدت دنیا میں رہنا ہے ، سردار اور چوہدری بن کر رہنا چاہتا ہوں !

سامعین گرامی ! دیکھا آپ نے اسلام اور بانیٔ اسلام کا سب سے

بڑا دشمن بھی بے اختیار آپ کی صداقت اور سچائی کی تعریف اور توصیف کر رہا ہے۔ . . . . . . ایمان صرف اس لئے نہیں لاتا کہ اس کی سرداری اور چوہدراہٹ خطرے میں پڑتی ہے۔ . .

کفارِ مکہ کی عملی گواہی

ہجرت کی رات کفارِ مکہ نے آپ کے گھر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ مکہ کے ہر قبیلے کا ایک نوجوان ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑا ہے۔ اور ارادہ یہ ہے کہ آج رات (العیاذ باللہ) محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔ . . . . رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کا حکم پاکر دشمنوں کے درمیان میں سے ہو کر کاشانۂ صدیقؓ پر پہنچ جاتے ہیں۔ جاتے ہوئے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر سُلا دیتے ہیں کہ تم صبح کے وقت مشرکین کی امانتیں واپس لوٹا کر مدینہ آجانا۔

غور فرمایئے، جو لوگ جان کے دشمن ہیں، قتل کا پختہ ارادہ کر کے آئے ہیں اور ننگی تلواریں لے کر گھر کا محاصرہ کر رکھا ہے۔ لیکن وہ بھی امانتیں آپ کے پاس رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ باوجود جان کے دشمن ہونے کے ان کو یقین تھا کہ پورے مکہ میں محمدؐ سے بڑھ کر امین اور امانت دار اور کوئی نہیں!

کمال کی انتہا، مخالفین کوئی الزام نہ لگا سکے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلانِ توحید فرمایا اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب سے معبودانِ باطلہ کو پاش پاش کر دیا۔ . . . . توحید کی دعوت دی اور شرک کے خلاف آواز اٹھائی تو مشرکینِ مکہ نے ناراضی اور برہمی کا اظہار کیا، فتوے لگائے، گالیاں بکیں، نام بگاڑا، راستے میں کانٹے بچھائے، گندگی پھینکی، پتھر مارے، شاعر ساحر مجنون تک کہا، وطن سے بے وطن کیا، جنگیں

لڑیں ،۔۔۔۔۔۔۔۔ مگر کسی بڑے سے بڑے خسیس دشمن کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ آپ کے اخلاق و اعمال کے متعلق ایک حرف بھی زبان پہ لاتا ، اور آپ کی عملی زندگی میں ایک داغ اور ایک دھبہ بھی دکھا سکتا کہ محمدؐ تم نے فلاں موقع پر جھوٹ بولا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے فلاں موقع پر تجارت میں دھوکہ اور فریب کیا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے فلاں موقع پر امانت میں خیانت کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے فلاں موقع پہ بدعہدی کی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تمہاری آنکھ سے فلاں کی عزت و حرمت کو خطرہ پہنچا تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے فلاں موقع پر جھوٹی قسم اٹھائی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نے فلاں موقع پر ظلم کیا تھا یا کسی کو گالیاں نکالیں تھیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی دشمن کو ، بڑے سے بڑے دشمن کو یہ جرأت نہ ہو سکی۔ حالانکہ وہ آپ کو پیغمبر اور نبی نہیں مانتے تھے ، اور دعویٰ نبوت کا معنیٰ یہ ہے کہ مدعیٔ نبوت اپنی بے گناہی اور معصومیت کا اعلان کر رہا ہے۔

اب مخالفین مشرکین کو چاہیئے تھا کہ آپ کی نبوت و رسالت کو جھٹلانے کے لئے آپ کے اخلاق و اعمال کے متعلق چند گواہیاں اور چند شہادتیں پیش کر کے آپ کے دعوئ نبوت کا ابطال کر دیتے۔ مگر مخالفین اور مشرکین نے دعوئ نبوت کے ابطال اور آنحضرتؐ کو ناکام کرنے کے لئے اپنی دولت لٹائی اپنی اولاد کی قربانی دی ، اپنی جانیں قربان کیں ، جنگیں لڑیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن یہ ممکن نہ ہوا کہ آپ کی ذات پر آپ کے اخلاق پر معمولی سا داغ اور آپ کی عملی زندگی پہ ذرہ بقدار غلطی اور آپ کے ماضی پر معمولی سا دھبہ دکھا کر آپ کو جھوٹا اور غلط کار ثابت کر سکیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیا اس سے ثابت نہیں ہوتا کہ جس طرح آپؐ دوستوں کی نگاہ میں تھے۔ اسی طرح دشمنوں کی

نگاہ میں تھے ۔ اور جان کے دشمن بھی آپ کے اوصافِ حسنہ کی گواہی دینے پر مجبور تھے ۔

شاعر اور ساحر کہنے کی حقیقت

آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوگا کہ مشرکین اور مخالفین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر، شاعر اور مجنون کیوں کہا ؟

آیئے ذرا اس کی حقیقت بھی سُن لیجئے !

ایک دن کفارِ مکہ جمع تھے اور ذکر بھی آپؐ ہی کا ہو رہا تھا، کوئی کہہ رہا تھا کہ محمدؐ جادوگر ہے، کوئی کہہ رہا تھا کہ وہ شاعر ہے، اور کوئی کہہ رہا تھا کہ محمدؐ مجنون ہے . . . . نضر بن حارث جو قریش میں سب سے زیادہ سمجھدار، جہاندیدہ، تجربہ کار اور عقلمند سمجھا جاتا تھا۔ اس نے کہا! اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے تم اس کی کوئی تدبیر اور اس کا کوئی حل نہیں نکال سکے . . . . محمدؐ ہماری برادری کا ایک فرد ہے۔ اس کا بچپن تمہارے سامنے گزرا ہے۔ پھر اس نے جوانی کی دہلیز میں قدم رکھا۔ اس نے زندگی تمہارے سامنے گزاری، وہ تم سب کا پسندیدہ، محبوب، صادق وامین، اور منصف و فیصل تھا، اب جب اس کے بالوں میں سفیدی آگئی ہے اور تمہارے سامنے ایک بات پیش کرتا ہے تو تم کہتے ہو کہ وہ ساحر ہے وہ شاعر ہے، اور مجنون ہے۔ کعبہ کے رب کی قسم! مَیں نے محمدؐ کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور اس کی گفتگو سُنی ہے وہ ایسا نہیں ہے جیسا تم کہتے ہو . . . . وہ ان تمام الزامات سے بَری ہے . . . . . . دیکھا آپ نے ایک دشمن آپ کی صفائی کس انداز سے پیش کر رہا ہے۔

قیصرِ رُوم کے دربار میں ابُوسُفیان کی گواہی

سامعینِ گرامی ! آیئے ذرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اور مخالف اور دشمن کی گواہی بھی سنئے . . . .

ابوسُفیان جو مسلسل چھ سال آنحضرتؐ کے مقابلہ میں لشکر جمع کرتے رہے . . . . آنحضرتؐ کے سب سے بڑے حریف اور مقابل . . . . . . اور دشمن تو موقع کی تاک میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو دشمن کو ناکام بنانے کے لئے اور دشمن کو تکلیف پہنچانے کے لئے ہر حربہ استعمال کرے . . . . . . آپ کے سب سے بڑے حریف اور مقابل کو موقع ملا ، اور موقع بھی بڑا نازک اور خوبصورت !

قیصر روم ہرقل کے دربار میں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد پہنچا ہے . آنحضرتؐ کا مکتوب گرامی بادشاہ کے سامنے پیش کرتا ہے . جس میں تحریر تھا کہ میری رسالت اور میرے پیغام کو قبول کرلو ! قیصر روم نے خط پڑھا ، تو تحریر کی پختگی اور تحریر کرنے والے کے اعتماد سے مرعوب ہوگیا . . . . اس نے درباریوں کو حکم دیا کہ جاؤ اور عرب کا کوئی باشندہ یہاں ہو تو اُسے دربار میں لاؤ ، تاکہ میں اس سے مکتوب لکھنے والے کے متعلق کچھ معلومات حاصل کرسکوں !

اتفاق کی بات ہے کہ ابوسفیان اس وقت وہیں موجود تھے درباریوں نے انہیں دربار میں پیش کیا . . . . حضرات ! ذرا موقع کی نزاکت دیکھئے ، ایک دشمن کی گواہی اور شہادت ایک ایسے دشمن کے حق میں جس کو وہ نیست و نابود کردینا چاہتا ہے . جس کو وہ دنیا سے مٹا دینا چاہتا ہے ، جس کے خلاف وہ تدبیریں کرچکا ہے ، اور جنگیں لڑچکا ہے ، جس کو قتل

کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کر چکا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور گواہی بھی ایک ایسے دشمن کے دربار میں کہ اگر وہ راضی ہو جائے ، اور اسے جھوٹ موٹ کہہ کے محمدؐ کے خلاف اکسایا جائے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اگر اس بادشاہ کے جذبات کو محمدؐ کے خلاف ابھار دیا جائے تو آناً فاناً قیصر روم کی جنگجو، تجربہ کار اور مسلح افواج مدینہ پر حملہ آور ہو کر مسلمانوں کو پریشانی ، دکھ اور مصائب میں مبتلا کر سکتی ہیں ۔

لیکن اب قیصر روم اور ابوسفیان کے درمیان ہونے والی گفتگو کو سُنئے !
قیصر روم پہلا سوال کرتا ہے ۔ کہ جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے ۔ اس کا خاندان کیسا ہے ۔

ابوسفیان نے جواب دیا ، عرب کا نہایت ہی شریف اور اعلیٰ خاندان ہے
قیصر روم نے کہا ! واقعی اللہ کے پیغمبر ہمیشہ اعلیٰ اور شریف خاندان میں سے ہوتے ہیں ۔

قیصر روم نے دوسرا سوال کیا ! اس خاندان میں کسی اور نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا ہے ؟

ابوسفیان نے کہا ! ہرگز نہیں ،
قیصر روم نے تیسرا سوال کیا ! اس خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے ۔
ابوسفیان نے کہا ، نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا
قیصر روم نے کہا ! معلوم ہوتا ہے مدعی نبوت کا مقصد بادشاہی کا حصول نہیں ہے ۔
قیصر روم نے چوتھا سوال کیا ! جن لوگوں نے اس کے مذہب کو قبول کیا ہے وہ کمزور ہیں یا صاحب حیثیت اور صاحب اثر ،
ابوسفیان نے کہا ! غریب اور کمزور لوگ اس پر ایمان لائے ہیں

قیصر روم نے کہا ! ابتداء میں انبیاء پر ایمان لانے والے غریب اور کمزور ہی ہوتے ہیں

قیصر روم نے پانچواں سوال کیا ! اچھا یہ بتاؤ کہ اس کے پیروکار بڑھ رہے ہیں یا کم ہو رہے ہیں۔

ابوسفیان نے کہا ! پیروکار دن بدن بڑھ رہے ہیں. جو ایک مرتبہ اس کا بن گیا وہ کٹ سکتا ہے اس سے ہٹ نہیں سکتا

قیصر روم نے چھٹا سوال کیا ! تم نے کبھی اس مدعیٔ نبوت سے جھوٹ بھی سنا ہے

ابوسفیان نے کہا ! پوری زندگی میں اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا

قیصر روم نے کہا ! جو دنیا کے معاملات میں جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کس طرح بول سکتا ہے۔

قیصر روم نے پوچھا ! اچھا یہ بتاؤ کہ وہ شخص کبھی اپنے عہد و اقرار سے بھی پھر آیا ہے

ابوسفیان نے جواب دیا ! آج تک تو اس نے بدعہدی نہیں کی . . . . آئندہ دیکھیں کیا کرتا ہے۔

سامعین گرامی ! سنا آپ نے ، ابوسفیان جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا حریف اور مقابل تھا . . . . آپ کے ساتھ کئی جنگیں لڑ چکا تھا . . . . جس کا تمام تر زور آپ کو ناکام بنانے اور شکست دینے پر صرف ہوتا تھا . . . . جس نے زندگی کا مقصد آپ کو دکھ پہنچانا بنایا ہوا تھا . اس ابوسفیان کو قیصر روم کے دربار میں موقع ملتا ہے کہ آپ کی معمولی کردار کشی کرے ، اور قیصر روم کی ہمدردیاں سمیٹ لے ۔ بلکہ قیصر روم کو آپ کے مقابلے میں لائے . مگر سب سے بڑا دشمن سب سے بڑا حریف اور سب سے بڑا مخالف بھی آپ کی صداقت ، آپ کی دیانت ،

١١

آپ کی امانت ، آپ کی شرافت ، آپ کی عدالت ، آپ کی شجاعت ، آپ کی بسالت ، آپ کی سچائی ، اور آپ کی زندگی کی پاکیزگی کی گواہی اور شہادت دینے پر مجبور ہے۔

(ابوسفیان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں فتح مکہ کے روز اسلام کی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کو دارالامن قرار دیا۔ حضرت ابوسفیانؓ کی سیاست وفراست کو دیکھ کر نجران کا گورنر بنایا۔ وہ آنحضرتؐ کے سسر بھی تھے اور اسلام قبول کرنے کے بعد متعدد جنگوں میں حصہ لیا۔ ان کی آنکھیں زخم لگنے سے شہید ہوگئیں تھیں)

نجران کے عیسائی عالم کی گواہی

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہجرت فرما کر جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو جہاں آپ کی مخالفت مدینہ کے یہودیوں نے کی، نجران کے عیسائی بھی مخالفت وعداوت میں پیش پیش تھے۔ . . . . درا صل یہودیوں اور عیسائیوں کے علماء اور پیروں کو خطرہ محسوس ہورہا تھا کہ اسلام کے پھیلنے سے ہماری گدیاں اور ہمارا وقار محفوظ نہیں رہے گا۔ . . . . ہمارے نذرانے اور نذریں اور ہمارا مذہبی کاروبار ڈاؤن ہوجائے گا۔ . . . . مرید جو ہماری پوجا کرتے ہیں ہم سے بیزار ہوجائیں گے۔ اور ہمارے دربار کی رونقیں ماند پڑجائیں گی۔ . . . . اس لئے انہوں نے آپ کی مخالفت میں کمر کس لی، آپ کو بدنام کرنے کے لئے ہر حربہ استعمال کیا۔ . . . . کبھی کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دشمن ہے۔ . . . . کبھی کہا یہ مائی مریم کا گستاخ ہے۔ . . . . کبھی کہا یہ معجزات کا منکر ہے۔ . . . . . . کبھی کہا یہ صابی ہوگیا ہے۔

(جس طرح آج کے مشرکین اور اہلِ بدعت موحدین کے زوردار دلائل کا جواب نہیں دے سکتے تو پھر سادہ لوح عوام کے جذبات بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں، کہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کے گستاخ ہیں . . . . یہ معجزات و کرامات کو نہیں مانتے ، یہ ایصالِ ثواب کے قائل نہیں ، یہ لوگ وہابی ہیں۔)

چنانچہ نجران کا ایک بہت بڑا عیسائی عالم جس کا نام ابو حارثہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مناظرہ اور بحث و مباحثہ کرنے کیلئے ۶۰ آدمیوں کا وفد لے کر مدینہ منورہ آگیا . . . . موضوعِ مناظرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی تھی ۔ اسی موقع پر سورۃ آلِ عمران کی اسّی ابتدائی آیات نازل ہوئیں ، جن میں عیسائیوں کے اعتراضات اور شبہات کا منہ توڑ اور مسکت جواب تھا ۔ ان آیات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صحیح پوزیشن واضح کی گئی تھی . . . . کہ وہ اِبْنُ اللہ نہیں بلکہ عَبْدُ اللہ تھے . . . . . . ان کی والدہ محترمہ معبود نہیں تھیں بلکہ صدیقہ اور ولیہ تھیں . . . . . . حضرت عیسیٰ علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر تھے ۔ اعلیٰ شان تھے ۔ بلند و بالا قدر تھے ، صاحبِ معجزات تھے ، مگر معجزات ان کے اختیار میں نہیں تھے بلکہ وہ بِاِذْنِ اللہِ ، بِاِذْنِ اللہِ ، کہہ کر اعلان کر رہے تھے کہ معجزات کے ظہور میں ہاتھ میرا ہے ، اور اختیار میرے اللہ کا ہے ۔

مخالفین شکست کھا گئے

عیسائی علماء میدانِ مناظرہ میں شکست کھا گئے ۔ قرآنی دلائل کے مقابلہ میں لاجواب ہو گئے ۔ مگر حق کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوئے تو آنحضور ؐ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان کو مباہلہ کا چیلنج دیا کہ آؤ ایک کھلے میدان میں تم بھی اپنے بال بچوں کو لے آؤ اور میں بھی اپنے اہل و عیال کو لاتا ہوں ، پھر ہر

ایک دہاں جھوٹے پر لعنت کی بد دعا کرے جو جھوٹا ہوگا وہ ہلاک ہوجائے گا۔ . . . . وہ اس پر بھی نہ تیار ہوئے وہ جانتے تھے محمدؐ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

چنانچہ نجران کے عیسائیوں کا یہ وفد مباہلہ سے بھی بھاگ گیا، اور بغیر حق کو تسلیم کئے واپس پلٹ گئے۔ واپسی پر ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا، جس کو میں بیان کرنا چاہتا ہوں . . . . وفد میں شامل سب سے بڑا گدی نشین اور سب سے بڑا عالم ایک گھوڑے پر سوار تھا، اچانک اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی تو اس عالم کے چھوٹے بھائی نے (جو اَن پڑھ اور جاہل تھا) کہا "ھَلَکَ مُحَمَّدٌ" (العیاذ باللہ)

(عرب کے دستور کے مطابق ایسے موقع پر سب سے بڑے دشمن کو ہلاکت و بربادی کی بددعا کی۔

اس کے بڑے بھائی نے جو ابھی ابھی آنحضرتؐ سے لڑ جھگڑ کر اور مناظرہ کر کے آرہا تھا، چھوٹے بھائی کی بد دعا سُنی تو کہا "محمدؐ کیوں ہلاک ہو، اللہ کرے تم ہلاک ہو جاؤ۔

چھوٹے بھائی نے عالم بھائی کی بات سنی تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی . . . . کہتا ہے! بھائی جان بات کیا ہے؟ میں نے آپ کے دشمن کو بد دعا دی، اور اس دشمن کو بد دعا دی جو آپ کے کہنے کے مطابق حضرت عیسیٰ کا گستاخ ہے . . . . جو مائی مریم کا دشمن ہے . . . . جو عیسیٰ کے معجزات کو نہیں مانتا . . . . آپ اس کے ساتھ ابھی ابھی مناظرہ کر کے آئے ہیں . . . . میں نے اس کو بد دعا دی اور آپ نے یہ سننا گوارہ نہ کیا . . . . . . اُلٹا مجھے بد دعا دے دی۔

عیسائی عالم نے کہا

عیسائیوں کے سب سے بڑے عالم نے جواب میں اپنے بھائی سے کہا محمدؐ کو بددعا نہ دے کیونکہ محمدؐ اللہ کا سچا پیغمبر ہے، اور اللہ تعالیٰ پیغمبروں کی توہین برداشت نہیں کرتا (عیسائی عالم اور آپ کا دشمن آپ کی سچائی اور صداقت کا اقرار کرنے پر مجبور ہے)

جاہل بھائی نے کہا! اگر وہ اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور اس کا دین اور اس کا مذہب سچا ہے تو پھر آپ پیچھے سے مناظرہ کرنے کیوں گئے؟ پھر اس کی مخالفت کیوں کی؟ پھر اس سے دشمنی کیوں؟ پھر اس پر فتوے بازی کیوں؟ پھر لوگوں کو اس سے متنفر کرتا کیوں؟ پھر اس کے خلاف پروپیگنڈا کیوں؟

اگر محمدؐ سچا ہے اور اس کا دین سچا ہے تو پھر واپس پلٹو! آؤ اس کی خدمت میں حاضر ہوں، اور اس کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کریں۔

عیسائی عالم کے ایمان قبول نہ کرنے کی وجہ

عیسائیوں کے بڑے عالم نے جاہل بھائی کی بات سُنی تو کہا یہ ماننا یا نہ ماننا، ایمان قبول کرنا یا نہ کرنا الگ بات ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم نہیں جانتے، اگر مَیں مسلمان ہو جاؤں تو وقت کے بادشاہ کی طرف سے ایک ہزار درہم جو وظیفہ اور تنخواہ ملتی ہے۔ اس سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تم جانتے ہو ہماری گدی اور گدی کی رونقیں! اسلام قبول کرنے سے اس گدی کی رونقیں ماند پڑ جائیں گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہمارا دنیوی اقتدار، ہمارا وقار، ہماری عزت، ہماری شہرت سب ختم ہو جائے گی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ پیری مریدی کا

نظام درہم برہم ہو جائے گا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ لوگوں طرف سے ملنے والے نذرانے اور نیازیں ختم ہو جائیں گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے میں محمدؐ پر ایمان نہیں لاتا ، ورنہ ہے محمدؐ سچا !

جاہل بھائی کو بات سمجھ آگئی

عالم کی گفتگو سن کر جاہل بھائی نے کہا اگر بات اسی طرح ہے اور اگر واقعی محمدؐ سچا پیغمبر اور سچا رسول ہے ، تو پھر آپ جائیں اور لوگوں کے نذرانے ، نیازیں اور بادشاہ کے وظیفے وصول کریں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آپ جائیں اور دنیوی عیش و آرام حاصل کریں ۔ میں تو اسی وقت اور ان ہی قدموں پہ واپس جا کر محمدؐ کا غلام بنتا ہوں !

عالم بھائی دنیوی عیش و آرام ، نذرانوں اور وظیفوں کے لالچ میں اسلام سے محروم ہو گیا ، اور جہنم کا ایندھن بن گیا ، اور جاہل بھائی کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت عطا فرما کر جنت کا وارث بنا دیا ۔

سامعین گرامی قدر ! میرے عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ میرے محبوب پیغمبر کا بڑے سے بڑا دشمن اور مخالف بھی آپ کی تعریف کرنے پر مجبور رہا ہے اور آپ کی صداقت کی شہادت و گواہی بے اختیار دیتا ہے ۔

ماضی قریب کے مخالفین کی گواہیاں

حضرات گرامی قدر ! وقت بہت کم ہے ، اور موضوع بہت طویل سلسلہ دار مخالفین کی گواہیاں بیان کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ قیصر روم سے لے کر مائیکل ایچ ہارٹ تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور تعریف کرنے والے غیر مسلموں کا ایک طویل سلسلہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ان غیر مسلموں اور مخالفین اسلام میں مختلف مذاہب کے صاحب

علم لوگ شامل ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مشرق و مغرب کے بڑے بڑے محقق ، اصحابِ فراست ولیاقت نے اس حقیقت کو تسلیم کیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ اور مرتبہ دنیا کے بڑے بڑے لوگوں میں سب سے اونچا ، سب سے اعلیٰ اور سب سے بلند ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غیر مسلم صاحب علم حضرات نے آنحضرتؐ کی تہذیب ، دیانت ، امانت ، صداقت ، غریبوں پر رحم وکرم ، مساوات بین الاقوام ، عفوودرگزر اور آپ کی تعلیم وتربیت کو دیکھ کر آپ کو انسانی صفات کا مکمل نمونہ تسلیم کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں ماضی قریب کے چند غیر مسلم صاحب علم لوگوں کے خیالات آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ۔

مہاتما گاندھی کی شہادت

میں دنیا کے مذاہب کا مطالعہ کرنے کا عادی ہوں ۔ میں نے اسلام کا بھی مطالبہ کیا ہے ۔ بانیٔ اسلام نے اعلیٰ اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی جس نے انسان کو سچائی کا راستہ دکھایا اور برابری کی تعلیم دی ۔ میں نے قرآن مجید کا ترجمہ بھی پڑھا ہے ۔ اس میں مسلمانوں کے لئے ہی نہیں بلکہ سب کے لئے مفید باتیں اور ہدایتیں ہیں ۔

جوزف تھامسن کی گواہی

ایک مسلمان جہاں جاتا ہے ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اس کے ساتھ ہوتیں ہیں جو دوسروں پر اثر کرتی ہیں ، صبح ، دوپہر ، شام کو اسلام کے حکم کا نعرہ (اذان) بلند ہوتا ہے ، اور جو سر پہلے پتھروں اور حیوانوں کے آگے جھکا کرتے تھے اب خدائے واحد کے آگے جھکتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے معیارِ اخلاق کو بلند کر دیا ہے ۔ (دینِ اسلام مصنفہ جوزف تھامسن)

جان ڈیون پورٹ کی گواہی

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تمام لیڈروں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں جس کی سوانح حیات محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سوانح حیات سے زیادہ مفصل اور سچی ہو۔

(اپالوجی فار محمدؐ اینڈ دی قرآن)

سردار امر سنگھ کی گواہی

"کارلائل نے حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (آپ نے خاکِ عرب کے ذرّے ذرّے کو ڈائنامیٹ بنا دیا) بلا شبہ اس سے دنیا بھر کی سلطنتوں، بادشاہوں اور حکومتوں کی بنیادیں ہل گئیں۔ اور تمدن تہذیب کا نیا دور شروع ہوا۔ حضرت محمدؐ نے تمام دنیا سے پس افتادہ عربوں میں کیا روح پھونکی جس سے وہ اس قدر طاقتور بن گئے۔

(سردار امر سنگھ مالک اخبار شمشیر)

پروفیسر شانتا رام کی گواہی

اندرا کالج بمبئی کے پروفیسر شانتا رام، ایم، اے اپنی کتاب، محمد کا جیون چرتر میں تحریر کرتا ہے۔

"میں نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مشاہیر کے سوانح حیات کے پڑھنے میں صرف کیا ہے۔ میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت محمدؐ ایک ایسے عظیم الشان انسان ہیں کہ ان کے مقابلے کا انسان روئے زمین کی تاریخ پر نظر نہیں آتا۔"

حضرات گرامی! کس کس غیر مسلم صاحب علم کا نام لوں اور جو کچھ اُس نے کہا اُسے کس طرح بیان کروں،

جرمنی کا مشہور پروفیسر ہوگ کہتا ہے کہ محمدؐ خلق خدا کے لئے معلم بن کر آیا۔۔

. . . . . . روسی فلاسفر کاونٹ ٹالسٹائی کہتا ہے محمدؐ عظیم الشان اور بے مثال مصلح تھے . . . . مشہور مؤرخ ارکھاٹ کہتا ہے . فضیلت و شرافت کے تاجدار " محمدؐ " تھے . . . . جارج برنارڈ شا کہتا ہے موجودہ مصائب کے نجات دہندہ محمدؐ ہی ہو سکتے ہیں . . . .

پروفیسر فری مین کہتا ہے محمدؐ پیکر عزم و استقلال تھے . . . .

پروفیسر چیتن وت کہتا ہے محمدؐ رحمت عالم من الرحمان ہیں . . . .

انگلستان کا مشہور نامہ نگار مسٹر ڈی رائٹ کہتا ہے محمدؐ زمین کے لئے ابر رحمت ہے . . . . . . پروفیسر ماؤنٹ کہتا ہے محمدؐ شیریں گفتار اور محسن انسانیت ہیں . . . . ڈاکٹر شیلے کہتا ہے محمدؐ سب سے اکمل اور سب سے افضل ہیں . . . . مسٹر ہربرٹ وائل کہتا ہے محمدؐ گمراہیوں سے نکال کر صراط مستقیم پہ ڈالنے والے تھے . . . . مشہور مؤرخ آرونگ کہتا ہے محمدؐ صائب الرائے اور بے مثال مفکر تھے .

غیر مسلم شعراء کا خراج عقیدت

آپ حضرات نے ماضی قریب کے مفکرین اور صاحب علم حضرات کے خیالات سنے . کہ انہوں نے کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت و راست گوئی . تعلیم و تربیت کی گواہیاں دی ہیں . . . . وہ کس طرح پیغمبر رحمتؐ کی تعریف اور مدح کرنے پر مجبور ہوئے ہیں . . . . . . انہوں نے کس طرح نبی مکرمؐ کو سب سے اعلیٰ اور بالا تسلیم کیا ہے .

آئیے اب غیر مسلم شعراء کے وہ اشعار بھی سن لیجئے ، جن میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خراج عقیدت پیش کیا ہے . آپ یقیناً حیران ہونگے کہ ایک شخص جو آپ کی نبوت و رسالت کا قائل نہیں . . . . . . ایک شخص جو

آپ کا کلمہ نہیں پڑھتا، وہ کس خوبصورت انداز میں آپ کی مدح سرائی کر رہا ہے

پنڈت امر چند قیس جالندھری کی گواہی

پنڈت امر چند قیس جالندھری نبی رحمت کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے اور خدا کی قسم خوب کہتا ہے ؎

بہ چشم ضیاء، از جمال محمدؐ ❊ بہ قلبم غناء، از خیال محمدؐ
مثال محمدؐ چہ جوئی جوئی ❊ نہ یابی نہ یابی مثال محمدؐ

کہتا ہے محمد کریمؐ جیسے حسین و جمیل اور باکمال شخص جیسا کوئی اور ڈھونڈنا چاہتے ہو تو سنو! اس کائنات میں ہر شئی مل جائے گی، مگر محمدؐ جیسا کوئی نہیں ملے گا۔

پنڈت بال مکند عرش ملیسانی کی گواہی

پنڈت بال مکند آپ کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ؎

رُخ مصطفےٰ کا جمال اللہ اللہ ❊ زباں کا حسن مقال اللہ اللہ
اتر آئے عرش و کرسی کے جلوے ❊ نبوت کا اوج کمال اللہ اللہ
جہاں کے لئے مژدۂ عید عرفاں ❊ عرب کے فلک کا ہلال اللہ اللہ
جہالت کی ظلمت ہر دل سے بھاگی ❊ یہ تنویر شمع خیال اللہ اللہ

ہری چند اختر کی گواہی

پنڈت ہری چند اختر آپ کی مدح سرائی یوں کرتا ہے۔ ؎

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا ❊ کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں اُن کے نام پر ❊ اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا دُرِ یتیم ❊ اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا ❊ اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

کہہ دیا لاتقنطوا اختر کسی نے کان میں ٭ اور دل کو سربسر محوِ تمنا کر دیا

شیام سندر کی گواہی

شیام سندر آنحضرتؐ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ؎

دنیا کو تم نے آکر پُر نور کر دیا ہے ٭ اور ظلمتوں کو یکسر کافور کر دیا ہے،
پیغامِ حق سُنا کر مسرور کر دیا ہے ٭ وحدت کی مے پلا کر مخمور کر دیا ہے
اک بار تو دیارِ یثرب کو دیکھ لیتا ٭ پابندیٔ جہاں نے مجبور کر دیا ہے

شنکر لال ساقی کی گواہی

شنکر لال ساقی آپ کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ ؎

روشن دلم زجلوۂ روئے محمدؐ است ٭ جانم فدائے نامِ نکوئے محمدؐ است
یادِ خدا است ہمدمِ رُوحِ لطیفِ من ٭ دل در خیالِ مدحتِ خوئے محمدؐ است
ساقی اگرچہ جامۂ ہند است بر تنم ٭ خاکم مگر زِ یثرب و کوئے محمدؐ است

دھرم پال گپتا کی گواہی

دھرم پال گپتا آنحضرتؐ کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہتا ہے۔ ؎

چھڑا کے بُت کی پرستش سکھائی تھی توحید ٭ مرے خیال کی ترویج عام ہو جائے
سیاسیات سے مذہب ملا دیا تُو نے ٭ کہ دین و دنیا کا سب انتظام ہو جائے
رفاہِ عام ہی تیرا تھا جبکہ نصب العین ٭ لقب نہ کیوں ترا خیر الانام ہو جائے

سامعینِ گرامی قدر! آج کے خطبہ اور آج کی تقریر میں مَیں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام الانبیاء، سرورِ کائنات، خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایسی بے مثال اور عظیم الشان شخصیت ہے کہ جن کی تعریف اور مدح سرائی دوست بھی کرتے ہیں اور دشمن بھی۔

آپؐ کی ذات ایسی بلند و بالا ہے کہ ؎ . . . . .

Scanned by CamScanner

ہیں مدح سرا جس کے اپنے بھی پرائے بھی

غیر مسلم صاحب علم حضرات نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق آپ کی مدح سرائی کی ہے، اور حقیقتاً تعریف وہی ہوتی ہے جو دشمن کرے اَلْفَضْلُ مَاشَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَآءُ . فضیلت وہی ہوتی ہے جس کی گواہی دشمن دے۔ ہمارے پیارے پیغمبرؐ واقعی صاحب کمال اور صاحب فضیلت تھے کہ ہر دور کے مخالفین نے آپ کی صداقت و امانت آپ کی شرافت و سخاوت اور آپ کی تعلیم و تربیت کی گواہی اور شہادت دی ہے۔

وَآخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ